



گرو آوری
سید حسام الدین راشدی
اقبال اکادمی پست

مذکره
شعراي کتبه

سید
حسام الدین
راشدی



PIR
۹۲۴۱
/۵
۸۸۰۴۹م
ن ۱۰
ع ۱۰

تذکرہ شعرائے کشمیر

تذکرہ شعرائی کسٹمیر

گرد آورده

سید حسام الدین راشدی



اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶ - میٹرو روڈ - لاہور

ناشر : پروفیسر محمد منور
 ڈائریکٹر اقبال اکادمی پاکستان
 ۱۱۶ - میکلوڈ روڈ ، لاہور
 مطبع : مختیار پرنٹرز - دربار مارکیٹ ، لاہور
 بتوسط
 سلیم اسماعیل منیر ”الکتاب“ لاہور
 نگران طباعت : فرخ دانیال
 طبع اول : ۱۹۶۷ ع
 طبع دوم : ۱۹۸۳ ع
 تعداد : ۱۰۰۰
 قیمت : ۵۱ روپے



- باغیست همیشه بهار یا قلعه ایست آهنین حصار
- پادشاهان را گلشنیست عشرت افزا و درویشانرا خلوتکده دلکشا
- چمنهای خوش و آبشارهای از حساب و شمار بیرون
- چندانکه نظر کار کند سبزه است و آب روان
- گل سرخ و بنفشه و نرگس خودرو ، صحرا صحرا
- انواع گلها و اقسام ریاحین ، ازان بیشتر ، که بشمار در آید
- در بهار جان نگار ، کوه و دشت ، از اقسام شگوفه مالا مال
- در و دیوار و صحن و بام خانها ، از مشعل لاله ، بزم افروز
- و جلگهای مسطح و سه برگهای مبروج را چه گوید

جهانگیر پادشاه

صراحت

طبع دوم

مرحوم پیر حسام الدین راشدی فارسی ، اردو اور سندھی ادب کے مایہ ناز عالم ، ادیب اور محقق تھے ، انہوں نے فارسی شعرائے کشمیر کا تذکرہ قلمبند فرمایا جو اکتوبر ۱۹۶۷ء میں اقبال اکادمی ، پاکستان نے شائع کیا ۔

اب اس تذکرے کا دوسرا ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے ، ظاہر ہے کہ ہر طرح کی احتیاط کے باوصف طباعت کی اغلاط رہ جاتی ہیں چنانچہ اس ایڈیشن کے متن کی تصحیح کے لئے جناب شیخ نوازش علی صاحب کا تعاون حاصل کیا گیا ۔ انہوں نے کم از کم میری تسلی کی حد تک سارے متن پر نظر ثانی فرمائی ——— شیخ صاحب فارسی جدید محاورہ روزمرہ کے باب میں قابل قدر مہارت و مزاوت کے مالک ہیں ۔ لہذا کہیں کہیں انہوں نے راشدی صاحب مرحوم کے کلمات تبدیل بھی کئے ہیں اور اس طرح عبارت میں جدید رنگ نکھر گیا ہے ، ہم شیخ نوازش علی صاحب کے شکر گزار ہیں ۔

جناب فرخ دانیال صاحب نے جو اکادمی کی مطبوعات کی طباعت کے نگران ہیں ، بڑی محنت و کاوش سے طباعت کے مرحلوں کی نگرانی کی ہے ۔ جناب سلیم اسماعیل صاحب بھی شکرے کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت میں تعاون فرمایا ۔

پروفیسر محمد منور

ناظم ، اقبال اکادمی پاکستان

لاہور

فہرست مطالب

۸-۱		سید حسام الدین راشدی	گزارش
۱	(ف - سنہ ۱۱۵۰ھ)	کشمیری	۱- آزاد،
۲	(ف - سنہ ۱۱۹۷ھ)	کشمیری	۲- آزاد،
۲	(ز - سنہ ۱۲۴۱ھ)	کشمیری	۳- آزاد،
۶	(ز - سنہ ۱۱۳۶ھ)	کشمیری	۴- آذر،
۷	(ز - قرن دوازدہم)	کشمیری	۵- آذر،
۸	(ف - سنہ ۱۲۸۵ھ)	مفتی صدرالدین دہلوی	۶- آزرده،
۱۲	(ف - سنہ ۱۱۰۸۱ھ)	محمد طاهر عنایت خان	۷- آشنا،
۲۶		مازندرانی	۸- آشوب،
۲۶	(ز - بمبہ اکبر)	کشمیری	۹- آئی،
۲۶	(ف - سنہ ۱۱۰۷۳ھ)	تربتی	۱۰- احسن،
۷۵	(ز - قرن دوازدہم)	کشمیری	۱۱- احقر،
۷۵	(ز - سنہ ۱۸۴۹ھ)	کشمیری	۱۲- احمد،
۷۷	(ز - سنہ ۱۱۰۲۶ھ)	سیستانی	۱۳- احوی،
۸۰		کشمیری	۱۴- ازی،
۸۱	(ز - سنہ ۱۱۰۳۱ھ)	بخاری	۱۵- اظہر،
۸۱	(ف - سنہ ۱۱۰۴۴ھ)	کشمیری	۱۶- اظہری،
۸۲	(ز - سنہ ۱۱۰۷۹ھ)	کشمیری	۱۷- اعجاز،
۸۵	(ف - سنہ ۱۱۱۸۵ھ)	کشمیری	۱۸- اعظم،
۹۸	(ف - سنہ ۱۱۹۳۸ھ)	لاہوری	۱۹- اقبال،
۱۰۵	(ز - سنہ ۱۱۱۰۴ھ)	کشمیری	۲۰- اکبر،

۱۰۷	(ف - سنه ۱۱۴۱ هـ)	اکمل الدین بیگ بدخشی	اکمل ،	۲۱ -
۱۱۲	(ف - سنه ۱۰۶۴ هـ)	صاد الدین محمود همدانی	الهی ،	۲۲ -
۱۲۷		کشمیری روپ بوانی	الک ،	۲۳ -
۱۳۰	(ف - سنه ۱۲۷۵ هـ)	کشمیری امام الدین	امام ،	۲۴ -
۱۴۰	(بمهد جهانگیر)	کشمیری مولانا محمد امین	امین ،	۲۵ -
۱۴۱		کشمیری میر ضیاء الله	انجب ،	۲۶ -
۱۴۲	(ف - سنه ۱۱۵۸ هـ)	اکبر آبادی اسد الله یار خان	انسان ،	۲۷ -
۱۴۲	(ز - سنه ۹۸۸ هـ)	کشمیری	بدرالدین	۲۸ -
۱۴۳	(بمهد جهانگیری)	کشمیری	بزرگی ،	۲۹ -
۱۴۴	(ز - سنه ۱۲۷۵ هـ)	کشمیری پندت سترام	بقا ،	۳۰ -
۱۴۵	(ف - سنه ۱۱۶۹ هـ)	کشمیری ملا اشرف دائری	بلبل ،	۳۱ -
۱۴۶	(ف - سنه ۱۲۴۸ هـ)	کشمیری ملا بهاء الدین متو	بها ،	۳۲ -
۱۴۷		کشمیری پندت لسه کول	بهار ،	۳۳ -
۱۴۸	(ف - سنه ۱۲۶۶ هـ)	کشمیری پندت تابه رام ترکی	بیشاب ،	۳۴ -
۱۴۹	(ز - عهد انگلیسی)	کشمیری منشی غلام غوث	بیخبر ،	۳۵ -
۱۴۰	(ف - سنه ۱۲۰۱ هـ)	کشمیری محمد حاصم	بیخود ،	۳۶ -
۱۴۰	(ز - سده دوازدهم)	کشمیری پندت سترام	بیخود ،	۳۷ -
۱۴۱	(ف - سنه ۱۲۲۴ هـ)	کشمیری پندت نندال در	بیمرض ،	۳۸ -
۱۴۱	(ز - اورنگزیب)	کشمیری محمد اسمعیل	بیش ،	۳۹ -
۱۵۲		کشمیری خواجه ابوالحسن	تائب ،	۴۰ -
۱۵۲	(ز - سنه ۱۰۷۲ هـ)	اردکانی حل رضا	نجل ،	۴۱ -
۱۶۴	(ف - سنه ۱۱۴۸ هـ)	کشمیری آغا عبدالملک	نحسین ،	۴۲ -
۱۶۷	(ز - سده دوازدهم)	کشمیری مرزا فتح حل بیگ	نسلیم ،	۴۳ -
۱۶۷	(ف - سنه ۱۱۳۲ هـ)	کشمیری میرزا محمد حل	نمکین ،	۴۴ -
۱۶۸	(ف - سنه ۱۲۰۱ هـ)	کشمیری ملا محمد توفیق لاله جو	توفیق ،	۴۵ -
۱۷۷	(ف - سنه ۱۹۲۰ هـ)	کشمیری پندت اخون	تیکارام ،	۴۶ -

۱۷۷	(ز- سنه ۱۱۴۲ هـ)	کشمیری	ثنا ، شیخ آیت الله	۴۷-
۱۷۸	(بعهد محمد شاه)	کشمیری	جامع ، خواجه محمد مقصود	۴۸-
۱۷۹	(بعهد فرخ سیر)	کشمیری	جنون ، خواجه ابوالفتح	۴۹-
۱۸۱	(ف- سنه ۱۱۱۸ هـ)	کشمیری	جویا ، میرزا داراب بیگ	۵۰-
۲۰۶	(ف- سنه ۱۰۲۶ هـ)	کشمیری	حبی ، خواجه حبیب الله	۵۱-
۲۰۹	(ز- سده دوازدهم)	کشمیری	حجت ، میرزا مهدی	۵۲-
۲۱۰	(ز- سنه ۱۱۷۵ هـ)	کشمیری	حسن ، راجا	۵۳-
۲۱۰	(ف- سنه ۹۷۷ هـ)	کشمیری	حسین ، حسین شاه چک	۵۴-
۲۱۱	(ز- سنه ۱۱۲۴ هـ)	کشمیری	حسین ، حسین الدین	۵۵-
۲۱۱		کشمیری	حسین ،	۵۶-
۲۱۲	(ز- سده دوازدهم)	قبتی	حشمت ، محمد علی	۵۷-
۲۱۳	(و- سنه ۱۹۰۷ ب)	کشمیری	حضوری ، پندت هره کول	۵۸-
۲۱۴	(ز- سنه ۱۲۲۹ هـ)	کشمیری	حقیر ، پندت بنی رام	۵۹-
۲۱۴	(ز- سده دوازدهم)		حلیم ، حافظ حلیم	۶۰-
۲۱۴	(ف- سنه ۸۱۸ هـ)	کشمیری	حمیدی ، محمد	۶۱-
۲۱۵	(ف- سنه ۱۲۶۴ هـ)		حمید ، ملا حمید الله	۶۲-
۲۱۸	(ز- سنه ۱۰۰۴ هـ)	کشمیری	حمیدی ، مولانا حمیدی	۶۳-
۲۱۹	(ف- سنه ۱۱۲۳۴ هـ)	کشمیری	حیرت ،	۶۴-
۲۱۹	(ز- سده چهاردهم)	کشمیری	حیرت ، پیر شمس الدین	۶۵-
۲۲۰	(ز- سده چهاردهم)	کشمیری	خادم ،	۶۶-
۲۲۰	(ف- سنه ۹۹۴ هـ)	کشمیری	خاکی ، بابا دازد	۶۷-
۲۲۵	(ز- سنه ۷۸۱ هـ)	کشمیری	خاوری ، سید محمد خاوری	۶۸-
۲۲۶		کشمیری	خائف ، مولانا خائف	۶۹-
۲۲۶	(ز- وسط قرن سیزدهم)	کشمیری	خراباتنی ، خواجه ثناء الله	۷۰-
۲۲۷	(ز- سنه ۱۰۴۲ هـ)		خصالی ، ملا حیدر	۷۱-
۲۳۰	(ز- سنه ۱۱۴۷ هـ)	کشمیری	خلت ، حیدر الله	۷۲-

۲۳۱		کشمیری	خواجہ، نیشاپوری	۷۳
۲۳۱	(ز - سنہ ۱۱۲۶ھ)	کشمیری	خوشدل، ہندت دیپارام کاپرو	۷۴
۲۳۱	(ز - عہد جہانگیری)	کشمیری	خیال، حافظ محمد	۷۵
۲۳۷	(ف - سنہ ۱۱۰۷ھ)	مشہدی	دانش، میر رضی	۷۶
۲۴۱		قیمنی	درویش، ہندت رام ناتھ	۷۷
۲۴۲	(ز - ۱۱۲۲ھ)	کشمیری	دل، ہندت نرائن	۷۸
۲۴۳	(ز - عہد شاہجہان)	کشمیری	دوست، ملا دوست محمد	۷۹
۲۴۳	(ف - سنہ ۱۱۲۰ھ)	تورانی	دیدہ، مغول آخر خان	۸۰
۲۴۹	(ز - ۱۱۲۲ھ)	کشمیری	ذاکر، محمد ذاکر	۸۱
۲۵۰		کشمیری	ذاکر، ہندت دھرم نرائن	۸۲
۲۵۰	(ز - سنہ ۱۱۱۷ھ)	اکبرآبادی	ذره، میرزا محمد سمیع	۸۳
۲۵۱	(ز - آخر سده دوازدہم)	کشمیری	ذکا، ہندت آفتاب بہان	۸۴
۲۵۱		کشمیری	راحت، میر عبدالرسول	۸۵
۲۵۲	(ف - سنہ ۱۱۰۸ھ)	خوافی	رازی، عاقل خان	۸۶
۲۶۲	(ف - سنہ ۱۱۱۰ھ)	لاہوری	راسخ، میر محمد زمان	۸۷
۲۶۷	(ف - سنہ ۱۱۱۷ھ - ۱۱۱۴ھ)	کشمیری	رافع، محمد مسعود	۸۸
۲۶۹	(ز - سنہ ۱۱۱۷ھ)	کشمیری	رجا، محمد کاظم	۸۹
۲۷۰	(ز - سنہ ۱۱۰۲ھ)	یزدی	رسمی، قلندر	۹۰
۲۷۴	(ز - عہد اکبری)	ایرانی	رسوائی، چغتائی	۹۱
۲۷۴	(ز - قرن چہارہم)	کشمیری	رشید، محمد عبدالرشید	۹۲
۲۷۵	(ز - سنہ ۱۱۰۲ھ)	کشمیری	رضوی، عطاء اللہ	۹۳
۲۷۶		تبریزی	رفعتی، ملا میرزا ابراہیم	۹۴
۲۷۶	(ز - تا عہد عالمگیری)	مشہدی	رفیع، حسن بیگ	۹۵
۲۸۸	(ف - سنہ ۱۱۲۷ھ)	کشمیری	رفیقی، شیخ نورالدین	۹۶
۲۸۸	(ز - سنہ ۱۱۲۷ھ)	کشمیری	رنگین، ہندت دیا ناتھ	۹۷
۲۸۹	(ف - سنہ ۱۱۹۵ھ)	کشمیری	روشن، ہندت مہتاب جیو ترسل کشمیری	۹۸

۲۸۹	(ز - سنه ۵۱۶۳)	کشمیری	زیرک، گوبندرام	۹۹-
۲۹۱	(ف - سنه ۵۱۱۵۰)	کشمیری	ساطع، ملا ابوالحسن	۱۰۰-
۲۹۹	(عهد شاهجهانی)	قزوینی	سالک، محمد ابراهیم	۱۰۱-
۳۱۶	(ز - سنه ۵۱۰۸۳)	کشمیری	سالم، ملا لطف الله	۱۰۲-
۳۱۸	(عهد شاه عالم)	الہ آبادی	سامان، مولوی احمد الله	۱۰۳-
۳۱۸	(ز - سنه ۵۱۱۴۵)	بدخشی	سامی، مرزا جان بیگ	۱۰۴-
۳۲۰	(ف - سنه ۵۱۲۸۵)	کشمیری	سختور، پندت بیرمل کول	۱۰۵-
۳۲۰	(ز - سنه ۵۱۱۵۴)	کشمیری	سرآمد، مولانا	۱۰۶-
۳۲۱	(ف - سنه ۵۱۱۲۷)	کشمیری	سرخوش، محمد افضل	۱۰۷-
۳۵۱	(ز - سنه ۵۱۲۹۲)	لکهنوی	سرور، پندت لچھی رام	۱۰۸-
۳۵۳	(ف - ۱۹۴۰ ب)	کشمیری	سمادت، پندت دامودر ترمل	۱۰۹-
۳۵۳	(عهد شاهجهانی)	گیلانی	سمیدای، ببیدل خان	۱۱۰-
۳۷۴	(ف - سنه ۵۱۱۷۵)	کشمیری	سکھ، سکھ جیون لال	۱۱۱-
۳۷۸	(ف - سنه ۵۱۰۷۵)	تهرانی	سلیم، محمد قل	۱۱۲-
۴۲۰	(ف - سنه ۵۱۰۹۵)	هندی	سیف، سیف خان	۱۱۳-
۴۲۵	(ز - سنه ۵۱۲۷۰)	کشمیری	سیف، آخوند سیف الدین	۱۱۴-
۴۲۶	(ف - سنه ۱۹۶۰ ب)	کشمیری	شاد، پندت دیارام رینه	۱۱۵-
۴۲۶	(ف - سنه ۵۱۰۷۲)	بدخشی	شاه، ملا شاه	۱۱۶-
۴۵۹		کشمیری	شرف، شرف الدین سید	۱۱۷-
۴۵۹	(ف - سنه ۵۱۲۹۸)	کشمیری	شری، خواجہ حسن	۱۱۸-
۴۶۱	(ف - سنه ۵۷۸۶)	کشمیری	شیخ، محمد سرانی	۱۱۹-
۴۶۲	(ز - سنه ۵۱۰۲۶)	فتحپوری	شیدا، ملا شیدای ٹکلو	۱۲۰-

پیش لفظ (انگریزی) ممتاز حسن

گذارش

یہ جو کہنے ہیں کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے ہیں ، بزرگوں کی یہ مثل ، کہاوت نہیں بلکہ حقیقت ہے ۔

انسان جب ایک کام شروع کرتا ہے تو اس کو تکمیل تک پہنچانے کئی ایک نئی باتیں اور منصوبے درمیان میں سوجھ جاتے ہیں ۔ میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے ۔ مجد اصلح کا — تذکرہ شعرائ کشمیر — مرتب کرنے بیٹھا تو اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مستقل کتاب وجود میں آگئی ، جس کا نہ گمان تھا اور نہ کسی قسم کا ارادہ ۔

اصلح پر کام کرنے ہوئے کئی ایک کشمیر کے فارسی گو شعراء نظر آئے ، جن کا ذکر مجد اصلح نے نہیں کیا تھا ۔ خیال ہوا کہ ایسے مواد کو آخر میں ضمیمے کے طور پر شامل کردوں ، لیکن جب شعراء کی تعداد تین سو سے اوپر پہنچ گئی اس وقت ضمیمے کا خیال ترک کر کے مستقل کتاب کی تیاری کا ارادہ کر لیا ۔ چنانچہ اس وقت قارئین کی خدمت میں جو کتاب حاضر ہے ، یہ وہی کتاب ہے جسے اب مجد اصلح کے تذکرے کا تکمیلہ تصور کرنا چاہئے ۔

مطالعے کے دوران میں ۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ۔ میں نہ فقط مواد جمع کرتا گیا بلکہ ساتھ ہی ترتیب دیتا گیا ، وضاحتی حواشی لکھتا گیا ، اور مجد اصلح کے تذکرے کے ساتھ ساتھ اس کی چھپائی بھی شروع کرادی ۔ چنانچہ اسی آٹھ ماہ کے شب و روز میں یہ کام بھی بحمد اللہ مکمل ہو گیا ۔

افراط مواد کی وجہ سے، مجھے یہ تذکرہ دو جلدوں میں تقسیم کرنا پڑا، پہلی جلد الف تا شین، اور دوسری جلد صاد تا با، پر مشتمل کی۔ دونوں جلدوں میں کشمیر سے متعلق تین سو سے زائد فارسی شعراء کا حال اور ان کے آثار جمع ہو گئے۔ اس طرح بشمولیت تذکرۃ مجد اصلح، مجموعی طور پر چھ سو سے اوپر شعراء، بیک وقت ہمارے سامنے آ گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کشمیر کے فارسی ادب پر اتنا بڑا ذخیرہ پہلی مرتبہ، مرتب صورت میں پیش ہو رہا ہے۔

اس تذکرے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل چند امور قابل ذکر ہیں، جن کو قارئین کی خدمت میں عرض کرنا ضروری ہے:

(۱) اس تذکرے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ، کشمیر کے فارسی ادب کے سلسلے میں جتنا کچھ ملے اس کو یکجا کر دیا جائے۔

(۲) اس نکتے کو پیش نظر رکھ کر، میں نے مواد فراہم کرنے میں حتی المقدور کوشش کی ہے۔ تمام مطبوعہ تذکرے اور دیگر مصادر دیکھے ہیں، خطی بیاضیں، دواوین، اور کئی ایک غیر مطبوعہ تذکرے پیش نظر رکھے ہیں۔ گل رعنا، مجمع النفائس، ریاض الشعراء، مذکر احباب، آفتاب، حالمتاب، صحف ابراہیم، اور تذکرہ شعرائے مقدمین سے لیا ہوا مواد، گویا پہلی مرتبہ اس کتاب کے ذریعے، اہل علم کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔

(۳) ہر ایک شاعر کے متعلق جتنا مواد مل سکا ہے، اس کو مصادر کی ترتیب زمانی کے تحت، مؤلفین کی اپنی ہی زبانی، دے دیا گیا ہے تاکہ، جو کچھ مؤلف نے لکھا وہ عیناً — کام کرنے وقت — اہل تحقیق کے سامنے رہے۔ غیر مطبوعہ نیز مطبوعہ مصادر کے مواد میں یہی

صورت اختیار کی گئی ہے۔ اور ایسے اس لئے بھی مفید سمجھا کہ اہل علم حضرات اور مخصوصاً اہل قلم حضرات، کتابوں کے مہیا کرنے کی دقت اور زحمت سے بچ جائیں۔ مولفین نے ہر ایک شاعر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، ایک ہی وقت، ایک ہی جگہ، اور ایک ہی ساتھ، ترتیب زمانی کے تحت خود انہی کے الفاظ میں، پڑھنے والے یا تحقیق کرنے والے کے سامنے رہے۔

۲۔ تمام و کمال عبارتیں دینے کی وجہ سے، مطالب میں تکرار پیدا ہو گئی ہے، لیکن اس کو دانستہ برقرار رہنے دیا ہے۔ ایک ہی مطلب یا واقعے کو، ہر مصنف نے مختلف روایتوں کی بنا پر جدا جدا الفاظ اور الگ الگ اسلوب میں بیان کیا ہے، اس لئے ایک تو واقعے میں اختلاف روایت کی وجہ سے مطالب کے جزئیات میں نیاپن اور فرق آگیا ہے، دوسرا یہ کہ ہر واقعے کے سلسلے میں انداز بیان اور اختلاف عبارت نے تحت اللفظ، مصنفین کے اپنے ذاتی تاثرات، آراء اور جذبات ظاہر کر دیئے ہیں۔ تیسرا غائدہ یہ ہے کہ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ، کس متأخر نے کس مقدم سے حالات اور مطالب عیناً یا اختصاراً اخذ کیے ہیں۔

(۵) اشعار کی تکرار سے البتہ بچنے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے، مثلاً مقدم تذکرے میں اگر ایسے اشعار آگئے ہیں جو مؤخر تذکروں کے تحت بھی موجود ہیں، تو پہلے تذکرے کے حاشیے میں نشان دہی کر کے باقی تذکروں کے مجموعہ انتخاب سے ان اشعار کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں احتیاط تو بہت کچھ برقی گئی ہے، لیکن اشعار کی تکرار پھر بھی جا بجا موجود ہے، کہیں تو میں نے کسی خاص مقصد سے خود ہی اش تکرار کو رہنے دیا ہے، لیکن اکثر شعر اس لئے بھی کتنے سے بچ

گئے ہیں کہ مواد کو ایک وقت اور یکجا دیکھنے کا موقع بہت کم ملا ، مختلف اوقات میں مختلف اجزاء زیر ترتیب آئے ، اس لیے کئی ایک اشعار نظروں سے اوجھل ہو کر رہ گئے ۔

۶) متن میں ثبت شدہ مطالب کے اندر، اگر کسی وضاحت یا صراحت کی ضرورت ، یا کسی اور قسم کی تشنگی محسوس کی گئی ، وہاں میں نے اسی صفحے کے تحت حاشیہ دیکر ، اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اس سلسلے میں ضمناً ذکر شدہ اشخاص کے متعلق بھی حاشیے دیے ہیں ، مقامات اور واقعات کی وضاحت اور تعین بھی کیا ہے ، نیز اشخاص اور ضروری واقعات سے متعلق ، تاریخ اور سال دینے کا بھی خاص طور پر اہتمام کیا ہے ۔

۷) تذکروں کے تحت درج شدہ انتخاب اشعار کے علاوہ ، کہیں کہیں اپنی طرف سے بھی اشعار کا انتخاب دے دیا ہے ۔ جن شعراء کے دواوین شایع نہیں ہوئے ، یہ اہتمام زیادہ تر ان کے سلسلے میں کیا گیا ہے ، نیز جن کے دیوان شایع شدہ ہیں ، لیکن ایران میں نادر ہیں ، ان کے متعلق بھی یہی رعایت برتی گئی ہے ۔

۸) دواوین اور مجموعہ اشعار میں ، کشمیر کے متعلق شعراء کا کہا ہوا ، جو کچھ اور جتنا کچھ دستیاب ہوا ، وہ سب جمع کر کے یہاں درج کر دیا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں نہ فقط اشعار لئے گئے ہیں ، بلکہ بعض غیر مطبوعہ اور مطبوعہ مثنویاں بھی دینی پڑی ہیں ۔ اس میں مقصد یہی پیش نظر رہا ہے کہ — یہ تذکرہ اگرچہ مکمل نہ سہی — تاہم کشمیر کے فارسی ادب کے متعلق ، ایک جامع اور نمایندہ مرقع ، ضرور بن کر سامنے آئے ۔

(۹) اس مقصد کے تحت جغرافیائی اماکن ، باغات اور تاریخی مقامات اور واقعات کے سلسلے میں جو کچھ نظم ہوا ہے اور مہیا ہو سکا ہے ، اس کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے . اس ضمن میں اشخاص اور واقعات کے متعلق کہے ہوئے تاریخی قطعے یا تاریخیں یا مقامات اور مقابر پر ثبت شدہ کتبے نیز جمع ہو گئے ہیں .

یہ تمام چیزیں نہ فقط فارسی ادب کے تحت آ جاتی ہیں ، بلکہ کشمیر کے تاریخی مطالعہ کے لئے بھی یہ مواد بیش بہا ہے . میں نے دانستہ اس طرح کے نوشتوں کو اسی نقطہ نگاہ کے تحت ، خاص طور پر کتاب میں محفوظ کر دیا ہے .

(۱۰) اشعار میں کشمیر کے جن باغات اور تاریخی مقامات کا ذکر آیا ہے ، میں نے ان کے عکس اور بعض باغات کے نقشے قدیم کتابوں سے دستیاب کر کے دیے ہیں .

اسی طرح شعرا کے مقابر ، یا خود شعراء میں سے جس کی تصویر مل سکی ہے ، مہیا کر دی ہے . ظفر خان احسن کی تصویر اور شعراء کے ساتھ ان کی محفل آرائی کے عکس ، یا قدسی مشہدی کی شبیہ اس کوشش کا نتیجہ ہیں .

(۱۱) کتاب کے آخر میں تین ضمیمے شامل کیے گئے ہیں :

ایک ضمیمہ ، ان اشعار پر مشتمل ہے ، جو فارسی شعراء نے کشمیر پر کہے ہیں . یہ اشعار ان اشعار کے علاوہ ہیں جو کتاب کے متن میں درج ہو چکے ہیں .

دوسرا ضمیمہ ، ایک جدول پر مشتمل ہے ، جس میں تاریخی ترتیب

کے تحت، کشمیر سے متعلق تاریخی اور ادبی واقعات دیئے گئے ہیں۔ شعراء اور مصنفین یا عمارات کے سال اور تاریخی درج ہیں۔ اس جدول کو سامنے رکھنے سے، کشمیر کے تاریخی، سیاسی، ادبی اور دیگر مختلف قسم کے اہم واقعات، سلسلہ وار ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

تیسرا ضمیمہ، ان مختصر یا طویل مثنویات پر مشتمل ہے جو کشمیر کے سلسلہ میں تصنیف کی گئی ہیں، لیکن متن میں کسی وجہ سے شامل نہیں کی جا سکتی تھیں۔ یہ مثنویاں یا قطعے یا کتبے، خطی بیاضوں سے اور بعض مطبوعہ کتابوں سے مأخوذ ہیں۔

(۱۲) کشمیر سے متعلق، جتنے مشہور اہم اور درجہ اول کے شعراء کہے جاسکتے ہیں، وہ اتفاقاً سب اس تذکرے میں آگئے ہیں۔ مثلاً: غنی، فانی، صرفی، کلیم، قدوسی، سلیم، احسن، آشنا، فیضی، الہی، جوہا، توفیق، شیدا، صیدی، صایب، طالب وغیرہ وغیرہ۔

(۱۳) فیضی کے متعلق کوشش کی گئی ہے کہ، ان کا خاندانی احوال یا ان کے ذاتی حالات — نظم و نثر میں جو کچھ مل سکیں — یہاں یکجا کر دیئے جائیں۔ اس سلسلے میں ان کی اپنی نظمیں ہیں، شیخ مبارک کا ایک غیر مطبوعہ خط ہے، اور ابوالفضل نے جو کچھ اپنے خانوادے کے لئے لکھا ہے وہ سب کچھ یہاں وضاحتی حواشی کے ساتھ دیا گیا ہے۔ اس کا اہتمام خاص طور پر اس لیے کیا ہے کہ، اب تک اس غیر معمولی خاندان پر پورے طور سے کام نہیں ہوا، کم از کم اصل مآخذ کی صورت میں، جو کچھ موجود ہے، وہ یہاں یکجا کر دیا ہے۔

(۱۴) شعراء کے حالات میں، ہمارے معاشرے اور تہذیب و تمدن سے متعلق، کئی ایک دلچسپ واقعات آگئے ہیں، جو اس دور کے نفسیاتی اور

تہذیبی مطالعے کے لئے بہت کارآمد ہیں۔ شعراء کے آپس میں رد و کد،
گروہ بندیوں، مخالفتیں، محاصمتیں، صحبتیں، دوستیاں اور دشمنیاں، غرض
کہ، ایک پورا ادبی اور سماجی معاشرہ، آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

اس تذکرے کی ترتیب میں بہت سے دوست میرے مددگار رہے ہیں۔
مواد کی فراہمی اور بعض قیمتی اطلاعات دینے میں سیادت مآب جناب سید
غلام حسین شاہ کاظمی مظفر آبادی اور اپنے دوست جناب احمد حسین قلعداری کا
خاص طور پر میں ممنون ہوں۔ اس آٹھ نو ماہ کے عرصے میں قلعداری صاحب
عملاً اور سید صاحب روحانی طور پر برابر میرے شریک حال رہے ہیں۔

میں اپنے محترم دوست جناب حمید احمد خان صاحب رئیس دانشگاه پنجاب
کا خاص طور پر ممنون احسان ہوں کہ، آپ نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری
کے سارے سر بمھر خزانے میرے سامنے کھلوا دیئے۔ جو کچھ مانگا وہ ملا،
اور جس چیز کی صدا دی، وہی جھولی میں ڈال دی گئی۔ دعا ہے کہ رب العزت
اپسے دانش دوست اور علم پرور رئیس کو، درویشان علم کے صداؤں پر کان
دھرنے اور لبیک کہنے کی توفیق، اور زیادہ عطا فرمائے۔

دوست گرامی دانشمند نامی جناب خواجہ عبدالرشید صاحب، نیشنل
میوزیم کے ناظم اعلیٰ جناب اشفاق نقوی اور انجمن ترقی اردو کے
روح و روان جناب خواجہ مشفق نے، اپنے اپنے ذخائر سے بہت سی قیمتی
کتابیں اور خطی نوشتے مہینوں تک میرے پاس رہنے دیئے، ان حضرات کی
بہ غیر معمولی نوازش، میں کبھی نہیں بھول سکتا۔

محکمہ آثار قدیمہ کے ناظم کتب خانہ جناب محمود بیگ صاحب نے
عکس اور نقشے مہیا کرنے میں میری بہت مدد کی۔ میں انکا بھی
شکر گزار ہوں۔ اسی طرح کتب خانہ دانشگاه پنجاب کے نائب ناظم جناب

سید غلام رسول شاہ صاحب اور خطی ذخیرے کے صاحب ذکا و ذوق
 انچارج ، جناب ملک احمد نواز کی عنایات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہیں گی۔
 میرے تین رفیق کار ، جناب بشیر احمد صاحب ڈار ، جناب مسلم ضیائی
 صاحب اور جناب نسیم امروہوی صاحب اس کتاب کی ترتیب میں حسب
 معمول میرے شریک حال رہے ہیں ، میں ان تینوں عزیزوں کا بے انتہا
 ممنون احسان اور مرہون منت ہوں ۔

سید حسام الدین راشدی

کراچی

۲۲۔ اکتوبر ۱۹۶۷ میلادی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّؤُوفِ الرَّحِيمِ

۱- آزاد، محمد مقیم

● مجمع النفائس : در اکبر آباد در خدمت سیادت و امارت مرتبت سید امیر خان مرحوم مغفور (۱) مدتی مدید بسر کرده، آخر نابینا شده در شهر مذکور ودیعت حیات سپرد. اصلش از کشمیر جنت نظیر است در شعر شاگرد حاجی محمد اسلم سالم (۲) بود. با فقیر آرزو خیلی ارتباط و اختلاط داشت خدایش بیامرزاد، بسیار خوش اختلاط و رنگین صحبت بود. کلامش خالی از مزه نبود. عجب عزیز بود. بالفعل غیر از یک شعر ازو یاد نیست. رای رایان آنندرام غلص که در همین ایام رحلت نمود (۳) مثنوی او را از اکبر آباد طلب داشته، در کتابخانه او هست. اگر اشعارش دیگر دست می دهد نوشته خواهد شد. انشاء الله :

ظلم بر ساعر و بیداد بمینا نکم نکم موسم گل توبه بیجا نکم (۴)
(۹۷، الف)

● صحف ابراهیم : آزاد کشمیری، محمد مقیم. شاگرد اسلم سالم و در اکبر آباد رفیق نواب امیر خان عمدة الملک بود. در پایان عمر از

۱- امیر خان انجام تاریخ فوت : بشیونی دل غمدیده در خروش آمد که شور و ولوله حشر در جهان آمد

* * *

قلم بنتمیبه، تاریخ او نمود رقم ز فرق فخر و شرف، تاج زیب و شان افتاد
(بیاض بنده علی باسط خطی دانشگاه پنجاب شماره ۱۴۷۲) عمدة الملک امیر خان میر اسحاق پسر امیر خان میر میران، بهاضر جوابی و مطایبه گوئی متصف بود. شعر میگفت و انجام تخلص مینمود. (رک: مآثر الامراء ۳: ۸۳۹)

۲- رک : تذکرة شعرای کشمیر محمد اصلح، چاپ راقم حروف.

۳- متوفی سنه ۱۱۶۴ هـ.

۴- صبح گلشن دارد.

نور بینائی محروم گشته . سال یکهزار و یکصد و پنجاه (۱۱۵۰ هـ) در بلده مذکور انتقال نموده مدفون شد . زبانش فصیح بود و دیوان مختصری دارد (ص ۶۲ ب) .

● صبح گلشن : آزاد ، محمد مقیم . از خطه بی نظیر کشمیر است و بشاگردی سالم کشمیری سخشن دلپذیر . برفاقت سید امیر خان ناظم در اکبر آباد طرح اقامت انداخت . و همانجا در سنه خمسین و مائه و الف (۱۱۵۰ هـ) نقد زندگانی باخت . (یک شعر دارد ص ۶)

۲- آزاد ، محمد آزاد خان کشمیری

● روز روشن : آزاد ، محمد آزاد خان کشمیری . حاکم دیار کشمیر بود و بهره از عقل و فضل داشت و در سنه سبع و تسعین از مائه ثانی عشر جامه گذاشت :

بتی بلوح مزارم خطی نوشته بخونم که این شهید نگاه من است و محضرش این ست
ز ماه پرش اوصاف حسن یار نمودم بافتاب نظر کرد و گفت : چاکرش این ست
بگفتم : از غمت ، آزاد ، خون دل خورد اکنون بگفت خنده زنان ، روزی ، مقدرش این ست
(ص ۷)

۳- آزاد ، میرزا محمد علی

● تذکره منظوم رشحه :

آزاد (۶) دو شاعر اند همنگ از هند یکی و دیگر از زنگ
دانشور هند را ندیدم از صحبت زنگی آرمیدم
زین دو رخ نامه را بترتیب همچون خط و خال داده ام زیب

۱- یکی میرزا محمد علی کشمیری است و دیگری الماس حبشی - غلام فتح علیشاه - که او را به سید محمد صاحب اصفهانی بخشید و نزد صاحب شعر و ادب آموخت (رک : نگارستان دارا ، ۱۵۲ و ۱۵۳)

مطلع :

يا رب ! اين حلقه رخشنده ، هلال عيد است يا كه تينى است كه ، هلق رمضان بپريد است

بيت :

اي ديده خجلت از تو ندارم كه هيچكه منت ز ديدن رخ زيبا نكرده ام
(ص ۲۱)

● مصطبه خراب : آزاد هندی ، اسمش ميرزا محمد على . احوالش از تخلصش معلوم است . از اهل کشمير . اوقات بطبابت ميگزرانیده . در علم رمل مهارتی داشته . شعری بسیار دارد . چندی بایران آمده . او راست :

از سينه تو ز بسكه صاف است	پيدااست نشان كينه ما
مي توان در رهت ز جهان برخاست	ليك ازين ره نمي توان برخاست
شيخ تشريف ببر ، بزم شراب است اينجا	دامنت تر نشود عالم آب است اينجا
تو را در ديده جا كردم (چه كردم)	بردم آشنا كردم چه كردم
اي جرس اين همه فرياد ز دلنگي چيست	شكرهاكن كه دلت جاي طييدن دارد
يارب ! چه چشمه بود محبت ، كه من ازان	يك قطره آب خوردم و دريا گريستم (۱)
پرو بالم نشكسته است وليكن نگذاشت	ذوق صياد توانائي پرواز بمن

(ص ۱۱)

● رياض العارفين : آزاد کشمیری ، مردیست معقول و نامش مير غلام رسول و محمد علي شهرت کرده . در علوم متداوله ماهر و اظهار حکمت طبعی و عقلی و رمل و شعر از احوال و اطوارش ظاهر . در بسیاری از ولايات ايران سياحت کرده ، و با اعالی و ادانی روزگاری بسر آورده ، با مشايخ معاصرین صحبتها داشته . در فن عرفان مثنویها نگاشته . طالب معاشرت طائفه درويشان ، و خود نیز از طبقه ایشان بوده . مسافرت عراقین و فارس و زیارت عتبات عالیات دریافته . بصحبت شيخ خالد کرد رسیده و معاشرت شيخ احمد لبحسوی گزیده . فقیر را در شیراز صحبتش دست داد و ابواب آشنائی

کشاد : اشعار بسیار از هر سیاقی داشت و مثنویات متعدده منظوم کرده . از جمله - هفت دفتر - در بحر رمل مشتمل بر تحقیقات و حکایات . مثنوی دیگر موسوم - بخمخانه و میخانه - مثنوی دیگر در - حکایت عشق بازی . دیوان غزلیات نیز تمام کرده بودند . پس از حرکت از شیراز دیگر اشعار آنجناب دست نداد . این چند بیت در خاطر بود ، انشاء الله بعد اشعار ایشانرا تحصیل و قلمی خواهد نمود :

حاجیان کرده طلب بادیه پیاپی را
همه جا مینگرم آن بت هر جائی را
که شاید یوسف مقصود باشد کاروانی را

همه جا جلوه یار است چه دیر و چه حرم
جای در چشم و دل و جان منش ، هست مدام
تو در مصر طلب ، همچون زلیخا منتظر بنشین

رباعی :

پیدا شده ز اختلاف اطوار وجود
از آئینه ما ، همه آثار وجود

مائیم همه پرده اسرار وجود
ما خود عدمیم لیک ظاهر شده است

دیگر :

ورجان و تن است ، اینهمه حیوان دارد
این شور و محبتی که انسان دارد
(۲۰۸۷)

گر عقل بود سپهر گردان دارد
یا رب ! ز کجا و از چه برخاسته است

● مجمع الفصحا : آزاد کشمیری ، اسمش میرزا محمد علی . از فضلاء

و ارباب سیاحت بوده . در غزلیات و مثنویات چندین هزار بیت منظوم داشته . مدعی تمام علوم خاصه طب میبود . در شیراز صحبتش دست داد . پس بتویرکان رفته متأهل شده ، صاحب عیال و اولاد گردید . تا مدتی از او اطلاعی بود ، همانا درین سنوات در گزشته . این بیت ازو در نظر است :

نمیخواهم که در چشم نشینی که اینجا هم میان مردمانست
(۱۲۱۷:۲:۱)

● نگارستان دارا : آزاد ، اسمش میرزا محمد علی ، اصلش از شهر بی نظیر

کشمیر ، عارفی صافی ضمیر . در نظم خوش خیال و در نثر بی مثال و در

خط نستعلیق و مجاهده نفس و طبابت بی همال. و در طریقه مثنوی از همه شبه به مولوی رومی. در غزل و قصیده نیز دستی دارد، بتخصیص در غزل بشیرین کلامی مثل، در هرفن مقبول انجمن. و قریب سی سال (۱) است که در سیاحت است و از کشمیر بعبات عالیات و از آنجا بخاک نپاوند افتاده. سیاحت در هرناحیت کرده و از وسوس نفس پر آفت در نیاحت بوده، و سالها از دهی بدهی و از شهری بشهری نقل مینمود. گاهی عاشق، وقتی عارف، در محفل ادیب و در منزلی طیب بود. تا بنپاوند رسید و منظور نظر نواب محمود میرزا (۲) گردید. پایه طبعش را پسندید و از صحبتش خوش وقت شد و خانه ای خریده باو داد و دوشیزه ای از چاکر زادگان خود با جهیز و اسباب همخانه اش کرد و راتبه و جیره و جامه معین فرمود و قریب هفت سال مدیح سگال و شکرگزار انعامات او بود.

و محمود میرزا در - سفینه - نوشته اند که: او از اقراط سودا و غلبه شور صحرا آرا گاهی رقصه بحضرت ایشان مینوشته اند که: ازین بقعه میروم! و باز در مقام خود مقیم بوده. و گاهی بادعای باستجاب دعا، بیم از نفرین و امید از آفرین میداد، و گاهی در مجالس علماء و متشرعین در مسئله حکمی مغالطه و تخلیط و تفریق می انگیخت، و رشته صحبت زهاد بینان عناد ازهم میگسیخت.

۱- نگارستان دارا در سال ۱۲۴۱ تألیف شده است. گویا از سال ۱۲۱۱ میرزا محمدعلی در سیاحت مشغول بود.

۲- محمود میرزا (پسر فتح علی شاه قاجار) شاهزاده نیک آثار شیرین گفتار ادیبی است ادیب و سخن سنجی است لیبب. با اهل کمال و مقال الیف و صاحب تصنیف و تألیف. اقطاعش لرستان و نپاوند و کلامش شیرین تر از قند. . . پرورده تربیت میرزا محمد شفیع صدر اعظم است. در نپاوند عمارات خلده مانند ساخته، چون قصر همایون و قلعه رویین دز. . . تألیفات - گلشن محمود - سفینه المحمود - و تذکره السلاطین.

(نگارستان دارا ص ۳۱)

و در علم الهی بادهای خود فیلسوف و در حکمت اشراق صاحب وقوف بود. و خود می‌گفته که: پنجاه هزار شعر دارم! اما شاهزاده در - سفینه محمودی - نوشته که: بیش از بیست هزار شعر ازو بنظرم نیامد؛ و نوشته اند که: اگر دماغ صحبت داشته باشد در منادمت و همدمی بی نظیر است.

الحاصل میرزا آزاد کتب بسیار از نثر و نظم تألیف کرده. الحال (۱) با اهل و عیال در توی سرکان مقیم است و شاهزاده شیخ علی میرزا متکفل احوال آن شکسته بال است. و مضمون های تازه دلرد و یسباق نظیری غزل پرداز است. (ص ۱۵۲).

۴- آذر، جوالا پرشاد

● گلشن همیشه بهار: جوالا پرشاد نام قوم کشمیری. نژادش از لکهنؤ است. چندی بظل عاطفت برادر مہین خود، یعنی مشفق گنگا پرشاد رند تخلص، بضلع بریلی و کول و اکبرآباد گزرانده. و از بدو شعور موزونی طبع از برادر خودش کرده. در شعر گوئی فارسی و هندی دستگاہی بلند و مایه دل پسند بهم رسانیده. مدتها بمعده عسس یعنی تھانه داری شاهده و غیره و منصب امیر عسس یعنی کوتوالی کرانه متعلقه ضلع میرتھ خوش گذران مانده و اکنون بنظارت نظامت و فوجداری ضلع مٹھرا معزز است و همدراں شهر طرح اقامت انداخته. کلامش دلپذیر برنا و پیر و در فن انشا معدوم النظیر، نمک خوان قابلیت و مردمک دیده اہلیت است. شعلہ فکرش آتش زن سینہ عشاق و مذاق گفتارش چاشنی بخشان هنرمندان آفاق. اگرچہ باو در نخورده ام فاما با برادر کلانش صحبتہای رندانه و خندانه مدتها گذرانیده ام. (خطی ص ۶)

۵- آذر، دیوان شاه

● پارسی سرایان کشمیر : دیوان شاه متخلص به آذر، از خانواده برهمنان

کشمیر و شغلش بقالی بود .

تاریخ ولادت و وفات او در دست نیست . وی در قرن دوازدهم هجری میزیسته . و اولین شاعر هندوی کشمیر است که آثاری بزبان فارسی از او بجای مانده است . وی مانند اغلب معاصران خویش صرفی بوده و اشعارش را ملا جویا (تبریزی) شاعر معروف وقت، اصلاح میکرد :

تنها اثری که از او باقیمانده دیوانی است ناقص که با حرف — ت —

شروع میشود (۱):

فیض هما ز بال مگس میتوان گرفت
خود را بزیر شعله چو غس، میتوان گرفت
تعلیم از فغان و جرس، میتوان گرفت
روز محشر، شب آدینه درویشان است
جلوه گر یار در آینه درویشان است
که بجان خادم دیرینه درویشان است
عالم چو آفتاب توان یکزمان گرفت
هر دو جهان بچشم زدن میتوان گرفت
در دام صد غزال چنین میتوان گرفت
دل روشن چراغ خلوت اوست
چشم آدم طلسم حکمت اوست
از سخاوت بهار همت اوست
قبله گاه و خدایگان منست
باده نوشی است، پارسائی نیست
الهی گنج در ویرانه کیست

دلرا اگر ز راه هوس میتوان گرفت
آسوده زیر تیغ بلا، میتوان نشست
در راه شوق ای دل دیوانه خوی من
غم فردای قیامت، نبود نیکان را
منزل حق دل بیکینه درویشان است
ساقیا لطف نا، ساغر می، آذر را
توفیق، اگر براه قناعت، شود رفیق
همچون حباب، در سفر نیستی عدم
ای دل! اگر بطره او دست ما رند
سینه گنجینه محبت اوست
جان عالم فدای قدرت اوست
نخل امید عالمی، سرسبز
پیر میخانه مهربان منست
در جنون مذهب ریائی نیست
دلا! آن دلستان جانان کیست

۱- در ۱۱۴۲ هجری تحریر یافته است و مشتمل بر ۱۲۹ ورق است . در کتابخانه تحقیقی کشمیر مضبوط است .

خدایا! شعله در کاشانه کیست
 بجنبش غمزه مستانه کیست
 پیاله نوش که درد و الم نخواهد ماند
 که آن نماند و این نیز هم نخواهد ماند
 یقین شناس که این بیش و کم نخواهد ماند
 هر گه که جام باده کشیدم جوان شدم
 دل صد پاره را دوا چه کنم
 با تو اظهار ماجرا چه کنم
 نکنم گسر ترا دعا چه کنم
 رفته ام با عقل و همراه مجنون آمدم
 آذر! از پیرمغان خرسند و منون آمدم

شنیدستم که مهبان کسی هست
 در عالم را، چو مژگان ها، بهم زد
 بسیار باده که آثار غم نخواهد ماند
 مشو ز باد جوانی ملول، در پیری
 مبین بجانب درویش، تلخ ای منم
 پیرانه سر مجاور دیر مغان شدم
 چاک گلزار بخیه نتوان دوخت
 شرح حال ملامت انگیز است
 ای که! قصد جفای من داری
 جانب میخانه چون از خانه بیرون آمدم
 رفته ام از هیچ مسجد با هزار آزدگی

۶- آزرده، مفتی صدرالدین

● شمع انجم: آزرده تخلص، مفتی صدرالدین خان بهادر دهلوی است. استاد محرر سطور بود و شاگرد شاه عبدالعزیز (۱) و شاه رفیع الدین دهلوی (۲) و مولوی فضل امام (۳) والد مولوی فضل حق خیرآبادی. افضل فضلا و اکرم علماء است. ذکر محامد ایشان درین جریده آوردن نمیشاید، لیکن این نامه را بی نام نامی ایشان در نظر اهل بصیرت و خبرت قبول نیاید. دوده ایشان خاندان علم و اعتبار است، در دهلوی مولد و منشأ یافت و صدرالصدور در آنجا از طرف حکام فرنگ مقرر شد. خلق محسم بود و لطف مصور، در فنون ادبیه ثانی اعی و جریر است و در فنون حکمیه ثالث باقر و نصیر. باین فضیلت

۱- ابن شاه ولی الله دهلوی متوفی ۷ شوال ۱۲۳۹ هـ تاریخ:

بی سروپا گشته اند از دست پیداد اجل عقل و دین لطف و کرم فضل و هنر علم و عمل
 (رحمان علی ص ۱۲۲)

۲- ابن شاه ولی الله دهلوی. شعر هم گفتی، در سال ۱۲۴۹ هـ رحلت فرمود. (رحمان علی ص ۶۶)

۳- شیخ فاروق شاگرد مولوی سید عبدالواحد خیرآبادی. صدرالصدور شاهجهان آباد از طرف فرنگیها بود. متوفی ۱۲۴۳ هـ. پسرش مولوی فضل الحق بتاریخ ۱۲ صفر ۱۲۷۸ هـ فوت شد.

(رحمان علی ص ۱۶۲ - ۱۶۴)

شاعری از ایران سر نکشیده و باین عظمت ساحری از بابل نرسیده . از معاصران و یاران غالب (۱) و مومن (۲) و حسرتی (۳) بود . در هر سه زبان تازی و فارسی و ریخته دستگاه بلند داشت و در معجز بیانی و سحر نگاری پایه ارجمند . این چند بند از سفینه طبع اوست :

نی دل خبرم داشت نه از دل خبرم بود
 مرا درد تو در پهلوی ترا بیگانه در پهلوی
 صراحی در بفل، ساغر بکف، پیمانه در پهلوی
 آسان دهیم، آنچه بمشکل گرفته ایم
 کین مروت را نه زندگی جاودان رسد
 هر دم ندای ارجمی از آسمان رسد
 صد قیامت شد و حسن تو در آغاز همان
 زانکه از داغ دگر دید که نتوانم سوخت
 در شب وصل تو اندیشه هجرانم سوخت
 شکر ایزد که ز آه شر افشانم سوخت
 که سراپای مرا، شجاعت عصیانم سوخت
 چون مقابل شده با سینه سوزانم سوخت
 جنت از حسن تو و دوزخ ز فغانم سوخت
 سر شوریده من زانوی یارانم سوخت
 بخت خوابیده، سر خاک شمعانم سوخت
 آنکه، یک عمر باو ساخته ام، آنم سوخت
 آتشی بود کزو خرم من ایانم سوخت
 خاست از هند سمومی که، گاستانم سوخت
 لیکن آزرده ازو جان حسودانم سوخت
 آفت سبزه، بیلای بت و زنا نبرد
 پرده دیده مرا مانع دیدار نبرد
 خواهش بوی گل از رخت دیوار نبرد

آزرده ! زمن حال شب وصل چه پرسى
 تو خود انصاف کن ای آشنا دشمن ! روا باشد
 باین تقوی درون میکده، آزرده را دیدم
 کو عشق، تا به پیشکش آریم گنج علم
 زاهد بیا و مروت شهیدان عشق بین
 طوبی لک از ملائک رحمت خورد بگوش
 عالمی کشته شد و چشم تو در ناز همان
 آتش عشق فلک در دل و در جانم سوخت
 روز هجران تو میسوخت مرا حسرت وصل
 هیچ گه چرخ جفا پیشه نمی ساخت بمن
 زحمت از بهر عذابم مکش، ای نار جحیم
 شرر دوزخ جان تاب، بسی بود بلند
 برگ و جمعیت دیوان جزا برم خورد
 باز آن بستر خارا است و همان بالش سنگ
 بزم افروز شبستان نشدم، آن شمع
 دل پرورده بخونناپ جگر، سوخت مرا
 هر نگه کان بت ترسانچه درکارم کرد
 کو نسیمی که، ز یثرب وزد و سبز کند
 گر ز آتش سخی، هیچ کمالم نفزود
 حسن کی، راه زن کافر و دیندار، نبود
 یاد روزی که جز او هیچ پذیردار نبود
 هر دم بر رخم از روضه رضوان وا بود

۱- میرزا غالب دهلوی شاعر مشهور فارسی و اردو متوفی سنه ۱۲۸۵ هـ .

۲- حکیم مومن خان دهلوی شاعر اردو و فارسی . کشمیری النسل بود . متوفی سنه ۱۲۶۹ هـ .

۳- نواب مصطفی خان شیفته و حسرتی دهلوی، شاعر فارسی و اردو متوفی سنه ۱۸۶۹ هـ . دفن در جوار خواجه نظام الدین محبوب الهی . دیوان و تذکره گلشن پیخار دارد .

این شر و شور، نه در صحبت زندان بوده
 رب ارنی، ز لب مستی من، سرمیزد
 مست، در گوشه میخانه وحدت، بودیم
 عشق بسی پرده تماشای جمالش میکرد
 بسود سررشته کارم بر زلف سیاه
 شکر الله، چو بطوف حرم آوردند
 دست، تا بند نقابش برساندم، مردم
 صحبتی بود عجب دوش، میان من و یار
 دل خون گشته مدد کرد وگرنه صد بحر
 گرد غم جز دل ناشاد محلی نگزید
 سهل و آسان شده امروز بعد تو چنین
 از کساد هنر است این که، بهیچم نخرند
 لطف ساقی بنگر، دور بمن آخر کرد
 در دلم، آن مژه صد خنجرالماس، شکست
 از علاج دل بیمار چرا دست کشید
 خواهم دم دعا بدعا نا گریستن
 دل قطره قطره خون شده از چشم تر چکید
 پیش بضبط گریه بکوشم ز رشک غیر
 از اشک ریزی مژه خالی نشد دلم
 بی عنایب، خوش نبود ناله، در چمن
 واعظ! اگر بیاد قندی، گریه نارواست
 ای چشم دجله ریز! ادب را نگاه دار
 رسوا شدن چو برق بود با تپیدنم
 دل را همیشه خنده من خون کند چو گل
 ای دل غمین مباش بالفت، که شمع وار
 یا رب! نگاه بوالهوسم ده، که شد مرا

جمله بد مست و می حوصله بردار نبود
 لسن ترانی، ادب آموز طلبگار نبود
 کار ما باده کشی بود و دگر کار نبود
 همچو بیخود زمی وعده دیدار نبود
 قصه کشمکش سبزه و زنار نبود
 روی دل جز بطرب خانه خمار نبود
 سعی خوش بود مگر بخت مددگار نبود
 صد شکایت بلب و رخصت اظهار نبود
 خرج یکروزه این چشم تلف کار نبود
 ورنه آئینه ما قابل زنگار نبود
 ورنه دشوار تر از ترک وفاکار نبود
 جنس تا بود گران ناز خریدار نبود
 چون مرا، حوصله ساغر سرشار نبود
 زهر چشم تو بآن گریه مددگار نبود
 گر میحسا بتمنای تو بیمار نبود
 شد بسکه بی اثر بدعاها گریستن
 تاراج داد مشغله ما گریستن
 بر رحم تا نیاورد او را گریستن
 خواهم چو زخم از همه اجزا گریستن
 خواهیم در خزان بتمنا گریستن (۱)
 باز، از چه هست، از پی طوبی گریستن
 این است در مدینه و بطحا گریستن
 ای ابر! با گریستن ما گریستن
 بشگافدم جگر قلم آسا گریستن
 با خنده همنان بود اینجا گریستن
 در بزم او حجاب تماشا گریستن
 (۳۰ تا ۳۷)

● رحمان علی: آزرده، مفتی صدرالدین دهلوی. اصاش از کشمیر است. وی در دهلی متولد شده. اکتساب علوم نقلیه بخدمت مولانا عبدالعزیز

و مولانا عبدالقادر (۱) و مولانا محمد اسحاق (۲) نموده و علوم عقلیه از مولوی فضل امام خیرآبادی اخذ کرده ، فائق الاقران شد . از سرکار انگلیسیه بعهدہ صدرالصدوری و افتای دهلی سر بلندی داشت . با مروت و احسان بود ، اکثر طلبهٔ مدرسهٔ دارالبقاء را - که زیر جامع مسجد دهلی بود - طعام و لباس میداد . بسال دوازده صد و هفتاد و سه هجری (۱۲۷۳) - که زمان غدر بود - باتهام فتوای جهاد منصب و جائداد منقوله و غیر منقوله از دست رفت ، و ثا چند ماه نظر بند بود . بعد تحقیقات رها شده جائداد غیر منقوله باز یافت . جائداد منقوله که در معرض البیع لمن یزید در آمده ، واپس نشد . زان بعد هم بدرس میپرداخت . طبع موزون داشت اشعار عربی و فارسی و اردو میگفت و آزرده تخلص وی بود . و بسیاری مردم از بلاد و امصار بعیده آمده ازو مستفید میشدند . بوجه کثرت درس و افتا بتصانیف کم توجهی داشت . رساله - منتهی المقال فی شرح حدیث لا تشدوالرجال - و درالمنضود فی حکم مرأة المفقود - و اجوبهٔ کثیرهٔ استفتاها ازو یادگار اند . تا دو سال بمرض فالج مبتلا بوده بعمر هشتاد و یک (۸۱) سالگی بروز پنجشنبه بست و چهارم ربیع الاول سال دوازده صد و هشتاد و پنج هجری (۱۲۸۵) وفات فرمود . و مولوی ظہور علی المخاطب بشمس الشعراء تاریخ وفاتش چنین یافته :

چه مولانای صدرالدین که در عصر	امام اعظم آخر زمان بود
زهی صدرالصدور نیک محضر	بمدل و داد چون نوشیروان بود
بروز پنجشنبه کرد رحلت	که این عالم نه جای جاودان بود
ربیع الاول و بست و چهارم	وداع او سوی دارالجنان بود
ظہور افسوس آن استاد ذی قدر	پدر وارم همیشه شہریان بود
چراغش هست تساریخ ولادت	کنون گفتم: چراغ دو جهان بود (۳)

(۹۳۷)

۱۲۸۵

۱۲۰۲

۱- دهلوی ، ابن شاه ولی الله . وفات ۹ رجب ۱۲۴۲ .

۲- دهلوی ، دخترزاده شاه عبدالعزیز . وفات ۱۲۷۰ .

۳- نیز رک : دائرة المعارف اسلامیہ اردو : ۱ : ۱۱۷ - پدرش لطف الله بود

۷- آشنا، میرزا محمد طاهر ملقب به عنایت خان

● تذکره نصرآبادی : ولد ظفر خان . از پادشاه والا جاه شاهجهان ملقب بعنایت خان شده . جوانی در کمال فهمیدگی بود اما شوخی را بمرتبه رسانید که بتکلیف عزیزانی مثل ابوطالب کلیم و سایر موزونان را بخانه برده شوخی های بیجا میکرد . مثل اینکه کیفهای پرزور داخل اطعمه کرده بخورد ایشان میداد . غرض این حرکات چشم زخم ایشان بود . غائبانه به این کمینه مهربان شده مکالمه روحانی واقع می شد ، چنانچه مکرراً کتابت نوشته . دیوان محود را با غزلیات خسرو و چند کتاب دیگر، جهت فقیر فرستاده . طبعش خیلی قدرت داشت آشنا تخلص میکرد . مسموع شد که دو سال قبل ازین فوت شده . شعرش این است :

زبان بکشا بوصف راه کشمیر
میان جاده از تنگی کنار است
مگر گاهی توان از خویش رفتن
بغیر از جاده کس نبود زمین وار

بهار آمد دلا ساغر بکف گیر
صعوبت بسکه با این راه یار است
درین ره نیست مکن پیش رفتن
بگوه آن ز بس سنگست بسیار

تعریف سخن :

گشت از سخن بلند بیدار

بختم، که ز خواب بود سرشار

تعریف آئینه خانه :

که بود رشک عالم بالا
طاق آئینه چشم و ابرویش (۱)
از یک آئینه اش تمام چو دل

حبّذا این نشیمن والا
دل زکف برده حن دلجویش
کرده بنای آن نکو منزل

غزل :

خار پشت مژه ام غیرت گلزار شود

چشم آن لحظه که در هجر تو پیار شود

دایه پرمیز کند طفل چو بیمار شود (۱)
 دندان مار دسته خنجر نمیشود (۲)
 ماهی در آب گرم شناور نمیشود
 بغیر ازین که ز احوال هم خبر گیرند (۳)
 جام زرین ز می سرخ گل رننا شد (۴)
 بر سر گورش بماند گنبد دستار او
 که زود رستن مو، از پس تراش بود (۵)
 سایه خوابیده قطع راه کند (۶)
 جاروب، وقت شام پریشانی آورد (۷)
 بتاک اگر بدهی آب باده میدهد

عقل ناچار کشد زحمت از آلائش نفس
 الفت میانه دو ستنگر نمی شود
 خط از وصال نیست چو مشوق شمله خوست
 کدام چیز عزیزان ز یکدیگر گیرند
 گشت نوروز و چو بلبل بط می گویا شد
 کی کسی را میفرید واعظ و گفتار او
 ز دور ساختن، ابرام سفله گردد بیش
 در سبکباریست آسایش
 دولت، بوقت تیرگی بخت، نکبت است
 کریم از آنچه ستاند زیاده میدهد

رباعی :

در صفوت او خطر نگردد حائل
 از آب دهن روزه نگردد باطل
 پر حوصله، نور زندگانی اندوخت
 از باد چراغ مرد و آتش افروخت
 مخلوق نمیتوان صمد را گفتن
 جزیک نتوان هیچ عدد را گفتن
 (ص ۵۸)

آنها که بسود معرفت حق حاصل
 پاکان سبب فساد هرگز نشوند
 کم ظرف، ز عشق خرمن هستی، سوخت
 کاهید خرد ز عشق و افزود جنون
 خالق نتوان هیچ احد را گفتن
 بی یک نبود هیچ عدد لیک یکی

● کلمات الشعراء: عنایت خان آشنا خلف ظفر خان. جوان دلچسپ

بود. دستی در انشأپردازی نیز داشته. احوال سی ساله شاه جهان بادشاه را
 از ملا حمید وغیره فصیح تر نوشته. اما با اعتقاد فقیر از — خیر الکلام ما قل
 و دل — این هم بهره نداشت. بیت چند از زاده های طبع اوست :

۱- مجمع النفائس و سرو آزاد و شمع انجم دارد.

۲- سرو آزاد.

۳- سرو آزاد و صبح گلشن دارد.

۴- مجمع النفائس دارد.

۵- سرو آزاد دارد.

۶- مجمع النفائس و نتائج الافکار دارد.

۷- مجمع النفائس و سرو آزاد و نتائج الافکار دارد.

درد و درمان را دهد گر عرضی عشق او بها
 زخم بر داریم و بگذاریم مرهم را بجا
 ناقصان هم بدرش چشم طمع، ذوخه اند
 کور پیوسته نظر جانب بالا دارد
 در سبکباریست آسایش سایه خوابیده قطع راه کند (۱)
 بنشین بگروته اگر آزرد ز خلق پای شکسته تو بجائی نرفته است

فقیر نیز ازین قبیل بیتی دارد :

بوصل دوست محال است اگر رسیدن ما نه رفته است بجای ز خویش رفتن ما
 گویند در امری صاحب حسن بود . در ایامی که خط سبزه پریزاد
 حسنش را در شیشه کرده بود، درویش موزون طبع برای دیدنش آمد، چون
 بار نیافت این بیت نوشته فرستاد:

ناز بیجا چه کنی چون برخت ریش آید شرم کن شرم! که روز سیّئت پیش آید
 (۸-۹)

● همیشه بهار: معنی بند خوش ادا، عنایت خان آشنا خلف ارشد
 ظفر خان احسن بود. دیوان رنگین ازو یادگار است و احوال سنی ساله
 شاهجهان بادشاه نیز بقدرت و سامان نوشته.

مین اشعارم:

منه ای طفل اشک، از خانه چشم، قدم بیرون که می آیند مردم زاده از خانه کم بیرون
 درد و درمان را دهد گر عرض عشق او بها زخم برداریم و بگذاریم مرهم را بجا (۲)
 چشم بکشدی و افتاد نگاهت بر من اندکی بخت من از چشم تو بیدار تر است
 تپاب نظاره ات آن دل دارد که چو آئینه بود روئین تن
 هر کرا نرم نباشد گفتار بر دهن مشت خورد چون هاون

● تاریخ اعظمی: عنایت خان ولد ظفرخان، آشنا تخلص میکرد.
 آشنای لجه سخنوری و سیاح دریای هنر پروری بود. بکمال جود و سخا ابواب

۱- مآثر الامرا دارد.

۲- مجمع النفائس دارد.

فیض و عطا بر روی بیگانه و آشنا میکشود. و از خوانین زمان بعلو فطرت و صفای قریحت طریق امتیاز میکرد، و اواخر حال آثار تجرد و انقطاع بردلش تافته باختیار ترک منصب نموده برخصت پادشاه عصر (۱) بکشمیر آمده بزاویه عزلت نشست، و دست از همه باز داشت. در سنه هزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۸) (۲) دامن از صحبت آشنا و بیگانه برچیده رخت بنهانه خانه عدم کشید صاحب دیوان است. از اشعار اوست:

بنشین بگوشتی ای اگر آزرده ای زخلق پای شکسته تو بجائی نرفته است (۲)

گویند: وقتی پادشاه عالم پناه آن آشنای لجه سخندانی را جهت ملاحظه اوضاع و اطوار سرمد برهنه فرستادند و آشنا او را بیگانه از معنی دیده، این بیت در سلک نظم کشیده بعرض آن پادشاه انجم سپاه رسانید:

بر سرمد برهنه کرامات تهت است کشفی که ظاهر است از و کشف عورت است (۳)
(۱۷۲)

● مآثر الامراء: (ظفرخان) بزرگ خانم بنت ملکه خانم (همشیره کلان ممتاز محل ملکه شاه جهان پادشاه) زوجه سیف خان در عقد ازدواج داشت. از بطن اوست میرزا محمد طاهر آشنا تخلص، که در زمان اعلیٰ حضرت بمنصب هزار و پانصدی سر بر افراخته بخطاب عنایت خان امتیاز یافت و بداروغگیهای حضور (که جزبخانه زادان معتبر نسزد) مأمور میشد. در اواخر آن عهد بداروغگی کتاب خانه فایز گشته.

۱- عالمگیر پادشاه.

۲- رک: تحت مآثر الامراء و سرو آزاد.

۳- تذکره شعرای متقدمین و مرأة آفتاب نما دارد.

۴- مآثر الامراء دارد.

گویند: اعلیٰ حضرت جهت ملاحظه اوضاع و اطوار سرمد مجذوب (۱) (که عریان میبود) فرستاد. او آمده این بیت خواند:

بر سرمد برهنه، کرامات تهمت است کفّی که ظاهر است، ازوکشف عورت است
چون پسر آن پدر بود که بمزاج روزگار آشنائی نداشت، در خطه
کشمیر گوشه نشین گشته. سال ششم عالمگیری بیست و چهار هزار رویه
سالیانه او معین شد. در سنه ۱۰۸۱ هـ (هزار و هشتاد و یک) دامن از
صحبت آشنا و بیگانه برچیده رخت بنهانخانه عدم کشید:

احوال ده ساله اعلیٰ حضرت (۲) را از پادشاه نامه (۳) تلخیص نموده
بملخص (۴) موسوم ساخته. در معنی بندگی و سخن سنجی استاد است،
و صاحب مثنوی و دیوان. ازوست:

در سبکباری است آسایش سایه خوابیده قطع راه کند

● ریاض الشعراء: عنایت خان آشنا، اسمش مجد طاهر خلف الصدق
ظفر خان احسن است. مانند پدر خود مجموعه کمالات بوده. پیوسته با
شعراء صحبت میداشته و با ابوطالب کلیم خصوصیت مینموده. این اشعار
را میرزا صائبای مرحوم از ایشان ضبط نموده است:

من هیانم راند اما انتهای دوستی	گر تو کردی دشمنی بامن بجای دوستی
میتوان همچون غبار افشانده از پیراهنم	بسکه در راه فنا با خاک یکسان شد تنم
در دست تیغ مغربی از ماه نو گرفت (۵)	باز آسمان بکینه وری، راه نو گرفت
پیوسته راه طی شده آمد مرا به پیش	چون دانههای سیحه نیاسودم از سفر

۱- سعیدای سرمد کاشی شهبید (۱۰۸۱ هـ).

۲- شاهجهان پادشاه.

۳- پادشاهنامه عبدالحمید لاهوری.

۴- قرنیه نیز گویند.

۵- سرو آزاد دارد.

از ما، شکایت سگ کوی تو، عیب نیست آری، ز دوستان گله دوستان، بجاست
 یکبار آستان ترا بوسه داده ایم با ما هنوز دشمنی پاسبان بجاست (۱)
 همچو نرگس در گلستان از حیا چشم را بر پشت پا کردم سفید
 طرز آئینه خوش نسکرد دلم عیب پوشی به از نمد پوشیت (خطی)

● مجمع النفائس : محمد طاهر آشنا ، ملقب به عنایت خان آشنا تخلص . نصرآبادی گوید که : جوانی بود در کمال فهمیدگی اما شوخی را بمرتبه رسانیده بود که بتکلیف عزیزان مثل ابو طالب کلیم و سایر موزونان را بخانه برده شوخیهای بیجا میکرد . مثل آنکه ، کیفهای پرزور داخل اطعمه نموده بخورد ایشان میداد . غرض غائبانه با کمینه (محمد طاهر نصرآبادی) مهربان شده مکالمه روحانی واقع شد ، چنانکه مکرر کتابت نوشته دیوان خود را با غزلیات خسرو جهت فقیر فرستاد . و در کلمات الشعرا است که : در نشر قدرتی بکمال داشت چنانکه احوال سی ساله بادشاهی شاهجهان را از ملاحمید و غیره فصیح تر نوشته . و فقیر آرزو در دیباچه دیوان پدرش — که عبارتست از ظفرخان احسن — عنایت الله نام نوشته دیده . از اوست : (شانزده بیت دارد که طاهر نصرآبادی و غیره آورده) :

گر پوستم ، چو نافه کشد آسمان ، بجاست موشد سفید و تیرگی دل همان بجاست (۲)

● سرو آزاد : آشنا ، عنایت خان . میرزا مجد طاهر نام ، آشنا تخلص بن ظفر خان مذکور . در عهد شاهجهانی منصب هزار و پانصدی داشت . و احوال سی ساله شاهجهان را ملخص بقید قلم آورد . بعد جلوس خلد مکان (عالمگیر) در کشمیر زاویه عزلت گزید و در سنه احدی

۱- مجمع النفائس دارد .

۲- سرو آزاد و شع انجمن دارد .

و ثمانین و الف (۱۰۸۱هـ) رخت به نهانخانهٔ عدم کشید .

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر درآمد . مثنویهای قصیر متعدد دارد، و از آنجمله است ساقی نامه . این بیت از آن است :

حکیمانه ساقی به مجلس نشست چرا نبض مینا نگیرد بدست

این چند بیت از غزلیات او فرا گرفته شد :

از حوادث گوهر مردانگی کمتر نشد
هر دم نیوید لطف دگر میدهد مرا
کشتی بدست آور وقت کشت مهتاب است
پساده روی تو شبها کنم نظارهٔ ماه
خلق خوشتر مرا به ثناخوانی آورد
تیره طبعان بینه صاف بداند
ما بزندان غمت خوبا نشستن کرده ایم
لقمهٔ چرب خوشامد، نکند رام مرا
مرد را تن آسانی باعث فنا گردد
از بسکه، دست من ز تعلق، بریده است
سامان دل، ز قطع تعلق شود، زیاد
طرز آئینه، خوش نکرد دلم
هر کجا بود مرا نشه صفت با خود داشت
تا درون پر بود از تفرقه، دل وا نشود
چشم بسان آئینه در عیب خلق نیست
نیست نازک طبعان را، طاقت سیاهای خویش
چند چون رشتهٔ تمییح شوی سرگردان
تیغ اگر در آب و آتش رفت بی جوهر نشد (۱)
دل میبرد ز دست و جگر میدهد مرا (۱)
مدعای میخواران سیر عالم آب است
زر سفید بود از برای روز سیاه
گل عندلیب را بسخندانی آورد
ذوق آئینه نیست بد رو را
گاه گاهی ناله بر خیزد از زنجیر ما (۱)
دل من از سگ کوی تو وفادار تر است (۲)
زود بگسلد از هم رشته که یتاب است
رنگ گرفته را به حنا باز می دهد
گل بیشتر دهلر چو کنی شاخ را قلم
عیب پوشی به از ، نمد پوشی است
هرگز می نتوانست که بیخود سازد
چون پر آشوب بود شهر، دکان نکشاند (۳)
پیوسته همچو عکس خودم در کمین خویش
دیدهٔ نرگس ندارد تاب سیاهی چراغ (۴)
نتوان کرد سر رشته ز تقدیر برون
(ص ۹۶-۹۷)

۱- شمع انجمن دارد.

۲- نتایج الافکار و شمع انجمن دارد.

۳- شمع انجمن دارد.

۴- نتایج الافکار و شمع انجمن دارد.

● تذکره شعرای متقدمین : عنایت علی خان آشنا ، خلف ظفر خان ، جوان عاقل و دلچسپ بود ، دستی در انشاپردازی نیز داشت :
(دو شعر دارد) (خطی ۳۱)

● صنف ابراهیم : عنایت خان ، آشنا تخلص موسوم بمحمد طاهر خلف ظفر خان احسن است . در نظم و نثر استعدادش از پدرش بیشتر بود . وقائع سی ساله شاهجهانی ، از ملا حمید و دیگر تاریخ نویسان معاصر ، بهتر نوشته . خیلی شوخ طبع و ظریف و از قربان شاهجهان بود . اواخر حال ترک منصب نموده در کشمیر اقامت ورزید و همانجا بسال هزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۷هـ) (۱) ازین جهان بیوفا رخت بعالم بقاء کشید . صاحب دیوان و سه مثنویست .
(۶۸ الف)

● مرات آفتاب خا : آشنا ، نامش محمد طاهر مخاطب بعنایت خان پسر ظفر خان احسن است . در نثر نویسی دست رسائی داشت . در رعایت اهل کمال بسیار میکوشید . ابوطالب کلیم از مخصوصان او بوده .
(یک شعر دارد) (۱۷۶ ب)

● نتائج الافکار : صاحب طبع رنگین و فکر رسا ، عنایت خان میرزا محمد طاهر خان آشنا ، که پسر ظفر خان است . در عهد شاهجهانی و عالمگیری بهزار و پانصدی سرفراز بوده . احوال سی ساله شاهجهان بکمال فصاحت و بلاغت نوشته . بعد اورنگ آرائی عالمگیر ، در کشمیر متروی گردید و در سنه احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱هـ) بخلوت کده عدم خوابید . از کلام اوست :
(پنج شعر دارد ص ۵۰)

● شمع انجم : آشنا ، میرزا مجد طاهر مخاطب به عنایت خان بن

ظفرخان، در عهد شاهجهان منصب هزار و پنجاهی داشت. بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویه عزلت گزید و در سنه ۱۰۸۱ هجری رخت بنهانه علم کشید. دیوانش محتوی بر انواع سخن است. در ساقینامه خود گوید:

حکیمانه ساق بجلوس نشست چرا نبض مینا نگیرد بدست

این چند بیت زاده طبع بلند اوست:

(شازده بیت دارد - ۵۰)

● دائرة المعارف اردو: در جنگ دارا و عالمگیر، این پدر و پسر هر دو طرفدار دارا شکوه بودند، همین سبب شد که بعد از فتح عالمگیر بر دارا، این خانواده ترک منصب کردند. ظفرخان در لاهور و مجد طاهر آشنا در کشمیر گوشه گیر شد. (۱۲۳)

آشنا دیوانی مشتمل بر غزلیات و قصائد و رباعیات دارد، مثنویات نیز هست. دو مثنوی راجع به آئینه محل که دارا شکوه در لاهور بنا کرده بود، سروده است (اوریتل کالچ میگزین منی ۱۹۲۶ع) ساقی نامه در ابتدای آن مثنویات دارد. (فهرست دیوان هند از ایتھی ص ۸۶۶)

یک نسخه دیوانش که دارای ۱۰۶ ورق است کتابخانه رامپور دارد و یک نسخه دیوان در کتب خانه دیوان هند هست که در شوال ۱۰۶۰ هجری استنساخ شده است. گویا بخط خود آشنا هست و ملک خاص او بوده است.

در نثر ملخص (۱)، ازو یادگار است که از بادشاه نامه عبدالحمید و

۱- یک نسخه ملخص در کتابخانه دانشگاه پنجاب است که در لاهور استنساخ شده و دانشگاه پنجاب یک نسخه دیوان سمدی شیرازی دارد که ملک عنایت خان بوده و این عبارت به خط او ثبت است:

در ماه ذیقعد ۱۰۵۷ هجری در لاهور نواب خدایگانی عنایت نموده بتاریخ (مذکور) داخل عاریت خانه خاکسار اربعه آل عبا علیهم التحیه صبح و المساء مجد طاهر متخلص به آشنا ولد ظفرخان ابن خواجه ابوالحسن گردید، (مقاله ظفرخان دکتر عبدالله چغتائی در نذر رحمان) مولانا مجد شفیع مرحوم نوشته است که: یک نسخه ملخص در موزه برطانیه نیز هست و نام - ملخص - است، ولی یک نسخه در کتابخانه دیوان بهادر راجه نریندرنات (لاهور) هست که مؤلف نام اورا - قرنیه - نوشته است و آن وقایع تا سال ۱۰۳۵ هجری دارد (اوریتل کالچ میگزین منی ۱۹۲۶ع)

بادشاه نامه محمد امین تلخیص و مرتب کرده است. و یک قسمت آن بقرنیه معروف است و ترجمه انگلیسی آن Major Fuller کرده است. Elliot هم اقتباسات ازو در تاریخ هند دارد. (۱: ۱۲۳-۱۲۴)

● مثنوی در تعریف آئینه محل دارا شکوه : دارا شکوه یک محل — که آئینه محل نامیده شد — در لاهور بنا کرده بود. درین وقت نام و نشان ازو باقی نیست و این نیز معلوم نیست که بکدام قسمت شهر واقع بود. مولوی محمد شفیع مرحوم مینوسد که: در بین مزار حضرت علی هجویری داتا گنج بخش و امام واره آثار عمارتی دیده میشود که باسم شیش محل معروف است. ممکن هست که این آثار از همان آئینه محل دارا شکوه باشد (۱). سید عبداللطیف نیز گوید که: در همین جا یک عمارت بنام شیش محل بود که در دوره شاهان مغل ساخته شده بود و به همین مناسبت این نواح بمحله شیش محل معروف شد (۲). عنایت خان آشنا راجع به این شیش محل دو مثنوی دارد که هر دو را مولانا محمد شفیع مرحوم در محله اورنتیل کالج چاپ کرده و از آنجا گرفته شده است:

مثنوی اول

حبذا این نشیمن والا	که بود رشک عالم بالا
چه عجب ز آبگینه بسیار	گر هوایش بود رطوبت دار
نیست آئینه ها بدیوارش	دل پاکان بود گرفتارش
هر که یک بار اندر او گردید	همچو خود محو او هزاران دید
ساخت بوم و برش ز آئینه مرد	همچو عکسی که جا در آئینه کرد
اینقدر زینتش ز آئینه داد	یا در آئینه عکس خانه فتاد
آنچنان طاق را برفت بست	که شکستن برو نیابد دست
دیده در وی ز حیرت بسیار	همچو آئینه پشت بر دیوار

۱- اورنتیل کالج میگزین مئی ۱۹۲۶ ع

۲- لاهور، سید لطیف

گرد او چون کتابه‌اش گردید
مطلع آفتاب و مصرع ماه
طاق و آئینه چشم و ابرویش
شده از چار طاق چار ابرو
خط ز آئینه کی کند تمثال
شاخ و برگ گلش ز آئینه است
بی معلم سواد را روشن
سایه‌اش رشک آفتاب بود
رفته آئینه‌های ریزه، بکار
چون بسقفش نظر کنند گوید
یا یک آئینه بزرگ شکست
همه آئینه‌ها یک آئینه کرد
شد ز نقاش خانه پر تصویر
صورت دل کشیده بر دیوار
این قدر دل نشین ز آئینه
از یک آئینه تمام چو دل
بیشتر می دهد فروغ از شب
چشم آئینه را نسازد سیر
این قدر آئینه ندید کسی
آب گردد بچشم آئینه
باخت آئینه رنگ چون خورشید
سرمه از سایه بر تو ارزانی
که بود بانیت فریدون فر
شاه دارا شکوه والا بخت
سپر آفتاب پر ز شکاف
کرده تعمیر کعبه دلها
بخت خوابیده را کند بیدار
هم ینک آئینه دارش اسکندر
کرده آئینه خانها تیار
نکند تیغ سر برون ز نیام
خط به بینی کشیده چون پرکار

هر که یکبار این بنا را دید
در خور این کتابة دلخواه
دل ز کف برده حسن دلجویش
چون غطط بتان آئینه رو
غیر اگر وصف او نکرد مثال
نه همین بلبلش ز آئینه است
کرده طفل از نگاه این مسکن
بسکه ز آئینه‌ها بتاب بود
بسکه در این بنای فیض آثار
هر که چشم از نظاره‌اش شوید
کین همه پاره‌های آئینه است
ساخت از بسکه بی نگارش "مرد
تا درو کرده صورتی تحریر
این همه آئینه است یا مهار
بود این رشک خلوت سینه
کرده بنای این نکو منزل
روز بر سقف این بنا کوکب
دیدن این مقام خلل نظیر
به حلب هم رسیده اند بسی
از فروغ تو ای صفا سینه
تا صفا و طراوتت را دید
ای ز آئینه چشم نورانی
بسیهر از چه رونمائی سر
صاحب روزگار وارث تخت
آنکه از تیغ او شود بمصاف
خلق او حل نموده مشکها
پاسخش از بلندی گفتار
هم بود یک ملازمش سنجر
از دل و دیده تا شده مهار
صلح در عهد او ز بس شده عام
خصم را بوده گر دل آهن وار

پنجه را که شد ز دست جدا
ای که رونق گرفته از توجہان
تا تو با طالع سلیمانی
باد با خاک دست بیعت داد
چون بیزم تو می حواله کنند
بسکه امنیت از تو عام بود
چون جهانید هیبت تو کتل
کردی از پنجه کرم گستر
تا بود قصر چرخ نورانی

لطف او بهله (۱) سان کند گیرا
خانه عدل از تو آبادان
کردم جا به تخت سلطانی
صلح شد در میانه اضعاد
آب و آتش بیک پیاله کنند
نیغ از زنگ در نیام بود
شده ماضی جهان مستقبل
دامن آفتاب را پر زر
بتو دین خانه باد ارزانی

مثنوی ثانی

حیذا این خانه آئینه کار
این قدر ز آئینه ها باشد نمود
کی تواند آسان شد همسرش
تا پی نظاره او سر کشد
استواری باشدش از صد فزون
از صفای عرصه میدان او
از پی نظاره اش بی کینیا
بر فلک از نورش اختر بی درنگ
خانها پر نقش و گل چیدن ز ما
بسکه باله بر خود از گلزار او
گر نکوئی را گذر در وی فتاد
دیده از رویش نباشد یک زمان
آمدند از بهر سیر او بسی
دزد اینجا زود رسوا می شود
نی همین خوار است بلبل پیش او
ختم می سازم سخن را آشنا
تا نیارد دید چرخ از کینه اش

کاسان شد بهر او آئینه دار
یا دل از پاکان گه دیدن ربود
می توان در روز دیدن اخترش
سرمه شب در دینده اختر کشد
هر ستون اوست کوه بیستون
خانه دل گرده ایوان او
دل بدل چسبیده چون آئینه ها
شد سیه چون داغ بر پشت پلنگ
چشمها ز آئینه و دیدن ز ما
شد منبت بوتی دیوار او
خوبی او شد یکی در صد زیاد
بس بود آئینه او را پاسبان
سوزنی اینجا کند گم از کسی
تا نهان گردید پیدا می شود
نقش دیواری بود گل پیش او
چشم لاهور است این عالی بنا
باد روشن چشم هر آئینه اش!

(اوریتل کالج میگزین لاهور مئی ۱۹۲۶ ع ص ۱۱-۱۳)

● دیوان طاهر آشنا : دیوان آشنا تا کنون چاپ نشده است ، نسخهای خطی بدینقرار است .

۱- دیوان آشنا : در کتابخانه دیوان هند (بشماره ۱۵۸۴) مکتوبه یکم شوال ۱۰۶۰ هـ . این نسخه شخصی آشنا بود . مضامین به این قرار دارد .

قصائد : (ورق ۱ تا ۳۰)

باز شد فصل بهار و طرب آمد بوجود غنچه از غیض هوا لب بتسم بکشود

مقطعات : (ورق ۳۰ تا ۳۵)

بشنود گر گفتگوی قعطی کشمیر را باوجود کینه جرئی، آسمان گریان شود

مرائی بصورت ترکیب بند : (ورق ۳۵ تا ۳۹)

آنچه شورش، ای فلک! کاندرجهان افگند؛ طائر آرام را ، از آشیان افگند؛

ایات فرد مطلع و ایات فرد غیر مطلع : (ورق ۳۹ تا ۴۳)

مثنویات :- (ورق ۴۳ تا ۶۷)

بنام خدائی که از قدر شان خرم باده را نام کرد آسمان

مثنوی در صفت کشمیر :

بهار آمد دلا ساغر بکف گیر

مثنویات مختصر : (ورق ۶۷ تا ۷۱)

ز اطوار مردان راه خدا چه بیگانه بشنو از آشنا

غزلیات : (ورق ۷۱ تا ۱۵۶)

ای بس تاج ز توحید تو هر دیوانرا حمد تو در لب اندیشه سرگردان را

غزلیات و رباعیات : (ورق ۱۵۶ تا ۱۶۱)

نوی عشق، بلبل را سوی گلزار میآرد... الخ

رباعیات : (ورق ۱۶۲ تا ۱۷۹)

پیوسته بزیر چرخ بی بهره مرا طالع کوتاه باشد و ناله رسا (۱)
 ۲ دیوان آشنا: نسخه در کتابخانه دیوان هند (بشماره ۱۵۸۵).
 بر صفحه اول سال ۱۰۹۴ هـ ثبت است. این نسخه اضافهای بسیار دارد و
 اصلاح هم دارد. در حیات شاعر نوشته شده است. مضامین دارد:
 دیباجه: میر محمد باقر شیرازی — آرائش جمال شاهد کلام بزیور
 حمد صانعیت... الخ (ورق ۱ تا ۲).

قصائد: (ورق ۲ تا ۳۳).

اگر جمال پری روی من ببیند حور شود ز غایت انصاف معترف بقصور
 مقطعات: (۳۳ تا ۳۷)

ای آصف زمان و ارسطوی جم نشان بر درگاه تو قامت گردون خمیده باد
 ترجیع بند ساقینامه: (۳۷ تا ۳۹)

ای باده کشان مژده که ایام بهارست... الخ
 مرثی: (ورق ۳۹ تا ۴۳)

آنچه شوراست... الخ
 ساقینامه: (ورق ۴۳ تا ۶۸)

چه گویم ز وصف شراب قدح نسبند زوال آفتاب قدح
 غزلیات: (ورق ۶۸ تا ۱۳۷)

غزلیات ناتمام: (ورق ۱۳۷ تا ۱۵۲)

خموشی یاد ده اهل سخن را... الخ
 مطلعیات: (ورق ۱۵۲ تا ۱۵۵)

ز اسباب تعلق بی تعلق را چه نقصانست بیر پیراهن از فانوس دارد شمع عریانست

فردیات : (ورق ۱۵۵ تا ۱۵۸)

نشد جز خود شناسی حاصل ما از خدا جوئی ... الخ

رباعیات : (ورق ۱۵۸ تا ۱۶۷) (۱)

۳- دیوان آشنا : در کتابخانه رضا رامپور هست که دارای ۱۰۶ ورق است (۲) شماره ۲۵۲۳.

۸- آشوب ماژندرائی

● صف ابراهیم : آشوب ماژندرائی اسمش ملا حسین، از منسلکان ظفرخان احسن بوده، بعد رحلت خان مذکور بایران شتافت، از آنجا بار دیگر بهند آمده، وفات یافت. (۶۸، الف)

۹- آنی، ملا آنی کشمیری

● صف ابراهیم : ملا آنی کشمیری، در زمان اکبر بادشاه بود از وطن بر نیامده و اشعارش شهرت نگرفته. (۶۰)

۱۰- احسن، ظفر خان

● ذخیره الخوانین : ظفر خان ولد خواجه ابوالحسن تربتی، مرزا احسن الله نام داشت. دختر (۳) سیف خان در خانه اوست. بغایت صاحب جوهر

۱- فهرست دیوان هند ۱: ص ۸۶.

۲- دائرة المعارف اسلامیہ اردو ۱: ۱۲۳ تحت آشنا بحواله فهرست خطی رامپور.

۳- بزرگ خانم نام داشت، دختر ملکه بانو (متوفی ۱۰۵۰هـ) بنت میرزا ابوالحسن یمن الدوله آصف خان (متوفی ۱۰۵۱هـ). پدرش میرزا صفی سیف خان جهانگیری (متوفی ۱۰۴۹هـ) ولد امانت خان بود. سرخوش در شرح حال مجد علی ماهر نوشته که ماهر مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته معرفت والده عنایت خان آشنا فرستاد. بیگم بعد مطالع برین بیت بسیار محظوظ شد:

بذات او صفات کردگار است که خود پنهان و فیض آشکار است
پانصد رویه صله عطا فرمود - (۱۶۸).

و سخی بی دریغ واقع شده، اما بمردم ایرانی - که مذهب امامیه داشته باشند - مقابل باهل هند بیشتر میداد. خصوصاً شعرا که در مدح او قصیده گفته می آمدند، صله شعر وافر بآنها میداد. روزی در حضرت حضور استاده بود، سخن از آب خوردن برآمد که: خواجه ابوالحسن در تمام روز یکمرتبه آب میخورد! ملاحظه می نمود حاضر بود عرض کرد: قد قصیر ظفرخان ازین سبب تخم زده بی آبی است! به حضرت بسیار خوش آمد. و چون از طرف پدر صاحب صوبه کابل بود، بجهت برانداخت مهابت خان با نواب نورجهان بیگم، در صوبه کابل شریک غالب گشت و بمصلحت و مشورت او نورجهان بیگم کاری از پیش برد. اگرچه بحسب ظاهر مقصر صورت واقع شده، اما صاحب خرد مبین و جواهر بی بها است. پدرش اهل سنت جماعت بود، مشاراً الیه در مذهب امامیه معتقد است. در امرا زاده که قابل میگویند: جهانگیر قلی خان ولد خان اعظم، دوم سعدالله خان ولد سعیدخان، سیوم ظفرخان ولد زین خان، چهارم ظفرخان ولد خواجه ابوالحسن است، که اینها را بهتر از پدر میگویند.

● تذکره نصرآبادی: احسن، ظفرخان میرزا احسن الله نام داشته، خلف خواجه ابوالحسن است، که در زمان اکبر بادشاه به هندوستان رفته کمال اعتبار بهمرسانید. بعد از وی عالیجاه ظفرخان بهمان دستور باعتبار و افتخار روزگار گذرانیده. در زمان شاهجهان پادشاه صاحب صوبه کشمیر بود. به حسن صفات و همت ذات و پاکیزگی وضع مشهور بود. چنانچه بندگان و حیدالزمان میرزا صائبا (۱) مدتی که در هند بود، بعنوان مصاحب با مشاراً الیه

می‌بودند، و از او صفات حسنه بسیار نقل می‌کردند. گاهی متوجه ترتیب نظم می‌شد و احسن تخلص دارد. چند سال قبل ازین فوت شد شعرش اینست:

غزل:

سرو مینا سبز دارد گلشن میخانه را (۱)
 سنگ طفلان شد حصار عافیت دیوانه را (۱)
 که چنین گشت پریشان ز پریشانی ما (۱)
 آینه سجده توان خواند ز پیشانی ما (۲)
 ابر برخاست ز هر سو بهواداری ما (۱)
 دیده روی عزیزان دیده را روشن کند (۲)
 هلال افتاده آن طاق ابرو
 بسیار می‌چید که تا بگسلد از هم
 برای پاده فروشی دکان نمی باید (۳)
 اول، سبق حدیث پیهوشی، گفت
 احوال دلم، زلف بسر گوشی گفت (۴)
 (ص ۵۷)

پاده، عمر خضر می‌بخشد، گل پیانه را
 دست ناصح کوته است از دامن اهل جنون
 دید زلف تو مگر بی سرو سامانی را
 بسکه در خاک درش ناصیه سودیم احسن
 دید در پزم تو تا دیده ما را گریان
 این سخن از پیرکنمانم پسند افتاده است
 بود مهر از پرستاران آن رو
 باریک تر از موی، بود رشته امید
 بهر کجا که رسم، وصف دوستان گویم
 استاد، مرا چو درس می نوشی، گفت
 تا خاطر عالمی پریشان گردد

● کلمات الشعراء: ظفر خان احسن، خلع رکن السلطنت خواجه ابوالحسن. صاحب طبع عالی بوده، دیوانی رنگین با مثنویهای پر مضامین ترتیب داده. اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت. وقتی که ناظم کابل بود، میرزا محمد علی صایب تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده، مدت‌ها گذرانیده. خان قدردان در احوال پردازیش سعی موفوره بجا می‌آورد. بانواع مراحم و الطاف پیش می‌آمد. تذکره اشعار سخن وران نامدار، که باوی ربط آشنائی داشتند، مثل صایب و قدسی و کلیم و سلیم و دانش و میر حیدر

۱- مجمع النفائس دارد.

۲- ریاض الشعراء و مجمع النفائس دارد.

۳- کلمات الشعراء و شمع انجمن دارد.

۴- کلمات الشعراء، تذکره شعرای متقدمین و همیشه بهار و مجمع النفائس و مرآة آفتاب نها دارد.

و هر دو سالک و غیرهم — که در آن زمان کوس خورشخیالی مینواختند — انتخاب هر کدام بخط او نویسانیده ، بر پشت سرورق صورت آن معنی سنج ، نیز ترتیب کرده . یک ورق که برو شبیه کلم بود ، فقیر پیش شاه عیان دیده . این چند بیت از فکرهای اوست :

به تیغ بی نیازی ، تا توانی قطع هستی کن فلک تا افگند از پلتر ، خود پیش دستی کن (۱)
از سبزه ، تیغ بر کمر گل ، بهار بست گر توبه ، خضر رقت شود ، جان نمی برد (۲)
ز بهر مستیم کسی کار با جام شراب افتد مرا از گفتگوی باده سرخوش میتوان کردن (۳)

● تذکره شعرای متقدمین : ظفر خان احسن ، خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن ، صاحب طبع و صوبه دار کشمیر و کابل بود . و با میرزا محمد علی صایب در کابل صحبت ها داشت . و کلیم و سلیم و قدسی (۴) و سالک یزدی (۵) و سالک قزوینی (۶) و میر رضی دانش (۷) و غیره را انتخاب بخط

۱- همیشه بهار و مجمع النفائس و تذکره شعرای متقدمین و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد .

۲- تذکره شعرای متقدمین و ریاض الشعراء و مجمع النفائس دارد .

۳- مجمع النفائس و نتائج الافکار دارد .

۴- رک : تحت قدسی .

۵- ملا سالک یزدی مدتی در شیراز بود آخر بدکن آمد و در خدمت عبدالله خان قطب شاه بسر میکرد همان جا فوت شد (تذکره شعراء ۶۳) .

۶- محمد ابراهیم بیگ سالک قزوینی . از رفقای کلیم همدانی ست . چند بار در عهد شاهجهان بهند آمده مراجعت کرد . مدتی در اصفهان سکونت داشته در قزوین فوت شد . (تذکره شعراء ۹۲)

۷- میر رضی دانش مشهدی در عهد شاهجهان بهند آمده و آخر بوطن بازگشت . متوفی ۱۰۶۵ هـ (تذکره شعراء ۵۱) میر رضی رضوی فرزند میر ابو تراب است .

هر کدام نویسانیده بر پشت هر ورق تصویرش نوشت . (سه شعر دارد ص ۳۰)

● همیشه بهار : ماهر این فن ظفر خان احسن ، بصوبه داری کشمیر امتیاز داشت . در علم سخن اعجازها کرده ، دیوان رنگین ازو است .
(دو شعر دارد خطی)

● تاریخ اعظمی : احسن ، ظفر خان . در سن یکم هزار و چهل و سه (۱۰۲۳ هـ) بنظامت صوبه مقرر گردید . در سال چهل و چهارم (۱۰۲۴ هـ) مسجد جامع - که سوخته بود - بعد هفده سال مرتبه سوم باتمام رسانید . تا مدت هفت سال این مرتبه حکومت داشت : درین سال بادشاه متوجه جانب کشمیر شده چند ماه بسیر و شکار و ترتیب و تصفیه باغات خصوصاً شاله مار گذرانیده مراجعت نمود ، و فرح بخش را با فیض بخش (۱) منظم ساخت . بالجمله ظفر خان مردی عیاش و خوش خلق بود . باغ ظفرآباد ، که در جوار موضع بریه واره است ، و باغ گلشن ، که نزدیک پل تبتیان ست ، بنا نموده اوست . انواع درخت میوه و اقسام گل از ولایت بسی و تردد تمام آورده ، درین دو باغ مذکور نهال نموده است . خصوصاً گل زنبق و گل گلاب و میوه گیلاس - که پیشتر در کشمیر نبود - در عهد

۱- در کشمیر چهار باغ احداث نمود میر الهی گوید :

ظفر خان کرد از طبع ملون بمرض چارده مه ، چارگلشن

باغ ظفرآباد (در محله بریه واره) و باغ گلشن (در محله پوته کدل) و باغ عنایت (متصل زیارت سید محمد هدائی سمت شمال) و باغ حسن آباد بمقام محله حسن آباد . (دکتر چغتائی در نذر رحمن بحواله تاریخ حسن و مقاله سید صباح الدین در اندو ایرانیکا ۳۰ : ۱)

او بهم رسيد . و اکثر بدعات سلطانى و بعضى مخترعات مظام اعتقاد خانى (۱) در عهد او دور شده . سر درختى و بىگارى زعفران و تکليف طرح آن و سائر ممنوعات شرعى بحسن سعى مرفوع گشت . چنانچه موجب عرض او ، فرمان رفع اين بدعات صادر شده نقل آن بر سر دروازه مسجد جامع بر سنگى نوشته اند ، از آن باز کالنفش فى الحجر (۲) شده .

از وقايعى که در عهد ظفر خان روداده است ، اينست که : به حسن سعى او قلعه تبت مسخر اولياى دولت قاهره شد ، و زميندار آنجا بکشمير آورده اند

۱- اعتقاد خان ميرزا شاپور پسر اعتقاد الدوله ميرزا غياث بيگ و برادر ابوالحسن آصف خان . در لطافت مزاج و نظافت وضع و صفائى معاش و تکلف ملبوس و نفاست اطعمه و مبالغ در الوان ، آن از يکتايان روزگار بود . گویند : در آن وقت يمين الدوله و ميرزا ابوسعيد و باقر خان نجم ثانی بخوش طعمائى شهره آفاق بودند ، اما ! او درين امر از هر سه پيش بود . در سال هفدهم جهانگیری (۱۰۳۰ هـ) به صاحب صنوبى کشمير سر افتخار بر افراشت و مدتها در آنجا گذرانيد . و درين مدت برنج مکود و پان کنگیری از برهانپور براى او ميبردند . در ايام صوبيدارى او حبيب چک و احمد چک (که سرهاى بيميز آن شوره پستان بدعوى رياست آن مملکت آکنده بود) فسادهاى عظيم بر انگيخته ، آخر کار رخت ادبار به تبت کشيدند . اعتقاد خان در سال پنجم جلوس اعلى حضرت ، از کشمير معزول شده در آغاز سال ششم باحراز سعادت ملازمت مستمدر گرديده ، نفائس و نوادر کشمير از کلکيهائى پر قاز و انواع شال از جامه وار و کمر بند و گوش پيچ طرحدار ، خصوصاً پشمينه از سوس و کرک - که جانوريست وحشى مأکول اللحم - و قالينهاى شال باف خوش قماش و خوش طرح (که گزى بصد روپيه مرتب ميشود و قالينهاى کرمان بنسبت آن حکم پلاس دارد) برسم پيشکش از نظر انوار گذرانيد در سال ۱۰۶۰ هـ در اکبرآباد ، حيات را پدرود گفت . . . گویند : اول کسى (که در اکبرآباد طرح حويليهائى جديد انداخت) سه کس بودند . خواجه جهان جهانگیری و خواجه ويسى ديوان سلطان پرويز و اعتقاد خان . و از همه مطبوع تر و مصنوع تر حويلى خان مذکور بود . چون پسند طبع اعلى حضرت افتاد ، خان مشايرالايه پيشکش نمود . در سال شانزدهم بعلی مردان خان اميرالامراء بطريق انعام مرحمت شد .

(مآثر الامراء : ۱۸۰)

۲- رک : عمل صالح ۱ : ۵۴۴ رک : بفرمان در صفحات آئنده .

و فتحنامه بحضور فرستادند. و نیز از جمله واقعات شديده که در عهد ظفرخان که در کشمیر داده، قضیه مردم اهل تسنن با مردم اهل تشیع، که آتش آن (۱۰۴۵هـ) اول از موضع مایه سومه - که جای توت زار بود - اشتعال گرفت. مردم بجهت توت خوری رفته بودند و هنگامه و هجوم مردم بسیار شد، در میان سنیان و شیعیان نزاع افتاد و شیعه ها از روی بی پروائی لب بست کشودند. مدعیان سب در خدمت قاضی ابوالقاسم پدر قاضی محمد عارف ظاهر کرده اعلام شرعی بنام سبابان گرفتند. در احضار آنها از طرف صوبدار اندک مسئله روداده، مردم عوام بشورش آمده اند و قاضی را منسوب بمداخته نموده، خاص و عام بجناب ولایت و شرافت مرتبت هدایت منزلت قدوة ارباب شهود حضرت ایشان خواجه خاوند محمود قدسره - که از اکابر سلسله نقشبندیه در کشمیر ساکن بودند - رجوع آوردند. و ایشان به حاکم شرع و ناظم صوبه را پیغام کردند. چون در تنبیه سبابان تأخیری بوقوع آمد، حضرت خواجه بهفت چنار بر آمده نشسته اند. از این ممر ناظم صوبه نسبت بحضرت خواجه افتادگیها نموده بالحاج تمام باز آورده و سبابان را بسزا رسانیده اند. لیکن ظفرخان تقار حضرت خواجه در آورد و در ضمن شکایات بمبالغه و تفاوت به حضور بر نگاشته. حکم پادشاهی بطلب حضرت خواجه صدور یافت. مجرد ورود حکم از خانه حرکت فرمودند و منزل اول در هفت چنار قرار دادند. جمعی از اعیان شهر در رکاب ایشان شدند. بعد زیارت بزرگان شاهجهان آباد، بامر پادشاه در لاهور توطن فرمودند (۱)

۱- متوفی ۱۰۴۴هـ در لاهور. مقبره ایشان در شمال دانشگاه مهندسی و سمت مغرب بیگم پوره سر

خیابان شالیمار لاهور واقع است - (تحقیقات چشتی ۳۳۵، سید لطیف ۱۳۹).

بالجمله ظفرخان باغ ظفرآباد را، تله و پشته نوعی معمور ساخته، که از نوادر کشمیر شده، و آب جاری و آبشار و فواره و جوی و صفت سنگین نوعی بطراوت بود، که مردم به تماشای دیدنش میرفتند. ظفرخان در آخر سال هزار و پنجاه (۱۰۵۰هـ) تغیر شد. شاهزاده مراد بخش که - پسر خورد شاهجهان بادشاه بود - در تاریخ یکهزار و پنجاه و یک (۱۰۵۱هـ) بر تخت حکومت نشست یکسال بآب و هوای کشمیر منتفع گردید و بعلاقه زمینداران شاه آباد - که پیشتر دختر آنها را در عقد آورده بود - موجب اتمام گردیده زود تر طلب حضور شده، و در تاریخ یکهزار و پنجاه و دو (۱۰۵۲هـ) روانه حضور گردید. علی مردان خان (۱) بنظامت این صوبه مسند عزت برافراشت و در مدت یکسال از آب و هوای کشمیر فائده برداشت.

۱- علیمردان خان، امیرالامراء میرگنج علی خان از یک، از عشائر اکراد بود، ملازم قدیم شاه عباس ماضی بود... (شاهجهان پادشاه) از وفور عاطفت علی مردان خان را - که به آب و هوای ایران خو گرفته تاب تمب تابستان هندوستان نداشت - صاحب کشمیر جنت نظیر مورد تفضل فرمود... سال سیزدهم سنه (۱۰۴۹هـ) لاهور مهبط اعلام خلافت گردید، علیمردان خان حسب الطلب از کشمیر رسیده... با وصف صوبه داری کشمیر، بصاحب صوبگی پنجاب نیز فائز گردید، تا در ایلاق و قشلاق تابستان و زمستان را با سودگی و فراغت ببرد. و در سال چهاردهم سنه ۱۰۵۰هـ از تغیر سعید خان بنظم صوبه کابل مورد مراجع گشت... در سال پست و سیم از کابل بحضور رسیده به تیولداری صوبه لاهور مأمور گردید... و باز بصوبه داری کشمیر شتافت. در آخر سیم (۳۰) حسب الطلب بملازمت رسیده اسبابی بهم رسانید. لهذا در آغاز سال سی و یکم (سنه ۱۰۶۰هـ) اجازت کشمیر گرفت و در منزل مآچیهواره رهگرای عقبل گردید. نمش اورا بلاهور در مقبره والده اش مدفون ساختند. متروکات او از نقد و جنس یک کروور روپیه بفسط درآمد... (در لاهور باغ شالیمار احداث کرده اوست که بران هشت لک روپیه خرج شده)... پسرانش ابراهیم خان و عبدالله بیگ خان (مخاطب بگنج علی) و اسحق بیگ و اسماعیل بیگ بودند - (مآثرالامراء: ۲: ۹۵ <) مقبره اش در لاهور روبرو خرابه دروازه گلابی باغ خیابان شالامار موجود است. (رک: راجع به مقبره سید لطیف، ص ۱۵۲)

ظفرخان کُرت دوم در تاریخ یک هزار و پنجاه و سه (۱۰۵۳هـ) بر سر حکومت نشست. تا مدت چهار سال (۱۰۵۶هـ) نظم و نسق این صوبه تعلق بوی داشت. و چون خبر تغیرش شائع شد، عزیمت سفر هند نمود.

احسن الله نام و ظفرخان خطاب داشت، و در شعر و غزل احسن تخلص میکرد. و از خوانین شاهجهان پادشاه بود. بهر طرف که عزیمت مینمود شاهد فتح و ظفر نقاب از چهره میکشود. بسخندانی و سخا و جود، گوی سبقت از اقران میر بود. در وقتیکه صوبدار کابل بود، صائب شاعر ایران بدیدن او بکابل رسیده در مدح او قصیده در سلک نظم کشید. و این بیت از آن قصیده است. بیت:

خان توئی کز تو زر برند بخوان خانۀ دیگران بیک خانی
خان مذکور رعایت بسیار بآن نکته دان فصاحت دثار کرده، از صحبتش بسیار محظوظ گردیده با سرانجام تمام و سامان لائق روانه گردانید. وقت رخصت میرزا صائب غزلی در مدح او گفته این مقطع ازوست:

خان خانان را، بیزم و رزم، صائب دیده ام در شجاعت، در سخاوت، چون ظفرخان تو نیست
هنگام تحریر این نسخه، یکدو شعر ظفرخان از خزانه حافظه بمنصه املار رسید.

جهان جوان شده عقد بهار مینند بهار پای چمن در نگار مینند
مسافران چمن نا رسیده در کوچ اند شگوفه میروند و شاخ بار مینند
در تعریف کشمیر کلام بسیار دارد. در ایام صاحب صوبگی مملکت پتنه (۹) سنه ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳هـ) از دست ساقی اجل ساغر ممت در کشید و پیمانۀ عمرش لبریز گردید. (۱۳۸-۱۴۰)

● مآثر الامراء: ظفرخان خواجه احسن الله پسر خواجه ابوالحسن تربتی است. سال نوزدهم جلوس جنت مکانی چون صوبه داری کابل از تغیر

مهابت خان بخواجه، متمرر گشت، او به نیابت پدر بحراست آنجا تعیین شده، از اصل و اضافه بمنصب هزار و پانصدی شش صد سوار و خطاب ظفر خان و عطای علم و خنجر و شمشیر مرصع و قیل جبهه امتیاز برافروخت. و تا آخر عهد آن پادشاه بمنصب دو هزار و پانصدی هزار و دو یست سوار فائز گشت. سال اول سلطنت فردوس آشیانی چون بعرض رسید که او عبدالقادر پسر احد داد را در دره خرما به از مضافات تیراه در قبل داشت. پس از آن (که خبر فوت جنت مکانی شفت) جمعی را بکابل فرستاده خود پیشاور آمد. و پس از فراغ مقدمات آنجا برسم معمول (که ناظم آنجا قشلاق در پشاور کند و ایلاق در کابل) عازم کابل گردید، و در ره نوردی مراتب احتیاط از دست داد، و گروه اورک زئی و آفریدی (که از شعب افاغنه کوهستان خیبر اند) برسر راه آمده بتاراج اردو قسمی پرداخته که او عنان همت از دست داده، بچاره آن نتوانست فایم نمود، بنا برآن تعلقه مذکور از پدرش تغیر شده او بحضور آمد. سال دوم با خواجه ابوالحسن بتعاقب ججهار سنگه بندیل مأمور گردیده. سال سیوم هنگامی (که ملک دکن مقر موکب سلطانی بود) همراه خواجه مذکور بتسخیر ولایت ناسک و تربنگه و سنگمنیر دستوری یافت. و سال پنجم چون صوبه داری کشمیر، از تغیر اعتقاد خان شاه پور، پدرش مفوض گشت، او به نیابت، خلعت و اسپ یافته، بدان صوبه مرخص گردید. (۱)

۱- در عمل صالح تحت وقایع سال ۱۰۴۲ هـ است که: صوبه داری کشمیر از تغیر اعتقاد خان بخواجه ابوالحسن مرحمت شده و ظفر خان پسرش بنیابت او رخصت یافت و ملا حیدر خصالی که باوجود کاردانی در فن شریک طوی و طبع عالی دارد بخدمت دیوانی صوبه مذکور معزز گردید. (عمل صالح ۱: ۲۹۳)

همینطور در پادشاه نامه عبدالحمید هست: که هژدهم (محرم ۱۰۴۲ هـ) صوبه کشمیر را از تغیر اعتقاد خان (برادر یمین الدوله) بخواجه ابوالحسن داده او را بنیابت خلعت سر بلند گردانیدند. و چون آق سقال این دولت جاوید طراز است و بی ضرورتی دوری او نمی گرایند، پسرش ظفر خان را خلعت و اسپ داده بنظم مهام آن ملک بنیابت او رخصت فرمودند. ملا حیدر خصالی که طبع موزونی دارد بخلعت و دیوانی کشمیر سرافراز گشت. (پادشاه نامه ۱: ۲۳۲)

و سال ششم (۱) (که پدرش بدار باقی شتافت) پادشاه صوبه داری کشمیر اصالهٔ باو مقرر کرده ، از اصل و اضافه بمنصب سه هزارى دو هزار سوار و عطای علم و نقاره برنواخت. سال هفتم (که پادشاه عزیمت کشمیر نمود) او تا بهیهر آمده دولت بار اندوخت. و سال دهم بر طبق حکم محکم بملک نبت (که از کشمیر دو راه دارد یکی مسمی بکرج است و دومین بلار ، اولین اگرچه چهار منزل از دومین افزود است ، اما دومین بنا بر کثرت و دوام برف و درمیان بودن دو کتل متعسرالعبور واقع شده) براه اول شتافت. و بحسن تدبیر ملک را مفتوح ساخته ، ابدال مرزبان آنجا را همراه گرفته ، بسرعت براه اخیر برگردیده. عجلت او درین باب پادشاه مستحسن نیفتاد. . . .

سال یازدهم حسبالحکم مع ابدال مرزبان آنجا آمده بحصول ملازمت کسب سعادت نمود. و سال دوازدهم از صوبهٔ کشمیر معزول شده ، باتفاق خان دوران نصرت جنگ ، به تنبیه هزارجات کمر عزیمت بر بست. و سال سیزدهم همراه پادشاه زاده مجد مراد بخش (که بتوقف در بهیره مأمور گشته بود) رخصت پذیرفت. پس از آن دو سال بوجهی معاتب شده بى منصب و جاگیر منزوی شد. اواخر سال چهاردهم بیحالی آن بدستور سابق آب رفته بجو

۱- در نوزدهم رمضان (۱۰۴۲هـ) خواجه ابوالحسن تربتی که سابق به دیوانی کل سرافراز بوده و درین مدت ازلت طول عمر بل عرض آن استیفای حظ وافر زندگی نموده درین احوان برپایان عمر اشراف داشت بنا بر علل متعدده که عمدهٔ آنها کبر سن بود، بعالم بقا رحلت نمود. چون خواجه مذکور سر حلقهٔ فدریان دیرین این دودمان بود- چنانچه در عهد عرش آشیانی بخدمت دیوانی دکن و وزارت شاهزاده دانیال امتیاز داشت و در اوائل زمان جنت مکانی میر بخشی باستقلال بود. بعد آن تکفل امور دیوانی در عهدهٔ تمهد او شد - لاجرم خدیو روزگار بر وفات چنان معتمدی وفادار تأسف و تحسر فرموده ، ظفر خان خلفش را بمنصب سه هزارى دو هزار سوار و عنایت علم و نقاره و صوبه داری کشمیر- که بنابر نیابت خواجه باو تفویض یافته بود - من حیث الاصلالت بدو حواله شده، سرافراز و بلند آوازه ساختند.

(عمل صالح ۱: ۵۴)

آورد. و سال پانزدهم چون بعرض رسید که تربیت خان صوبه دار کشمیر، باوصف صدور تاکید و ارسال زر نقد، باحوال مساکین آنجا - که درآن سال قحط روداده بود - چنانچه باید نمپیردازد، مرتبه ثانی خان مزبور بصوبه داری کشمیر دستوری یافت. چون سال هیژدهم گل زمین کشمیر بهار تخمیر بگلگشت پادشاهی رشک گلزار ارم گردید، روزی که باغ ظفرآباد - که احداث کرده اوست - بقدم پادشاهی رونق پذیرفت، در جائزه حسن سلوکی - که رعایا و سکنه آنجا را از خود راضی داشته - باضافه هزار سوار سرفراز گردید. و پس ازآن باز بوقوع امری از دولت بندگی چندی محروم گردیده. در سال بیست و پنجم ببحالی منصب سه هزار و پانصد سوار اختصاص یافت. و در سال بیست و ششم از انتقال سردارخان بحکومت تته (سند) (۱) باضافه پانصد سوار بمنصب سه هزار و سه سوار پایه برتر افراخت. و چون سال بیست و نهم حکومت آنجا بنام سلطان سپهر شکوه اختصاص گرفت، خان مزبور در سال سیم از تته بدرگاه معلی آمده، مشرف اندوز ملازمت گشت. و در اولین محاربه دارا شکوه با پنج هزار سوار دلاور جانباز بسرداری میسر قول او انتظام داشت. از آنجا - که خان مذکور مزاج زمانه ساز و فکر روزگار سنج نداشت - لهذا در عهد اعلی حضرت - که زمان قدرشناسی و خانه زاد پروری بود - دو مرتبه عزلت نشین گردید. چون نوبت سلطنت بخلد مکان (عالمگیر) رسید، محنت طلبی و قلعچی گری را زور بازار شد، ناز برداری و گرم خوئی را خیر باد گفتند. در مبادی جلوس بسالیانه چهل هزار روپیه موظف گشت. و سال ششم سنه هزار و هفتاد و سه (۱۰۷۳) هجری

۱- آنجا نیز شمرای فارسی گویان سند را تربیت داد، ملا عبدالحکیم عطا تتوی پرورش یافته اوست.

در لاهور بساط هستی در نوردید. در مقبره پدر مدفون شد (۱).

گویند: ظاهرش بسیار محقر و کوتاه قد بود. مشهور است که روزی در حضور اعلیٰ حضرت مذکور شد که: خواجه ابوالحسن در تمام روز یک مرتبه آب میخورد. ملا حفظی حاضر بود و عرض کرد که: قد قصیر ظفرخان ازین سبب نخم زده بی آبی است! اما در رسائی دانش و درستی تدبیر یکتائی داشت. در برهمنی تسلط مهابت خان در کابل با نورجهان بیگم شریک غالب بود، و به به اندیشی او کار پیش رفت، و خالی از کمال نبود. در عهد جهانگیری زبان زد مردم بود که: در امرا زاده‌ها چهار کس رشید تر از پدراند: جهانگیر قلی خان پسر خان اعظم، و سعدالله خان خلف سعید خان چغتای، و ظفرخان ولد زین خان، چهارم این ظفرخان پسر خواجه ابوالحسن. با آنکه خواجه سنی بود اما ظفرخان در تشیع تعصب تمام داشت. زرها بمردم ایران میداد، خصوص در حق شعراء طرفه بدل و کرم میفرمود. سخنوران صاحب استعداد دل از اوطان برداشته روی امید بدرگاهش میگزاشتند. و بمنت‌های متمنا میرسیدند. افصح‌المتأخرین میرزا صایب تبریزی چون از ایران بکابل رسید. از گرم جوشی و دریا بخشی او، دل بسته صحبتش گردیده، مدت‌ها بهمراهی خان مذکور در هندوستان بسر برد. چنانچه گوید:

خان خانان را، بزم و رزم، صایب دیده ام در سخا و در شجاعت، چون ظفرخان تونیست
و او انتخاب اشعار شعرائی - که با وی رابطه اخلاص داشتند - بخط
هر کدام نویسانیده، بر پشت هر ورق صورت آن معنی سنج، مصور ساخت.
خود نیز شعر را بکمال رسانیده. ازوست:

بتیغ بی نیازی تا توانی قطع هستی کن فلک، تا افگند از پا ترا، خود پیشدستی کن

۱- عبارات و باغ که پدرش در لاهور بنا کرده بود، ویران و منهدم شده و فعلاً هیچ نشان ازو باقی نمانده است. مقبره ایشان نیز بر جا نمانده است و معلوم نیست بکدام جا بوده.

بزرگ خانم بنت ملکه بانو همشیره کلان ممتاز محل زوجهٔ سیف خان
در عقد ازدواج داشت. از بطن اوست میرزا محمد طاهر آشنا تخلص.
(۲: ۵۶-۶۳)

● ریاض الشعراء: ظفرخان احسن، نامش میرزا احسن الله و خلف الصدق
میرزا ابوالحسن است، که در زمان اکبر پادشاه بهند آمده کمال اعتبار بهم
رسانید. و ظفرخان در زمان شاهجهان پادشاه صوبه دار کشمیر گردیده داد
معدلت گستری داده. در تربیت فضلاء و شعراء و ارباب کمال دقیقه فروگذاشت
نموده. میرزا صایبای مرحوم، در وقتی که بهندوستان آمده بود، در صحبت و
رفاقت ظفرخان بسر کرده، و قصائد در مدح وی گفته و کمال خصوصیت و
مردانگی با میرزای مرحوم مینمود.

گاهی متوجه گفتن شعر میشده این اشعار را میرزا صایب مرحوم از آنها
ذکر کرده است:

چو دیدم نخل بالای تو در گلزار، دانستم	که موزون میکند این سرو آخر باغبانش را (۱)
سخت بیتابانه میآید بگلزارش، نسیم	پیش برگ لاله اش نعل صبا در آتش است
میرود عمرش بباد و همچنان در خندنت	نالهٔ بلبل ز دست بیغمیهای گل است
چون تبسم میکند، بر طبع داغم میخورد	بیدماغم خندهٔ گل بر دماغم میخورد
ز معشوقی تو کاری جز جفاکاری نمیدانی	رسوم دلبری آئین دلداری نمیدانی
گر قاصد من دیر رسد، زود نرنجی	چون نامه نویسم بتو، مضمون رود از دل (۲)
	(خطی)

۱- مجمع الفوائد دارد.

۲- پنج شعر دیگر دارد که ثبت شده.

● ریاض الشعراء: میرزا احسن الله، خلف الصدق خواجه ابوالحسن تربتی وزیر جهانگیر پادشاه. اوراست:

روشن تراست از گل غورشید داغ ما	پرتو بکائنات رساند چراغ ما
جز در درون سوختگان، جانمیکم	از داغ لاله پرس بگلشن سراغ ما
از بغیه فراهم نشود چاک دل ما	در دیده زخم شهداء خواب نیاید
صبا دامت باشد از لب یار	دهان شیشه را پو کرد امروز
سخت بیتابانه می آید بگلزارش نسیم	بر سر کویش مگر نعل صبا در آتش است
میسندام، جگر بود پا دل	نو گل چند در کنارم هست
چو مهره گل غوه روی خود، بهاغ شدم	نگاه گرم بهر گل که کرد داغ شدم

● مجمع النفائس: احسن، ظفرخان احسن نام اصلیش احسن الله است. پسر رکن السلطنت خواجه ابوالحسن وزیر جهانگیر پادشاه بود. در عهد شاهجهانی گاهی نظامت صوبه کابل و گاهی صوبه کشمیر داشت. بعد از عبدالرحیم خان خاناتان مثل او، از امرای ربع مسکون، نشان نداده اند. مثل میرزا محمد علی صایب بشوق ادراک صحبتش، از ایران بهند آمده و مدتی مصاحب او بوده، مراجعت بایران نمود. میرزا افضل سرخوش مینویسد که: تذکره اشعار شعرای نامدار، که باو ربط آشنائی داشتند، مثل صایب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک قزوینی و دانش و میر صیدی و غیرهم — که در آن زمان کوس سخنوری می نواختند — انتخاب هر کدام بخط او نویسانیده بر پشت هر ورق صورت آن معنی یاب نیز ثبت کنانیده بود. یک ورق که برو شبیه کلیم بود فقیر سرخوش نیز دیده ام. گویند: ایامی که میرزا صایب علیه الرحمه بایران تشریف برد و از خان مشارالیه در تقدیم خدمت میرزا تقاعدی بعمل آمد، جناب صایب این بیت باو نوشتند:

دورستان را باحسان یاد کردن همت است ورنه هر نخلی بپای خود ثمر می افکند

خان مسطور زر معتدبه برای حضرت صایب بایران فرستاد. ازوست:
چه ذوق از صحبت گل عدلییی را، که نتواند بروز نسبت خود، در بروی باغبان بستن (۱)
(۱۴ ب)

● سرو آزاد: احسن، میرزا احسن الله نام احسن تخلص، بن خواجه ابوالحسن تربتی. خواجه در عهد اکبر پادشاه وارد هند شد. و بوزارت شاهزاده دانیال و دیوانی دکن اختصاص یافت. و چون جهانگیر پادشاه سریرآرا شد خواجه را از دکن طلبیده اول بخدمت میر بخشیشگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلی و منصب پنج هزاری ممتاز ساخت.

و در سنه ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳هـ) حکومت دارالملک کابل ضمیمه وزارت مقرر گشت و ظفرخان از جانب پدر بحکومت کابل مأمور گردید. و چون نوبت دارائی هندوستان به صاحبقران ثانی شاهجهان رسید، خواجه را بمنصب شش هزاری شش هزار سوار سرفراز فرمود. و در سنه اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲هـ) صوبه کشمیر مرحمت شد. و نظر بر آق سقایی و دولت خواهی خواجه را از رکاب جدا ننموده ظفرخان را به نیابت پدر رخصت کشمیر فرمود. و چون خواجه نوزدهم رمضان سنه اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲هـ) در سن هفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد، صوبه کشمیر اصالةً به ظفرخان تفویض یافت و منصب سه هزار و علم و نقاره مرحمت گردید.

ظفرخان مدتی به حکومت کشمیر پرداخت و ملک ثبت را مفتوح ساخت؛ پایان عمر در دارالسلطنت لاهور فروکش گردید و در سنه ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳هـ) محمل به صحرای فنا کشید.

ظفرخان صاحب جوهر و جوهرشناس بود و سری بصحبت و تربیت

ارباب کمال داشت . افتخارش همین بس که مثل ميرزا صائب ماح آستان اوست . ظفرخان چند جا در مقاطع غزل ميرزا را ياد میکند ، از آن جمله است :
 طرز ياران پيش احسن بعد ازين مقبول نيست تازه گوئيهای او ، از فيض طبع صائب است
 هشت عدد قصيده ميرزا در مدح ظفرخان بنظر در آمد . ميرزا تعريف سخندانی او بسيار میکند و پاس نمک خوارگی بجا می آرد .
 ديوان مختصري از ظفرخان مطالعه افتاد . از آن جاست :

دلم بکوی تو ، اسيدوار میآيد	نگاه دار ، که روزی بکار میآيد
در گوشه میخانه هين گفت و شنيد است	ياران برسانيد دماغي شب عيد است
در بتان هند چون او دلبر خود کام نيست	رام رام ، گرچه ميگويد ، وليکن رام نيست (۱)
شادم بدل شکستگی خود ، که پيش من	قدر دل شکسته چو زلف شکسته است (۲)
گوشه چشمی ، اگر ساق بها دارد ، بجاست	عمرها در گوشه میخانه ، خدمت کرده ايم (۲)
	(ص ۹۵)

● مقالات الشعراء: ظفر ، نواب ظفرخان . از امرای عهد شاهجهانیست .
 بعد عزل نواب مغل خان (۳) در سنه هزار و شصت و سه هجری (۱۰۶۳هـ) بایالت تته (۴) معزز گردیده ، شش سال بماند . آخرين حکام عهد صاحبقران ثاني وی بوده ، چنانچه بعد عزل او ، قبادخان از جانب عالمگیر ، حاکم تته شد . مشکين باغ - که اکنون زمین ویرانه است - ساخته اوست . عبدالحکيم عطا را او تربيت کرده نمود شاعری داد . منه :

پردهای چشم بهر عيب پوشی داده اند	کور بادا دیده ای کو عيب را ظاهر کند
نيست جز جنس خجالت ، گر کشائی بار ما	وای گر پرسند روز حشر ، از کردار ما
آنچه ما با باغبان از چیدن گل کرده ايم	روز محشر گل کند از گوشه دستار ما
	(ص ۳۸۰)

۱- نتائج الافکار دارد .

۲- شع انجمن دارد .

۳- بن زين خان کورکه ۱۰۵۷ تا ۱۰۶۳ صوبه دار تته بود .

۴- شاهزاده سپهرشکوه بن دارا شکوه تته در جاگیر داشت و ظفرخان نيابتش داشت .

● صحف ابراهيم : احسن، اسمش ميرزا احسن الله ملقب بنواب ظفرخان
 والد خواجه ابوالحسن تربتی است، که از امرای عالیمقدار عهد اکبری بوده.
 در زمان سلطنت جهانگیر و شاهجهان بعد از پدر، قدم بعرضه ترقی گذاشته
 گاهی بصوبه داری کابل و کشمير و نوبتی بایالت دکن استقلال میداشت. و
 دانشمندان را برین اتفاق است که: از امرای عالیقدر هندوستان، بعد عبدالرحيم
 خانخانان، در کرم گستری و قدرشناسی ارباب کمال، نظير او بر نخواستہ.
 بسیاری از هنرمندان، بشنیدن آوازه جودش، از ایران روی توجه بههندوستان
 گزاشته اند. از آن جمله ميرزا صائب است که از خوان احسان او حظ وافر و
 لذت متکثر یافته آن قدر بهره مند گردید که دیگر روی احتیاج ندید.
 گویند: در زمان ورود ميرزا صائب در لاهور، طالب کلیم نیز از خاصان
 بزم ظفرخان بوده. روزی خان مذکور هر دو را در محفل نشاط حاضر ساخته
 بمیکشی اشتغال مینماید، و جوان شیرین شمالي که لب شکر بوده، بگرداندن
 جام باده گلغام، فرمان میدهد و در آن حال التماس بدیه میکند. در اثنای
 این سخن طالب کلیم این بیت برخواند:

باشد بلبت نشان دندان نقشی که بدمنا نشیند

و بعد از آن ميرزا صائب بزبان حال گوش زد ارباب کمال نمود:

نقش دندان قیمتی کرد آن لب پر خنده را قیمت آری بیشتر باشد عقیق کنده را

حضار بشنیدن این مطلع، که پیرایه تشبیه زیبا تر نمود، لب تحسین و ثنا
 کشودند، و کلیم بوقوع این ماجرا دلتنگ شده بدین آهنگ مترنم گردید:

بیش ازین جوهر ثانی که درین بازار افد قیمت رشته فزون تر بود از گوهر ما

و باز ميرزا صائب این بیت ادا فرمود:

شوخ چشمی بین که میخواهد کلیم بی زبان با چراغ طور، دعوی سنخندانی کند

بالجمله خان. مذکور بصفتان حمیده و صفات سنجیده اتصاف داشت. صاحب دیوان و مثنویست و مشهور است که: از وفور محبت که با طائفة سخن سنجان داشت، بیاض بدستخط و اشعار میرزا صایب و قدسی و کلیم و میر صیدی و سلیم و غیرهم ترتیب داده، و بر پشت اوراق انتخاب هر یکی، تصویر همان شاعر ثبت کرده بود. وفات آن مغفور سنه هزار و هفتاد و سه (۱۰۷۳ هـ) در لاهور و در جنب مزار والد خویش مدفون است. (۶۱ الف)

● مرآت آفتاب نما: احسن، نام وی نواب ظفرخان است پسر خواجه ابوالحسن که وزیر جهانگیر پادشاه بود. در عهد شاهجهان مدتی صوبه داری کابل و کشمیر داشت. و در پرداخت ارباب کمال بسیار مصروف بود. میرزا محمد علی صایب بشوق ملاقات او، از ایران آمده مدتی در صحبتش بسر برد. مثل کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و سالک قزوینی و میرزا دانش و میر صیدی — که در آن زمان کوس سخنوری مینواختند — انتخاب هرکس بخط او نویسانیده، بر پشت سرورقش صورت او ثبت کرده بود. (یک شعر دارد ۱۷۶- الف)

● نتائج الالکار: سر حلقه ارباب سخن، ظفرخان احسن، که پدر بزرگوارش خواجه ابوالحسن تربتی خراسانی، در عهد اکبر پادشاه وارد هند گشته، بوزارت شاهزاده دانیال (۱) و مدار المهای دکن امتیاز یافته. و چون جهانگیر پادشاه

۱- دانیال پسر اکبر پادشاه شاعر بود و میل باشکار داشت، جهانگیر نوشته است که:

‘به تفنگ و شکاری که بتفنگ کنند، میل تمام داشت. یکی از تفنگهای خود را بیکه و

جنازه نام نهاده بود. این بیت را خود گفته، فرمود که بر آن نقش کنند!

از شوق شکاری تو، شود جان ترو تازه بر هر که خورد تیر تو، بیکه و جنازه

(تذک ص ۱۷۷)

اورنگ آرای سلطنت گشت (۱۰۱۲هـ)، خواجه را از دکن طلبیده اول بتقرر خدمت میر بخشگیری سرفرازی بخشید و آخر بتفویض عهده وزارت اعلی و منصب پنج هزاری ممتاز گردانید. پس از آن صوبه داری کابل بر آن اضافه فرمود. هرگاه شاهجهان رونق افروز سریر شهریاری (۱۰۳۷هـ) گردید، خواجه را بمنصب شش هزاری و صوبه داری کشمیر سرفراز ساخته. ظفرخان را بنیابت پدر رخصت کشمیر ارزانی داشت. و بعد وفات خواجه، صوبه کشمیر بالاستقلال با منصب سه هزاری و علم و نقاره بظفرخان تفویض گشت. وی مدتی بر کشمیر حکمرانی کرده و ملک تبت را هم مفتوح ساخته و اواخر عمر در دارالسلطنت لاهور رحل اقامت انداخت و در ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳هـ) بسفر آخرت پرداخت. صاحب فکر صائب و ذهن ثاقب بوده. همیشه با ارباب فضل و کمال صحبت داشتی و نظر و تربیت و حمایت شان گهاشتی. میرزا صائب از مداحین اوست. این چند بیت از نتایج طبع بلندش ترقیم یافته :

دید زلف تو مگر، بیسرو سامانی ما که چنین گشته پریشان ز پریشانی پا
(سه بیت دیگر دارد ص ۵۰)

● شمع انجمن : احسن ، میرزا احسن الله مخاطب بظفرخان بن خواجه ابوالحسن تربتی ، که در عهد اکبر پادشاه وارد هند شد و بوزارت شاهزاده دانیال

ملا نوعی خبوشانی (م - ۱۰۹۰هـ) و میر حسین کفیری (مأثر رحیمی ۳ : ۸۰۷) بوی تعلق داشتند. نوعی مثنوی - سوز و گداز - برایش نوشته بود. دانیال بمرسی و چهار سالگی جهت افراط شراب در غره ماه ذی الحج سنه ۱۰۱۳ شش و نهم ماه پیش از وفات پدر، در برهانپور رحلت نمود. کلمه (غایت) تاریخ است. دانیال دو پسر داشت میرزا بایسنقر و میرزا هوشنگ، هر دو در عهد جهانگیر زندانی بودند و در سال ۱۰۳۷هـ و قتیکه شاهجهان بتخت آمد، به حکم وی از دست ابوالحسن آصف خان در لاهور گشته شدند.

(بزم صوفیاء - تزک - مفتاح التواریخ)

و دیوانی دکهن اختصاص یافت. چون جهانگیر پادشاه سریر آرا (۱۰۱۲هـ) شد، بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج هزاری ممتاز ساخت. و در سنه ۱۰۳۳هـ حکومت کابل ضمیمه وزارت گردید. چون ودیعت حیات سپرد، ظفرخان را صوبه کشمیر مفوض گردید و منصب سه هزاری و علم و تقاره مرحمت شد. صاحب جوهر و جوهر شناس بود و سری بصحبت و تربیت ارباب کمال داشت. افتخارش همین بس است که، مثل میرزا صایب ماح آستان اوست. ظفرخان در چند مقاطع غزل میرزا را یاد میکند، از آنجمله است:

طرز یاران پیش احسن بعد ازین مقبول نیست تازه گوی‌های او، از فیض طبع صایب است
دیوان مختصری از ظفرخان مطالع افتاد، این چند گوهر شاهوار از خزینه طبع اوست:

در گوشه میخانه، همین گفت و شنید است یاران! برسانید دماغی، شب عید است
ز بهرستیم، کی کار با جام و شراب افتد مرا از گفتگوی باده سرخوش میتوان کردن
بسکه برخاک درش ناصیه سودیم احسن! آینه سجده توان خواند ز پیشانی ما
(دو بیت دیگر دارد ۵۴-۵۵)

● فرمان شاهجهان: راجع بمظالم که اعتقاد خان بر مردمان کشمیر روا داشته بود، شاهجهان وقتی که ظفرخان را بکشمیر فرستاد، آن همه را رد فرمود. در عمل صالح هست: — ازین توجه حضرت صاحب قران ثانی، که از جور زندیشهای حکام، خرفی در دارالملک کشمیر و مضافات آن پیش رفته بود، رفته رفته بمبلغهای کلی رسید. چون درین ولا، حقیقت آنها از انهای منهیان صوبه مذکور و عرضداشت ظفرخان صوبیدار آن دیار، بعرض مقدس رسید، بی توقف فرمان قضا نشان درین باب بنام خان مذکور زیور صدور یافت که: سائر آن ابواب که ثبت دیوان مظالم ظلمه شده، از روی دفتر بلکه از صفحه روزگار محو نمایند! و من بعد باین علت — سوای آنچه در عهد قدیم مقرر بود —

هیچ چیز از رعایا نگیرند ! تفصیل آن فصول و تشریح آن ابواب ، مشتمل برین موجب و معنون بدین عنوان است که :

متصدیان مہمات سرکار عموم اہل شہر ، خصوص عجزہ و مساکین و عجزان سالخورده و خورد سالان بیوہ پرورد را ، بجهت چیدن گل زعفران کار بل بیکار می فرمایند . حکم اقدس صادر شد کہ : دیگر بتکلیف متعرض این جماعت نشدہ ، کارگران این شغل ضروری را از سرکار خاصہ شریفہ مزدوری بدہند . دیگر از عہد باستان باز معہود بود کہ : برسر ہر خروار شالی دونیم دام — کہ فلسی است — بوزن خاص می گرفتند و درین ایام چہار دام قرار یافتہ . مقرر شد کہ : چون در عہد دولت ابد پایان بعنوان زکوٰۃ و سیل راہداری کہ مبلغ های کلی میشود ، در سائر ممالک محروسہ راہ گرفت دگر مسدود شدہ ، بجهت فروعات جزوی — کہ در جنب آن اصلاً نمودی ندارد — مزاحم کسی نشدہ در اصل چیزی ازین باب بوصول نرسانند . دیگر : از ہر موضعی برسر ہر چہار صد خروار شالی حال حاصل دوسر گوسفند — حسب المقرر زمان ماضی — می گرفتند . و الحال از تعدی صوبیداران سابق در ازای قیمت ہر گوسفندی شصت و شش دام — کہ موازی بہای سہ گوسفند است — نقدی از رعایا باز یافت مینمایند . حکم شد کہ : حسب الصدور امر نفاذ قرین دستور سابق معمول بودہ درین باب دست تطاول من جمیع الوجوہ کشیدہ دارند . دیگر : ہر قریہ چندین قانون گوی کہ بہم رسیدہ اند ، ہر سالہ مبلغی کلی بصیغہ قانون گوی ، از رعایا میگیرند . و ازین راہ زیان بسیار بر رعایا و جاگیرداران میرسد . امر عالی بصدور پیوست کہ : اکثفا بیکی نمودہ دیگران را دخل نہند . دیگر : از پیر و جوان خورد و کلان کشتی بانان ، بعنوان سر شمار ہفتاد و پنج دام صیغہ میربحری نام نہادہ میگیرند . فرمان شد کہ : ازین پس قانون قدیم را دستور العمل ساختہ ، درین باب نیز ابواب بدعت مسدود سازند . و از پیران دوازده دام و از جوانان شصت دام و از خورد سالان سی و شش دام زیادہ نہ طلبند .

و ظفرخان صوبه دار، ضعیف و مساکین را از بند تکلیف شاقه دوام مطالبات بی حساب آزاد ساخته، سواد فرمان قضا نشان، بر لوحی از سنگ نقش نموده، در مسجد جامع نصب سازد. امید که بنای بقای آن حضرت چون پایه بنیان عدل و احسان پایدار بوده اساس قواعد و قوانین معدلت آئین، آن ثانی صاحبقران سعادت قرین، تا دوام دوران چرخ برین، مانند بنیاد داد و دین استوار و برقرار باشد. (عمل صالح ۱: ۵۲۳ تا ۵۲۵)

● سواد فرمان: (که بر مسجد کننده شده است)

الله اکبر! شاهجهان پادشاه غازی عادل نقل. فرمان سعادت نشان حضرت سلیمان مکان صاحبقران ثانی، که بتاریخ هفتم اسفندیار ماه الهی حسب الالتماس، کمترین خانه زادان احسن الله خان المخاطب بظفرخان، در باب برطرف نمودن بدعتهایی که در زمان صوبیداران سابق، در بلده دلبذیر کشمیر شده بود، و باعث خرابی رعایا و سکنه این دیار بود، شرف ورود یافته. چون همگی همت والا نهمت مصروف و معطوف بر رفاهیت خلق است، بنا برین بعضی اموریکه در خطه کشمیر دلبذیر باعث آزار سکنه آن دیار می شد، حکم فرمودیم که: برطرف باشد. از جمله آن مقدمات: یکی آن است که: وقت چیدن زعفران، مردم را بعنف می بردند که زعفران بچینند، و قلیلی نمک بعلت اجوره آن، بآن مردم می دادند، و ازین جهت بآن جماعه آزار بسیار می رسید. حکم فرمودیم که: تکلیف چیدن زعفران اصلاً بکسی نکنند. و آنچه تعلق بخاصه شریفه داشته باشد، مزدوران را راضی ساخته اجوره واقعی بدهند. و آنچه تعلق بجایگزین داشته باشد، گل زعفران بجنس حواله جایگزین نمایند، تا بهر طریقی که خواهند بچینند.

مقدمه دیگر آنست که : در زمان بعضی از صاحب صوبه‌های کشمیر ، بر سر خروار شالی ، دو دام بعلت هیزم می گرفته اند . و در عمل اعتقاد خان چهار دام بآن علت بر سر خرواری گرفته میشد . چون ازین جهت آزار بسیار بر رعایا می رسید ، بنا برین حکم فرمودیم که : بالکلیه رعایا را از طلب این وجه معاف دارند . و بعلت هیزم هیچ چیز نگیرند .

مقدمه دیگر آنست که : دهی که جمع آن زیاده از چهار صد خروار شالی بوده باشد ، از آن ده دو گوسفند حکام آنجا هر ساله می گرفته اند . اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود ، بجای گوسفند بر سر هر گوسفندی ، شصت و شش دام می گرفته . چون ازین جهت نیز بر رعایا آزار تمام می رسید ، بالکلیه حکم فرمودیم که : برطرف باشد ، نه گوسفند بگیرند و نه نقد . باین علت رعایا را از گرفتن این وجه معاف دارند . دیگر اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود ، سراسری نموده ، بر سر هر ملاحی ، خواه جوان خواه پیر خواه خورد سال ، هفتاد و پنج دام می گرفت . و معمول قدیم آن بوده که ، بر سر جوانی شصت دام و بر سر پیری دوازده دام و بر سر خورد سالی سی و شش دام می گرفته اند . حکم فرمودیم که : دستور سابق را معمول داشته ، بدعتی که اعتقاد خان کرده ، برطرف دانند ، و بمقتضای آن عمل نکنند .

مقدمه دیگر آنست که : صاحب صوبه‌ها در وقت میوه ، در هر باغ و در هر باغیچه - که میوه خوبی گمان داشته اند - کسان خود را تعین می نموده اند که آن میوه را بجهت آنها محافظت نمایند ، و نمی گذاشته اند که صاحبان آن باغها و باغیچه‌ها ، آن میوه را متصرف شوند . ازین جهت آزار بسیاری بآن جماعه می رسیده . چنانچه بعضی از آن مردم درخت های میوه دار را دور

ساخته‌اند. حکم فرمودیم که: هیچ صاحب صوبه قرق میوه باغ و باغیچه کسی نکنند.

می باید که، حکام کرام و دیوانیان کفایت فرجام و عمال حال و استقبال صوبه کشمیر، این احکام جهان مطاع را مستمر و ابدی دانند. تغییر و تبدیل بقواعد آن راه ندهند و هر کسی که تغییر و تبدیل را راه دهد، به لعنت خدا و به غضب پادشاهی گرفتار خواهد شد!

تحریراً فی تاریخ بست و ششم آذر ماه الهی. فقط. (۱)

● سواد نامه ظفرخان بنواب جملة الملکی: ورود قدوم میمنت لزوم نواب معلی القاب جهانیان مآب خدایگانی، بر ساحت این دیار بمنزله نسیم صبا است بر فضای گلشن، و نسیم عنبر شمیم خلق کریمش، بمنابه باد نوروزی است در حریم گلشن. صفحه کاغذ را چون بدست مبارک گیرد، درجی سازد پر از گوهر و برجی کند پر از اختر. نگاه پر تپش کیمیای دولت دو جهانی، نظر کیمیا اثرش اکسیر سعادت جاودانی. نقطه کلک مشک افشانش مرکز دایره علم و کمال، و نکته زبان معجز بیانش عنوان صحیفه جاه و جلال. دل و دستش در هنگام جود و کرم تفوق بر یکدیگر جسته، دل پیش از دست و دست پیش از دل کار کند. ماهیت هر علم و کیفیت هر وادی بر آئینه ضمیر آفتاب نظیرش، بنوعی منکشف و مکشوف گشته، و در هر علمی از علوم غریبه تصرف و رسائیش بمنزله انجامیده که: ما فوق آن از تصور ارباب بصارت و متخیله اهل بصیرت نیاید. الله تعالی! ذات ملکی صفات را پیوسته در حفظ خویش داشته، سربلند کونین و کامیاب دارین دارد. (۲)

۱- نگارستان کشمیر ص ۲۶۸-۲۶۹.

۲- جنگ خطی ملک نویسنده ص ۹.

● اشعار و قصائد صایب : وقتیکه میرزا ظفرخان احسن بنیابت پدر در کابل بود، بقول سرو آزاد: میرزا صایب در عین شباب وارد کابل گشت. و ظفرخان میرزا را بکمند حسن خلق صید کرد. (مآثر ۲ : ۶۱) و سرو آزاد (۹۹) چون در اوائل جلوس صاحبقران ثانی (شاهجهان) ظفرخان از آنجا تغیر شد، میرزا نیز به رفاقت او بسرهند خرامید در سال ۱۰۳۹ هـ میرزا با ظفرخان در موکب سلطانی سری بدیار دکن کشید، و از آن جا بشهر برهانپور، که گرد بسیار دارد، و میرزا در حق این شهر میفرماید :

توتیا سازد غبار آگره و لاهور را چشم من تا خاکمال گرد برهانپور خورد

وارد شد، و آنجا ماند. تا آنکه پدر میرزا خود را از ایران به دیار هندوستان رسانید، تا او را بوطن مالوف برد. چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیده^۱ در مدح خواجه ابوالحسن انشاء کرد و رخصت وطن التماس نمود. اتفاقاً موکب صاحبقران در سنه ۱۰۴۱ هـ از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود. هژدم محرم (۱۰۴۲ هـ) ظفرخان را حکومت کشمیر بنیابت پدر مفوض گردید. میرزا محمل سفر با ظفرخان بر بست، و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر، عازم ایران دیار گشت. (سرو آزاد ۱۰۱)

در ذیل اشعار و قصائد میرزا صایب در مدح ظفرخان داده میشود. میر آزاد گفته است که: میرزا صایب هشت قصیده در مدح ظفرخان دارد، دیوانش که در تهران چاپ شده (۱) است، پنج قصیده دارد، و سه قصیده دیگر از دیوان صائب چاپ نولکشور گرفته شده است که عیناً اینجا ثبت کرده میشود.

۱- تعریف شهر کابل و مدح نواب ظفرخان :

که ناخن بر دل گل میزند مژگان هر خارش
شوم چون عاشقان و عارفان از جان گرفتارش
نگه را چهره خون سازم ز سیر ارغوان زارش
خدا از چشم شور زاهدان دارد نگهبارش
اگر خوشتر نیاید از بهشت این طرف کهبارش
چرا خورشید را، از طرف سرافتاده دستارش
دل ارزد بگنج شایگان هر خشت دیوارش
همیشه کاروان مصر میآید ببازارش
دو صد خورشید رو افتاده در هر پای دیوارش
بشام قدر، پهلوی میزند زلف شب قارش
که طوبی خشک برجامانده است از رشک اشجارش
سفیدی میکند، چون در دل شب، یاسمین زارش
که بر غمخیز زنده نشی دوشی سوزن خارش
چو آتش برگ میریزد شرر از نوک منقارش
خزان رنگی ندارد بر گل رخسار اشجارش
بیا اینجا! حیات جاودان برگیر ز انهارش
سپهداری چو نواب ظفرخان بود درکارش
خوشا ملکی که با عهد شهنش عدل تو معمارش
که گرم حرف گردد، طوطی کلک شکر بارش
خورد صد مار پیچ رشک کبک از طرز رفتارش
سعادت همچو گل، میروید از اطراف دستارش
بزور بازوی قدرت کند با خاک هموارش
نیارد خصم دزدیدن سر از شمشیر خونبارش
بنماید جوهر خود را، چو شمشیر گهر بارش
که بر میدارد از خاک مقلت جز سر داوش
بدوش عرش کرسی مینهد از رتبه افکارش
جهان آرائی و آرایشی کشور بود کاش

خوشا عشرت سرای کابل و دامان کهبارش
خوشا وقتیکه، چشم از سوادش سرمه چین گردد
ز وصف لاله او، رنگ بر روی سخن دارم
چه موزون است یا رب طاق ابروی پلستان (۱)
خضر چون گوشه بگرفته است، از دامن کوهش
اگر در رفت برج فلک، سایش نمی بیند
حصار سار پیش ازدهنای گنج را مانند
نظر گاه تماشا نیست در وی هر گزرگاهی
حساب مه جبینان لب باش که میداند
بصبح عید میخندد گل رخساره صبحش
تعالی الله! از باغ جهان آرا و شهر آرا
نماز صبح، واجب میشود بر پاک دامانان
نمیدانم قماش برگ گل، لیک این قدر دانم
گلو سوز است از می نغمه های عنبدلیب او
درختانش چو سرو از برگ زیزی ایمنند این
خضر تیری بتاریکی فگند، از چشمه حیوان
تکلف برطرف، این قسم ملکی را باین زینت
نوی چند، چون آرازه عنقا، بگوش آید
فلک از آفتاب آئینه داری پیشه میسازد
چو از هند دوات آمد برون طلوس کلک او
نباشد، حاجت سرمایه بال هما، اورا
بلند اقبال آن دارد که، گر بر آسمان تازد
ز بس، در عهد اودزدی، بر افتاده است از عالم
رباید تیزی از الهام و سرخی از لب یاقوت
سری کز جنبش ابروی تیش بر زمین افتد
چگویم از بلندپهای طبع آسمان سیرش
الهی! تا جهان آرا و شهر آرا بجا باشد

۲- قصیده دیگر در مدح نواب ظفر خان :

بحر طبعم، در سخن چون گوهر افشانی کند
 خضر کلکم، چون ز ظلمات دوات، آید برون
 روی در صحرای نهد چون عمل لیل قفس
 حدت طبعم چو آید بر سر مشاطگی
 این دم گرمی که، من با خود بهیچ آورده ام
 باغبان، از غیرت طبع بلند آوازه ام
 بوریا، در زیر پال طوطیان، پنهان شود
 ساق عرش، از معنی رنگین من، پند نگر
 میچکد شور ملامت از زبان خامه ام
 مصر معنی، خرم است از رود لیل، خامه ام
 قطره ای کز کلک معنی آفرین من چکد
 غنچه ای کز نوبهار خساطر من بشکند
 خاطر دوشیزگان فطرت من، لاذک است
 طبع من، از ننگهای لامکان، دلگیر شد
 پرده خورشید را بر فرق گردون بشکند
 شوخ چشمی بین که میخواهد کلیم بی زبان
 بلبل آتش زبانش، حلقه در گوش منست
 هر که چون من از ظفر خان یافت فیض تربیت
 قبله ارباب معنی، سخنان فطرت دستگاه
 در حریم دل، چو افروزد چراغ حدس را
 پرده چون بردارد از رخسار طبع الورش
 دست گوهر بار او نگذاشت در روی زمین
 تیغ در گردون، بهای گلین آید آفتاب
 تا نسیم همتش بر چهره عالم وزید
 چون سبک سازد بزیرش دست گوهر بار را
 شمع کافور، از حریم رای او، آورده صبح
 تا مگر در کفه او پا گزاری روز وزن
 صاحب! تا چند دور از مرکب اقبال تو
 قدسیان جمع اند، آن بهتر که کلک تر زبان

در صدف، گوهر زخجلت، چهره مرجانی کند
 صفحه از فیض قدومش سنبستانی کند
 بلبل مستی چو آهنگ حدی خوانی کند
 غنچه پژمرده دل را لعل پیکانی کند
 شبنم اسرده را بافت رسانی کند
 عندهب مست را در غنچه زندانی کند
 در دبستانی که کلکم، شکر افشانی کند
 آفتاب، از صبح دایم، چهره نورانی کند
 سخنان معنی را دوات من نمکدانی کند
 حسن طبعم نازها بر ماه کنایه کند
 در مذاق تشنه چشمان آب حیوانی کند
 خنده، بر گلزار صبح، از پاکدامنی کند
 در گلستانم دم میسوی گرجالی کند
 ناپکی، ضبط عنان از تنگ مهادی کند
 چون های همت ببال و پر افشانی کند
 پیش شمع طور اظهار زباندانی کند
 غنچه را کی میرسد بامن دهن خوانی کند
 میرسد گسر در سخن دعوی حقانی کند
 آنکه ملزم عقل کل را در سخندانی کند
 راز دلها را، بیان از خط پیشانی کند
 کیست خاقانی که دعوی سخندانی کند
 اشک در چشم پتیمی سبب گردانی کند
 شبنم گل را اگر حفظش نگهبانی کند
 زلف هم نشواید اظهار پریشانی کند
 حلقه ها در گوش ابر از گوهر افشانی کند
 زین سبب آفاق را هر روز نورانی کند
 آفتاب از شوق پابوس تو میزانی کند
 چهره رنگین صایب از اشک پشیمانی کند
 بر دهای بی رها ختم ثنا خوانی کند

هتی بگزار تا این عندلیب بی نزا
چون ترا، بر کشور دلها نگهبان، کرده اند
بار دیگر در گلستان نواخوانی کند
هر کجا باشی! ترا یزدان نگهبانی کند

۳- در تعریف فتح کابل و مدح نواب ظفر خان :

زهی ز فرگس غوش سرمه آهوی مشکین
بخوش قیاشی ساعد طلای دست افشار
گل سرسبد آسمان، که غورثید است
ز سنبل تو شود زخم غنچه ها تازه
کمان زند بسر عید، ماه ابرویت
دوسیل اند، که پهلوی بیک چمن زده اند
بدوش خود فگنی، چون کمان حلقه زلف
شکست پشت صدف، تالبت بحرف آمد
ز بند خانه شرم و حجاب بیرون آی
ز روی ناز، قدم چون نهی بخانه زین
کیم که آب نگردم ز قاب رخسارت
دل، چگونه به پیغام بوسه، قازه شود
ز تیره روزی شبهای ما، چه غم داری
تو کم ز غنچه و ما کم ز عندلیب نه ایم
بشکر این که ز گلزار حسن سیرابی
و گرنه راه سخن پیش صاحبی دارم
بهار عدل ظفرخان که میکند لطفش
زهی رسیده بجائی ز سر بلندی قدر
سرد بالش، غورثید سرفرو بار
ستاره تو چو گل بر سر سپهر زند
چو برق ابر، نیام تو چهره افروزد
عز زبان بدر آرد چو مار زنهاری
چنان زیم تو، تلخ است زندگی، بر خصم
بچشم اهل یقین آیه آیه سوره فتح
اگرچه قلمه دوران شکوه کابل را

ز طاق بندی ابرو نگار خانه چین
ز بوسه های شکر ریز غیوت شیرین
ز شرم روی تو گردید مشرق پروین
ز خنده تو شود داغ لاله ها تمکین
بروی مهر کشد غمزه تو خنجر کین
کدام مصرع زلف ترا کنم تحسین
به تیر رشک، شوی ناف سوز آهوی چین
یتیم کرده گفتار تست، در ثمن
که بست از عرق شرم زنگ قفل جبین
ز غری نرسد پای مرکب بزمین
فروغ روی تو زد کوه طور را بزمین
چسان بآب گهر تشنگی دم تسکین
ترا که لاله طهور است، بر سر بالین
چرا بصحبت ما، وا نمیشوی به ازین
مباش تشنه بخونریز عاشقان چندین
که انتقام کبوتر گرفته از شاهین
شکسته بندی دلهای مستمند خزین
که پشت دست نهاده است آسمان بزمین
زدود مجسم خلق تو زلف حورالعین
شود بدیده خفایش بهر گوشه نشین
فتد برعه چو سیاب، خصم بی تمکین
چو از نیام کشی روز رزم خنجر کین
که چشم میبردش بر نگاه باز پسین
ز جبهه تو نمایان بود بخط میسین
گرفته بود عدو (۱) در میانه همچو نگین

سپاه نصرت و اقبال از یسار و یزین
 که جوی خون عدو، راست رفت تا غزنین
 گریخت تا بیخارا و بلخ خصم لعین
 کشند فوج شیاطین گریختن آئین
 زبان کوفه ما، شکر فتح های چنین
 که مصرعی، ز ظفر نامه ات، کنم تضمین
 درین قصیده بتقریب میکنم تضمین
 خمیرمایه قوس قزح شدست زمین
 نهد چو خسرو طبعم پشت گلگون زین
 ز نازکی سخنانم گرفت روی زمین
 که گوشوار نکویان شدست در ثمین
 بوقت فکر چو از دست خود کنم بالین
 ز بندخانه نگردد خلاص، نقش نگین
 کسی نکرده بمن فن شعر را تلقین
 صدف ز آبله دست یافت در ثمین
 مده بطوطی گستاخ کلک رو چندین
 که روح قدس ستاده است لب پراز آئین
 جبین غنچه برون آید از شکنجه چین
 شگفته باد چو گل، در هوای فروردین
 مباد هیچ نیسی گره کشای جبین

شدی چو پیشرو لشکر، از جلال آباد
 هنوز عرصه سرخاب، بود منزل تو
 عجب نباشد اگر، از ستان خونخوارت
 بلی! شهاب چو گردد ز چرخ، نیزه گزار
 بلند بختا! خود گورکه: چون تواند گفت
 چو آفتاب، دهانی بصد زبان، باید
 بنسبت شعراء، در مدیح خود، غزل
 ز بسکه ریخت ز کلکم، معانی رنگین
 هزار، شاعر شیرین سخن، بگرد رود
 ز پاک طیتی اشعار من، بلندی یافت
 ز فیض پاک دامان مریم صدفست
 بدوش عرش نهم کرسی بلندی فکر
 زمام داری خود، در حصار گردونم
 تشبع سخن کس نه نکرده ام هرگز
 بزور فکر، برین طرز، دست یافته ام
 ز روی آینه طبعان، حجاب کن صائب
 نگار کن بدعا دست خالی خود را
 همیشه تا ز نسیم شگفته روی بهار
 موافقان ترا، دل ز مؤدگانی فتح
 مخالفان ترا، همچو غنچه تصویر

۲- قصیده در مدح نواب ظفرخان :

ز خال تازه کن داغهای لاله طور
 عرق بچهره صاف تو می بجام بلور
 تو چون میان بکشائی، کمر نه بندد مور
 دم مسیح کند گر ببنچه تو عبور
 نقاب سیل آتش به برگ لاله طور
 چو خوشه، سرزند از دانه، نشتر زنبور
 چراغ روز بود آفتاب با همه نور
 که آب، در نظر آرد نظاره ات، از دور
 نکرده بر شکرت کار تنگ با صف مور

زهی ز چین جبین، آیه آیه سوره نور
 نگه بگوشه چشم تو، موج بر لب جام
 تو چون برهنه شوی، گل ز شرم آب شود
 هزار لاله خون بر زمین گل، بچکه
 چه شعله ای که بدل گرمی تو رخ زده است
 اگر بسمزه سهراب ابر کشت شوی
 بخلوتی که تو از رخ نقاب برداری
 مگر ز چشمه خورشید شسته ای رخسار
 زکوة، غنچه شیرین تبسمی، بچشان

اسید بوسه از آن غنچه دهن دارم
شبی چو گل ورق آن نقاب برگردید
بخلوت تو کجا راه عدلیه برد
بخون طیده شمشیر، غمزه تو، زند
به بیت ابروی تو، خویش را رسانده، هلال
ز گریه شعله شوقم ز پای نشیند
بجای لاله داغی شکوه سبز مگر
ز اهل بزم، چرا ناله چون سهند کنم
برگ نور نشیند چو چشم برف زده
چرا بگوشه چشمی بهم نمیگرند
شراب سرکه بر آید، چو بخت برگردد
چو همجو سحره گره گشتای پاله بگیر
چه خنده بود که دستار عقل را برود
بوام گیر، ز بسادام چشم خود، قلخی
وگر نه شکوه بی مهری تو، غوام کرد
بهار عدل ظفر خان که وقت پرش و داد
اگرچه دانه دل رزق مورد خال بود
بزیمر چرخ لگنجد شکوه دولت او
بگلشنی که کند سایه چتر دولت او
صهای فتح بود چتر وار دولت او
ز آستین بدر آرد چو دست گوهر بار
بلطف، از جگر شعله، آه سرد کشد
عزیز شد بنظرها چو گنج ویرانی
کجاست معین (۱) که گیرد ازو سخاوت بار
بکشوری که، نسیم عدالت تو، وزید
سخن پناها هر چند رسم لاف زدن
نداشت چومن، لقمه سنج، هیچ چمن
باین تنی که، چو تسبیح، سربسگره است
شمال معنی رنگین من بلطف میبین

بتنگ چشمی من، میکند نسیم مور
هنوز در عرق غجلت است آتش طور
که گل زمین ادب، بوسه میدهد از دور
هزار خنده رنگین، بخضر، از لب گور
از آن شدت چو خورشید در جهان مشهور
کجا بسآب گهر کشته گرد آتش طور
شبهید غمزه او را بر آید از لب گور
مراکه شعله بی طاقی فگنده بدور
نفسد چو دیده داغم بفرهم کافور
به بخت کوکب ما سره است و دیده کور
چو جوش فتنه شود، آب سرکشد ز تنور
که غصه جسام بود، ان ربنا لغفور
چه باده بود که از چهره شست رنگ شغور
مکن چو پسته بی مغز در تسم شور
بخدمت خلف الصدیق حضرت دستور
لحد ملائش پسته بر دل ناسور
ز عدل او نتواند بسته برد بزور
کجا بساط سلیمان کجا عزانه سور
کند ز بال ها فرش آشیان عصفور
بهر طرف رود آید مظفر و منصور
کند غبار پستی ز روی گوهر دور
بخشم، شعله برون آرد از، دل کافور
بدور مدللش بسکه ملک شد معور
کجاست، حاتم طائی! کز او برود دستور
صبا، رود بر انگشت راه، از پی مور
بچون تو نکته شناسی، ز عقل باشد دور
بین ورق ورق از، دفتر ستین و شعور
بچشم سوزن اگر افتد چو رشته عبور
شراب کاخ بود دو لباس جسام بلور

لیند جمع بدوالمیار برهان پور (۱)
نمیشدند بطبع بلند خود مغرور
ز اهل نظم که گفته است در سنن و شعور
میان نغمه سرایان میگویند این شر و شور
بگیر زلف دهائی بکف، چو طره حور
همیشه تا که مه از آفتاب گیرد نور
میاد ساغر عیش تسوی شراب حضور

هزار سیف که عرفی و نوحی و سنجر
که، قوت سخن و لطف طبع، میدهند
همین قصیده که یک چاشت (۲) روی داد مرا
زبان غصامه، بکام دوات کش صائب
نسیم صبح، اجانب بجنبش آمده است
مدام تا دل ساغر ز شیشه آب خورده
مباد چهرة بزم تسوی می گلرنگ

۵- قصیده در مدح نواب ظفرخان :

صدف چو را کند آفوش، ابر لبانم
وگر بسوز رسم، شاتم سلیانم
چو گل بگلشن و چون شمع در شیشام
بهار میچکد از خط همجو ریحانم
نمک بشور قیامت دهد نمکدانم
چو رو بصفحه کند، کلک شکر افشانم
چو نقطه ریز شود کلک هنر افشانم
سپادا چشم کنند از حساب عیانم
شود چو گرم عنان، طبع عرش میدانم
از آن بخاطر مردم، گران چو بهشتانم
بجرم اینکه چرا موشگاف دورانم
خزان، بخش جهت آورده رو، به بهشتانم
ز بسکه ریشه دواندست نیش بر جانم
بود بر آب چو قصر حساب بنیانم
لبالب است ز خون شفق گریبانم
نه همچو خطر هرادار آب حیوانم
که سیل اشک رود پیش پیش مؤگانم
ز سایه پر و بال هما گریزانم
زند بصبح شکر خندها گریبانم

اگرچه از نفس گرم، برق سوزانم
اگر بهار رسم، سنگ سحر پردازم
ز طبع من، چمن و انجمن بود، روشن
چرا سخن بر زلف کلک من، نکند
ملات از سخن من پرد، لب یوسف
بطوطی، آئینه از شرم، روی لبتاید
بزیر زلف خرد محال چهرة یوسف
ز آب گوهر خورده، پرده بر نمیدارم
هزار غیل فزایل رنیده، صید کنند
همیشه، از سخن راست، کام من تلخ است
چو شانه، آرد بفرقم نمود، دندان تیز
کدام ریخته دل را، چو غنچه، بخیه زنم
ها کشد، گه خوردن ز استخوانم، خار
توان ز برگ گل تیشه زد مرا در پا
بجرم این که، دم از صدق میزنم، چون صبح
رسانده ام چگر کشته را، بچشمه تیغ
همیشه خار رود پیش سیل و این صعب است
ز بسکه چشم من از بخت تیره ام خورده
اگرچه، غنچه دل افتاده ام، درین گلشن

۱- این قصیده در برهانپور سروده شده است.

۲- در یک چاشت گفته است.

چه، برق ریشه دوانده است، در نیستانم
شکسته است سر آفتاب چو گام
باین غرور، که مدحگر ظفرخانم
قسم خورد بسر کلک، ابر نیسانم
چراغ طور، بسر آرد سر از گریانم
که جوشد از قدم خامه، آب حیوانم
اگر، ز تیغ عدو سوز او، سخن رانم
که از نسیم هوا داریت، گلستانم
زبان کجاست که، در حضرت فرو خوانم
تو قاج مدح نهادی، بفرق دیوانم
کشود دیده شق، خامه سفندانم
کشید جذب تواش لعل از رگ کانم
تو در فصاحت دادی، خطاب سبحانم
که میتوان بدل سور، کرد پنهانم
نداشت طره شیرازه روی دیوانم
وگرنه، خار نسیمانم در گلستانم
چو گل، تو از بهر ریختی بدامانم
که در رکاب تو، نقد روان بر افشانم
ز هند سوی وطن میکشد گریبانم (۱)
که یک دو سال دهی رخصت صفهانم (۲)
شکسته دل نکنی پیش عنودیانم
اگر بمحض رسیدن عنان نگردانم

ز خرمنی، پرکاهی نبرده ام، هرگز
غرور من بفلک سر فرو نیاورد
کلاه گوشه، بخورشید و ماه، میشکنم
ز نوبهار سخایش، چو قطره ریز شدم
بفکر شعله رایش، چو سر بجیب برم
بوصف طبعش، اگر تر زبان شوم، چه عجب
لفس چو برق زنده، بر سیاه غیمه حرف
بلند بخت نهالا، بهار تربیتا
حقوق تربیت را، که در ترقی باد
تو پای تخت سخن را، بدست من دادی
بروی صفحه مدحت، که چشم بد مراد
ز روی گرم تو، جوشید خون معنی من
تو جان، ز دخل بجا، مصرع مرا دادی
ز دقت تو، بمنی چنان شدم، باریک
چو زلف، سنبل آیات من، پریشان بود
تو غنچه ساختی، اوراق باد برده من
تو مشت مشت گهر، چون صدف، بمن دادی
طریق شکرگزاری این حقوق، این بود
بدست جذبه، چو دلجوئی رضای پدر
کنون سر همه التفات ها، آنست
کشاده روی کنی، همچو گل، وداع مرا
نصیب، شعله جواله باد، خرمن من

۱- این قصیده در سال ۱۰۴۱-۴۰ هجری گفته شده است، و تئیکه صایب در برهانپور بود.

۲- و تئیکه صایب در هند بود، وطن را یاد میکرد. اشعار ذیل در یاد مین دارد:

به که بفرستی بآبران نسخه اشعار را
دل را بتماشای صفاهان، نتوان بست
بگیر از گوشه چشم، بخاک اصفهان بگزر
از صفاهان دیده، چون زنده رود، آورده ایم
ز وصف زنده رودش خامه را رطب اللسان سازم
گر میسر شوم روی صفاهان دیدن

بر حریفان، چون گوارا نیت صائب، طرز تو
صایب! پر و بال بکشا، موسم هند است
خوار آلود افکی، در غمار و سرمه کی یابی
ای زمین هند! آیین پرورندی پسند
خوشا روزی که، منزل در سواد اصفهان سازم
سرمه دیده غمناک کنم، خاکش را

۶- قصیده در مدح ظفر خان :

ایچنین هجران اگر دارد مرا در پیچ و تاب
داستان حسرتم ، از زلف طولانی تراست
سنبل خواب پریشان از سر بالین من
حاصلم ، زین هستی موهوم ، غیر از داغ نیست
چشم پوشیدن ، اگر دوری نمی آرد ، چرا
شوق را ، از شورش ما نیست پروائی ، که هست
کوکب بختی ، که من دارم ، عجب نبود اگر
در شب یلای بخت من ، نباید شد سفید
ابر گو ، خود را عیث بر تیغ مژگانم زن
چرخ ، یاران موافق را جدا ، دارد زهم
با منافق سیرتسان ، گردون مدارا میکند
رشته امید من ، صد دانه گردید از گره
اینهمه فریاد من ، ای چرخ ! میدانی که چیست
قبله ارباب معنی ، کعبه اهل نیاز
آنکه ، رعد هیبتش ، گر بانگ بر گردون زند
ابر جودش ، سایه گر بر روی دریا گسترد
در شبتانیکه ، حفظ او بر افروزد چراغ
مریم ، بکر صدف را ، از سموم قهر او
همچو گنج ، از دیدها کشتست ویرانی ، نهان

زود خواهد خیمه عمرم شدن کوتاه طناب
یک الف وارست از طومار آه من شهاب
میتوان با آستین رفتن چو گل از جامه خواب
آتشین تبخاله باشد گوهر بحر سراب
از عنانش دور افتادم چو بوییدم رکاب
نفسم سیراب آتش گریه تلخ کباب
گل فتد در دیده روزن مرا از ماهتاب
گر یدیشا نباید از گل صبح آفتاب
پیش چشم من سهر افکنده دریا از حجاب
دائم ، از هم دور باشد ، نقطهای انتخاب
نقطهای شک بهم جمعند دور از انقلاب
چند خواهی داشت ای گردون ! مرا در پیچ و تاب
از فراق موکب نواب خورشید انصاف
آنکه آمد از فلک او را ظفر خانی خطاب
در کمان ، قوس قزح را بشکند ، تیر شهاب
چون صدف آبستن گوهر شود بکر حجاب
در ته یک پیرهن ، خسید کتان با ماهتاب
آب گردد در مشیمه نطفه در خوشاب
خانه پر دوش است در ایام عدل او خراب

چو غم زور آورد بر خاطرت ، یاد صفاهان کن
میپرد چشم من ، ای خاک صفاهان ! مددی
چشم دارم که گند شاه غریبان مددی
مشت خاک سیه هند بهایران ندی
صائب فتاده است بفکر دیار خویش
فیض صبح وطن ، از شام غریبان مطلب
خاطر صائب بسخوبان صفاهان میکشد
سر شک بر صف مژگان خونچکان بزند
سرای سرد ، بسبازار اصفهان بزند
که بجان ، تشنه دیدار صفاهان گردد

گلت پا در رکاب جلوه باد خزان دارد
چند ، بی سرمه مشکین سوادت ، باشم
خار خار وطنم نعل در آتش دارد
صائب ! از سوختگی ، گر بسرت دودی هست
پوشیده چشم میگردد ، از در بهشت
صائب ! از هند مجو عشرت صفاهان را
در حریم غلذ اگر با حور همزانو شود
چو حلقه ، بر در دل ، شوق اصفهان بزند
چه نعمتست که صائب ز هند بر گردد
حکمت این بود ، درین سیر و سفر ، صائب را

در گلستانیکه، گیرند از گل خلقتش گلاب
 صینه بر دریا گذارد از گرانباری سحاب
 موج نتواند گذشت از تیغ بر روی حباب
 خیره گردد چشم او از موج سیم مذاب
 تا گلی دشمنان، جایی نه است، از شهاب
 قوسن اقبال رام و فوج نصرت در رکاب
 خانه زین، چشم در راه تو دارد، از رکاب
 میکنم ختم مدیحت بر دعای مستجاب
 تا بود جوهر به تیغ و نشه در جام شراب
 دشمنانت را ز زخم تیغ بادا پیچ و تاب

عطر، مفر غنچه را، از بوی گل سازد تپسی
 گر شود آب بسین یک قطره از بحر کفش
 گر نسیم حلقه او، بر روی دریا، بگذرد
 چون ید بیضای جودش، سر بر آرد ز آستین
 آب تیغ او، چو از جوی نیام، آید برون
 صاحبان در ملک گیری، باعث تاخیر، چیست
 پای بر چشش نه و آفاق را تسخیر کن
 تا نگردیده است بار شطارت، طول سخن
 ناز بزم و رزم، در عالم بود، نام و نشان
 دوستان را، لب پیاله بادا بپوشه گاه

بح قصیده در مدح ظفر خان :

رود بهار بگرد از گل غبار بخت
 رسید موسم رنگین لو بهار بخت
 کند گدائی رنگ، از گل عذار بخت
 بروی خاک ببالد و لو بهار بخت
 بساد میدهدش بکنفس شمار بخت
 چو گل کند ز کف دستها نگار بخت
 غنیمت ست چو ایام گل بهار بخت
 رخی برنگ ده از سیر لاله زار بخت
 ز بسکه ریخت ز هرسو، گل از کنار بخت
 شده است چون پر طارس از بهار بخت
 ز پس بلند شد است از زمین غبار بخت
 شکسته رنگی خود میکنم بکار بخت
 بس است رنگ ز می چهره غبار بخت
 چرا سپند نسوزم بر روزگار بخت
 چنین که دست و دلم میرود بکار بخت
 شکسته رنگ بسادا گل عذار بخت
 که چهره اش نبود گل از گل بخت
 که سایه بر سرم افکند شاخسار بخت
 که به ز روی بهار است پشت کار بخت

تدرو بال نشان گرده از غبار بخت
 گذشت فصل عزان شکسته رنگها
 بهار با همه سامان بی نیازی رنگ
 چه نقشهای تماشای فریب زد بر آب
 هزار رنگ متاع ملال اگر داری
 بهار دست بدست از چمن هوا گیرد
 گل ز چهره احباب میتوان چسیدن
 چه همچو برگ عزان دیده رفته از دست
 خمیر مایه قوس قزح، شده است زمین
 سواد هند که چون زاغ آمدی بنظر
 شده است مرغ هوا، بکفلم چو، بوقلمون
 درین دو روز، که طارس رنگ، جلوه گراست
 بهار را، بختا بستدی چمن، بگذار
 ز رنگهای عجب کرده بهار، آنست
 کجما بچسیدن گل دست گلفروش رود
 هزار پرده رنگین کشید بر رویم
 ملک هند کنون یک گل زمینی نیست
 چگونه مصرع رنگین ز طبع سر نه زنده
 بس خاک پای گل و آشنای بلبل

همیشه در دل من هست غار غار هست
به بین که با که ترا پار کرده بار هست
که سرخرو ز گل اوست لاله زار هست
یکی هزار شد امروز اعتبار هست
بروز جشن تو از بسکه شد بکار هست
میان لاله رخسان هست تا شعار هست

چنانکه، صحبت رنگین نمی رود، از یاد
چرا چو گل، نه زنی خنده، بر جهان صائب !
بهسار جسود ظفرخان صبح پیشانی
باینقدر که گل عارض تو اش روداد
نمانده سوده لعل و زمرد و یاقوت
همیشه بزم تو، از اهل طبع، رنگین باد

۸- قصیده در مدح ظفرخان :

در زیر پا نظر کند از اوج اعتبار
بر گرد خود ز لشکر دلها کشد حصار
غیر از رضای خلق نخواهد ز کردگار
در پهن دست سینه مردم کند شکار
بر خرمن کسی نشود، ابر شعله بار
جز کار حق شتاب نورزد بهیچ کار
نگذارد آفتاب کند رنگ گل نگار
در رزم همچو کوه بود پایش استوار
بندد زبان شعله گستاخ را نجار
با جبه کشاده چو گل زر کند نثار
چندین غریب کام روا را بهر دیار
چندین سفینه گوهر رحمت کند نثار
بر دل، چو غنچه نیش خورد، از زبان غار
چون صبح خنده روی برآید بزور بار
تا شیشه بشکند برش خشکی غار
در یک نفس بیاد دهد چون زور شرار
باشد میان بحر و زند سیر بر کنار
سد سکندری بود از عهد استوار
سجاده مستندش بسود و سبزه دستیار
بر خارخه سنگ لاله فشاند چو نوبهار
پیچیده چند حرف توان گفت غنچه وار
مصدق این صفات که باشد بروزگار
آن رحمت مجسم و آن معنی وقار

اقبال شد آنکه بشانید کردگار
تعمیر آب و گل نه کند چون فروتنان
لب را بحرف خواش، اگر آشنا کنند
شبه ز دلربای سخاوت بروی دست
کارش بود، ضعیف نوازی چو کهربا
سمیش همیشه صرف شود در رضای خلق
بال های ممدلتش سایه افکنند
در بزم چون نسیم سکروج سرکنند
نگذارد اقویا، بضمیفان متم کنند
چون نخل پر شگوفه خورد، سنگ اگر یفرق
هر روز از غریب نوازی روان کنند
کشتی شکسته اگر افتد بیخت او
چون گل، دهد بخنده رنگین جواب اگر
قفل گرفتگی نبود بر جبین او
از باده غرور نگردد سیاه مست
صد لعل آتشین اگر افتد بدست او
غافل ز یاد حق نشود از هجوم خلق
سرچشمه خضر بود از خلق تر زبان
دنیا نیایشش بنظر با شکوه دین
یکسان بخاص و عام بشاید چو آفتاب
صائب! بگو صریح که، این گل ز باغ کیمت
در گلشنی که، این همه گل، جوش کرده است
نواب خواجه بوالحسن، آن بحر بیکتار

ننشسته است بر دل صوری از آن غبار
چون آب گوهر است ستاده بیک قرار
بنی رو نظام، پاننبد درمیان کار
آید بچشم شعله کجا خورده‌ای شرار
روی تسوجش نبود سوی هیچ کار
در دودمان خامه اویست خال عار
شد تا گل پیاده بطرف چمن سوار
سیاب را بدست نوازش دهد قرار
معمار رو بقبله بنا کرده این دیار
گوشی بداستان من دلشکسته دار
افتاده است تبوسن عزم مرا گذار
آسوده بوده ام ز ستمهای روزگار
دریا دل نشان ندهد چشم روزگار
کاپرد، ترا چنین پیری داد کامگار
کز تربیت بود بمنش حق پشمار
از اصفهان به آگره و لاهورش اشکار
آید عنان گسته تر از سیل بیقرار
با قسامت خمیده و با پیکر نزار
ای آستان کعبه امید روزگار
لب را بحرف رغصت من کن گهر نثار
دست دعا ببدرقه راه من برار

با نیک و بد، چو آئینه صافست باطنش
در طبعش، انقلاب نباشد بهیچ باب
باشد نظام ملک، برای متین او
در چشم همتش نبود قدر سیم را
حیران طاق ابروی محراب طاعتست
یک نقطه دروغ نرانده است بر ورق
بی باد پا نمائند کس از باد دستیش
دلهای مضطرب شده را اوست چاره جوی
روی دلش بود بخدا هر کجا که هست
قدر سخن شناس خدیو آرزوی لطف
شش سال پیش رفت، که از اصفهان بهند
در سایه حمایت سرو ریاض تو
محسود روزگار ظفرخان که همچو او
گویا، دعای خیر پدر، در پی تو بود
هفتاد ساله والد پیر است، بنده را
آورده است، جذبه گستاخ شوخ من
زان پیشتر کز آگره بمحوره دکن
این راه دور را ز سر شوق طی کند
دارم امید رغصتی، از آستان تو
مقصود چون ز آمدنش، بردن منت
با جبه کشاده تر از آفتاب صبح

اشعار متفرق متعلق به ظفرخان :

که حق عرش پروازی ببال شهرتم دارد
نسهال آرزوی ما درینجا پر برون آرد
حکمت کسی بخطه یونان نمیرد
فکر من همچو ظفرخان، همه باشد بصواب
منم که شعر ظفرخان پسند میگویم
سخن ز مدح ظفرخان نیکنام کند
چون فکرهای صائب پیوسته بر صوابم

چنان ذکر ظفرخان را، نیازم ورد جان خود
کرا داریم ما غیر از ظفرخان در جهان صاب
صائب! سخن بیزم ظفرخان، چه میبری
صائب! از مبداء فیاض خطابم دادند
میان این همه نازک طبیعتان صائب
تلاش نام کند هر که در جهان صائب
تا اقتدا نمودیم بر فطرت ظفرخان

اگر نه لطف ظفرخان شود هوادارم
نشانندش ارباب خرد سنجیده
از خامه من بال سمندر بگریزد
صایب بشعر همچو ظفرخان نمیرسد
در سخا و در شجاعت ، چون ظفرخان تو نیست
نسبت صایب، بخان قدردان، امروزه نیست (۱)

چگونه ، جان برم از جور آسمان ، صایب
جوهری را که ظفرخان نبود جوهری اش
صایب چو شوم گرم بتوصیف ظفرخان
بسا آنکه حق اوست ادا فهمی سخن
خان خانان را ، بیزم و رزم ، صایب دیده ام
روزگاری شد که در سلک نواسنجان اوست

● کلم کاشانی و ظفرخان : کلم کاشانی با ظفرخان ارادت قلبی و ربط صمیمی داشت ، و در کشمیر با او وابسته میبود . کلم در اشعار ظفرخان را یاد کرده است . در غزلی که مطلع دارد :

عزت دیگر بود در دامن صحرا مرا میگذارد هر کجا خاریست سر در پا مرا

در مقطع میگوید:

م صغیری نیست، خاموشم درین گلشن، کلم بلبل باغ ظفرخان میکند، گویا مرا
ظفرخان کثرت ثانی در کشمیر از سال ۱۰۵۳ هـ تا ۱۰۵۶ هـ بود ، و قتیکه
در ۱۰۵۶ هـ از کشمیر عوض شده بهند شتافت ، کلم غزلی سرود که از حیث
فراوانی سوز و شدت جذبه گویا حکم مرثیه دارد . میگوید :

شکوه درد فرا کی پیش درمان میکنیم تشنه می میریم و شکر آب حیوان میکنیم
بیتو قاریکست کشمیر، ای چراغ دیده ها! ماسیه روزیم ، در شب سیرستان میکنیم
گل اگر تاسیه در کشمیر می آید چه سود ماکه گل از اشک خونین در گریان میکنیم
در کمین عیش ، از پس دیده بد ، دیده ایم باده را ، از چشم ساغر نرزد پنهان میکنیم
از ظفرخان بود ، این جمعیت و طرح غزل با که دیگر ، زلف معنی را پریشان میکنیم

۱- صایب بعد از مراجعت بوطن ، رابطه با ظفرخان میداشت و نامه و پیام بین ایشان میبود .
از آنجا غزلی فرستاد که شعر دارد :

دور دستا نرا ، به احسان یاد کردن ، همت است ورنه هر نخل ، بی پای خود نمر می افکند

ظفرخان بصله این غزل پنجهزار روپیه فرستاد .

ماجرای دیده ، میگوئیم پیش سیا اشک
تا تو رفتی دل بفکر غویشتن افتاده است
باد کشمیر ، از بزم تو ، صاحب نشه بود
داغ میماند کلیم ، از لاله زار ، از دست رفت
ابلهی بین! شکوه کشتی ، بطوفان میکنیم
سر چو میبازیم آنگه ، فکر سامان میکنیم
بیژو ما ، خاطر نشان می پرستان میکنیم
هر چه دشوار است ، ما پر خویش آسان میکنیم (۱)

کلیم در شاهجهان نامه نیز اشعار در باره ظفرخان دارد . این یک شعر از اوست :

ظفرخان ز فتح و ظفر شادمان بکشمیر از آن ملکت شد روان (۲)

● خواجه ابوالحسن تربتی ملقب برکن السلطنة (پدر ظفرخان) : تربت ، الکائی است از خراسان ، (۳) قطب الدین حیدر (که مظهر آثار غریبه و امور عجیه بود ، و حیدریان بوی منسوب اند) از آنجاست . خواجه در عهد عرش آشیانی (۹۶۳-۸۱۰۱۴) بخدمت وزارت شاهزاده دانیال و دیوانی دکن اختصاص داشت . چون جنت مکانی سربر آرای سلطنت شد (۸۱۰۱۴) خواجه از دکن حضور طلب گردید . سال دوم (که آصف خان میرزا جعفر بمنصب وکالت بلندرتبگی یافت) او را بهمراهی خود ، جنت سر رشته داری ،

۱- رک : تحت کلیم .

۲- فهرست بانکیپور نظم فارسی ۳ : ۱۰۴ .

۳- تربت حیدری (در آستان خراسان) ۱۸۵ کلومتر از مرکز آستان مشهد و ۹۰۰ کلومتری از زاهدان ، سر راه شوس تجارتنی جنوب خاوری کشور ایران قرار دارد . و از شش دهستان تشکیل شده به این قرار :- از شمال به بخش کدکن و بخش فریمان از شهرستان مشهد . و از خاور به بخش خواف و دهستان شهر نو ، از بخش طبیات و بخش رشخوار . و از جنوب به بخش رشخوار و فیض آباد محولات از طرف باختر به بخش فیض آباد محولات و کدکن . شهر تربت حیدریه : از شهرهای قدیمی است که در سال ۵۲۱۱ اسحاق خان قرا تاتار بامر نجفعلی خان ، رئیس طایفه تاتار ، در جنب مقبره قطب الدین حیدر بنا نموده ، و خندقی بدو آن کشیده . همین سبب شد که بر نام قطب الدین حیدر باسم تربت حیدریه نامیده شد . و این سر راه پاکستان واقع شده است . (فرهنگ جغرافیای ایران ۸۵ : ۴ تا ۸۷)

درخواست (۱). پس از آن (که آصف خان بمهم دکن شتافت و دیوانی باعث آمدن الدوله باز گردید) خواجه در رکاب بادشاهی بقرب و اعتبار امتیاز یافته، در سال هشتم سده هزار و بیست و یک هجری (۱۰۲۱هـ) بمنصب والای میر بخشگیری افتخار اندوخت (۲). چون اعتماد الدوله سفر گزین ملک بقا گشت (وفات ۱۰۲۱هـ) خواجه را بتفویض دیوانگی کل و منصب پنجهزاری پنج هزار سوار امتیاز و اعتبار افزودند. در هنگامه مهابت خان در آب بهت پیش روی عماری نورجهان بیگم، خواجه باتفاق آصف جاهی (ابوالحسن یمین الدوله) و ارادت خان باجمعی قلیل اسبان شنا کرده و یراقها تر گشته روبروی فوج مهابت خان آمد. ناگاه بیاد شبه تیر مخالف جلو مردم بیگم بی اختیار برگشت، و هر یکی از امراء بطرفی افتاد. خواجه در آن آشوبگاه و رواروی ناهنجار، از اسب جدا گشته، بمدد ملاح کشمیری، جان سلامت برد. و چون وکالت باصف جاهی (ابوالحسن یمین الدوله) قرار یافت، در سال نوزدهم صاحب صوبگی دارالملک کابل بمعهد خواجه مقرر گردید، و بنیابت او پسرش ظفرخان از حضور دستوری یافت. و در عهد اعلیٰ حضرت بمنصب شش هزار شش هزار سوار پایه افزای دولت خود گشت. چون شب یکشنبه بیست و هشتم صفر سده هزار و سی و نهم (۱۰۳۹هـ) خان جهان لودی از آگره فرار نمود، همان شب اعلیٰ حضرت خواجه را با امرای نامدار بتعاقب تعین فرمود. اگرچه بعضی امرای جلالت

-
- ۱- در ترک است:- جعفر بیگ قزوینی مخاطب به آصف خان بخدمت جلیل القدر وکالت، سوم صفر سده یکهزار و پانزدهم هجری (۱۰۱۵هـ) چهره سعادت بر افروخت. خواجه ابوالحسن تربتی را بهمرامی خود التماس نمود، تا سر رشته دفتر و کاغذ بنگاه دارد، و خواجه اگرچه مرد راست و درست و کارگذار بود، اما بقرش روئی و درشت خوی انصاف داشت (ص ۱۸).
 - ۲- جهانگیر تحت جشن هشتمین نوشته است: روز چهارشنبه یازدهم خواجه ابوالحسن را بخشی کل ساخته خلعت مرحمت نمودیم (ص ۱۲۵).

کیش سبقت آهنگ پیش شتافته بجنگ پرداختند ، و خان جهان فرار گزیده خود را بدریای چنبل زده ، درگذشت . اما خواجه آخر روز بکنار آب رسید و چون بدون کشتی نتوانست عبور نمود تا در پاس روز دیگر متوقف گشت . خان جهان بعلت این فاصله هفت پاس فرصت یافته خود را بملک بندبیله انداخت . جگراج پسر جهجهارسنگه پناه داده او را از ملک خود گزرانید و براهبران لشکر بادشاهی مواضعه نمود ، که پی غلط کرده براه دیگر دلالت نمایند . بنابراین خواجه با سرداران دیگر در جنگلهای انبوه بهر سمت تردد نا مفید داشته غیر از سرگردانی طرفی نبست . چون اعلیٰ حضرت بعزم استیصال خان جهان بخطه برهانپور ورود فرمود ، خواجه با سائر کمکیان آمده ملازمت کرد ، و باستخلاص ولایت ناسک و ترمک رخصت یافت . و پس از ضبط آن آلکا و تنخواه و جاگیر ساہو بھونسلہ ، حسبالحکم بادشاهی بکمک نصیری خان (که محاصره قلعه قندهار داشت) رو آورد . و از میانه راه خبر فتح شنیده برگشت . و بقصبہ پاتور شیخ بابو (که پرگنه ایست از پایان گہات برار) بکنار رود آبی تنگ آب فرود آمد ، میخواست ایام برشغال را در آنجا گزراند ، کہ ناگاہ سیلابی عظیم از سرکوه رو بلشکر نهاد ، مردم از تاریکی شب و شدت آب سراسیمہ گشته از یم جان بہرسو گریزان گشتند . خواجه بامرای دیگر بر اسپان بی زین سوارشدہ خود را ازان مہلکہ بر آورد . و قریب دو ہزار کس و مجموع اسباب خواجه را بالک روپیہ نقد آب برد . در سال پنجم بصوبہ داری کشمیر سرفراز گشتہ . ازانجا (کہ انتقال دولت بود) اعلیٰ حضرت بی ضرورت دوری او را روا نداشتہ ، ظفرخان پسرش را بنظم مہام آن ملک ، بنیابت رخصت فرمود . خواجه سال ششم سنہ ہزار و چہل و دو

هجری (۱۰۴۲هـ) در سن هفتاد سالگی مرحله پیمای عقبی گردید. طالب کایم تاریخ فونش یافته :

با امیرالمؤمنین محشور باد (۱۰۴۲هـ)

خواجه مرد راست و درست کار گزار بود. لیکن بترشروئی و درشتگوئی اتصاف داشت. خلف رشیدش ظفرخان است و پسر دیگر میرزا خورشید نظر است. (مائراالامراء: ۱: ۳۷-۳۹)

● مخدومه جهان: (مادر ظفرخان) زاهده متدین و موزون طبع بود. شعر نیز میگفته. مقبره خواجه ابوالحسن بنا کرده این خاتون بود. بعد از فوت خواجه ابوالحسن یک هزار حفاظ قرآن هر روز قرآن خوانی میکردند، و خرچ و خوراک، مخدومه جهان برای همه، مهیا میکرد. و حافظ حامد قاری — که مزارش قریب مقبره علیمردان خان ست — منتظم و متولی مقبره بود (۱). مدرسه عالی بنا نموده بود که از مالک همجوار نیز دانشجویان برای درس گرفتن می آمدند. و در مدارس دوره مغلیه، این مدرسه، از حیث حسن و زیباییش، مهم ترین و زیبا ترین مدرسه بشمار میرفت (۲).

● آثار ظفرخان: هیچ از آثار ظفرخان تا کنون چاپ نشده است. مثنویات و دیوان خطی وی بقرار ذیل در کتبخانههای مختلف موجود است:

۱- مثنویات:

یک نسخه بسیار زیبا و خوشخط، کتابخانه رائل ایشیاتک سوسائتی لندن دارد (۳) که دارای چند تابلوهائی هست که ظفرخان در آن با شعرا دیده

۱- مقاله دکتر چغتائی.

۲- ماه نو اکتوبر ۱۹۶۲ ع ص ۱۳۰.

۳- فهرست مورلی صفحه ۱۱۷ شماره مخطوطه ۲۰۳ جورنل رائل ایشیاتک سوسائتی ج ۲۲ (سنه ۱۸۹۲) شماره ۳۱۰ صفحه ۵۴۱ و مقاله دکتر چغتائی، راجع به ظفرخان در نذر

میشود. بعد از تحقیق ممکن است که میتوان شناخت که کدام شعراء در آن مجلس حضور دارند. در کشمیر هم صحبتان ظفرخان، میرزا صایب، کلیم کاشانی، محمد جان قدسی، محمد قلی سلیم تهرانی، سالک یزدی، سالک قزوینی و رضی دانش وغیره بودند.

این نسخه خطی چند عبارات دارد و از آن ظاهر میشود که این نسخه در ملک خود ظفرخان بود و بعد او بدست پسرش عنایت خان آمد و در دست سیف خان نیز بود.

در آخر کتاب هست :

— بتاریخ سنه ۱۰۷۳ هـ در دارالسلطنت لاهور تحریر یافت تمت.

— ظفرخان بن ابوالحسن

صفحه اول عبارت دارد :

— مثنویهای والد مرحوم و مغفور. آنجناب بتاریخ چهاردهم شهر ذی حجه هزار و هفتاد و هفت در نزهتکده عشرت آباد کشمیر بی نظیر بقید شیرازه در آورده. از جمله مثنویهای مذکور نخستین مثنوی که مصور است، کار بشن داس. خان عالمی (؟) است، که نوکر والد مرحوم و مغفور بود — حرره عنایت خان بن ظفرخان عفی عنه

بر صفحه دوم است :

— کلیات مثنویات ظفرخان مرحوم بخط اوست و چند صفحه تصویر

هم دارد. در سنه ۱۰۸۹ هـ در دارالخلافه آورده شد. . . اتباع نموده شد.

— حرره سیف خان (۱)

۱- این عبارات از مقاله دکتر چغتائی گرفته شده است. آقای دکتر نوشته اند که: سیف خان مذکور،

پدر بزرگ خانم زوجه ظفرخان است. ولی این اشتباه است زیرا که سیف خان پدر 

۲- مثنوی هفت منزل :

شاهجهان چهار مرتبه بکشمیر رفته است و بار سوم (سنه ۱۰۵۵)
 وقتیکه در کشمیر مراجعت کرد و بر مقام سمگام برکنار آبشار اهرابل منزل کرد،
 ظفرخان حاضر شد و مثنوی - هفت منزل - که در تعریف کشمیر سروده
 بود، تقدیم نمود. این دو شعر ازوست :

الهی! تا بود کشمیر آباد ز گلزار خراسانم مده یاد
 بهرکس، هرچه خواهد، بی سخن ده مرا کشمیر و بلبل را چمن ده (۱)

بزرگ خانم در سال ۱۰۴۹ درگذشته است. این سیف خان، سیف الدین محمود، معروف
 بفقیرالله پسر تربیت خان شاهجهانی است، که دو بار بصربیداری کشمیر رفته بود. کرت اول
 از تغیر اسلام خان در سال ششم عالمگیری (سنه ۱۰۴۳) و کرت ثانی در سال دوازدهم
 عالمگیری (سنه ۱۰۴۹) بنظامت کشمیر رسید و تا سال چهاردهم (سنه ۱۰۸۲-۸۱)
 آنجا بود و در سال ۱۰۹۵ وفات یافت. (مائوالامراء ۲: ۴۷۹)
 ۱- نگارستان کشمیر ص ۱۹۹. راجع به این منزل - عمل صالح - عبارت ذیل دارد و ذکر تقدیم
 مثنوی ندارد :

بیست و هشتم محرم الحرام سنه ۱۰۵۵ در باره مولا نزول اجلال واقع شد. درین تاریخ
 ظفرخان ناظم کشمیر بانوارة شاهی و سائر تمیناتیان آنجا آمده ملازمت نمود. روز دیگر
 شهنشاه فلک جاه با پردگیان مشکوی دولت، کشتی نشین شده قریب شام نزدیک بخانه
 قاضی محمد قاسم بخشی کشمیر رسیده، شب درسفائن گذرانیدند. بامداد غره ربیع الاول موافق
 نهم اردی بهشت ساحت دولت خانه سپهر نشانه از پرتو ورود مسعود بادشاه، فرخنده مقدم
 مسیحا دم، حسرت افزای بهشت برین گشت. موسم شگوفه و گل گذشته، لاله و نافرمان و
 سوسن باخر رسیده بود. چهار ماه پشماشای ارغوان باغیچه منزل آصف صفات مرحوم - که
 بجهت بودن خان دوران مقرر شده بود - تشریف برده، از تفرج آن محظوظ و مسرور گشتند.
 خان مذکور یک قطعه لعل گرانبها با دو مروارید - که قیمت همگی لک روپیه باشد - بعنوان
 پیشکش گذرانید، و طالب کلیم - که در کشمیر بنظم مائثر دولت ابد طراز می پردازد - (۱) را

۱- کلیم بادشاهنامه نظم میکرد که باسم شاهنامه و شهنشاه نامه هم معروف است و از این بیت
 شروع میشود :

بنام خدائی که از شوق جود دوعالم عطا کرد و سائل نبود
 و بر بیان فتح ظفرخان بر تبت غورد (بلتستان) در سال ۱۰۴۶ ختم میشود. رک: فهرست
 بانکیور (نظم فارسی) ۳: ۱۰۲

۳- مثنوی جلوه ناز :

این مثنوی در کلیات احسن (نسخه بانکی پور) است . در دیباچه کلیات (بانکی پور) ظفرخان نوشته است: که اولین مثنوی در عمر هیژده سالگی سروده بود که صایب تاریخ او نوشت :

تاریخ شروع خواستم ! گفت خرد:
 نو باوه زبستان فکر احسن چید (۵۱۰۳۲)
 معلوم نیست که آن کدام مثنوی بود .

۴- مثنوی مہمانہ ناز :

این مثنوی نیز در کلیات بانکی پور موجود است، و در شش ماه سروده شده است

۵- بیاض شعراء :

یک بیاضی در کشمیر ترتیب داده بود، که ذکر آن در سرخوش و مآثرالامراء است . در آن بیاضی هر شاعر غزلی بخط خود نوشته بود و بر پشت آن صفحه اشعار، تصویر (۱) صاحب آن اشعار بود .

آن بیاض از بین رفته است . سرخوش گوید: که : یک ورق از او، پیش شاه عیان دیده بود که بر آن شبیه کلیم (کاشانی) بود . (۲)

قصیده در تهنیت مقدم مبارک بسبع اشرف رسانیده بانعام خلعت و دوپست اشراف مہامی گردید (رک : تحت کلیم) . چون رعایا و تمام مردم کشمیر از حسن سلوک ظفرخان راضی و شاکر بودند، بادشاه حق پسند یک لک روپیہ بمطالبہ کہ ہر ذمہ او بود بخشیدند بیست و دوم صفاپور بسواری کشتی، از پرکت قدوم و بمن مقدم مبارک، مہبط صفا و نور ابدی گشت . روز دیگر براہ خشکی معاودت بدولت خانہ کشمیر نمود .

(عمل صالح ۲ : ۴۲۷-۴۲۸)

۱- غالباً بشن داس این مجموعه را مصور کرد .

۲- کلمات الشعراء طبع مدراس ص ۷۷ .

۹- کلیات :

(۱) نسخه کلیاتش که بخط خود ظفرخان است ، در کتابخانه بانکی پور شماره ۳۲۹ مضبوط است، و در سال ۱۰۵۳ هـ استنساخ شده است .
از دیباچه معلوم میشود که : ظفرخان وقتی که این دیباچه مینوشت ، پسرش عنایت الله بدنیا چشم کشود . و طالب کلیم تاریخ تکمیل این دیوان گفته است :
گلها که چید از چمن طبع ، دسته شد ۱۰۵۳ هـ

قبل ازین نیز یک دیوانی ترتیب داده بود که آنرا رد کرده بجایش دیوان دیگر درست کرد ، و همان دیوان در این کلیات شامل است . کلیات به این قرار مضامین دارد :

ابتداء دیباچه : بلبل خوش الحان قلم در بستانسرای داستانسرای الخ
دیباچه ثانی : حمد، بیحد و سهاس بیمد مر حضرت واهب الصور و نگارنده پیکر بشر را
سزاست الخ .

ساقی نامه ترجیع بند : (ورق ۱۲ تا ۱۶)
لی نشه می ، در سر من هوش غبار است لی نفه ، بر آئینه دل عیش غبار است

غزلیات : (ورق ۱۷ تا ۱۵۰)
چو گردد شرمساری در قیامت عذرخواه ما بسوزد خرمین عصیان خلق از برق آه ما

رباعیات : (رباعیات پانزده عدد از ورق ۱۵۱ تا ۱۵۴)
السرده شد از هجرتو ، هنگامه ما

مثنوی جلوه ناز : (ورق ۱۵۴ تا ۱۹۵)
از آن نامش نهادم جلوه ناز که کرده جلوه حسن بتان بهار

دیباچه دیگر : (ورق ۱۹۵ تا ۱۹۸)
صاف نوازش سمخانه افلاک به نشاء حمد باده پیهای
سر خوشند الخ

مثنوی میخانه راز: (ورق ۱۹۸ تا ۲۲۸)

بشش ماه، این نسخه منظوم گشت بمیخانه راز موسوم گشت

ترجمه: — راقمه احسن الله بن ابوالحسن المخاطب بظفرخان —

اوراق: ۲۳۰ سطر ۹ قطر: $4\frac{1}{2} \times 2\frac{1}{2}$ $7\frac{1}{2} \times 4\frac{1}{2}$ (۱)

(۲) نسخه دیگری از کلیاتش، مسلم یونورستی علیگر دارد (۲)

۷- دیوان:

(۱) یک نسخه دیوان ظفرخان در اورینتل ریسرچ لائبریری سری نگر هست، که مهر ۱۱۴۶ هـ دارد و ناقص الآخر است.

(۲) یک نسخه دیوان کتابخانه آسیای بنگال (کلکته) دارد.

(۳) یک نسخه دیوان کتابخانه اندیا آفس دارد (اوراق ۱۲۲ شماره ۱۶۰۱ - تاریخ ۲۱ شعبان ۱۰۳۹ هـ).

(۴) یک نسخه دیوان بادلین دارد. (۳)

(۵) یک نسخه دیوان در کتابخانه بانکی پور است (بشماره ۳۳۰ اوراق ۱۰۲)

۸- احسن الدعوات:

این کتاب در اذکار اهل بیت، تألیف ملا علی رضا حسینی است، که بنام ظفرخان موشح کرده و برای تقدیم کردن از ایران در خدمت وی رسیده بود. نسخه خطی ازو در کتابخانه مجلس شورای ملی تهران بشماره

۱- فهرست بانکپورج ۳ نظم فارسی ص ۱۱۷-۱۲۰.

۲- مقاله بر ظفرخان از دکتر چغتائی در نذر رحمن.

۳- فهرست بانکی پور ص ۱۱۷ تا ۱۲۰ ج ۳ نظم فارسی - کلکته سنه ۱۹۱۲ و فهرست دیوان هند ج ۱ ص ۸۷۸ بحواله فهرست بودلین ۲۴۱.

۱۴۱۷۷ مضبوط است (۱)

● ظفرخان و دبدار نبی کریم : گفته شده است که : ظفرخان در جوانی از امر و نواهی نبی پروا بود و هر چند مذهب امامیه می داشت ولی در لاهو و لعب مشغول بود و هیچ علاقه یا میل به مذهب نداشت . شبی در خواب بدیدار حضرت نبی کریم مشرف شد و بر دست مبارک ایشان قائب شد و از لاهو و لعب دست برداشت . تاریخ این خواب گفته اند :

ظفرخان، خواب دید از بخت بیدار که بر دست رسول، آورد انابت
برای خواب خود، تاریخ میجست خرد گفت : آگهی بسوده بسفوابست (۲)
این واقعه بتاریخ ۲۳ جمادی الاول ۱۰۶۲ هـ ظهور یافت (۳)

● لغت برف : وقتیکه ظفرخان در کشمیر بود ، در سال ۱۰۵۵ هـ لختی برف که طول هفتاد ذره و عرض سی ذره داشت ، از آسمان بزمین آمد .
(در موضع بدرو پرگنه آدون) تاریخ است :

در سال هزار و پنج و پنجاه ، ای یار ! در گوشه کشمیر بهنگام بهار
هفتاد گزش طول و سی گز عرض لخت برفی افتاد بتشکیک میار
این تاریخ از سلیم تهرانی است که بر حاشیه بیاض بخط خودش
ثبت است . (۴)

● وابستگان ظفرخان : از دیباچه دیوان ظفرخان و مصادر دیگر ظاهر است که شعراء و علماء و خطاط که به ظفرخان منسلک بودند بقرار ذیل هستند :

- ۱- دکتر چغتائی در مقاله ظفرخان بحواله فهرست کتابخانه مجلس ملی تهران ابن یوسف شیرازی ۳ : ۲۲ (سنه ۱۳۲۱) .
- ۲- مقاله خسرو دانش از ثروت صولت ماه نو اکتوبر ۱۹۶۲ هـ ۱۳۱ .
- ۳- ذکر چغتائی در مقاله ظفرخان هـ ۲۰۹ در ندر رحمن .
- ۴- نگارستان کشمیر هـ ۲۰۰ و دکتر چغتائی بحواله تاریخ حسن .

- ۱- نادم گیلانی ، شهنسوار بیگ . شاگرد نظیری (متوفی ۱۱۰۰ هـ دفن در هارون ولایت اصفهان) (۱)
- ۲- رونقی همدانی ، (متوفی ۱۱۰۳۱ هـ) (۱)
- ۳- صوفی همدانی (رک : نصرآبادی ۳۱۳) (۱)
- ۴- وارسه ، ملا وارسه چکنی ، متوفی ۱۱۰۷۵ هـ (رک : نصرآبادی ۳۳۵) (۱)
- ۵- ملا رفعتی ، میرزا ابراهیم تبریزی ، در کشمیر بود و در شیروان فوت شد (رک : نصرآبادی ۳۹۹) (۱)
- ۶- میرالمی همدانی ، عمادالدین محمود متوفی ۱۱۰۶۳ هـ (رک : نصرآبادی ۲۵۵) (۱)
- ۶- ملا طاهر غنی کشمیری . متوفی ۱۱۰۷۹ هـ مدفن کشمیر .
- ۸- طالب کلیم . متوفی ۱۱۰۶۱ هـ . مدفن کشمیر (۱)
- ۹- طالب آملی . متوفی ۱۱۰۳۶ هـ ملک الشعرای جهانگیری (۱)
- ۱۰- میرزا صایب اصفهانی ، مجد علی . متوفی ۱۱۰۸۰ هـ مدفن اصفهان .
- ۱۱- مجد قلی سلیم تهرانی . متوفی ۱۱۰۵۷ هـ .
- ۱۲- مجد جان قدسی . متوفی ۱۱۰۵۶ هـ مدفن کشمیر . (۱)
- ۱۳- مجد مقیم جوهری . ولد استاد میرزا علی زرگر تبریزی ، ساکن عباسآباد : بهند آمد (نصرآبادی ۱۳۶) (۱)
- ۱۴- رضی دانش . متوفی ۱۱۰۶۵ هـ .
- ۱۵- سالک یزدی ، ملا سالک . وفات در دکن در سده یازدهم .
- ۱۶- سالک قزوینی ، مجد ابراهیم بیگ . وفات در قزوین در سده یازدهم .
- ۱۷- میر مجد باقر علوی . (۱)

- ۱۸- حکیم ضیاء الدین یوسف، مخاطب برحمت خان پسر حکیم قطبا و برادرزاده حکیم رکنای کاشی و داماد طالب آملی (اطبای عهد مغلیه ۱۲۲). (۱)
- ۱۹- کلیم رکن الدین مسعود. (۱)
- ۲۰- مولانا حیدر محمد خصلی خطاط. استاد ظفر خان بود. (عمل صالح ۱: ۴۹۳)
- کرت اول (۱۰۴۲هـ) بهمراهیش بکشمیر رفت. (۱)
- ۲۱- قاضی محمد قاسم الشمیر بقاضی زاده. (۱)
- ۲۲- میرزا محمد قزوینی. (۱)
- ۲۳- ملا علی رضا حسینی.
- ۲۴- سعیدای زرگر.
- ۲۵- ملا حسین آشوب مازندرانی، متوفی ۱۰۹۹هـ.
- ۲۶- بشن داس مصور معروف عهد جهانگیری و شاهجهانی.

۱۱- احقر کشمیری

● روز روشن: احقر کشمیری نبیره میرزا داراب بیگ جو یا ست.

رباعی:

یا شاه نجف! نه سیم و زر میخوام نی لعل و نه یاقوت و گهر میخوام
خوام که شود مدفن من، کرب و بلا از هر دو جهان، همین قدر میخوام
(ص ۳۲)

۱۲- احمد، ملا احمد ملک الشمرای

● تاریخ کشمیر: فصیح و عالم و شاعر و ظریف و مصاحب و ندیم سلطان بود. (۲) شمله دستار بر پیشانی می گذاشت. سلطان که طبع موزون

۱- رک: دیباچه کلیات (نسخه بانکی پور).

۲- سلطان زین العابدین پد شاه، پادشاه کشمیر (۸۲۳-۸۷۴هـ) عادل و علم دوست و ادب پرور بود. ملا احمد سرخیل شمرای دربار ایشان و ملک الشمرای بود.

داشت (۱)، روزی بزم آراسته بودند، بجانب مولانا نگاه کرد و گفت.

شاخ پشانی، ملا احمد کشمیر، بین گر لیدیسی تو در آفتاب، انسان شاخ دار
مولانا مذکور در جواب بدیده گفت:

شاخ پشانی، خدیو اا گرگ واری دافعم تا لپام، در میان ماده گوان، در شمار
سلطان تحسین نمود و انعام و اکرام افزود.

وقتی مولانا را بیک گناهی از شهر بدر نموده به پکلی (هزاره) فرستادند،
مدنی در تپه حیرت سرگردان بود، آخر الامر از پکلی این رباعی نوشته فرستاد
و سلطان خوشوقت شده مولانا را باز آورد و بیش از پیش انعام و اکرام نمود.
رباعی اینست:

نی ز نحوم ز مبتدا خبری نی بمسطق ز جزو وکل اثری
بر من، این کسر و جر، چرا رانند احمد از غیر منصور خوانند (ص ۵۱۰)

● تاریخ بدشاهی: ملا احمد بحکم سلطان زین العابدین — تاریخ رتنه
پوران — و تاریخ راج ترنگین — را بفارسی آورد. ترجمه رتنه پوران را بنام
— وقایع کشمیر — موسوم ساخت. مها بارت نیز (در سال ۸۲۹ هـ) بفارسی
ترجمه کرد.

روزی فقیری بدربار سلطان زین العابدین حاضر شد و کاسه^۱ را روبروی
پادشاه بکمال بی باکی گذاشت. پادشاه بسیار خشمگین شد و گفت: این کاسه
بتو که داده است؟ تا گدای جواب دهد ملا احمد فی البدیه عرض کرد که:
ای آنکه! ترا تاجوری داد، سری داد در دست گدا، کوزه در یوزه گری داد (۲)
این ابیات ازوست:

تا خبردار شدم، بی خبر خویشتم نیستم نیستم ار، در نظر خویشتم

۱- رک: تحت قطبی.

۲- محمد الدین فوق بحواله بیاض خواجه محمد اسماعیل متخلص بنامی سرینگره.

شکوه واقعه هائی که ازل بر ما بست سوى افتاد ملال و گهر خویشتنم
از کوی که شد، موج غیالم، که از آنجا هر کاوش دل، گل بکنار است درین باغ
مرهون رگ گل شده، ناله بلبل زان سان، که صدا در پی خار است درین باغ
علامه هدایت الله (۱) در تاریخ خود نوشته است که: بعد تحصیل کمالات
علمی در عنفوان جوانی بکشمیر رسید. ازین ظاهر است که زاد بومش کشمیر
نبوده.

ملا محمد افضل بخاری ثم کشمیری استاد ملا احمد بود و شاگرد در حیات
استاد بمرتبه ملک الشعرائی رسید.

ملا احمد در ملک پوره (که معروف بمزار السلاطین است) دفن شده.
(ص ۳۹۲-۳۹۵)

● تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی: ملا احمد کشمیری، از
شاعران دربار سلطان زین العابدین (۸۲۳-۸۸۷) پادشاه کشمیر بوده و تاریخ
کشمیر را از زبان کشمیری بفارسی ترجمه کرده است. (۲: ۹۱)

۱۳- احولی، میستانی

● عرفات العاشقین: احولی میستانی، از نهایت فطرت، چهار مصرعه
رباعی را بحساب مصرعی میبیند، و هر گلی را در باغ فکرت از چندین
شاخسار میچیند. در میستان میباشد. سواى وی، احولی دیگر هم در عرصه
وجود هست. بنده هر دو را دیدم. اول را در میستان و دوم را در گجرات،

۱- در عهد نورالدین بامیری (ناظم کشمیر ۱۱۸۱-۱۱۸۴) زندگانی میکرد. تاریخ کشمیر تألیف
وی در پرتاب پبلک لائبریری سرینگر مضبوط است.
هدایت الله از سال ۱۱۷۵ تا ۱۲۰۶ شیخ الاسلامی کشمیر داشت (تاریخ پدشاهی ص ۳۹۵)

وقتی که بهند آمده بود و قصیده^۱ بجهت نظیری گفته . شعر وی چیزی بخاطر نیست .

و احولی سیستانی در ۱۰۲۲ هـ به هند آمده بود ، او را باز در اجمیر دیدیم . دیوانش پنجهزار بیت بنظر بنده رسید . ازوست :

صد دل شوریده در هر چین کاکل بسته بود
خون دل چون لاله در متقار بلبل بسته بود
گرد باد حسرتم، از خاک مجنون میرسم (۱)
نسیم گل نیم، کز طره ام بوی بهار آید
ریزد قیامت از نگه فته ساز او
دست نیاز عشق، ز دامن ناز او
بیتو بر من شهر زندانست و صحرا آشت
برق هم میخندد و چون من سراپا آشت
تا حشر، بحالت که از جوش نشیم (۱)
گر کسی گوید که: با یوسف، زلیخادشمنت (۱)
آفت گردون، همین با مزرع ما دشمنت
گرم بازی، و پرو دیده استاد فته
که بروزم شب ماتم بگریست
زخم زد خنده و مرهم بگریست
در ره عشق تو بنشست، سلیمان برخاست
جواب نامه ام بر بال مرغ نامه بر بسته
باین آلودگی ز ناز فتوان پر میان بستن
همچون پر بلبل، ز شگاف قفسی تنگ
می را چه گنه! ظرف تو افتاده بسی تنگ
چو گرد باد بچند ز جا گیاه بلززد
جیب جان، از پس که کردم چاک، دست از کارمانده
باز، چون چشم کلیم، از حسرت دیدار ماند

آنکه برگل شب نقاب از تار سنبل بسته بود
شب که، مینالیدم از یاد گل زویش، بیاب
آه! درد آلودم از دلهای محزون میرسم
سوم وادیم، از جلوه من شعله میخیزد
جوشد بلا ز غمزه عاشق نواز او
نازم به بی نیازی حسنی که کوتاه است
نه بشهرم دل کشاید نه به صحرا، در غمت
گر لبم شد آشنا باخته، سوزم کم نشد
من خون شهیدان، شهادتگه عشقم
مهر، در عهدت چنان گم شد که، باور میکنم
هر که تخی کشت، زین بستان بری خورد، احولی
عقل ترسد ز نگاه تو، چو طفل که بود
صبح عیدی گذراندم بیتو
کار، چون با دم تیغ تو، فتاد
نازم ای حسن! بغیض تو که گر مورچه
صدای بال جبریل، آیدم در گوش دل، گویی
بمصیان غرقه ام، تسبیح چون در گردن اندازم
سر برزده از تنگی دل شعله آم
کرد احولی، از خوردن می توبه، و گل گفت:
فلک برعشه در آید، چو آه سردم از دل
بسکه رفتم راه عشقت، پایم از رفتار ماند
در تماشای مه رویت، دهان آفتاب

و این ابیات از جلال سیستانی پدر احولی است:

دل دارم، که غیر از مهر ورزیدن، نمیداند کشد هر چند آزار از تو، رنجیدن نمیداند
سراپا زخم کاری خورده شمشیر بسیدام یسازم قوت دل را که نسالیدن نمیداند
چنان محوست، چشم خون نشان، بر روی زیبایی که هنگام طپیدن لذت دیدن نمیداند
(دانشمند عزیز آقای گلچین معانی در میخانه ص ۹۰۹)

● تذکره میخانه : احولی سیستانی ، مولد این مداح خاندان مصطفی و ماوای این ستاینده دودمان آل عبا، از ولایت نیمروز است. در آن دیار بسن رشد و تمیز رسیده. از قدرت یزدانی بی واسطه دیده ظاهری، صفای باطن بهمرسانیده، چنانچه بی نوشتن، خط بهم رسانده، سواد تحقیق بغایت کرده شعر میگوید. آنچه از طبیعت او وارد شده و میشود، همه در نعت سیدالمرسلین و منقبت امیرالمؤمنین است.

در سنه ست و عشرين و الف (۱۰۲۶هـ) مؤلف این تألیف را با احولی در بلده دلپذیر کشمیر ملاقات واقع شد در ملازمت خلف ارشد میرزا یوسف خان، صفدرخان بسر میبرد. و دران ایام عمرش بپنجاه رسیده بود و دران سن بغایت پیر و نحیف شده. باوجود آن ضعف و شکستگی از ایزد سبحان غافل نمیگردید. و آنچه بعد از فراغ حق پرستی ازو سرمیزد، همه در مدح حضرات رفیع الدرجات ائمه معصومین — رضوان الله علیهم اجمعین — بود. ترجیحی بروش ساقی نامه منظوم ساخته در هر بند آن گریز بمدح جناب ولایت پناه زده. مسود این اوراق پریشان، چند بیت از ترجیع آن مداح خاندان نبوی، که مناسب بسایق این مجموعه دانسته، بر بیاض برد. امید که پسند خاطر ارباب فهم و اصحاب ذکاء گردد، منتخب آن این است:

ساقی! بده آن باده، که غارتگر هوش چون عشق، کلید در دلهای خموش
آن آتش گلفام، که در چشم صراحی چون خون بدل اهل محبت، همه جوش

از بربط فالان، که هم آواز سروشت
زان می که، نه خاصیت او آفت هروشت
آن باده که، یک قطره از آن چشمه نوشست
چون ابر کرم، خنده زن و جلوه فروشت
از جام می مهر علی، واله و مستیم
آن آب که، درد قدحش، آتش طور است
یعنی بزنا اکبر، من فطرت ما را
تا همچو قدت، راست کند [پشت دوتا را]
کی درد کند زاهد السرده لسا را
داسان مژه، تر نشود باد سبا را
کاهنگ سبا، فطرت ارض است سبا را
هنگامه، بلقیس و سلیمان و سبا را
خورشید نجف، کشف اسم، شمع هدا را
برسنگ زدم، ساغر ترویر و ریا را
از جام، می مهر علی، واله و مستیم
(ص ۹۰۹)

بشکن قدح ای واعظاً و بشنو صفت می
خواهم می، غم گاه طرب زای، ولیکن!
نی شیرۀ انگسور و نه ته جرعه منصور
زان باده که، جامش بکف ساقی کوثر
ساقی! بشکن جام که ما، دوست پرستیم!
ساقی! بده آن می که، جگر گوشه نور است
آن زیبای بگداخته، بر آتش دل، ریز
از قاف قدح، در شکم پیر فلک، ریز
بشکستن جام می و افسردن مستان
گر خون چکد، از چشم گل و دیده بلبل
جوشید نوائی ز زمیسن دل شیشه
از جام که، هدهد زمیسن، گرم طرب ساخت
آن می که، دهد جلوه در آئینه جام
شاه! می یکسرنگی آل تو، مرا بس
ساقی! بشکن جام که ما، دوست پرستیم!

● روز روشن: احوالی سیستانی. در سلطنت اکبر پادشاه (۹۶۳-۱۰۱۲هـ)

بهند رسیده، آزادانه زندگانی مینمود:

جیحون، برودخانه چشم، شنا کند طوفان، بوج گریه من، اقتداء کند
دادیم بهم صلح شب جمع و می را چون عید، کنون در پی دفعی رمضان
(پنج بیت دیگر دارد که تحت عرفات ثبت شده ص ۳۶)

۱۴- ازلی، ملا مهدی علی کشمیری

● المعتم الهارد: نواب صدیق حسن خان در جنگ اشعار، رباعی ذیل

را ثبت کرده است. از شرح حال وی هیچ اطلاعی بدست نیست:

در روح، همی غوطه زند گفتارت در ناز، همین شنا کند رفتارت

در زم اشک، غل ناکرده گناه نهد قدمی بکسمبه دیدارت
(ص ۱۶۲)

۱۵- اظهر، میر اظهر خان بخاری

● روز روشن: میر اظهرخان بخاری، از منصب داران عهد عالمگیر است که در سلطنت فرخ سیر پادشاه (۱۰۳۱-۲۲ هـ) شهید، بدیوانی کابل و پس بدیوانی کشمیر رسید:

خوش نی آید بچشم هیچ مبر و منزل تا بنای خانه زنجیر شد برپا را
کله بفرق و کمر بر میان و پرده ز رخ برای بردن دلها، شکست و بست و کشاد
(ص ۵۲)

۱۶- مولانا اظهري (۱)

● ریاض الشعراء: از شعرای عهد جهانگیر پادشاه (۱۲-۱۰۳۷ هـ) بود. بامظهری کشمیری پیوند خویشی داشته. و مظهری با آنکه مربی اظهري است، مشاعرات و مباحثات با یکدیگر دارند. از آن جمله روزی، اظهري بمظهری میگوید که: تو مظهری تخلص داری و مظهری محمل اظهريست! مظهری میگوید: آری اگرچه مظهری محمل اظهري است لیکن مستعمل مظهریست. ویراست:

مرا بسینه، ز عشقت هزار پاره، دلست	که چون لباس گدایان هزار پیوند است (۲)
غم تو، مرحله پیمای و میر منزل بود	بهر زمین که رسیدم، بهر کجا رفتم (۲)
گر به بت خانه خرامی، ز خرانیدن تو	بت شود برهن از بهر پرستیدن تو (۳)
هم چراغ دیرم و هم شمع کنج خائفاه	عاشق یکرنگم و از کفر و ایمان فارغم
از دشمنان برند شکایت، پیش دوست	چون دوست دشمن است، شکایت کجا برم (۳)

۱- نسخه ریاض الشعراء بسیار مفلوط است تخلصش اظهري باط نوشته شده است صحیح اظهري است.

۲- مجمع النفائس دارد.

۳- مجمع النفائس و صبح گلشن دارد.

درین اشعار — که خواهد آمد — نیز صایب مرحوم بنام اظهري نام شاعری نوشته . معلوم نشد که از همین اظهريست یا از اظهري دیگر . و آن این است :

در مانده ام ز خویش و ز تدبیر عاجزم	چون گنگ خواب دیده ز تقریر عاجزم
خواه با اظهري و خواه به بیگانه نشین	من همی شرم ترا بر تو نگهبان کردم (۱)
در دین نبی ، هر که حقائق دان است	بر آل و بر اصحاب تحیت خوان است
هستند چو چار یار چون چار کتاب	زان چار ، عمل مشابه قرآن است
	(خطی)

● مجمع النفائس : سراج الدین (۲) اظهري ، از معاصرین قبی اوحدی است ، چنانکه گفته که : با ملا مظہری خویشی دارد و همه روز مابین ایشان مباحثات و منازعات می افتاد . مظہری در گذشت و او هنوز زنده است ، در کشمیر و الکای هند سائر و دائر . اگرچه او تتبع مظہری کردی با او گفتی که : تو محمل منی ! چه مظہری محمل اظهري است ! و مظہری در جواب گفتی که : تو مستعمل منی ! ازو است :

نه بر بختی (۳) حرص ، آنقدرها بار خرسندی !
که نقل حمل بیرون آورد از سینه کوهانش
رباعی :

ای دل ! چو بود عارضی ، این عمر عزیز	زنهار که حرفش مکن الا بدو چیز
یا بهر نگاری که پسندیده بود	یا صحبت یاری که بود اهل تمیز
خواه با اظهري و خواه به بیگانه نشین	من همین شرم ترا با تو نگهبان کردم

در کلمات الشعراء مسطور است که : ملا اظهري که نایبنا بود ، اتفاقاً با ملا

۱- مجمع النفائس تذکره حسینی و صبیح گلشن دارد .

۲- در نام اختلاف است در صبیح گلشن حیدر علی ثبت است .

۳- بختی شتر قوی هیکل ، دو کوهانه ، قنومند ، سرخ رنگ ، از نواحی خراسان پیدا میشود (عمید) .

شیدا ملاقات می کند و همین بیت را می خواند. شیدا که شیاطین الانس بود، از راه شوخی، مثل هندی، در برابرش میگوید، که ترجمه اش در فارسی این است که: زن نایینا را خدا حافظ است (۱). و در بیاضی، که بخط میرزا صایب است، بیت مذکور بنام مظهری مرقوم است. اول اقوی است. (ص ۹-ب)

● تذکره حسینی: اظهري، وی اعمی بود و ملا شیدا در کلامش دخل مینموده. لهذا در جمعی که وی میبود از اشعار خود نمیخواند. روزی در جمعی سخن فهان جمع آمده بودند، اظهري را تکلیف نمودند که از منظومات خود بخواند، گفت: زرد گوشي در اینجا حاضر نیست! گفتند: همه مخلصان شمایند! اظهري غرلی برخواند که مطلعش این است:

دیده را بر رخ زیبای تو حیران کردم عشق داند که باین دیده چه احسان کردم (۲)
چون به مقطعش که این است، مقطع:

خواه با اظهري و خواه به بیگانه نشین من همین شرم ترا بر تو نگهبان کردم
رسید، شیدا گفت: مخدوم گفته آید، مثل هندست — زن نایینا را خدا نگهبان! زرد گوش قلبتان را گویند. (ص ۲۱)

● صف ابراهیم: اظهري، اسمش سراج الدین (۳) است. بعضی او را از ایران و جمعی از کشمیر دانسته اند. بهر تقدیر از خویشان مظهری کشمیری و شعرای عهد جهانگیر است. و در شاعری با مظهری و شیدای هندی معارضه داشت. (ص ۷۰ ب)

۱- سندی نیز این ضرب المثل دارد: — اندي جي جوہ الہ جي امان!

۲- صبح گلشن دارد.

۳- نسخه آلمانی سریع الدین دارد. ممکن است این سهو کتابت باشد. نامش سراج الدین است.

● صبح گلشن : اظهري نايينا، نامش حيدر علي ست . از خويشان ملا مظهري کشميري و ميان هر دو اتحاد دلی . پدرش از موصل بهند رسيد . اظهري از وی در دهلي سر بعرضه ظهور کشيد . و در عهد اکبري (۹۶۳ھ - ۱۰۱۴ھ) و جهانگیری (۱۰۱۴ - ۱۰۳۷ھ) بعيش و تنعم گذرانيد . وی با ملا مظهري و ملا شيدا با وی شوخيها کردی و بمطایبه همدگر، ارباب صحبت را بخنده آوردی . روزی اظهري با مظهري گفت که : تو محمل منی ! وی جواب داد که : تو محمل مستعمل منی ! و یکبار اظهري در مشاعره غزل طرح میخواند ، چون بمقطع رسید :

خواه با اظهري الخ

ملا شيدا گفت : راست گفתי ! خدا حافظ زن نايينا ! دهان ياران رنگين آشنای قهقهه گرديد و اظهري خجلت کشيد . سال انتقالش، از اين دارناپائدار سوی دارالقرار، یکهزار و چهل و چهار (۱۰۴۴ھ) است .
(چهار شعر دارد ص ۳۷)

۱۷- اعجاز، محمد اعجاز

● ادبی دنیا : از کشمير است و معاصر ملا طاهر غنی (۱۰۷۹ھ) . از گجرات و دکن تا شیراز و اصفهان شهرت داشت . اين مطلع از وی مشهور است :
کشیده ام ز جنون ساغری، که هوش نماند دگر معامله با پیر میفروش نماند
وقتیکه ظفر خان در کشمير بود و ميرزا صايب هم آنجا تشریف داشت
محمد اعجاز همراه پدر بحضور ایشان ميرسیدی ، و ميرزا صايب ويرا بسيار دوست میداشت . اين دو شعر ازوست :

در پریشان حال آخر، کار من صورت گرفت	بسکه مو آمد بکلکم خامه تصوير شد
در نامه زمانه، بجز جنگ ، حرف نیست	گویا که ، از سیاهی لشکر نوشته اند

(۱۳۶ص)

۱۸- اعظم، خواجه دیده هری

● تذکره علمای هند: خواجه مجد اعظم دومری (؟) ابن خیرالزمان کشمیری مجددی. از علمای نامدار و مشائخ کبار کشمیر بود. از ملا عبدالله شهید و مراد بیگ و کامل بیگ و میر هاشم و غیرهم (۱) کسب علوم کرده و دست ارادت بدست شیخ مجد مراد مجددی داده. در شعر گوئی و تاریخ نویسی مهارت کامل داشت. — تاریخ اعظمی معروف بتواریخ دومری — در حالات پادشاهان و مشائخ و علماء و شعرای کشمیر، در سال یازده صد و چهل و هشت هجری (۱۱۲۸هـ) تألیف نمود. — واقعات کشمیر — (۲) نام تاریخی آن کتاب است. و نیز کتاب — فیض مراد (درحالات و مقالات پیر خود) — و — فوائدالمشائخ (در بیان فقر) و — رساله اثبات الجهر — و — تجربه الطالبین — و — اشجارخلد — و — ثمرات الاشجار — و — شرح کبریت احمر — از وی یادگار اند. در سن یازده صد و هشتاد و پنج هجری (۱۱۸۵هـ) رحلت فرمود. (ص ۱۸۰)

● تاریخ اعظمی: مجد اعظم شعر نیز میگفت. در تاریخ خود جابجا اشعار دارد و در تاریخ گوئی درکی بسیار داشت. ازوست:

-
- ۱- در ادبی دنیا است که: اعظم در شعر شاگرد مجد رضا مشتاق کشمیری بوده (کشمیر نمبر ۲۳۸) و خود گوید که: اصلاح سخن از میرزا نورالدین شارق گرفته است (تاریخ اعظمی ۲۲۸).
 - ۲- در دیباچه کتاب این تاریخ گفته است:

تا دور جهان، باد ثبات کشمیر	پر غزن فیض است برات کشمیر
با نام کتاب: واقعات کشمیر	شد سال شروع، واردات کشمیر

۱۱۲۸هـ

تاریخ — واقعات کشمیر — در موارد التواریخ (ص ۵۰۰) نیز ثبت است.

۱۱۲۸هـ

(۱) همین چار تن نایب سرورند
همین چار تن والی ملک دین
همین چار تن خاص پیغمبراند
که این چار تن عین یک دیگراند
شده از حسد چشم اغیار کور
(ص ۵)

(۲) چون کسی تا حال تاریخ آنحضرت (شیخ الانام شاه بلبل متوفی ۸۷۲۷) بقلم نیاورده . وقت تحریر این احوال حضرت بابا (۱) تاریخ وصال آن جناب در خاطر این احقر — که از پرورده های جوار ایشانست — بجهت سعادت خود توسلاً و تشفعاً بقلم آورد :

سال تاریخ وصل حضرت شاه بلبل قدس گفت : خاص الہ (ص ۳۱)
۸۷۲۷

(۳) اعظم خان در اوائل سال ۱۱۳۶ هـ بکشمیر رسید از واقعاتی که در عهد او در کشمیر رو داد یکی و دوم که — سخت تر از همه است — وقوع قحط عظیم در کشمیر است . هر چند آغاز آن در نیابت ابوالبرکات (۲) خان شده بود ، و لیکن در عهد اعظم خان قحطی بکمال رسید که ، از قرون سابقه هم مثل آن بوقوع نیامده است . بهشت رویه خرواری شالی بدست نمی آمد ، برنج حکم طلا گرفت . مردم بسبب گرسنگی فوج در فوج هلاک شدند . راقم این نسخه ، مثنوی طولانی — محتوی بر حالت آن — نوشته بود . چند بیت از آن مناسب حال مرقوم میشود :

مثنوی قحطیه

ز بس در اضطراوند ، اهل کشمیر غم خود هم نخورده هیچ کس سیر

-
- ۱- بامر مرشد از دکن در سال سنه ۸۷۲۵ هـ بکشمیر وارد شد و خانقاهی بر کنار دریا بنا نهاد و این اولین خانقاهست که در کشمیر بنا یافته است . محله که درو مدفن ایشان است به بلبل نگر معروف است . (ص ۳۰)
 - ۲- نواب ابوالبرکات صوفی رک : تذکره شمرای کشمیر محمد اصلح شماره (۱۵۵) چاپ بنده .

پیاد دانه پختن اشتها سوخت
 گرفته انقلاب از شهر تا دشت
 بغیر از حسن گندم گون دلبر
 در افزونی نرخ و کال گندم
 بسوز آرزوی یک لب نان
 میسر نان آبی از درم داشت
 بهای مشت شالی جان سپردن
 پی یک کال صد دشنام بیند
 نمکدانش بود از شور و افغان
 ز قحط آب و دانه، کربلا شد
 همه سرچنگ خوار مشت شالی
 برای جو، چو گندم سینه چاکند
 چو شانه بر نمیدارند از دست
 نخورده بهره غیر از حسرت خویش
 چو مور دانه جو خوار و لکد خوار
 بغیر از خاک نیست، از شهر تا ده
 غنیمت میشارد زخم خوردن
 ز بیت الهال، یک پشمش نیاید
 بطفیل خویشتن از شیر مهتاب
 برنجی یافت اصطرباب خود را
 نمانده در کفم جز چمچه خون
 ز جستن همچو نبض مرده جاگیر
 منجم نفس را داده تسلی
 برنج و جو، از آن به در نظرها
 محالست از تجارت سود بردن
 ز شب تا روز محو این خیالند
 بسفیر از سنبله برخی نداند
 مکدر ز اجتماع فاقه و غم
 فرح در قرعاهش هرگز نیفتاد
 کنند شاهانه با هر کس سلوکی

ز سوز جوع از بس آتش افروخت
 چو چشم مردمان از قحط برگشت
 نشان غله پیدا نیست یکسر
 ترقی منحصر دانست مردم
 تنبور آسا، شکمها گشته بریان
 بجز ماهی، که دل فارغ زغم داشت
 ز ماکولات حاصل غصه خوردن
 ز انبار کسی، گر دانه چینه
 اگر جای، ظهوری کرد مهبان
 جهان، پامال سرچنگ جفا شد
 ز پا افتادگان سست حالی
 پیاد کال ارزن محو خاکسند
 جو و گندم اگر پیش کسی هست
 شده هر فرقه غرق بحر تشویش
 خلائی بر سر دریا و بازار
 چو مار گنج، قوت هر که و مه
 سپاهی بسکه داده تن ببردن
 هزاران بیت شاعر میسراید
 تسلی میدهد مادر، پی خواب
 نویسد کاتب از بسهر تسلی
 بحسرت گفت خردی: بخاتون
 طیب از دیدن اهل مرض سیر
 مکرر نسخهای نان و حلوا
 نیاید چون بکار قوت زرها
 غذای اهل سودا غصه خوردن
 همه افتاد در فکر محالند
 کمیت فکر هرسو، میدواند
 شده رمال انکیس (؟) مجسم
 طریق قبض و داخل، رفت از یاد
 گدا یابد اگر حب الملوکی

ز فقر و فاقه بلبل، بس نوا کرد دگر با ریزه گل، اکثفا کرد
نبرده مورچه، راهی بشکر بجز شیرین لب نوحط دلبر
(الهی آخرالابیات)

بعد چند ماه آتش قهر قحط، بآب باری فضل و احسان الهی فرو نشست .

(ص ۲۳۵)

(۲) شیخ محمد مراد نقشبندی، مرید میر محمد رضای دهلوی بعد از واقعهٔ مرشد بکشمیر آمد . محمد اعظم نوشته است که : فقیر بعد واقعهٔ مرشد مراد، در خدمت ایشان رسیده، زیاده بر سه سال بیهره اندوز نظر آن عالیشان گردیده در سن هفتاد و پنج در هفتم ماه شوال سنه هزار و یکصد و سی و چهار (۱۱۳۲هـ) رحلت فرمودند فقیر با اشاره عامل عارف کامل مولانا ابوالفتح سلمه الله قائم مقام آنجناب (شیخ محمد مراد نقشبندی) تاریخ وفات بدین صورت موزون کرده تاریخ :

آنکه سرخیل ولایت بوده	شیخ آفاق و مراد عشاق
چشم بر غیر خدا نکشوده	بود او عین بصیرت، الحق
گنج سان زیر زمین آسوده	آخر از وحشت کثرت یکسبار
سر بر بی سرو پا پیسوده	همچو خورشید ره عالم قدس
محرم راز خدا او بسوده (۲۳۸ص)	شده تاریخ وصالش مسروع

(۴) ۱۱۲۵هـ

(۵) احترام خان از تغیر ابوالبرکات (نائب امیر خان انجام) بنیابت کشمیر رسید اتفاقاً قلت غلات رو داد شهر آشوب طرفه بعمل آورد . عوام الناس - پاره ای باضطرار خود و قدری بتحریک اهل فساد و اغوا - از دست رفته، متوجه بخانهان مردم شدند اول روز جمعه مولانا عنایت الله معروف بفضیلت الله (میر عدل و داروغه عدالت شرعیه) و مولانا محمد اشرف (مفتی

اعظم) ... را ... از خانه بر آورده بمسجد جامع بردند، و هر دو فاضل را بشهادت رسانیدند هر دو فاضل از غرائب روزگار بودند دل‌های مردم بدرد آمده و در شهر شورش عظیم شد. تاریخ شهادت هر دو بزرگوار راقم حروف چنین یافت :

اعظم گهر اشک بحسرت میسفت
با — آه زهی سعادت اشرف — گفت
۵۱۱۲۲

دی بهر نثار مشهد مفتی دین
تاریخ شهادتش ز دل پرسیدم

تاریخ دیگر :

گشتند ز بس مرتکب فعل کریه
میگفت: زهی شهادت هر دو فقیه

صد حیف ز افعال شیاطین سفیه
دل با سر بیداد بسال تاریخ

(۲۲۳) ۵۱۱۲۲ = ۱۱۲۲ + ۲

۲ = ب

(۶) بر فوت ملا عبدالحکیم ساطع (۱) پسر ملا غالب این تاریخ گفت:

از صفا ذهن انورش لامع
بود رای متین او رافع
بنفقیر و غنی بسی نافع
بود جویای او زهی طالع
آن باصناف معرفت جامع
صفحات بقاش را، قاطع
روح قدش شده بحق راجع
نور ایمان بمرقدش ساطع (۲۵۰)

مهر اوج سخنوری ساطع
رایت عالی فصاحت را
صحبش، وقت نکته پیرائی
از غلو فطانتش استاد
بزم آرای شعر شد یک چند
شده مقراض موت، آخرکار
پرده جسم ارچه فانی گشت
گفت اعظم، بسال تاریخش:

۵۱۱۲۲

(۷) تاریخ وفات شیخ محمد مراد (۱) نقشبندی :

قبله عارفان حق آگاه
آنکه بوده بملک عرفان شاه

حیف از دهر بی وفا بگزشت
متحد شد، بوحده مطلق

الف = ۱

۱- رک : تذکره شعرای کشمیر از محمد اصلح چاپ بنده (بشماره ۱۱۰).

۲- این شیخ مراد، غیر از شیخ مراد نقشبندی است که بر صفحه ۸۸ ثبت شده .

دست بر دست رفت تا درگاه
حال ارباب شوق گشته تپا
کرده اندر گلوست ناله و آه
وارث کامل رسول اله

۱۱۳۰ = ۱۱۳۱ هـ

چون گل سبز سر ز باغ جهان
بعد ازو ملک دل خلل بگرفت
پیدلان را ز شوق فرقت او
گفت تاریخ وصل او اعظم

ایضاً :

سر کم باد دل حزین فریاد
دامن آسمان همه خون است
مقتدای زمانه مرشد راه
گوهر معدن حق آگاهی
نقشبندی، از این و آن ساده
رفت و احباب را ز غم بگذاخت
گفت دل : نقشبند ثانی دین

۱۱۳۱ هـ

باز — شیخ المکملین — گفتم

۱۱۳۱ هـ

— آه از شیخ راه — بشنیدم

۱۱۳۰ (۱)

از جفای سپهر غم بنیاد
چشم از سیل گریه جیحون است
شاه دین، شیخ آسمان درگاه
آخر برج ل مع اللهی
بنده ای از قسود آزاده
علم خویش بر سپهر افراخت
سال تشریف او، بخلد برین

گوهر فکر را چو میسفتم

باز در دشت فکر گردیدم

ایضاً :

ماتم درویش سلطان همت است
گفت هائف : او مراد وحدت است

۱۱۳۱ هـ

شد قیامت آشکارا دور نیست
سال تاریخ وصال است آن امام

ایضاً :

کرد دل در چار مصرع هشت تاریخ انتخاب
قطب شیخان جهان، و صاحب خلعت بیاب

۱۱۳۱ هـ

۱۱۳۱ هـ

در خیال سال وصل مرشد عالی جناب
شیخ اهل علم و حال و خازن اسرار هو

۱۱۳۱ هـ

۱۱۳۱ هـ

قدوة اهل شریعت گفتم : و غواص دل	باز بحر الفیض ، و شیخ دهر بود، آمد خطاب
۵۱۱۳۱	۵۱۱۳۱

(۲۲۳-۲۲۴)

(۸) تاریخ خواجه نورالدین مجد آفتاب نقشبندی ولد خواجه نظام الدین ابن حضرت اشرف الدین بن حضرت خواجه معین الدین . مرید و ارشاد یافته خواجه احمد یسوی است. در ۱۰۸۶ هجری بمجهان آمد و در ششم شعبان ۱۱۵۶ هجری در سن هفتاد و دو (۷۲) سالگی فوت شد . تاریخ :

رفت آن سالار ملک معرفت	در رکابش صد هزاران فوج دل
کشتی چشم جهان پر آبست	در عزایش این بود یک موج دل
اعظم ، از ذره کم، تاریخ یافت	بود خواجه آفتاب اوج دل (۱)

$$۱۱۵۵ + ۱ = ۱۱۵۶ \text{ (ص ۲۶۲)}$$

● استوری : خواجه مجد اعظم دیده مری بن خواجه خیرالزمان خان کشمیری مجددی . در حدود سال ۱۱۰۱ هجری یا ۱۱۰۲ هجری بدنیا چشم کشود . و شاگرد ملا عبدالله و مراد بیگ و کامل بیگ و میر هاشم و غیره بوده . و در طریقت نقشبندی مرید مجد مراد نقشبندی (متوفی ۱۱۳۲ هجری) (۲) بود . و در سال ۱۱۸۵ هجری (۴) وفات یافت . از آثار وی است :

(۱) فایض المراد در ملفوظات مجد مراد نقشبندی.

(۲) فوائد المشائخ

(۳) رسالة اثبات الجهر.

(۴) تجربات الطالبین .

(۵) اشجار خلد .

(۶) ثمره الاشجار.

(۷) شرح کبریت احمر (بنام وسائل الاعظم).

(۸) واقعات کشمیر. در سال ۱۱۴۸ هـ آغاز کرد و در سال ۱۱۶۰ هـ

باختتام رسانید. و از نامش تاریخ بر میآید. بتاریخ اعظمی نیز معروف است. یک مقدمه و سه قسم و یک خاتمه دارد (۱). در لاهور بنام — تاریخ کشمیر اعظمی — در سال ۱۳۰۳ هـ بچاپ رسیده است (۲). و ترجمه اردواز منشی اشرف علی (دهلی کالج) بنام — تاریخ کشمیر — در دهلی بسال ۱۸۴۶ ع چاپ شد. (ص ۶۸۳)

● قبر محمد اعظم: شاد روان محمدالدین فوق در — تاریخ بدشاه — نوشته است که: محمد اعظم و پدرش خواجه خیرالزمان در احاطه گورستان شیخ بهاءالدین — که بمزار کلان معروفست — مدفون هستند.

قبر خواجه محمد اعظم ویران و برباد شده است و به دیوار خانه شخصی پیوسته است. همین طور قبر خواجه خیرالزمان پدرش نیز در حالت خراب و زبون است.

این همان قسمت گورستان است که خواجه خیرالزمان برای گورستان خانوادگی مخصوص کرده بود و — بمزار دیده مری — معروف است. علاوه این دو قبر، دیگر هیچ آثاری برجای نمانده است، و حالت این دو قبر

۱- مقدمه: در بیان احوال و صفات این شهر.

قسم اول: در حالات ارباب حکومت که پیش از دور ظهور اسلام درین ملک حکمرانی کردند.

قسم دوم: در حالات سلاطین که بعد از فروغ اسلام بسلطنت رسیدند و از کشمیر برخواستند.

قسم سوم: در ذکر سلاطین دودمان علیه چغتایه که متصرف شهر شدند.

خاتمه: در بیان بعضی عجائب و غرائب که خاصه این شهرست.

۲- چاپ اول از فقیر الله و عبدالعزیز تاجران کتب لاهور (۱۳۰۳ هـ) و چاپ دوم از غلام محمد نور محمد

تاجران کتب سرینگر (۱۳۵۵ هـ) است.

پدر و پسر طوریکه گفته شد، نیز زیون هست .

فوت خواجه اعظم را دهم محرم ۱۱۷۹ هـ نوشته است . (۱)

● ضمیمه تاریخ اعظمی (۲) : شرافت پناه ریاست دستگاه خواجه مجد اعظم دیده مری ، از جمله مشاهیر کشمیر بود . در محله دیده مر - از محله جات سرینگر ، پائین تر از صفا کدل ، بر لب دریای بهت - نشو و نما یافت . نسبش با خواجه محمد اسحاق ملک التجار میرسد . عشیره او بخاندان دیده مرها شهرت دارد . با خاندان شیخ یعقوب صرفی گنائی ، مخدوم بابا عثمان اوچپ گنائی ، خواجه حبیب الله گنائی ، و بابا عبدالنسی خانقاهی تعلق قرابت پیدا کرد .

خواجه مجد اسحاق سر دایره اعیان دوران ، حاضر بخدمت بابا عثمان قادری چچه بلی شد و روحانی تربیت یافت . خواجه مجد حسین فرزندش باوجود آنکه - از علم ظاهری نا آشنا بود - مگر مشرف بخدمت خواجه عبدالرزاق کبروی فرزند خواجه مہ بزاز ، باشندده محله ملچمر متصل عالی کدل ، شده ، صدقاً و یقیناً نقش عقیدتش بر لوح سینه خود نگاشت .

فرزند ارجمند او ، خواجه خیرالدین در سنه ۱۰۸۰ هـ از شبستان عدم

۱- تاریخ بدشاهی ص ۵۰۷ ، فوق این کتاب را در سال ۱۹۴۲ ع چاپ کرده است که برآن بیست و سه سال گذشته است . نمیدانیم درین وقت قبر مجد اعظم و پدرش به آن حال زیون هم دیده میشود یا کلیه از بین رفته است . مصنف از ضعف گرفته فوت شد و از لفظ - ضعف گرفته - (۱۱۷۹ هـ) تاریخ بر میآید .

۲- چاپ دوم تاریخ اعظمی که بتصحیح مجد شاه مفتی متخلص بمعادت در سال ۱۳۵۵ هـ از طرف غلام مجد نورمحمد تاجران کتب سرینگر چاپ شده است ، ضمیمه در شرح حال مجد اعظم دارد که عیناً ثبت کرده میشود .

در بزم وجود آمد . صغیرالسن بود که لکنت زبان بحدی داشت ، حتی که تکلمش بغایت متعذر می شد . بخدمت لاله بابای ریشی ساکن موضع دوکره ، آمده قدری از بقیه طعامش خورد ، فوراً لکنت زائل گشت . در بدایت شعور نسبت آگاهی پیدا کرد ، کتب بسیار دیده ، ذایقه علوم چشیده بمقام ارجمند رسید . بر دوکان تجارت پشمینه فروشی نشست . محمل مسافرت بر بست ، سیر و سیاحت بحر و بر کرد ، خود را در دارالحکومت بلدهٔ دهلی رسانید ، جبین حاضر باشی ، در دربار دربار اورنگ زیب عالمگیر شده ، مالید . عالمگیر شاه ، حذاقت و لطافت طبیعت و سلیقهٔ دیانت داری او دیده ، خصوصیت دربار داری بخشیده مورد عنایات بیغایات گردانید . خیرالزمان خان خطاب مستطابش داد . آمدنی چند دهات بطور جاگیر بوی سپرد . چون تشریف بکشمیر واپس آورد ، جهت ادای شکریهٔ این عنایت الهی ، که بواسطهٔ ظل سبحانی رسید ، مسجدی مضبوط مشتمل بر حمام گرم ، متصل دولت خانهٔ خود ، بمقام ملک یار من محلات فتح کدل ، تعمیر کنانید . همواره بصحبت فیض درجت لاله بابو همدانی ساکن موضع پانپوره سعادت باطنی و روحانی اندوخت . در حالت حیات خود ، احاطه مزار وسیع در حدود قبرستان مله کواه بمقام واله گری محله ، بیرون مقبره متبرکه قطب العالم شیخ بهاء الدین گنج بخش ، آراست . در سنه ۱۱۶۵ هـ وفات یافت . در همان مزار پر انوار که الحال بمزار دیده مرها مشهور است ، مدفون شد . تاریخ وفات بر لوح مزارش منقول است :

شده مظهر وصل حق ، بی تناهی
بذاتش مسرور خرامان کماهی
شفیعی بمحشر ، رسالت پناهی
که : خیر الزمان محو وصل الهی

چرخان ملک خوی هفتاد و شش سال
به خلقتش ، مزین ریاض بهشت است
میشش بود ، حضرت پاک عزت
رقم کرد اعظم ، بسال وصالش

دو فرزند داشتند . یکی خواجه محمد اعظم ، دیگری خواجه نعمت الله .

خواجه نعمت الله تجارت پیشه شد و در سنه ۱۱۸۰ هـ بقضا پیوست .
خواجه حمید الله فرزندش بجای پدر نشست . در محله ملک یار - بر لب دریای بهت - سکونت پذیرفت . طریقه قادریه از حضور میان گل محمد کنگال و خلیفه اش صاحبزاده میان محمد رفیق کنگال فتح کدلی ، اخذ کرد . محترم زیست . محمد خان و عطاء الله ، دو فرزند از وی اند .

خواجه محمد اعظم در سنه ۱۱۰۳ هـ بمحمد اورنگزیب عالمگیر شاه - هنگامیکه ابو نصر خان در کشمیر آمده ، فرایض نظامت ادا میکرد - قدم در دایره وجود نهاده . صغیرالسن بود که کمر همت جهت تحصیل فضائل انسانی چست بربست . در مدرسه اخوند ملا عبید الله شهید سعید ، باشنده محله بلدیمر (یکی از شاگردان اخوند ملا محسن کشو) آرمید ، سه سال گذرانید . روش مطالعه و مذاکره از دست نداد . علم و ادب و دینیات و منطق و غیره از ملا ابوالحسن کاوه داری ولد قاضی محمد فایق بخوبی آموخت . در مدرسه ملا عبدالرزاق گوجواری آمد و رفت داشت ، زانوی تلمذ ته کرد . میل خاطرش بشعر گوئی افتاد ، اصلاح شعر و سخن از میرزا نورالدین شارق گرفت . چراغ خاطر عاطر ، از انفاص قدسیه میرزا محمد رضای مشتاق ساکن نوشهره و ملا عبدالحکیم ساطع ، افروخت ، و منسلک در زمره شعراء شد .

جذبات شباب و خود داری در کمال خروش و بهیجان بود که ، ناگاه جذبۀ روحانی و باطنی در پیش آمده ، رجوع بحق حقیقت شناس نمود . اشتغال به تهذیب الاخلاق ورزید . از مشائخان عظام حاضر شده برخورد . در سنه ۱۱۱۹ هـ وقتیکه عمر عزیزش از هفده سالگی متجاوز نبود

شرف خدمت قدوة السالکین شیخ محمد مراد تنگ، فرزند ملک محمد طاهر نقشبندی، دریافت و نسبت عزیزان حاصل کرد. منازل سلوک بانجام رسانید و مطابق بمشاغل حضرات مجددی شغل گرفت. خلعت ارشاد در بر نمود. مدت دوازده سال در سلک ملازمتش منخرط ماند. عرصه پنجمه در صحبت میرزا اکمل الدین محمد کامل بیگ خان بدخشی بسر برده. نه سال بملازمت شیخ محمد مراد متو گذرانیده می عرفان چشید. در سال ۱۱۲۳ هـ بحضور سیادت پناه قاضی دولت شاه بخاری بسوی خرامید و دامن از غبار خود پرستی برچید. در سال ۱۱۳۰ هـ پایه بلند از جناب سید میر محمد هاشم قادری گرجواری — که مدفنش در مقام باچه دروازه متصل قلعه شاهی در عین باغات سرکاری واقع است — دریافت، مقام ارجمند از معارف لطایف ربانی حاصل نمود. در سنه ۱۱۳۲ هـ احرام بملاقات حاجی عبیدالله بلخی بر بست نکات سلوک و رموز تصوف ازو شنید. در سنه ۱۱۳۸ هـ اتفاق ملاقات با خلیفه عبیدالله بخاری فاروقی افتاد، مورد الطاف روحانی شد. در حلقه صحبت بابا قائم بجهواری و مخدوم العرفاء شیخ محمد علی رضا دهلوی سرهندی و عبدالرحیم قادری زینه کدلی و شیخ عبداللطیف کهوسه و خواجه محمد زاهد بلخی و غیره درآمده، قوت روحانی بهم رسانید. باوجود تعلقات دنیا در جود و سخا و صدق و صفا بی همتا بود و طبعی موزون داشت. در نظم و نثر درهای بی بها میسفت و اشعار آبدار میگفت. تصنیفات او بر صفحه روزگار یادگار اند. عجب تر آنکه سال تصنیف هر کتاب از نام او، راست بر آورد. در سنه ۱۱۳۵ هـ — فیض مراد — در حالات شیخ محمد مراد تنگ بضبط تحریر آورد که مشتملست بر هفتاد و پنج تاریخ موزون، منشور عربی و فارسی با نقطه و بی نقطه. درینجا بریک تاریخ رحلت ازو اکتفا رفت:

گفت تاریخ وصل او، اعظم وارث کامل رسول الله
 ۱۱۱۳۰ هـ (۲)

شیخ محمد رضا دهلوی درینجا آمده ، اشاعت طریقه شریفه محدوده کرد که در - رساله فواید الرضا - مصنفه خواجه محمد اعظم ، صورت ضبط و ربط گرفت .
 - فواید الرضا - نام و تاریخ (۱۰۳۲ هـ) اوست . در ۱۱۳۵ هـ خلیفه عبیدالله بخاری فاروقی ، فرزند شیخ محمد الیاس فاروقی عمری ، چون رحلت نمود - رساله فراقنامه - را بر نام او ترتیب داد . چند مرثیه های درد آمیز و ترکیب بند سپرد بقلم کرد . ازانجمله این ترکیب بند پسند تر آمد :

یا شاه نقشبند بینا حال زار ما	رحمی بکن ، بحالت پر اضطرار ما
ما را مگر فراق جمال تو نبود	کن عقده دگر، زده گردون، بکار ما (۲)
شد غرق خون ز اشک روان ز بحر دل	هست استخوان سینه ما آبشار ما (۲)
گر نه بمن حمایت آن مقتدر رسد	در چنگ نفس دون، چه بود اقتدار ما
بادا بیمن جاذبه زائران تو	ریگ روان براه تو ممت غبار ما
اعظم غموش باش که خوش گفت ، هر که گفت :	با اختیار حق، چه بود اختیار ما

در سنه ۱۱۳۶ هـ - قواعد المشائخ - بجمع آورد ، و نشان از آداب پیری مریدی داد . رساله - اثبات الجهر - (۱۱۴۳ هـ) متضمن بر بسط دلائل و فوائد ذکر جهر مطابق طریقه یسویه مرتب گذرانید . تصنیف او در ۱۱۴۳ هـ دست بهم داد .
 در سنه ۱۱۴۳ هـ - تجربه الطالین - تصنیف کرد . - اشجار خلد - در ۱۱۳۹ هـ بسک ترتیب آورد ، که نام او بر تاریخ تصنیف وی اطلاع می دهد .
 - ثمره الاشجار - در سنه ۱۱۴۰ هـ بضبط تحریر آورد . - کبریت احمر - مجموعه محبوب سبحانی جناب عبدالقادر جیلانی را بیسط هرچه نامتر فارسی شرح کرده است - وسائل الاعظم - (۱۱۴۹ هـ) نام و تاریخ تصنیف او پسندید . در سنه ۱۱۴۸ هـ دست در تحریر - واقعات کشمیر - یعنی تاریخ اعظمی داد . عرصه ده سال ، بوجه آنکه عوارض جسمانی در میان آمدند ، منقضی شده و در ۱۱۵۹ هـ اتفاق اختتام آن افتاد . تاریخ افتتاح و اختتام بدین نط مذکور شد :

شد سال شروع ، واردات کشمير با نام کتاب : واقعات کشمير

۱۱۲۸ هـ

ايضاً :

اگر پرسند ، تاريخش چسان يافت بگو : ترتيب ابرالجنان يافت

۱۱۵۹ هـ

قصائد ، غزليات ، قطعات تاريخ و مناقب اولياء كه از حد مقبول اند و شاهد كمالات عاليات او دارند . مير كمال الدين اندرابى از سادات ملا رته و شيخ محمود تاره بلى خلف الصديق آخوند ملا رحمت الله مدرس تاره بلى وغيره از نظر يافتگان وى اند . در سنه ۱۱۷۹ هـ دم محرم وفات يافت . در مزار ديده مرها همدوش والد خود مدفون شد . مولانا علامه هدايت الله مفتى ولد مولوى كرم الله متو در - تكمله التواريخ - مينگارد كه : خواجه مجد اعظم از مدت مديد بعلت ضعف گرده بيمار شد . هنگام نزع رسيد ، شخصى بعبادتش آمد . از حكيم پرسيد كه : خواجه چه علت دارد ! حكيم گفت : ضعف گرده ! خواجه فرمود : همين لفظ بشماريد كه تاريخ وفات من است :

اگر پرسند ، اعظم از چه مرده بگو سال وفاتش : ضعف گرده

۱۱۷۹ هـ

خدايش پيامرزد . (ص ۲۹۱ تا ۲۹۲)

۱۹- اقبال ، علامه محمد اقبال لاهورى

اجداد وى از برهمن زادگان کشمير بودند ، خود گويد :

برهمن زاده اى رمز آشنائى روم و تبريز است

نيز گويد :

تنم گلى ز خيaban جنت کشمير دل از حريم حجاز و نوا ز شيراز است

بتاریخ ۹ نومبر ۱۸۷۷م در سیالکوت چشم بدنیا کشود و در ۲۱ آوریل ۱۹۳۸م در لاهور از جهان فانی رخت بر بست . مدفنش در صحن مسجد پادشاهی لاهور ، مرجع خلائق عالم هست .

مرحوم اقبال آرزو داشت که: تذکره شعرای کشمیر باید که بهمت کسی تألیف گردد . (۱) متن تذکره شعرای کشمیر تألیف مجد اصلح که بتصحیح راقم این حروف چاپ شده است ، به پیروی آرزوی آن فقید بوده و این تذکره شعرای کشمیر که — تکمله تذکره اصلح — آنرا باید دانست ، نیز به همین سلسله ترتیب یافته است .

علامه مرحوم هرچه راجع بکشمیر فرموده است ، تبرکاً اینجا داده میشود : ازوست :

زیارت امیر کبیر حضرت سید علی همدانی و ملا طاهر غنی کشمیری

حرف رومی ، در دلم سوزی فگند آه پنجاب! آن زمین ارجمند
از تپ یاران، تپیدم در بهشت کهنه غم ها را خریدم، در بهشت
تا در آن گلشن صدای دردمند از کنار حوض کوثر شد بلند
جمع کردم مثنی خاشاک که سوزم خویش را
گل گمان دارد که بندم آشیان در گلستان ، (غنی)

گفت رومی: آنچه می آید، نگر دل مده ، با آنچه بگذشت، ای پسر!
شاعر رنگین نوا طاهر غنی فقر او ، باطن غنی طاهر غنی
نغمه میخواند، آن مست مدام در حضور سید والا مقام
سید السادات ، سالار عجم دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی ، درس الله هوا گرفت ذکر و فکر از دودمان او گرفت
مرشد آن کشور مینو نظیر میر و درویش و سلاطین را مشیر

خطه را آن شاه دریا آستین داد علم و صنعت و تهذیب و دین
آفرید آن مرد، ایران صغیر با هنرهای غریب و دلپذیر
یک نگاه او کشاید صد گره
خیز! و تیوش را بدل راهی بده

در حضور شاه همدان

زنده رود

از تو خواهم، سرزدان را، کلید	طاعت از ما جست، و شیطان آفرید
زشت و ناخوش را، چنان آراستن	در عمل، از ما نکوی خواستن
از تو پرسم: این فسون سازی که چه	با قمار بد نشین بازی که چه
مشت خاک و این سپهر گرد گرد	خود بگو! می زبیدش کاری، که کرد؟
کار ما، افکار ما، آزار ما	دست با دلدان گزیدن، کار ما

شاه همدان

بند کز خویشتن دارد خبر	آفریند منفعت را از ضرر
بزم با دیواست، آدم را و بال	رزم با دیواست، آدم را جمال
خویش را، بر اهرمن باید زدن	تو همه تیغ، آن همه سنگ فسن
تیز تر شو، تافتد ضرب تو، سخت	ورنه باشی، در دو گیتی تیره بخت

زنده رود

زیر گردون، آدم، آدم را خورد	ملتی، بر ملتی دیگر چرد
جان، ز اهل خطه سوزد، چون سپند	خیزد، از دل ناله های، درد مند
زیرک و دراک و خوش گل ملتی است	در جهان، تر دستی او، آیتی است
ساغرش غلطنده، اندر خون اوست	در فنی من، ناله از مضمون اوست
از خودی، تا بی نصیب افتاده است	در دیار خود، غریب افتاده است
دست مزد او، بدست دیگران	ماهی رودش، به شست دیگران
کاروانها سوی منزل، گام گام	کار او، نا خوب و بی اندام و خام
از غلامی، جذبه های او، بمرد	آتش، اندر رگ تاکش، فسد
تانه پنداری، که بود است این چنین	جبهه را همواره سود است این چنین

در زمانی، صف شکن هم بوده است

چیره و جانباز و پر دم بوده است

کسوه های خنک سار او نگر	آتشین دست چنار او نگر
در بهاران، لعل میریزد، ز سنگ	خیزد از خاکش، یکی طوفان رنگ
لکه های ابر، در کوه و دمن	پنبه پران از کمان پنبه زن
کوه و دریا و غروب آفتاب	من خدا را، دیدم آنجا، بی حجاب
با نسیم آواره بودم در نشاط	- بشنوا زنی - می سرودم در نشاط
سرغی میگفت اندر شاخسار :	با پیشیزی می نیررد این بهار!
لاله است و نرگس شهلا دمید	باد نوروزی گریبانش درید
عمرها بالید ازین کوه و کمر	نستر از نور قمر ساکیزه تر

عمرها، گل رخت بر بست و کشاد

خاک ما، دیگر شهاب الدین نژاد!

فاله پرسوز آن مرغ سحر داد جانم را تب و ساب دگر
تا یکی دیوانه دیدم در غروش آنکه برد از من متاع صبر و هوش

بگذر ز ما، و ناله مستانه مجری

بگذر ز شاخ گل، که طلسمی است رنگ و بوی

گفتی که : شبنم از ورق لاله می چکد

غافل دل است این که، بگوید کنار جوی!

این مشت پر کجا و سرود این چنین کجا

روح غنی است مائمی مرگ آرزوی!

باد صبا! اگر به جنیوا گذر کنی

حرفی ز ما، به مجلس اقوام باز گوی

دهقان و کشت و جوی و خیابان فروختند

قومی فروختند و چه ارزان فروختند!

شاه همدان

با تو گویم رمز باریک ای پسر!	تن همه خاک است و جان والا گهر
جسم را از بهر جان، باید گذاخت	پاک را از خاک می باید شناخت
گر ببری، پاره تن را ز تن	رفت از دست تو، آن لخت بدن
لیکن آنجانی که گردد جلوه مست	گر ز دست او را دهی، آید بدست

جوهرش، با هیچ شی مانند نیست
گر نگهداری، بمیرد در بدن
چيست جان دادن؟ بحق پرداختن
جلوه مستی، خویش را دریافتن!
خویش را نایافتن، نا بودن است
هر که خود را دید و غیر از خود ندید
جلوه بدمستی، که بیند خویش را
در نگاهش جان چوباد، ارزان شود
تیشه او، خار را بر میدرد

هست اندر بند و اندر بند نیست
ور بیفشانی، فروغ انجمن
کوه را با سوز جان، بگذاختن
در شبان، چون کوکبی، بر تافتن
یافتن خود را، بخود بخشودن است
رخت از زندان خود بیرون کشید
خوشت از نوشینه داند، نیش را
پیش او، زندان او لرزان شود
تا نصیب خود، ز گیتی میبرد

تا ز جان بگذشت، جانش، جان اوست
ورنه جانش، یک دو دم مهیا اوست!

زنده رود

گفته‌ای از حکمت زشت و نکوی
مرشد معنی نگاهان بود؟
پیر دانا! نکته دیگر بگوی
چيست اصل اعتبار تخت و تاج؟

ما فقیر، و حکمران خواهد، خراج

شاه همدان

اصل شاهی چیست اندر شرق و غرب؟
فاش گویم، با تو ای والا مقام!
یا "اول الامر" بیکه "منکم" شان اوست
یا، جوان مردی، چو صرصر، تندخیز
روز کین، کشور کشا از قاهری
میتوان، ایران و هندوستان خرید
جام جم را، ای جوان با هنرا
ور بگیرد، مال او جز شیشه نیست

یا رضای امتان، یا حرب و ضرب
با ج را، جز بادوکس، دادن حرام
آیه حق حجت و برهان اوست
شهرگیر و خویش باز اندر ستیز
روز صلح، از شیوه های دلبری
پادشاهی را ز کس، نتوان خرید
کس نگیرد از دکان شیشه گر
شیشه را، غیر از شکستن، پیشه نیست

غنی

هند را این ذوق آزادی که داد؟
آن برهمن زادگان زنده دل
صید را سودای صیادی، که داد؟
لاله احمر ز روی شان خجل

تیز بین و پخته کار و سخت کوش از نگاه شان ، فرونگ اندر خسروش
اصل شان، از خاک دامن گیر ماست مطلع این اختران کشمیر ماست
خاک ما را بی شرر دانی اگر بر درون خود یکی بکشا نظر
این همه سوزی که داری، از کجاست ؟ این دم باد بهاری ، از کجاست ؟

این ، همان باد است ، کز تأثیر او

کوهسار ما بگیرد ، رنگ و بوا

هیچ می دانی ، که روزی در ولر (۱) موج می گفت ، با موج دگر :
چند در قلم ، بیک دیگر زنیم خیز ! تا یک دم بساحل سر زنیم
زاده ما ، یعنی آن جوی کهن شور او ، در وادی و کوه و دمن !
هر زمان ، بر سنگ ره ، خود را زده تا بنای کوه را ، بر میکند
آن جوان ، کوشه رودشت و در گرفت پرورش ، از شیر صد مادر گرفت
سطوت او ، خاکپایان را محشری است این همه از ماست ، نی از دیگری است
زیستن ، اندر حد ساحل ، خطاست ساحل ما ، سنگی اندر راه ماست
با کمران ، در ساختن ، مرگ دوام گرچه ، اندر بحر غلطی صبح و شام

زندگی ، جولان میان کوه و دشت

ای خنک موجی ، که از ساحل گذشت

ای که ! خواندی خط سپای حیات ای ! به خاور داده ، غوغای حیات
ای ترا ! آهی که می سوزد جگر توازو بی تاب ما بی تاب تر
ای ز تو ! مرغ چمن را های و هو سبزه ، از اشک تو ، میگیرد وضو
ای که ! از طبع تو ، کشت گل دمید ای ! ز امید تو جانها پر امید
کاروانها را ، صدای تو ، درا تو ز اهل خطه ، نو میدی چرا ؟
دل میان سینه شان ، مرده نیست اخگر شان زیر یخ ، افسرده نیست
باش ! تا بینی که ، بی آواز صور ملتی برخیزد از ، خاک قبور
غم مخوره ای بنده صاحب نظر ! برکش آن آهی ، که سوزد خشک و تر
شهرها ، زیر سپهر لاجورد سوزشت ، از سوز دل درویش مرد
سلطنت ، نازک تر آمد از حباب از دمی ، او را ، توان کردن خراب
از نوا ، تشکیل تقدیر امم از نوا ، تخریب و تعمیر امم

نشت تو، گرچه در دلها خلید، مر ترا، چونانکه هستی، کس ندید
 پرده تو، از نوای شاعری است آنچه گوئی ماورای شاعری است
 تازه آشوبی فگن، اندر بهشت
 یک نوا، مستانه زن اندر بهشت!
 (جاوید نامه: ۱۸۲ تا ۱۹۵)

ساقی نامه

(در نشاط باغ کشمیر گفته شد)

خوشا روزگاری، خوشا نوبهاری
 زمین از بهاران چو بال تذروی
 نه پیچد نگه، جز که در لاله و گل
 لب جو، خود آرائی غنچه دیدی!
 چه شیرین نوائی، چه دلکش صدائی
 به تن جان، به جان آرزو، زنده گردد
 نسواهای سرخ بلند آشیانی
 تو گوئی، که یزدان، بهشت برین را
 که تا رحمتش، آدمی زادگان را
 چه خوام درین گلستان، گر نه خوام
 سرت گردم! ای ساقی ماه سیما
 به ساغر، فرو ریز آبی که جان را
 شقایق برویان ز خاک نژندم
 نه بینی، که از کاشفرتابه کاشان
 ز چشم امم ریخت آن اشک نابی
 کشیری که با بندگی خو گرفته
 ضمیرش تمی از خیال بلندی
 بریشم قبا خواجه از محنت او
 نه در دیده او، فروغ نگاهی

نجوم پسران رست از مرغزاری
 ز فسواره المساس بار آبهاری
 نه غلطد هوا، جز که بر سبزه زاری
 چه زیبا نگاری، چه آئینه داری
 که می آید، از خلوت شاخساری
 نه آوای ساری، نه بانگ هزاری
 در آمیخت با نغمه جوئیاری
 نهاد است، در دامن کوهساری
 رها سازد، از محنت انتظاری
 شرابی، کتابی و ربابی، نگاری
 بسیار از لیاگان ما یادگاری
 فروزد چو نوری، بسوزد چو ناری
 بهشتی فروچین بمشت غباری
 همان یک نوا باله از هر دیاری
 که تأثیر او گل دماند ز غاری
 بتی می تراشد ز سنگ مزاری
 خودی ناشناسی، ز خود شرمساری
 نصیب تنش جامه تار تازی
 نه در سپینه او، دل بیقراری

از آن می، فشان قطرای بر کشیری

که خاکسترش، آفرینند شرای

(پیام مشرق: ۱۳۳)

غنی کشمیری

غنی، آن، سخنگوی بلبل صغیر نسا سنج کشمیر مینو نظیر
چو اندر سرا بود، در بسته داشت چو رفت از سوا، تخته را وا گذاشت
یکی گفتش: ای شاعر دل رسی! صجب دارد از کابر تو، هر کسی
بپاسخ چه خوش گفت مرد فقیر فقیر و باقلیم معنی امیر
ز من آنچه دیدند یاران، رواست درین خانه، جز من متاعی کجاست
غنی تا نشیند به کاشانه اش متاعی گرانست در خانه اش

چون آن محل افروز، در خانه نیست

تسبی تر ازین هیچ کاشانه نیست

(پیام مشرق: ۱۶۰)

تم گل ز خیابان جنت کشمیر

دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است

(پیام مشرق: ۲۱۲)

کشمیر

رخت به کاشمیر کشا کوه وتل و دمن نگر سبزه جهان جهان، بین لاله چمن چمن نگر
باد بهار موج موج، مرغ بهار فوج فوج صلصل و سار زوج زوج بر سر نارون نگر
تانه فتد به زینتش، چشم سپهر فتنه باز بسته بچهره زمین برق نستر نگر
لاله ز خاک بردمید، موج بساجو، تپید خاک شرر شرر بین آب شکن شکن نگر
زخمه به تار سازن، باده به سانگین بریز قافله بسار را، انجمن انجمن نگر

دختر کی برهمنی، لاله رخی، سمن بری

چشم بروی او کشا باز بخوشتن نگر

(پیام مشرق: ۸۵۵)

۲۰- اکبر، محمد اکبر خان

● صف ابراهیم: محمد اکبر خان، اکبر مخاطب بامیرالدوله، خلف نواب

عبدالمجید خان (۱)، و کهنین برادر مجدد الدوله عبدالاحد خان (۲) از اعیان خطهٔ دلهلیر کشمیر است. و بزرگانی ایشان بمناصب و خدمات لافقه از منسلکان پادشاه دهلوی بودند. مشارالیه چندی نظارت شاه عالم پادشاه (۳) و بعد از آن بهمان خدمت در حضور صاحب عالم جهاندار شاه (۴) خلف مہین شاه عالم بسر برده. الحال که سال یکہزار و صد و چہار (۱۱۰۴ھ) است، در بنارس بخدمت شاہزادہ میرزا خرم بخت، خلف جهاندار شاه، میگذراند، و با راقم آثم اتحاد و وداد دارد. طبعش موزونست. (ص ۸۴-الف)

● روز روشن: اکبر، محمد اکبر خان امیر الدوله، خلف عبدالمجید خان دهلوی. از ملازمان شاہزادہ جهاندار شاه، کہ برفاقت میرزا خرم بخت شاہزادہ، در بنارس بود:

۱- نواب عبدالمجید خان مجدد الدوله در سال ۱۱۶۵ھ در دہلی فوت شد. تاریخ است: حیف، آن امیر دانا، رفت از جہان فانی واکرد بر رخ او، رضوان در جنان را تاریخ رحلتش را پرسید از خرد، گفت: فردوس باد مسکن عبدالمجید خان را عدد لفظ فردوس (۳۵۰) را با عدد عبدالمجید خان (۸۱۵) یکجا باید کرد.

(مفتاح التواریخ ص ۳۳۴).

۲- مجدد الدوله عبدالاحد خان، نیاگانش در کشمیر توطن داشتند، پدرش عبدالمجید خان از وطن آمدہ ابتدا با عنایت اللہ خان بسر میبرد. و پس از فوت او، رفیق اعتقاد الدوله قمر الدین خان گردید. . . . بعد واقعۂ نادر شاه در عہد فردوس آرامگاہ بدیوانی خالصہ و پتہ و از اصل و اضافہ بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار. . . و خطاب مجدد الدوله بہادر بدرجہ بلند رتبیگی تصاعد نمود. دو پسر داشت یکی محمد یوسف خان دوم عبدالاحد خان (کہ در مزاج پادشاہ وقت شاہ عالم بہادر جا کردہ) محیط مقدمات سرکار پادشاہی گردیدہ، جزئی و کلی امور سلطنت برای او منوط شدہ، بخطاب پدر و منصب عمدہ سرافراز گردید. . . (مآثر الامراء: ۳: ۸۰۷).

۳- ۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۴ھ بن عالمگیر پادشاہ.

۴- جهاندار معزالدین (چند ماہ در ۱۱۲۴ھ بر تخت بود).

غیر گرفتم، بسکه با جور و جفای چرخ دون
بوسه زان عارض گلگون ندادی، هیچگاه
در نظر یکسان کند جلوه، غم و شادی مرا
زین چه حاصل، گر گل، گاهی فرستادی مرا
(ص ۶۴)

۲۱- اکمل، اکمل الدین محمد بیگ بدخشی

● تاریخ اعظمی: المشهور بمیرزا کامل بیگ بدخشی، از اولاد حضرت سلطان خواجه احمد یسویست (۱). جد ایشان از تاشقند آمده در بدخشان

۱- شیخ احمد یسوی پسر شیخ ابراهیم، در نصف آخر سده ششم هجری در شهر سیرام (ترکستان) (ISFIDJAB-SAYRAM) بوجود آمد. بعد از مرگ پدرش، که در الوقت احمد هفت ساله بود، خانواده اش در شهر یسی سکونت ورزید. (سیرام کنونی اسپجانب قدیم لسترنج ۵۱۵) احمد شاگرد ارسلان بابا و مرید شیخ یوسف همدانی بود، و ازو در سال ۸۵۵۵ هجری خلافت حاصل کرده از بخارا به یسی برگشت. در سال ۸۵۶۲ هجری از دنیا رخت حیات بر بست و آنجا مدفون شد. مقبره اش که تاکنون برجاست و تحت تحفظ باستانشناسی شوروی نگاه داری میشود، بنا کرده تیمور است. (رک: لسترنج (فارسی) ص ۵۱۷- یسی اصل شاور بود. فعلاً حضرت ترکستان گویند از نسبت شیخ احمد) فرقه یسوی که در ترکستان نفوذ بسیاری داشت، منسوب به ایشان است.

شیخ احمد شاعر ترکی زبان هم بوده و اشعار بسیاری راجع به سلسله طریقه خویش سروده است. (دائرة المعارف اسلامی ۱: ۲۰۹۸- چاپ جدید)

خواجه احمد یسوی نقشبندی. که در کشمیر آمد و آباد شد، از اولاد حضرت خواجه احمد یسوی مذکور بوده است. خواجه محمد اعظم در تاریخ اعظمی شرح حالش را به این قرا دارد: حضرت خواجه احمد یسوی نقشبندی از اولاد حضرت سلطان خواجه احمد یسوی ترکستانی قدس سره عزیز، خوش اوقات و اکابر منش بود. چون بحسب تقدیر از وطن جدا شده، اطراف و اکناف عرب و بیت المقدس و شام و بغداد و غیره سیر نموده، از آنطرف به هندوستان رجوع نموده، رفته رفته به کشمیر دلپذیر آمد. اکثر این همه سفرها بر قدم تفرید و تجرید داشته. اوائل بر کوه ماران در مزار مرزا شیر بیگ ملا شاهی میگذرانید، بعد از چند سال خواجه نظام الدین احمد نقشبندی مرحوم، مطلع بر احوال کرامت منوالش شده، خود رفته از کوه ماران فرود آورده، در همسایگی خویش، جای بودن مقرر نمود.

چون خواجه نظام الدین بر رحمت حق پیوسته، خلف الصدق ایشان، فضائل و شرافت مرتبت، کمالات منزلت، خواجه نورالدین محمد آفتاب - که امروز بقیه حضرات خواجگان عالی شان  -

متوطن شد ، بدخشي ازان جهت گفتند . در عهد اکبر پادشاه بهمند رسیده نوکری اختيار کرد ، چندی ناظم کشمير بود ، ملک محمد خان خطاب داشت . بالجمله والد ماجد مرزا ممدوح ، عادل خان در صغر سن قضا کرد ، در طفوليت منظور نظر حضرت خواجه حبيب الله شد ، در دوازده سالگی شرف انابت آنجناب یافت و کمر مجاهده و رياضت سخت بر بست . ترک نوکری بادشاهی نموده در کنج فقر و قناعت نشست . و خدمت و فدويت مرشد بزرگوار ، بهال و جان نموده ، پايه مردان رسيد . در بيست و پنج سالگی بخلافت آنجناب فائز شد و بر مسند ارشاد اين طريقه عليه تمکين فرموده . چشمه معانی و معارف

و جالشين مسند ايشانست ، آمده و تفقد پيش از پيش نموده و اشغال باطنية طريقه نقشبنديه گرفته و مردم شهر هم پاره داخل طريقه شده و استمداد از ايشان در هر باب می نمودند . خدمت خواجه احمد ، از اول تا آخر بر یک وضع و تمکين بودند و صحبت و خلوت در فيوض و اثر يکسان بود . از جبه ايشان علامات بزرگی هويدا و از کلام شريفش آثار فيض و جذبه پيدا می شد . در تعليم مردم افراط نداشت و در خشوش آمد رجوع مبالغه نمی کرد . بهر حال مصداق آن بود که بزرگان فرمود اند :

تکلف گر نباشد خوش توان زيبست تعلق گر نباشد خوش توان مرد

راقم حروف بنا بر صفر سنی ، شرف صحبت خواجه احمد را در نيافته ، اما سر راه یک دو بار ديدار نور بار ايشان را دیده که طرفی سواره ميرفتند و خواجهگان ديگر هم همراه بودند . در لقمه احتياط زيادی داشتند . چون اجل گريبان حياتش گرفت ، سوم ذی الحجه سنه يک هزار و یک صد و چهارده (۸۱۱۲) روز جمعه وقت عصر رحلت فرمود . جای در پيرون مرقد شريف زبده اولیای خواجه معين الدین نقشبندي پيافت . — رحمه الله تعالی رحمة واسعة — مریدان قبر سنگين و کتبه چوبين ساختند و عجائب و غرائب از حالاتش نقل میکنند . الحق که مظهر حق بود .

خدمت با برکت معارف آگاه حاجی عبيد الله البلخی ، از رفقای جناب محرم راز خواجه نیاز نقشبندي — که رفيق سفر حضرت خواجه احمد بودند و اوصاف ايشانرا از خواجه نیاز شنیده ، بشوق ديدن خواجه مذکور ، شایق سير کشمير شده به کشمير رسیده بودند . ليکن خدمت خواجه احمد را در نيافتند و چندی سکونت هانجا فرمودند و جناب خواجه نیاز هم پيش از آن درين شهر عبور کرده بودند و مدتی تمکين فرمودند .

از دل حق منزلش بجوش آمد و بر تبعیت شیخ بزرگوار فرید الدین عطار و مولوی معنوی، جواهر اسرار، بمنصب اظهار آورد. چون طبع شریفش موزون بود هشتاد هزار ابیات شیرین تر از قند و نبات در معارف نظم فرمود و جامع معارفش — کتاب بحر العرفان — ست که چهار جلد مرتب و مکمل شده. و سوای آن هم معارف موزون نموده. درین رساله بیستی چند از قصیده مسمی به — مخبر الاسرار — که در اثنای سیر و سلوک بنظم آورده تیمناً می آرد. قصیده :

چشم پوشیدم و بر هردو نظر بکشادم
هیچ در گوش نمی آید از آن فریادم
رستم از باطل و حق، راه بحق بکشادم
دل معلم شد و تعلیم تصوف دادم
مرکبم رائف و من چاپک و ره آبادم
کرد از ظلمت کبریت ز جهان آزادم
ذائقه نیز بحال آمد و لذت دادم
چیست نافع بدلم و آنچه مضر افتادم
نیست آرام شب و روز بجز اورادم
لله الحمد که من در چه مقام افتادم
چون بخاک در مرشد سر خود بنهادم
تا که بالغ شدم و چشم خرد بکشادم
در همه قید تعلق ز جهان آزادم
گوش دل، جانب من کن که بشرح افتادم
در زمان مردم و مردانه بره افتادم
جان باقی عوضم داد چو این جان دادم
بر قدم آنچه نظر داشت درین ره دادم
لازوالیت خود دیدم و زان دل شادم
خیر مقدم همه عالم که بخیر افتادم
جان من مست همانست و برفت از یادم
کان درین راه بشکرانه آن میدادم
نه ز ماضی و نه مستقبل از آن در یادم

چون بدیدم دو جهان را که سواد الوجهند
خویش و بیگانه بلا منکر و من زین دلشاد
فکری از دل متولد شد و بر اصل رسید
سر پس زانوی خود مانده ام از فکرت
تلخ شیرین شد و غم شادی و وسواس برفت
انس حق وحشتم از غیر بجان و دل داد
فتح کارم شد و امراض بصحت پیوست
شد تمیزم که چه تنخست و چه شیرین ز غذا
طاعت و ذکر و غذا گشت بجانم چو ملک
آکل نور شدم نیست غذایم خاکی
خلعت فکر که فخر است، مرا بخشیدند
سالمها خاک درش را، چو بمزگان رفتم
دید مرشد، که شدم پخته و آماده بکار
جبروتست ازین پیش منازل در راه
آنگهان گفت: که بی مرگ نخواهی ره یافت
مردم از خویش، ولی زندگیم، حضرت اوست
قالیم قلب شد و روح صفت بسیار است
اصل ثابت شد و از فرج منزله شده ام
من چه هر کس که بدل گشت تو ابدال شناس
لذتی یافته ام من، و کنون، سی سالست
کاشکی، هر سر مویم، به تنم جان بودی
تا دوسه سال درین حال بسر میبرد

و این قصیده سه صد ابیات دارد و طویلت ، بنابر اختصار در رساله بهمین مقدار اکتفا رفت . چون جدّه والدّه راقم ، در عقد پیر بزرگوار ایشان بود ، خاندان جد مادری راقم ، ارادت خاص بجناب ایشان داشتند . در خوردی نظر عنایت و التفات براقم حروف میگماشتند . بعد واقعه حضرت مرشدی مرادی ، پنج ماه برابطه خاص مداومت ملازمتش میسر شده مورد الطاف مخصوصه گردید ، وصحبتهای با امتیاز حاصل نمود . در خلوت و جلوت مخصوص ، بعض عنایات آن مظهر کمالات شد .

آنجناب اوائل سال هفتاد و هفتم عمر شریف ، امراض بدنی بهم رسانیده . در اشتداد مرض کمال بی پروائی و صبر و شکیبائی داشت . بروز شنبه بیست و نهم شهر ذی الحجه سنه هزار و یکصد و سی و یک (۱۱۳۱ هـ) بمرض حبس بول که منجر بامراض دیگر شد ، بوصال لایزال فائز گردید . تاریخ رحلت آنجناب را احقر الامم چنین یافت :

(۲۲۴)

ز عالم ، پیر کامل رفت ، گفتم

۱۱۳۱ هـ

● صوفی : میرزا کمال الدین اکمل . جدش مجد قلی خان بدخشانی از تاشقند به بدخشان آمد و از آنجا بهند (دهلی) رسید ، و بنسبت بدخشانی معروف شد . در عهد اکبری از ۹۹۹ هـ تا ۱۰۱۰ هـ صوبیداری کشمیر داشت . در سرینگر فوت شد و همانجا در محله سنگین دروازه مدفن یافت .

پسرش میرزا عادل بیگ خان در سری نگر سکونت دائمی اختیار کرد . شاهجهان پادشاه در کشمیر بود و قتیکه پسر مهین عادل خان بدنیا آمد و پادشاه او را کامل بیگ خان نام بخشید و علامه ابوالفتح کلو قلاش پوری را برای تربیت و تعلیم او مقرر فرمود .

همین کامل بیگ در شاعری شهرت یافت و اکمل تخلص کرد. و بر طرز مثنوی مولانا — مثنوی بحرالعرفان — که دارای هشتاد هزار بیت است، تصنیف کرد. این مثنوی همه تلمیحات و تشبیهات و استعارات محلی دارد. اکمل در سال ۱۱۳۱ هجری بمهر هفتاد و هفت (۷۷) سال دنیا را پدرود گفت و در سرینگر مدفن یافت. (۲ : ۲۷۶)

● هارسی سربان کشمیر : اکمل الدین میرزا محمد کامل در سال ۱۶۴۲ میلادی (۱۰۵۲ هجری) در خانواده اعیان در کشمیر متولد شد. و در کودکی مورد لطف شاهجهان قرار گرفت. مدتی در دهلی بسر برد. پس از بازگشت بمولد خویش، هوی و هوس دنیوی را ترک گفت و راه فقر و تصوف اختیار نمود. . . . خواجه حبیب الله گنائی (کشمیری) مرشد او بود.

اکمل در سال ۱۷۱۸ میلادی (۱۱۳۱ هجری) در سن هفتاد و چهار سالگی ازین جهان در گذشت و در کشمیر مدفون است. مثنوی — بحرالعرفان — که بتقلید مولانا سروده است، شصت هزار بیت دارد. و این اثر در چهار مجلد تنظیم گردیده. اکمل مکرراً نسب معنوی خود را بمولانا میرساند و او را پیر کامل میدانست. علاوه بر مثنوی قصیده بنام — مخبرالاسرار — دارد که دران احوال و مقامات راه سلوک را بیان داشته است. این اولین شاعر کشمیری است که داستانهای محلی چون — اکه نندن — را بمثنوی سروده است.

یکجلد از مثنوی — بحرالعرفان — بکوشش میر حبیب الله کاملی متولی مقبره اکمل در سال ۱۳۸۱ هجری در سرینگر چاپ شده است.

در شرح حالش — تحفة الاکملیه — نوشته شده است که در لاهور بسال ۱۳۵۰ هجری چاپ شده است. (بتغیر اندک ۵۶-۶۷)

بر سر در مقبره اش ، این کتبه بخط زیبا نوشته شده است .

ای کامل اکمل اکمل دستم گیر وی هادی مهدی السیل دستم گیر
از کرده من درگذر بهر خدا و ز حسرت ختم الرسل دستم گیر

مقبره اش از شهر سرینگر سه میل دور واقع شده . (۱)

۲۲- میر الهی ، میر عمادالدین محمود

● شاهجهان نامه : مظهر فیض نامتناهی میر الهی که رابطه با فیض الهی دارد و با سخن استیناس طبعی . طراز سخنش بسیار تازه و اشعارش بلند آوازه . لطف کلامش از قیاس افزون و جزالت الفاظش از خیال بیرونست . در قصیده قصدهای نیکو میکند و در غزل معنی برجسته مینماید . استعاره و تازه گوئی را بمرتبه کمال رسانیده و در خانه بیت ، خصوصیات دیگر را طفیلی دانسته . بیشتر در تازگی ادا و نزاکت و استعاره میگوید .

مولودش همدان است و بمواجبی در خور داخل بندگان درگاه فلک نشان . در وقت مراجعت حکیم حاذق (۲) از حجاب بخارا (۳) در خطه

۱- پارسی سرایان کشمیر از قصیده مخبرالاسرار و از بحرالاسرار اقتباسات دارد . از بحرالاسرار اشعار قصه آکه لندن دارد . (رک : ۵۷-۶۷)

۲- حکیم کمال الدین پسر حکیم نجیب الدین همام گیلانی . هد حاذق نام و حاذق تخلص میکرد . در پادشاه نامه لاهوری عبدالحاذق هست ، در فتح پور سیکری بدنیا چشم کشود و در سال ۱۰۶۸ هـ یا بقول مرآة العالم در سال ۱۰۸۰ هـ وفات یافت . این اشعار ازوست :

بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم
بت پرستی کی کند ، گر برهن بیند مرا
بیک کلاه ، دو سر مشکل است پوشیدن
تصویر کشان ، قامت ما پیر کشیدند

دلم بهیج ، تسلی نمیشود حاذق
بلبل از گل بگزرده ، گر درچمن ، بیند مرا
ز گردش فلک اسرار مهر و مه خاموش
ما قدر جوانی چه شناسیم ، کز اول
میرزا صائب غزلش را تقصین کرده است :

بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

جواب آن غزل حاذق است این صائب

کابل، چون میر مذکور بدیدن حکیم حاذق رفت، قضا را نقش حکیم بامیر کج نشست و صحبتش باهم راست نیامد. میر رنجیده خاطر گردیده و از شوخی طبیعت - که لازمه شعر است - این رباعی در هجو آن مجموعه مدایح پرداخت :

دائم ز ادب، سنگ سبزه، نتوان شد در دیده اختلاط، مو نتوان شد
صحت بحکیم حاذق از حکمت نیست با لشکر غبط روبرو نتوان شد (۱)

این چنانچه بیت نیز از نتایج طبع او است :

چشم از هرگردشی، با ناز، عهد تازه بست خط مشکینت، بیاضی، حین را چهارازه بست (۲)
نشسته از تیغ او دارم، که چاک سینه ام چون غبار آلود فتواند لب از خمیازه بست (۳)
سینه کندم، دل خراشیدم، وک از قطع خون ناختم بر خورش تنوانست رنگ تازه بست

دو نسخه خطی دیوانش در بانکپور است، یکی بشماره ۳۲۳ که ۴۳۱ ورق دارد و دیگری بشماره ۳۲۲ ۱۸۴ ورق دارد (فهرست ۳ : ۱۰۹ نظم فارسی).
یک نسخه خطی دیگر در موزه برطانیه است بشماره ۳۲۵ (ریو : خمیسه).
(شرح حال رک : مآثر الامرا ۱ : ۵۸۷ - سرو آزاد ۹۱ - نصر آبادی ۶۱ - صدیقی حسن خان ۱۲۷ - سرخوش ۳۰ - قدرت ۱۹۱).

۳- راجع به این سفارت رک : پادشاه نامه ۱ : ۲۳۱ - این سفارت در سال اول شاهجهانی (۱۰۳۸ هـ) در ماه ربیع الاول بمخدمت امام قلی خان والی توران پسر عبدالله خان والی توران فرستاده شد، نامه که حکیم از طرف شاهجهان، نزد امام قلی برد، در پادشاه نامه ثبت شده است (۱ : ۲۳۲).

پدرش حکیم همام نیز همین طور پیش عبدالله خان رفته بود. نذر عهد خان پسر امام قلی بود که شاه جهان بلیغ را از او فتح کرد.

حکیم در سال ۱۰۴۰ هـ از توران مراجعت کرد، میر السبکی را در همین سال با حکیم در کابل ملاقات دست داد. در پادشاه نامه است : حکیم حاذق ولد حکیم همام که برسم سفارت نزد امام قل خان والی توران رفته بود، هفتم (ربیع الاول) مطابق غره ماه آبان شرف اندوز ملازمت گشته، نامه خان گذرانید. (۳۱۸ : ۱)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

۲- تاریخ کشمیر اعظمی و ریاض الشمرله و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

۳- تاریخ کشمیر اعظمی و ریاض الشمرله و مجمع النفائس و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

بر روی تابان، بازکن، زلف بهم تابیده را
 از زلف خوبان فارغم اما پریشانم هنوز
 هیچ است ترا جهان چون قند
 از ما، دل اگر کنند، سهل است
 به زبان، آنچه نگفتم، بنگه خواهم گفت
 ما از همه کس بیش بهائم، الهی!
 بشکن که مضمون نیست خوش این مصرع پیچیده را
 آری به بیداریست غم خواب پریشان دیده را (۱)
 مائسیم و دل بهیچ خورسند
 دل از دل ما، نمی توان گشت
 مردم دیده ما هم، لب گویا دارد
 در شهر اگر، مردم بیکار، فروشد (۲)
 (ص ۲۰۶)

● نصرآبادی: میر الهی از سادات اسدآباد همدان است. بسخنوریست درست سلیقه. ذات شریفش در کمال تقدس بوده. ذره تعلق باسباب دنیا نداشته. در اکثر اوقات باحکیم شفائی مشاعره میکرد. بهند رفت. اعتبار عظیم بهم رسانیده. چنانچه ملا طفرای مشهدی در منشآت خود، درویشان صاحب حال هند را که تعداد نموده، سر دفتر میر الهی است. وقتی در اصفهان، باملا شکوهی در قهوه خانه عرب قهوه چی، بوده اند که شاه جنت مکان شاه عباس ماضی بقهوه خانه آمده. اول از ملا شکوهی استفسار احوال میکرد و کیفیت آن در تحت اسم او نوشته شد. از میر میپرسد که: تخلص شما چیست! میگوید: الهی! شاه پنجه بر سر میر میگزارد و میگوید: الهی! غرض که در هند فوت شد شعرش اینست:

دل خود پروزگار جوانی کباب بود	موی سفید شد نمکی بر کباب بود
حرف نخست ابجد، لوح جفای تست	هر جا که برتتم، الف قازیانه ایست
چشم از هر گردش با ناز عهده ناز بهست	خط مشکینت کتاب حسن را شیرازه بهست (۳)
نشه از تیغ او دارم، که چاک سینه ام	چون خمار آلوده نتواند لب از خمیازه بهست (۴)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

۲- ریاض الشعراء دارد.

۳- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

۴- نتائج الافکار دارد.

مشق نظاره، بر ورق لاله میکنند (۱)
 که برویش عرق از پاس حیانشیند (۱)
 بآب دیده من میتوان تیمم کرد (۲)
 که نتواند کشیدن بر ورق بی سایه استادش (۳)
 سیه مستی است پنداری که، می آرند بر دوش
 چون شیشه میل قهقهه دارد پیاله ام
 مانند استخوان بگلو مانند ناله ام
 صورت حال پریشان دل آید بیرون

مشکین خطان، برای تماشای روی تو
 نگهم، گوشه نشین خم ابروی کسی است
 زمانه بسکه مرا خاکسار مردم کرد
 گرفتاریست، چندان سایه را! از سرو آزادش
 صبا بر دوش او، چون افگند زلف سیه پوشش
 تا عشو تو کرد بستی حواله ام
 از بسکه خشک شد نفس من، ز تاب دل
 دیده هر فال، که از قرعه اشکم گیرد

رباعی :

چون غنچه چیده، خنده ام رفته ز یاد
 نالان، چو سبوی خالیم، در دم باد (۴)
 (۲۵۶-۲۵۵)

از دوریت، ای تازه گل باغ مراد!
 گریان، چو پیاله پر، بر کف مست

● کلمات الشعراء: میر الهی همدانی، در عهد جهانگیر پادشاه از ولایت

همدان به هندوستان آمده. شاعر نازک مزاج و خوش خیال بوده. دیوانی
 مشهور دارد. چون نام الهی تخلص کرده تعظیماً ابتدا از وی نموده شد.
 من اشعاره :

سوده میگردد زبان در وصف زلفت شانه را (۵)
 آسوده، چند روز به پشت پدر مرا (۶)
 خوشه سان در کیسه پنهان میکند، هر دانه را
 چین پیشانی است گویا، آیه در شان ما (۶)
 (۴ ص)

مطلع خورشید میسازد رخت، کاشانه را
 دهر، انتقام آن کشد اکنون ز من، که داشت
 نیم جوکام، از فلک حاصل نه شد کان تنگ چشم
 روی درم میکشد از روی منا آئینه هم

۱- ریاض الشعراء و سخن سرایان همدان دارد.

۲- شمع انجمن دارد.

۳- ازین شعر تا شعر پنجم سخن سرایان همدان دارد.

۴- نتایج الافکار و آتشکده ریاض الشعراء و سرو آزاد و شمع انجمن دارد.

۵- نتایج الافکار دارد.

۶- شمع انجمن دارد.

● تاریخ اعظمی: میر الهی، از سادات ایران و از نوادر دوران بود. آباء و اجداد او در مقام اسدآباد(?) من توابع همدان سکونت پذیر بودند. مدتی در اصفهان ماند. در عهد جهانگیری بنکته سنجی و سخندانی شهرت تمام داشت و از انعام آن پادشاه دریا نوال پیوسته فیض یاب بود. چون تخت و تاج بوجود شاهجهانی زینت و رواج یافت، جانب گلشن کشمیر عنان عزیمت و توجه بر تافت. و در کشمیر جنت نظیر طرح اقامت انداخته و مدتی به گنگشت آن گزار همیشه بهار پرداخته. چون خلعت صوبداری بظفرخان عطا شد، شاهجهان پادشاه در دیوان فرمود که: از ظفرخان ضامن بگیرند که سکنه کشمیر را از خود راضی بدارد! میر الهی حاضر بود بدیهه بعرض رسانید:

خدا ضامن رسول^ص و چار یارش!

بادشاه محظوظ شد و ظفرخان عرض کرد که: حکم شود که میر الهی رفیق و امین باشد! منظور شد و با ظفرخان در کشمیر آمده. آخوند ملا شاه فرموده بود که:

بادشاهی را گزار از دوست آگاهی گزین، چون باگاهی رسیدی، هر چه میخواهی گزین این بیت را بآب طلا نوشتند. وقتیکه بمیر الهی رسید بدیهه زیر همین بیت نوشت که:

من نیگویم: گدائی یا شهنشاهی گزین، خویش را بگزین و دیگر هر چه میخواهی گزین این معنی موجب غیظ و غیرت آخوند ملا شاه گردید.

چون میر الهی وفات یافت، در مزار حضرت شیخ بهاءالدین گنج بخش (۱) نزدیک مقبره ایشان جانب غرب، مدفن یافته. سنگی بر بالین

۱- تربیت یافته شاه اسحاق ختلانی (خلیفه امیر کبیر علی ثانی) بوده، نامش بهاءالدین معروف بگنج بخش بود. در زمان سلطان زین العابدین بود و پادشاه ارادت باو میداشت. در سال ۸۴۹ هجری از دست دزدان شهید شد و در گورستان دامن کوه ماران (بیرون قلعه) مدفون شد. بیسقی بیگم ملکه سلطان زین العابدین زیور خود را فروخته، مقبره اش را قبل از شهید شدن ایشان 

قبرش استاده است (۱) در آنجا کنده شد . بیت :

میر الهی ، ملک ملک نظم بود در اقلیم سخن بی قرین
سال وفاتش طلبدیم ز عقل گفت ، بگو: بود سخن آفرین

۸۱۰۶۳

ازینجا معلوم شد که در سنه هزار و شصت و سه (۸۱۰۶۳) از دنیا رفته است . والله اعلم بالصواب . غنی کشمیری تاریخ وفات او گفته است :

برد الهی ز جهان گوی سخن

(۲) ۸۱۰۶۴

و از منظومات اوست بیت :

یا الهی ! ز الهی تو چه پرسی در حشر آنچه او کرد تو دیلی و چه گفتن دارد
شب هجران زبس ، لبریز کلفت گشته ام ، ریزد چو گرد از دامن مژگان نگاه حیرت آلودم
(ص ۱۵۲)

● ریاض الشعراء: مولانا الهی همدانی ، اسم وی میر عمادالدین محمود بن حجة الله سعید آبادیست (؟) . و در عربی و فارسی صاحب دستگاه است . و بهند آمده و با تقی اوحدی معاصر و همصحبیت بوده . در خدمت امرای هندوستان کمال اعزاز داشته :

صفحه سینه ام بود ، محضر عشق نو خطان صورت زخمها بر آن ، هست خط گواهیم

در سال ۸۴۰ بنا کرده بود . (تاریخ بدشاهی ص ۲۲۳)

بیہقی بیگم بی بی خاتون نام داشت و تاج خاتون و مخدومه بیگم و بیہقی بیگم نیز گفته میشد . این خاتون دختر سید تاج الدین بود که همشیر زاده سید نورالدین (پدر سید میر حسن منطقی بیہقی) بود . اولاد نداشت . سید محمد امین اویسی — که از اولیای کشمیر است — پسر خواننده وی بود . رک: متن حاضر .

بیہقی بیگم در سال ۸۷۰ فوت شد و در گورستان خانوادگی (که در احاطه مقبره شیخ بہاء الدین است) مدفون شد . سنگ مزار این شعر دارد :

جانب شرق :

وفات حضرت مخدومه خاتون که سال هشت صد و هفتاد بگذشت
جانب غرب :

شب ز هفتم ماه شوال بسفت و بیستم اعداد بگذشت
(تاریخ بدشاه ص ۹۹)

۱- رک: تحت تاریخ بدشاهی .

شب که، نم در جگر دیده بیخواب، نبود
 افکنده کوه محنت عشق، از کمر مرا
 نزدیکی آن چنان بدلم، کز دلم بشو
 هر صید را که، داد رهایی ز دام زلف
 از آه حسرتم، جگر شعله آب شد
 بیداری که، زو مژه بر هم نمی‌زد
 عنوان نامهای سر سر نوشت ما
 در گریه، زان دلیر نباشم که بیخبر
 نتوان قصاص خون من از تیغ او گرفت
 ز تاب روی تو نظاره، آب می‌گردد
 چو بر فروختی نیم شب، ز آتش می
 عاقبت کو سر خود گیر و برو از بر ما
 دل خود برون برون جوانی کباب بود
 دگر مشکن، بدینسان در دل عاشق تمنا را
 بوی گلی نمیرسد، آه اگر به بخت من
 بی سوز عشق فائده با داغ سیر نیست
 از بخیه، زخم لاله و گل، بیشتر شود
 نگذاشت غمت، همنفسی شعله کسی را
 مشتاق آب تیغ تو، لب تشنه، جان دهد
 منم افتاده ناز تو ام، زان سان که، در محشر
 آنچه در خورد لب ماست، دهانت دارد
 دو عالم گرچه، بر روی نگار ما حجاب آمد
 از آن جرعه که از لعلت، نصیب خاک کیشان شد
 یک چشم زدم رخصت نظاره گرفتم
 چندین قفس، ز شومی بال و پر، شکست
 صد خون غورم که، ناله بآن بی وفا رسد

اشک را نیز فشردیم، درو آب نبود (۱)
 برخاستن فتاد، بعمبر دگر مرا (۲)
 چندین خبر رسد که، نباشد خبر مرا
 در خاک می‌پید و نظر سوی دام داشت
 در آتش دلم، دل آتش کباب شد
 در چشم بخت من، گزر افکند خواب شد
 دیباچه کتاب محبت سرشت ما
 از دل، مباد آبله را بدر کنم
 تاوان آب رفته، نشاید ز جو گرفت
 ز طلعت تو، نقاب آفتاب می‌گردد
 نگاه بر سر موگان کباب می‌گردد
 ما نداریم سر آنکه ندارد سر ما
 سوی سفید شد نمکی بر کباب ما
 که هرگز کس نشکند بال مرغ رشته بر پا را
 خواب گرفته، در چمن قافله نسیم را
 ورنه از این متاع، بسی هست لاله را
 راضی نیم که چاک دلم را رفو کنند
 بر حالت تنهایی دوزخ، جگر سوغت
 کز همچو موج، غوطه در آب خود، خورد
 بدوزخ گر در آیم، آتش از من، رو بگرداند
 آنچه مقصود کنار است، میانت دارد
 ز پیدای جمالش در نظر پیش از نقاب آمد
 لب هر گل که بوسیدم، ازو بوی گلاب آمد
 لذت ز سرم آمد و از پای برون شد
 آه! از کجا نصیب من این، اضطراب شد
 این آه نا شکسته، ندانم کجا رسد (۳)

۱- بزرگان همدان دارد.

۲- مجمع النفائس دارد.

۳- مجمع النفائس و بزرگان و سخن سراپان همدان دارد.

هر جا که رود، جنگ بود بر سر جنگش (۱)
 چون زلف بتان، تا کمر آمد مژه ما
 تا نشد پیراهنم صد چاک، آرائش نیافت (۲)
 زهر اجل، چکیده تیغ نگاه اوست (۱)
 هر جا که بر تنم الف تازیانه اوست
 که گم شدن ز میان، غیر خود نمائی نیست
 بلبل اگر بخون طبد غنچه سخن نمیکند
 که مرغ در چمن از حسرت قفس میرد
 شود بوی گل از سایه بال و پر خویش (۲)
 عشق تو آتش است که آتش زبانهاست

از لذت صلحش خبری نیست، و لیکن
 از بسکه، بخون دل ما، نشو و نما یافت
 هرگز از دستم، گریبان من، آسایش نیافت
 فرگس، قلع شکسته، ز چشم سیاه اوست
 حرف نخست ابجد لوح جفای اوست
 ز گوشه گیری خود، شرم باد عنقا را
 گریه ابر گر کنم خنده بمن نمیکند
 هوای باغ، رهائی چنان غم انگیز است
 چون گل روی تو، از خاطر بلبل گزرد
 بر دل، ز تازیانه الفت، نشانهاست

رباعی :

زلف تو، شکن بزلف (۳) سنبل، نگذاشت
 گل : نوبت فریاد، به بلبل نگذاشت (۲)
 (خطی)

رخسار تو، آب در رخ گل، نگذاشت
 تا همچو بهار، از گلستان رفتی

● مجمع النفائس : میر الهی همدانی ، نام وی عمادالدین محمود است ،

پسر میر حجت الله سعدآبادی بود و سعدآباد از توابع همدان است . در سنه ۱۰۲۰ هـ بهند آمده . و در صفاهان ذوقی اردستانی (۴) را اهاجی بسیار کرده . و از شعرای عصر جهانگیر بادشاه است . طغرای مشهدی — با آنکه

۱- مجمع النفائس دارد .

۲- مجمع النفائس و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۳- در بزرگان و سخن سرایان همدان بجای زلف به جعد نوشته .

۴- ملا علی شاه ذوقی اردستانی متوفی ۱۰۴۵ هـ این شعر ازوست :

نه شگوفه و نه بزرگی ، نه ثمر نه سایه دارم همه حیرتم که دهقان بچکار کشت ما را

(نتائج الافکار ص ۲۵۸ و سفینه شیخ حزین ص ۸۴)

حکیم شفائی هجا گفته است (حسینی ۱۲۶) دیوانش پانزده هزار بیت دارد . این ازوست :

انگشت مزن ، بر لب پر حوصله ما بگذار که سر بسته بماند گله ما

(شمع انجمن ص ۱۶۰)

شعراى عصر خود را هجوهای رکیک بى هیچ کرده — مدح میر نموده .
 غرض که، در درستی مضمون و زبردستی زبان و نازکی خیال، میر مذکور
 مسلم الثبوت است، و همه باستادی او قائل اند . الهی تخلص دیگر نیز
 گذشته از میر مذکور است:

صبح، دو آفتاب کن، چهره دلکشای را
 از مژه ام بجای اشک آبله های پای را
 طره داری شد بلند از گوشه دستار ما
 خاک بر سر میکند از غیرت زنار ما
 کی بمرم صاف گردد سینه افکار ما
 چه مستیت که بخشید این شراب نیمرس ما را
 بردوش سبزه مژه بین رقص زاله را
 شب زنده دار سینه من کرد، ناله را
 غمهای کهنه و طرب دیر ساله را
 کز آشنائی مژه، ترسد نگاه ما
 بار سفید ما شده بخت سیاه ما
 عشق تو آتشی است که اینش زیانهاست
 که بدل سرد کنند دوستی مرم را
 سامان شکر خنده صبح، از لب ما رفت (۱)
 زهر شد نیمه دل، نیمه دیگر، خون است
 صلح و جنگ همه از راه و روش بیرون است
 گر نلشتم، بیزم تو در تن، فرو کنند
 علاجی بکن، کز دلم خون نیاید (۱)
 قطره بر قطره گره بسته طوفان دیدن
 بود صحرا آتشین و دانه آنجا کاشتیم
 که خانه ساخته صد رنگ خار پا در چشم

می کش و رنگ تازه ده، حسن هوس فزای را
 خون جگر تلف شد و شوق گریستن کشد
 هر گل داغی، کز آشوب جنون، بر سر شگفت
 ما همه حاجت روای رشته تسبیح زهد
 لاله سان هر عضو میراث خوار داغ اوست
 ازان لب، نیم بوسی، مایه بیجوشی ما شد
 در دشت سینه ام بنگه سیر لاله را
 بیداری کرفته در آن چشم نیم خواب
 در کارم آرزو شکنان چاشنی یکیست
 چندان گزند مردم نادیده دیده ام
 افکنده سایه تا بسر ما، همای عشق
 بردل، ز تازیانه عشقت، نشانه هاست
 زخم خون گرمی ازان خنجر مژگان خوردم
 افسوس که، بى گریه مینا، شب ما رفت
 تلخکامی ستم، بسکه کشیدم، همه عمر
 نه ترحم نه تبسم نه تغافل نه ستم
 جوشد مرا نگه ز جراحت بجای خون
 سرشک، از رخم پاک کردن، چه حاصل
 غوش بود، هر مژه از گریه، گل افشان دیدن
 ما بجای دانه در دل تخم سودا کاشتیم
 فرو نشسته بهم قامت ز غم چندان

صبا، گویا بگلشن میرد بوئی که من دارم (۱)
 مرا این گل شگفت از عشق دلجوئی که من دارم (۱)
 جراحت نامه خواهم، که از تیغ تو بردارم
 من از وی ناخوشی صدرنگ چون اکسیر کردارم
 سری، چون غنچه سادر زاده زانو
 بلای گر کشم، باری از آن سو (۲)

شیدای (۳) هندی قطعه در هجو میر الهی گفته که این بیت از آن است:

گر، منکر کلام الهی شوم، بجات

در مجمع ابلهان بسر می آید
 هر بار که افکنند، خر می آید
 داغها بروی، هم چون برگ گل، خندان خوش است
 کاش این دوباده را همه در یک سیو کنند
 کز سینه رفته رفته بلب چون دعا رسد
 طوطی حسن ترا، گر سر پروازی نیست

در مفلسی، آبروی هست بردن
 از بی کفنی، نمیتوانم مردن (۴)

بود چو کرم شب افروز، درمیانه غار
 اگر زمانه کشند پل بروی دریا بار
 ز بوی گنده دماغت که هست مزبله زار
 مثال کبک، جهد نقطه، پر پیمین و یسار
 همیشه کمرگس گردون، ازو خورد مردار

لب خود میگذرد، خنده بر گل، میزند شبنم (۱)
 الهی! داغ او را خال رخسار جگر دیدم
 باقیم شهیدان تو، آهنگ سفر دارم
 جهان چون آتش گوگرد دارد، رنگهای خوش
 دل دارم، چو پیکان خصم پهلوس
 شکستی گر خورم، باری از آن زلف

این رطب و یابسی که، بود در کلام تو
 میر مذکور در هجو او گفته :

شیدا بر دانا بحدر می آید
 سازند اگر ز استخوانش
 خاطر بلبل بگلشن شاد، لیکن پیش من
 تا نشاء مجاز و حقیقت یکی شود
 پائی یزعم بند کند ناله هر قدم
 زان خط سبز، چرا بال کشوده است مدام

رباعی :

تناکی بجهان، غم معیشت خوردن
 میخوام، از این بلا رهائی یابم

در هجو ذوقی اردستانی گفته :

به بینیت چو رود از دهانی آتشیار
 مصالحی نتوان یافت به ز بینی تو
 خندانخواست، گر افگنی نظر بکتاب
 رمند مورچه های حروف، از پس و پیش
 ز بسکه لاشه بینیت، سر باوج کشد

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان بجای شبنم، بلبل نوشته .

۲- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۳- فتح پوری (اکبر آباد) متوفی ۱۰۸۰ هـ. آخر در کشمیر سکونت گرفت. رک: تحت شیدا.

۴- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

نماق، گر طلبد بینی تو، چون شاهین کند سهیل یمن، نه سپهر را یلغار
 نشسته، بر کمر بیستون بینی تو سپهر عریده جو، چون پلنگ بر کهسار
 ز نیستی بمیان آنچه هست بینی تست که از بنای رخت گنده باد این دیوار
 نگاه کس نشود محرم گریانش بروی باد بخندد در گلستانش

و از اتفاقات تذکره تقی اوحدی (۱) آنست که، تذکره مذکوره ظاهراً از نظر میر الهی گزشته که بر حاشیه آن نوشته — راقمه میر الهی الحسینی الهمدانی — و چند بیت بخط نوشته. از آن جمله است این بیت که، بیت اولش را تقی نوشته بود، در اینجا هر دو نوشته آمد و ظاهر از مثنوی میر است :

اگر خوانی افسون، پی دفع غیم دم از تیغ بستان و بر خود بدم
 شناسم که غم آدمی زاده نیست از آن قابل مجلس باده نیست
 (۱۰-۱۱)

● سرو آزاد : الهی، میر الهی. از سادات اسد آباد من توابع همدان است. کلامش لطافتی و عذوبتی دارد و مذاقها را لذتی خاص بخشد. در صفهاها بسیار بوده و با حکیم شفائی (۲) و آقا رضی (۳) صحبت داشته. آخر به زهنگده هند شتافت و در سلک ملازمان شاهجهانی انتظام یافت. بسیار خوش خلق و درویش مزاج بود. و نزد اکابر معزز و محترم میزیست.

۱- عرفات العاشقین. تقی اوحدی در بین سنوات ۱۰۲۲-۱۰۲۳ تألیف کرد.

۲- حکیم شفائی اصفهانی، نام شرف الدین حکیم حسین خلف حکیم ملا اصفهانی. قریبا دین او مشهور است، ضایب گوید :

در اصفهان که بدرد سخن رسد صایب کنون که نبض شناسی سخن شفائی نیست
 فوتش ۱۰۳۷. مثنوی دیده پیدار — نمکدان حقیقت — مهر و محبت — و یک دیوان یادگار دارد.
 (سرو آزاد ۲۷)

۳- آقا رضی اصفهانی بسیر هندوستان آمد و برگشت. در سال ۱۰۲۴ درگذشت. ازوست :
 نه هر که چهره بر افروخت، از غم آزاد است که سرخروئی گل، از طهانه باده است
 (صبح گلشن ۱۷۸)

فوتش در سنه اربع و ستین و الف (۱۰۶۴هـ) واقع شد. غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت :

برد الهی ز جهان گوی سخن

۱۰۶۴هـ

سیف کلکش جوهرها باین خوبی عرض میکند :

زمانه بسکه مرا خاکسار مردم کرد ز آب دیده من میتوان تیمم کرد (۱)
(۸۵ -)

● آتشکده : الهی ، اصلش از اسدآباد من توابع همدان است . بیشتر عمر را در هند بسر میبرد . دیوانی ازو بنظر نرسیده . این دو رباعی ازو نوشته میشود (۲)

رخسار تو آب در رخ گل گذاشت زلف تو شکن بزلف سنبل نگذاشت
تا همچو بهار، از گلستان رفتی گل نوبت فریاد به بلبل ، نگذاشت (۲)
(یک رباعی دارد ۲۴۵)

● نتایج الافکار : میر الهی . میر الهی از اکابر اسدآباد من متعلقات همدان است . بطبیع همدان در نظم گستری پسندیده سخنوران و بمتانت و لطافت کلام برگزیده با نظم گستران . مدتی در صفاهان گذرانیده . بصحبت حکیم شفائی و آقا رضی رسیده ، آخر الامر بههندوستان بهجت نشان بر خورده و بسک فلزمین شاه جهانی منسلک گردید . مرد خوش اخلاق و درویش سیرت بوده . و نزد اعظم روزگار عزت و اعتبار بیش از پیش حاصل نموده . و در سنه اربعین و ستین و الف (۱۰۶۴هـ) ره نورد سفر آخرت گشت . از افکار خوش و اشعار دلکش اوست :

محب و هنر مجوی ، الهی ! زی ادردین عاشق بملت خود و عارف بدین خویش (۳)
(هشت بیت دیگر دارد ۱۷-۱۸)

۱- بزرگان و سخن سرايان همدان دارد .

۲- نتایج الافکار و شمع انجمن دارد .

۳- شمع انجمن و سخن سرايان همدان دارد .

● **شمع انجمن :** الهی میر عمادالدین محمود ، از سادات همدان است در صفاهان بسیار بوده و باحکیم شقائی و آقا رضی همنشین مانده . آخر بترهتکده هند شتافت و در سلک ملازمان جهانگیر پادشاه انتظام یافت . و در سنه ۱۰۶۲ هـ بگذشت . کلامش لطافت و عذوبت دارد . دیوانش پنج هزار بیت دیده شد . تیغ کلکش جوهر سخن باین خوبی عرض میکند :

دو عالم گرچه ، بر روی نگار ما ، حجاب آید ز پیدای جلالش در نظر پیش از نقاب آید
(چهار بیت دارد ۴۱-۴۲)

● **بزرگان و سخن سرايان همدان :** میر الهی . میر عمادالدین فرزند محمود بن حجة الله . مولدش را غالب تذکره نویسان اسدآباد همدان میدانند ، ولی واله داغستانی و مؤلف عرفات او را سعدآبادی میخوانند .

میر الهی ، باشکوهی همدانی (۱) و تقی اوحدی و حکیم شقائی معاصر بود : یک چند در اصفهان (۲) میزیست . در اواخر سلطنت اکبر شاه یعنی بسال ۱۰۰۹ هجری بهندوستان مهاجرت کرد و تا آخر عمر در آن دیار ماند ، و در نزد بزرگان آن سر زمین عزت و احترام و اعتباری بسزا یافت .

میر الهی مردی وارسته و درویش و آزاده بود ، بامور دنیوی مطلقاً تعلق خاطر نداشت . در عربی و فارسی دارای اطلاعاتی عمیق بود . در سخنوری نیز شاعری باسلیقه و نازک خیال و استاد بشمار میرفت . اشعارش بسیار

۱- ملا شکوهی همدانی در عهد شاه عباس اول .

۲- در گنج الهی نوشته است که: در سال ۱۰۱۰ هـ بقصد تحصیل باصفهان رفت و در آنجا سه سال و نیم اقامت کرد و بعد میگوید که : در سال ۱۰۱۵ هـ برای همین مقصد بشیراز رفت .
(تذکره نویس ص ۱۹۱)

و دیوانش بخصوص در هندوستان مشهور بود. در آخر عهد جهانگیر شاه (۱۰۱۲-۱۰۳۶هـ) در کشمیر وفات یافت.

الهی صاحب دیوانی است که مؤلف سفینه خوشگوار آن را دیده، و نیز کتابی بنام — گنج الهی — در تراجم احوال (شعراء) داشته است. ازوست :

خشک زد دل ما، هوس زلف و خط و خال این قطعه سهر از ورق مشرب ما رفت

این بیت او معروف و جزء امثال سائره است :

سرشک از رخس، پاک کردن چه حاصل	علاجی بکن، کز دلم خون نیساید
فسرده شد جگرم شعله زار داغ کجاست	هلاک شیوه پروانه ام، چراغ کجاست
ز بس طراوت رویش، نمیتوان دانست	که شبنم است بگل یا گره به پیشانی
در پیش، آن گروه که از، اهل ظاهراند	غیر از نماز کار دگر دست بسته نیست
هر که ندا رسد که : الهی فدای تو!	تو نیز لب کشا که : الهی چنان شود!
دل خود بروزگار جوانی کباب بود	موی سفید شد نمکی بر کباب من
حرف نخست، ابجد لوح جفای تست	هر جا که، بر تنم الف تازیانه ایست
روی درهم میکشد، از روی ما، آئینه هم	چین پیشانی است گویا آینه در شان ما
پشت بخنده گو مکشا یاسمین دهن	گل کیست تا بروی تو خندد باین دهن
بر غنچه شگفته، تبسم کنان گذر	تا گیرد از حجاب تو در آستین دهن

(۱: ۲۴۱-۲۴۲)

● باغ الهی : میر الهی در کشمیر (در سال ۱۰۵۰هـ) در جنوب نوشهره باغ احداث کرد که — بیاب الهی — معروف شد.

ظفرخان در تعریف این باغ گفته است :

زدل چون جانب صحرا نهی روئی	مگر صحرا گلستان نیست خود روئی
بینی، سر بر صحرا، شگفته	بفرش سبزه، گل میثانه خفته
هزاران گلشنش، از هر کنار است	که مرغ دست آموزش بهار است
یکی از باغها — باغ الهی — است	که رضوان را ز رشکش چهره کاهی است
در آن گلشن یکی کهنه چنار است	ز نخل طور گوئی یادگار است

بندت آنند کول در مقاله (۱) نوشته است که: این کهنه چنار تا حال (۱۹۳۳م) بر جا است و ۴۸ فـت دور دارد. این باغ نزد باشپوره است، و بنام باغ چنار هم معروف است.

شاعری گفته است:

گريبان ميكشد، خواهمى نخواهى بسوى خود، مرا باغ الهى!
تاريخ است:
فلک آشفته بود، از بهر سالش ملک گفتا، بگو: باغ الهى

۸۱۰۵۰

● قبر الهى: مؤلف تاريخ اعظمى نوشته است که: مير الهى در احاطه مقبره حضرت شيخ بهاءالدين جانب غروب مقبره ايشان مدفون يافته و سنگى بر بالين قبرش ايستاده است که اين کتبه دارد:

مير الهى، ملک ملک نظم بود در اقليم سخن، بى قرين
سال وفاتش، طليدم ز عقل گفت، بگو: بود سخن آفرين

۸۱۰۶۳

سرو آزاد سال ۱۰۶۲ هـ دارد و مصرعه تاريخ داده است:

برد الهى ز جهان گوى سخن

۸۱۰۶۲

همين طور نتايج و شمع انجمن نيز ۱۰۶۲ هـ دارد.

شادروان مجد الدين فوق مؤلف تاريخ بدشاهى (زين العابدين) مقبره شيخ بهاءالدين را ديده است و ميگويد که: هيچ آثار از قبر الهى پيدانيست، يك کتيبه سنگى آنجا ديده شد که اشعار از الهى داشت ولي بدون نام الهى. گمان است

۱- The Mughul Gardens in Kashmir. By P. Anand Koul
Sunday Times, 10th May 1933. جويای تبريزى وصف باغ الهى دارد.

(رک: تحت جویا)

که این کتیبه سنگی از قبر الهی باشد، که بعد از انهدام قبر این سنگ باقی مانده است و در یک گوشه گورستان زیر دیوار افتاده است. (۱)

● آثار الهی: بدین قرار است و هیچ از آن بچاپ نرسیده است:

(۱) تذکره خزینه گنج الهی: این کتاب را بین سالهای ۱۰۴۲ و ۱۰۵۲ هـ تألیف کرده است. و شرح حال چهار صد شاعر دارد که در قرن نهم و دهم زندگانی میکردند. بعضی از شعرائ قرن هشتم نیز دارد. بقول اشپرنگر باتمام نرسیده است و نسخه که اشپرنگر داشت، بخط مؤلف بوده.

نسخه خطی از همین کتاب در برلن هست بشماره ۶۲۶. این نسخه بخط مؤلف است. فهرست اسامی شعراء اشپرنگر دارد. (ص ۶۷-۶۸) (۲)

(۲) دیوان: چاپ نشده است. نسخهای خطی بقرار ذیل است:

(۱) نسخه موزه برطانیه مورخ ۱۰۴۲ هـ شماره Add 25,330

(۲) نسخه کتابخانه اوده مورخ ۱۰۵۲ هـ

(۳) نسخه برلن مورخ ۱۰۵۲ هـ (۳).

۲۳- الک، روپ یوانی

● گلشن کشمیر: این عارفه هندو از کشمیر بوده، پدرش پندت مادهو جو نام داشت. برادرش باله پندت نیز شعر فارسی میگفته. نامهای منظوم فارسی ایشان داده میشود (۴).

۱- تاریخ بدشاهی ص ۵۰۹

۲- تذکره نویسی در هند و پاکستان ۱۹۱. ممکن است که این همان نسخه باشد که اشپرنگر داشت.

۳- ممکن است که این همین نسخه اوده باشد.

۴- شرح حال الک، گلشن کشمیر جلد اول (۸۶-۵۶) دارد که فعلاً دستیاب نشد.

عرضداشت منظوم من کلام باله پندت مرید صادق و برادر حقیقی
روپ یوانی صاحبه که در هند رفته بود و از آنجا نوشته فرستاد .

لا علاجم ، چاره ساز من شوید
روز و شب مشغول ذکر خورد و خواب
بودم از اصل خبر ، پر بی خبر (؟)
بهره مند از دولت قرب وصال
خود بد او راستی کج باختم (؟)
سریر تقصیر خدمت کرده ام
بر کنش افتادم از دریای نور
خانه هجران شود یارب خراب
بر در رحمت سراغی یافتم
دم بدم شد گرم بازار طلب
دور ماندم زان در عالی پناه
گو ز راه ظلمتم شد دستیار
ناگهان گشته سگی ، سنگ رهم
دهشتش از عالمی جان می ربود
این سگ ، از خوردن جفاکاری کند
الحذر ! ای زیرکان ! کردم خبر !
پس بی پای رفتنم زنجیر شد
صد دلایم کرده رفتنم یک قدم
بود در رفعت بسی عالی مقام
از نگهبانان او ده پهلوان
در ره یزدان شده آهر منی
سد راه راه مقبولم شده
در حیاتی دستگاهی می نمود
در غریبی یافتن خود را نحیف
از کشاکشهای آنها شد پناه
یافتنم پس بر در آن قلمه بار
(؟)
رهنمایش جذبۀ اخلاص بود

عرض . . . سرگشتم ، بشنوید
بودم ر غمیت ز ایام شباب
هم زپای کار غافل ، هم ز سر
مدتی بودم ز الطاف کمال
قدر آن دولت بسی نشناختم
وای بر من جرم غفلت کرده ام
چون چنین جرمی ز من گشته ظهور
صد بیابان دور ماندم ، زان جناب
باز رو از راه غفلت تافتنم
رفت در پای دلم ، خار طلب
پی بسوی ره نه بردم چشندگاه
ناکه روزی خضر وقتی شد دوچار
چونکه پیسودم ز ره ، چندین قدم
آن نه سگ ، هم سنگ گرگ و شیر بود
سگ ، یک لقمه وفاداری کند
زین سگ درنده ! یاران الحذر !
چون سگ بدخوی دامگیر شد
از کشاکشهای آن سگ دیدم
قلمه دیدم ، چو رفتنم چند گام
جانب خود ناگهان دیدم دوان
هر یکی دیدم عیار و رهزنی
هر یکی در گهرمی غولم شده
هر یکی راهی بچاهی می نمود
بسکه با آنها ندیدم کس حریف
ناگهانم جذبۀ آن خضر راه
جلبۀ توفیق چون شد دستیار
کوچه دیدم بسی تاریک و تنگ
راه کوچه در حریم خاص بود

میشدی هر گه سعادتمند راهبر
بر سر آن کوچه چون باد صبا
بر سر آن کوچه هستم خاکسار
لیک در ره خلوت خاصم کجاست
زانکه از دل بشده آن درگم
داشتم حد ادب چون در نظر
بر سر آن کوچه میکردم گذر
گاه گاهی یافتیم پیوی وفا
تابه بینم نقش پای آن نگار
گر نمائی راه آن خلوت، بجات
جذبۀ فرمای، ای خضر رم
عرض حال خود نمودم مختصر

پاسخ از روپ بوانی صاحب الک

جواب باصواب بزبان معجزیان شری روپ بوانی صاحب الک
در هندوستان نوشته فرستاده است.

در حریم خاص دل، بار تو باد
کام دل بساا همه حاصل بتو
خوش بیان بساا! زبان خامه ات
لیک در معنی بمن داری وصال
درمیان گر هست منزلهما بتو
عام در حیوان و خاصه در بشر
لیک دانند هرکه شد مشتاق ما
هرکه شد مشتاق ما، نیک اختر است
نور من رخشنده در هر اختر است
اسم و جسم و رنگ و روی هر بشر
وصل ما یابد کسی گر، خود برست
خود فروشان را درینجا کار نیست
خود فروشی هست آزار گران
از خودی بگذر بما واصل شوی
سر بنه بر آستان بیخودان
شاه وقت و صاحب تاج و کلاه
بیخودان خود معجز ذات مطلق اند
آشنای بر و بحر بیخودی (؟)
تا بود دائم مدارش جهات
کامران، در این جهان و آن جهان!

دل پسدا! فضل حق یار تو باد
مهربان، پیوسته لعل دل، بتو
گوش کردم جمله شرح نامه ات
گر بصورت دوری، از هجرم مثال
هیچ دوری نیست از ما تا بتو
نور من، بنگر بهر جاء، جلوه گر
نور پاکم در گرفت آفاق را
رتبه مشتاق مسا، بالاتر است
نور من تابنده از ماه و خورشید است
در حقیقت گفته از ما نامور
در حریم نیست بار خود پرست
خود فروشی، باب این بازار نیست
هستی خودبین، بود بار گران
شیوه مرادن ره، نبود خودی
بی نشان آمد نشان بیخودان
بیخودان هستند والا دستگاه
بیخودان خود مظهر خاص حق اند
باش فرمان بخش، شهر بیخودی
تا بود قائم قرار کائنات
باش از الطاف ما، ای جان جان!

بسکه از تأثیر الفت های ما در دلت اسرار عرفیان کرده جا
 واقعی خود از رموز فیض وصل از فرع پی میری زان سوی اصل
 درحقیقت، هر چه گفتم، ای رفیق! ... دلان بود از شرط طریق (?)
 از ساداند (۱) دعا گوی قدیم که اوست بر درگاه اخلاصت مقیم
 صید دعا بادا بر احوالت شمول
 زآنکه میباید دعای او قبول (۲: ۸۲۱-۸۲۴)

۲۴- امام، امام الدین

● سخنوران چشم دیده : امام تخلص ، امام الدین نام پادشاه جمجاه کشمیر بود . فقیر آن حضرت را در ابتدای عمر ، وقتیکه از کشمیر بدارالسلطنه لاهور تشریف فرما شده بود ، دیده بودم . و بیش از این احوال آن والا حشم ، رقم کردن سر بسر طوالت را کار فرمودن است . از آنکه ، فقیر تذکره شعرا می نویسد نه که شاه نامه ، که در وی ذکر شاهان سلف و حال باشد . و خود از یک شعر آن خلد نشین قدری حال پر ملال بظهور پیوندد ، بر فقیر بسیار لطف می فرمودند . هنوز عمر شریف شان به پنجاه نرسیده بود که جهان فانی را گذاشتند (۲) و مزار آن والا تبار در پائین مزار داتا گنج بخش لاهوریست . شعر اینست :

امام ! از باغ کشمیر گرفته بزدان خانه لاهور بردند (ص ۹)

۲۵- امین ، مولانا محمد امین کشمیری

● ریاض الشعراء : از شعرای کشمیر و از فرزندان صیرفیست (۳) . درست

- ۱- ازین ظاهر است که این پاسخ ساداند سروده است و گفته شری روپه بوانی الک نیست .
- ۲- شیخ امام الدین امیرالملک جنگ بهادر بن شیخ غلام محی الدین در سال ۱۸۴۵ع بعد فوت پدر (۱۲۶۲هـ) بجایش آمد و در سال ۱۲۷۵هـ فوت شد . کتبه قورش این عبارت دارد : چون که ، نواب شیخ امام الدین شد ز دنیا ، و رو بخلد نهاد گفت : هاتف بسال تاریخش : احمد مجتبی شفیع باد تاریخ دوم شهر شعبان ۱۲۷۵هـ
- چون بخاکم بگذری ، دامن کشان از سر اخلاص الحمیدی بخوان (صوفی ۲: ۴۹)

۳- رک : تحت صیرفی .

طبیعت و صاحب فهم بوده . تقی اوحدی نوشته که : ویرا در مندو دیده ام .
هفتاد (۱) سال عمر داشت و صاحب ده پسر رشید قابل بوده هم در آن
آوان گزشته (۲) . اوراست :

رسید دستم بر عارضی و در غور آنم	که آفتاب سر از آستین من بدر آرد
دردی که یافت دل ، بچنون است ، آشنا	آبی که ، ریخت دیده ، بخون است آشنا
بر ما مخند ، گریه بنیاد ، چشم تو	فریاد ما ، به درد درون است آشنا
من خنده نیم ، بطبع عاشق ناساز	یا اشک که ، بر روی دوم ، چون غماز
یا ناله که ، سر بگوش بیگانه نهم	من درد دلم ، خلوتی پرده راز

(خطی)

● صبح صادق : مؤلف کتاب میرزا صادق پسر میرزا صالح اصفهانی ،
ملا محمد امین امینی (یا امین) را در جونپور دیده است . مینویسد که :
از شعرای جونپور بود ملا محمد امین امینی کشمیری ، که اکنون نیز در آن دیار
است و بلطف طبع اتصاف دارد و عمرش بصد رسیده .
(گل رعنا خطی - ۶۶ - الف)

۲۶- انجب ، میر ضیاء الله کشمیری

● روز روشن : انجب ، میر ضیاء الله (۳) کشمیری فرزند میر نعمت الله
است :

دشمن روشندان باشد زبان خویشان
شمع در سوز و گدازست نو بیان خویشان

(ص ۸)

۱- باین حساب در سال ۸۹۵۴ تولد یافته باشد .

۲- در حدود ۱۰۲۲ و ۱۰۲۴ .

۳- صفح ابراهیم محمد ربیع انجب خلف قاضی میر نعمت الله نوشته است ((ص ۹)) ولی در نام
اشتباه شده است . انجب حاجی محمد ربیع مغربی ، شاعری از دهل بود و تلمذ از مرتضی بیگ
صفاهانی داشت . (رک : روز روشن - ۸)

۲۷- انسان، اسدالله یار خان

● سفینه هندی : اسدالله یار خان ، انسان تخلص . از رفقای نواب امیرخان (۱) مغفور بوده، و بوسیله اش ترقیات کرده، چنانچه بصوبه داری کشمیر و بخشی رساله شمشیر داغ و بخطاب اسدالله سرفرازی یافته بود . هنگامیکه نواب بنظامت صوبه الله آباد مأمور و منتقل بود ، خان مسطور بامر وکالتش بحضور می ماند . فردوس آرامگاه نظر بلیاقت او در کمتر زمان نوعی متفقد حالش گردیده . چون نواب بحضور رسیده، رشک برتبه اش میبرد . ازوست :

از کوی یار، باز سفر میکنیم ما فردا قیامت است، خبر میکنیم ما (ص ۱۰)

● روز روشن : انسان، اسدیار خان اکبرآبادی . مرد سخی و باذل و متواضع بود . پل شرفاء و نجباء مفلوک ، سلوک برادرانه مینمود . با عمدا الملک امیرخان راه و رسمی بهم رسانیده، بذریعه اش باریاب حضور مجد شاه گردید . و بخطاب اسدالدوله و منصب شش هزاری سرفرازی یافت . در سنه ثمان و خمسين و مایه و الف (۱۱۵۸هـ) در دارالخلافه دهلی بدار آخرت شتافت . و نعش او در اکبرآباد مدفون گشت . رباعی :

گه، با صنم شفیق، میباید زیست گه، تنها بی رفیق، میباید زیست
انسان! این بزم شکر و گله نیست یکچند، بهر طریق میباید زیست
(ص ۹ <)

۲۸- بدرالدین کشمیری

● تاریخ نظم و نثر نفیسی : بدرالدین بن عبدالسلام بن ابراهیم حسن

کشمیری، از شاعران پرکار هندوستان بود و تا پایان قرن دهم هم زنده بوده است. و کتابهای فراوان بنظم فارسی ازو باقی مانده: از آنجمله:

- ۱- دیوان غزلیات. وی که در (۹۸۸هـ) تدوین کرده است:
 - ۲- اسکندرنامه. معروف بقصه ذوالقرنین.
 - ۳- شمع دل الفروز. بر وزن خسرو شیرین نظامی اتمام در (۹۷۶هـ).
 - ۴- معراج الکاملین. اتمام در (۹۸۱هـ).
 - ۵- روضة الجمال. اتمام در (۹۸۳هـ).
 - ۶- سراج الصالحین. اتمام در (۹۸۶هـ).
 - ۷- بحر الاوزان. اتمام در (۹۸۸هـ).
 - ۸- مجمع الاشعار. تقلید از مخزن الاسرار نظامی.
 - ۹- ماتم سرای. تقلید از منطق الطیر.
 - ۱۰- زهره و خورشید. بر وزن حدیقه سنائی.
 - ۱۱- مطلع الفجر: بر وزن سبحة الابرار جامی.
 - ۱۲- لیلی مجنون.
 - ۱۳- رسل نامه. بتقلید بوستان سعدی.
- (۱: ۲۲۲)

۲۹- بزرگی، کشمیریله

● مرآة الغیال: اصلش از کشمیر است و لولی بود. در عهد جهانگیر پادشاه از غایت علو فکر ترک پیشه خود کرده، در گوشه قناعت و توکل خزیده بود: روزی چهار شاعر برای دیدن او رفته بودند. درین اثنا عرب بچه - که خالی از اثر عشق نبود - چون دعای او می رسد اورا میطلبید. این معنی برخاطر شعراء گران آمد و این رباعی نوشته نزد وی فرستادند:

ای شیوه کفر و دین، بهم ساختن / غم را بوجود خود، عدم ساختن
آثار بزرگی ز جبینت پیداست / که با عرب و گه بجم ساختن (۱)

بزرگی فی البدیه این بیت مشهور نوشته بیرون فرستاد :

روزی که نهادیم درین دیر قدم را / گفتیم: صلاح است عرب را و عجم را (۲)

و این بیت مشهور ازوست :

موبو درناله ام، گوئی که استاد ازل / رشته جانم، بجای تار در طنپور بست (۳)
(ص ۳۳۶)

● **حدیقه مسرت :** بزرگی کشمیری، در نازک خیالی استعدادی بزرگ داشت و به عهد نورالدین جهانگیر (۱۰۱۲ - ۱۰۳۷ هـ) در شاعری علم جهانگیری می افراخت .
(یک بیت آورده است ص ۱۲)

۳۰- بقا، پندت مسترام

● **بهارگشن :** از کهنه کدل سرینگر بود. از سخن سرایان فارسی زبان بود . بعمر شصت سال در عهد شیخ امام الدین حاکم کشمیر (۴) وفات یافت .
قسم بجان تو، بیارم و نخوام زیست / طیب آمد و نبض مرا گرفت و گذاشت

۱- تذکره النساء و حدیقه مسرت دارد .

۲- فیضی در قصیده که مدح اکبرپادشاه گفته است و مطلع دارد :

آن روز که بر لوح نهادند قلم را / از نقش تو خوشتر نکشیدند رقم را
در آن بیت دارد :

گر چشم و دل خود کنی اصلاح همانست / کآرام دهی ملک عرب را و عجم را
و غزل دارد که در آنست :

مجنون که و فرهاد چه داند ره غم را / در عشق صلا نیست عرب را و عجم را
۳- این مطالب را عیناً آقای علی اکبر مشیر سلیمی در تذکره زنان سخنوران آورده است .

(۳۳ : ۱)

۲- رک : تحت امام شماره (۲۲)

تا پرده بر فتاد از آن رو، بیکطرف یکسو پدید رنگ ز گل، بو بیکطرف (۱)
از آثار وی — سوزن نامه — و — دستور العمل — و — بحر طویل —
یافته میشود، دیوان هم داشت ولی از بین رفته است. (۸۴۲:۲)

۳۱- بلبل، ملا اشرف دائری

● صوفی: بلبل، ملا اشرف دائری، پدرش ملا داؤد نام داشت. بلبل
در قصبه دیره فوت شد: از رضانامه اوست:

حمد:

رساننده روزی مور و مار بقدرت، نه با آله دستکار

نعت:

یتیمی که بیدرس قرآن بخواند خط نسخ بر صحف دیرینه راند (۲)
کشادند از لب زبان سکوت که سبحان حی الذی لا یموت

تمهید:

اگرچه نظامی بسی رنج برد ز گنجینه معنوی گنج برد
من از روح او، یاری خواستم سخن را بمعنی، بیارامتم
دو چیز است، اندر جهان پائدار سخا و سخن، نکته آبدار

خاتمه:

چو ابیات این نامه کردم شمار خرد گفت با من بگو: ده هزار
ازین بیت ظاهر است که — رضانامه — ده هزار بیت دارد. (۲: ۴۷۹)

● پاری سرایان کشمیر: بلبل ملا محمد اشرف در دهکده بنام دیر (در بخش
پلوام واقع کشمیر) بسال ۱۶۸۲م (۱۰۹۳هـ) پا بعرضه وجود گذاشت و در سال
۱۷۵۵م (۱۱۶۹هـ) در همان قریه پدرود حیات گفت و در گورستان خانوادگی
خود مدفون است.

۱- بهار گلشن کشمیر ۸۴۲: ۱-۱۳ و ۲۸ و ادبی دنیا کشمیر نمبر ۲۲۲.

۲- سعدی گوید:

یتیمی که نا کرده قرآن درست کتب خانه چند ملت بهشت (بوستان)

خمسۀ در تقلید نظامی سروده که ازان یک مثنوی بنام — رضا نامه — موجوده است .

بلبل اولین شاعر کشمیر است که داستان کربلا را بنظم سروده است . مثنویهای او چنانکه از — رضا نامه — استنباط میشود عبارت اند :

(۱) اوزن و بیه مال . داستانیست محلی که بفارسی اولین بار سروده شده هست .

(۲) هشت اسرار .

(۳) سهر و ماه .

(۴) هشت تهمجد .

(۵) رضا نامه . (۱)

(ص ۱۱۲)

۳۲- بهاء ، ملا بهاء الدین متو

● صوفی : بهاء ، ملا بهاء الدین متو ، از خانواده علمای کشمیر بود . ملا مقصود ، مولوی محمد انور ، ملا نورالله ، اخوند ملا عبدالحق ، مفتی هدایت الله ، از همین خانواده برخواسته اند .

بهاء در سال ۱۱۸۰ هـ (۱۷۶۶ ع) بوجود آمد . ملا محمود بلخی در علوم دینی استادش بود . و خود نیز از همه اشغال کنار گرفته پیشۀ معلمی اختیار کرد . بتقلید نظامی خمسۀ دارد که عبارت است از :

(۱) رشی نامه . چهار هزار بیت

(۲) سلطانی نامه . سه هزار سیصد بیت

(۳) غوثیه . پنج هزار پنجمصد بیت

(۴) نقشبندیه . چهار هزار ششصد بیت

(۵) چشتیه . سه هزار بیت

بهار در سال ۱۲۲۸ هـ (۱۸۳۲ ع) حیات را پدرود گفت و در محله مسجد پتوانی دفن شد .

ابتدای مثنوی غوثیه :

رو سوی طلبهای اذهر کن	ای بهار! دفتر دگر سر کن
اختر آورده تو ماه بیار	لشکر آورده تو شاه بیار
قطب اقطاب غوث صمدانی	کیست آن شاه ، شاه چیلانی

(۲ : ۲۸۰)

۳۳- بهار ، بندت لسه کول

● بهار گلشن کشمیر : از کشمیر بود ، پدرش تیکارام جیو نام . نیز شعر میسرود و آخون تخلص داشت .

اشعار ذیل از قصائد بهار داده میشود :

از سبزوار داد نشان باغ کاشمر	آمد بهار و سبزه ز هر سر کشید سر
بر چنگ ناله زن ره نوروز را دگر	بلبل! بیا که ، مطرب بزم چمن توئی
از خط نو دمیده چاه ذوقن خبر	بر گردد چشم سبزه نورسته میدهد
هر طائری بر اوج هوا گشته سرخ پر	سرخاب و ش ز عکس گل لعل و لاله ها
صبح بهار پنبه نهادش بزخم پر	از نیش هجر گل ، دل بلبل نسگار بود
بنشسته برو ساده دولت بجاه و فر	از بس نشاط سال نوو خال فرخش
بجو بهار امید ، آب رفته ، باز آمد	رسید مزده که ، ایام عیش و ناز آمد
ز قاب رشک گل خصم در گداز آمد	باین نوید دل دوستان ببالیده
چو این نسیم بشارت باهتزاز آمد	شگفت غنچه دلهای خویش و ییکانه
ستاره تو بصد نور بر فراز آمد	ز دستیگری الطاف ظل سبحانی

(۲ : ۸۵۸)

۳۴- بیتاب، پندت تابه رام ترکی

● بهار گلشن کشمیر : از رعنا وادی سرینگر بود. در سال ۱۱۴۱ هـ (۱۷۷۷ ع و ۱۸۳۳ بکرمی) چشم بجهان کشود و بعمر هفتاد و یک سالگی در ۱۲۶۶ هـ (۱۸۴۸ ع و ۱۹۰۲ بکرمی) حیات را پدرود گفت. از آثار وی است — جنگ افغانان و سکهان — و — رنجیت نامه — و — اکبرنامه — و دیوان که کم یاب است.

ملا توفیق کشمیری شعر داشت :

شکسته رنگ من، با طیب در جنگ است علاج درد سزمه حسن. صندلی رنگ است
بیتاب فی البدیه جواب رسانیده :

سیاه بختم و از بخت خویش خورسندم چرا که بخت من و زلف یار هم رنگ است
(۲ : ۸۵۹)

● ادبی دنیا : بیتاب، پندت تابه رام ترکی از رعنا واری سرینگر بود و در عهد مهاراج گلاب سنگه (۱۸۲۶-۱۸۵۷ ع) جهان را پدرود گفت. — جنگ نامه — مشتمل بر وقایع جنگ بین محمد عظیم خان حاکم کشمیر و مهاراج رنجیت سنگه (۱۸۱۹-۱۸۳۹ ع) سروده (۱) و ازین سبب شهرت یافت. پایان جنگ نامه بر این اشعار است :

۱- وقتیکه، کشمیر بدست رنجیت سنگ افتاد شاعری گفت :

جرم ما، ما را چو دامنگیر شد قوم سنگان وارد کشمیر شد
وقتیکه، گرمک سنگ صوبیدار شد شاعری گفت :

کور سنگ حاکم و رنجیت چو باشد سلطان
شکوه از جور مکن، عالم کورا کوری ست

رنجیت سنگ از یک چشم کور بود و صوبیدار کور سنگ نام داشت. به همین رعایت شاعر لفظ کورا کور آورده است. که : عهد کوران است، شکوه کردن سود ندارد

(صوفی ۲ : ۲۵ <)

خدا یا! نیاید ز من پوزشی نه شد گرم هنگامه سوزشی
 ز مهر تو بر سینه داغ نسوخت دلم را به بالین چراغی نسوخت
 ز چشم نیامد گهر ریزای چو شبنم نکردم سحر خیزای
 بگلزار عمرم بهاری نماند بدستم جز از خار خاری نماند
 همه خرمن عمر برباد رفت مرا توشه راه از یساد رفت
 عقوبت مکن ، انفعالم پس است مرا طمنه آن ، ز عالم پس است
 خدایا توئی خلق را چاره ساز نداری بنیاز کسی را نیاز
 به درگاه تو نا امیدی کجاست گر امید بی تاب داری بجاست
 کریما! نگر انکسار مرا به بخشای احوال زار مرا
 ز خمسانه فیض در انتظار
 بده یک دو ساغر که چشم است چار (ص ۲۲۵)

۳۵ = بیخبر ، منشی غلام غوث کشمیری

● نگارستان سخن : منشی غلام غوث کشمیری منشی گورنمنت شمالی و
 و جنوبی اله آباد است . این دو شعر از او بگوش افتاد :

نیست آشوبی که از دست ستمگر بر نخاست فتنه نشست از پا ، تا که دیگر بر نخاست
 بیخبر جای که من مشغول ضبط گریه ام در بهاران ابرم بادیده تر بر نخاست
 (ص ۱۷۰)

● روز روشن : بیخبر ، خواجه غلام غوث خان کشمیری ، که از مدتی
 بعهدۀ جلیله امیرالانشاء حکومت مغربی و شمالی هندوستان معزز و ممتاز
 است . اصلش از خطۀ دلپذیر کشمیر و تا زمان استقرار محکمه گورنمنتی ، در
 اکبرآباد اقامت داشت ، و مستقر آن محکمه شهر اله آباد گردیده ،
 درین شهر موطن گزیده . طبعی بلند و فکری ارجمند دارد و اوقات فرصت
 بمصاحبت و موانست دقیقه سنجان و نقطه رسان می گذراند و شعر غزلش
 که در — نگارستان سخن — از زبان کسی مرقوم شده بصحت روایت اینست :
 تا نقاب زلف ، زآن رخسار انور بر نخاست پرده شب ، از رخ خورشید خاور بر نخاست
 صاحب تمکین ، گهی بر خود بناله از هوا اندرین دریا ، حباب از آب گوهر بر نخاست

از خدا خوام بروز شمع بنشیند مدام
 اندر آن وادی که من مشغول ضبط گریه ام
 تانه دود از خود برآورد و تپ دل جان نسوخت
 شب ز بزم او رقیب رو سیاه گر بر نخاست
 در بهاران ابرم با دیده تر بر نخاست
 پیخبر مانند شمع، از بزم دلبر بر نخاست
 (ص ۱۱۱)

۳۶- بیخود، محمد عاصم

● مصنف ابراهیم : خواجه محمد عاصم بیخود. اصلش از کشمیر است اما در شاهجهان آباد (دهلی) نشوونما یافته و بواسطه مهارتی که در فن طب داشت، مدت‌ها ملازم و مقرب خدمت بلند قدران آن شهر بود. ایامی که آبادی دارالسلطنه بخرابی تبدیل یافت. از آنجا سفر کرده، بعظیم آباد آمده سکنی اختیار کرد و روزگاری بعزت گذرانید. تا در سال هزار و دو صد و یک هجری (۱۲۰۱) داعی حق را لبیک اجابت گفت. بمقتضای موزونی طبع، گاهی فکر اشعار میکرد.

● روز روشن : بیخود دهلوی، اصلش از کشمیر بود و در شاهجهان آباد اقامت داشت. از آنجا برخاسته در عظیم آباد مسکن گزید و در سنه احدی و مائین و الف (۱۲۰۱) رخت بدار آخرت کشید :

بسی پرو بال کرده اند مرا فارغ السبال کرده اند مرا
 چه باک از گردش چرخ است تا پیمانه میگردد حصار امن دور جام باشد پاده خواران را
 چاک دلبا، نه پی جلوه گری، بود غرض پرده دیگر، ازین پسره دری، بود غرض
 داغ بر داغ نهادم، چو نگین از مهرت که ز داغ تو مرا ناموری بود غرض
 (ص ۱۱۱)

۳۷- بیخود، پندت سترام کشمیری

● روز روشن : پندت ست رام کشمیر، شاگرد رشید میرزا مجرم کشمیری ست :

شی کز مهر ماه عارض چون شمع در گیرم در روز مشعل آید و شب را در سحر گیرم
 چو در تحریر وصف لعل شیرینی شکر ریزم ورق از برگ، آرام قلم از نیشکر گیرم
 بدر بفتن چو آید لعل سیرابی بایشارش هزاران لعل، یاقوت تر از کان جگر گیرم
 (ص ۱۱۲)

۳۸- بیغرض، پندت تند لال در

● بهار گلشن کشمیر: از سرینگر است جدش پندت واسه کاک در عهد عظیم خانی (۱)، هرکاره باشی بود و با سکر تخلص میگردد. یک ماه پیشتر از کشته شدن ماه قبل گفته بود:

گفتنش: از بهر باغ با سکر هانفی، از غیب گفتا: خشک شد

۸۱۲۲۲

پدر بیغرض، پندت تیکالال در، نیز شعر میگفت و تخلص قانع میکرد. بیغرض پیشه مدرسی داشت، جام وحدت (المعروف ترانه بیغرض) در دو مجلد ازوست:

گفتم: ببوسم خاک پا! گفتا: به کوی من درآ
گفتم: مزین تیر جفا! گفتا: همین از من وفا
گفت: که بنشین رو برو! گفتا: دوی را دور کن
گفتم: که میرم در غمت! گفتا: که دل شادم شود
گفتم: که جاداری مکان! گفتا: مکانم لا مکان
گفتم: چه باشد نام تو! گفتا: ز دنیا بیغرض
شدم بیخود جز مجنون، در پی دیدار آن لیلی
رسیدم عاقبت، در خدمت ساقی به میخانه
گفتم: ندانم راه او! گفتا: برو دیوانه باش
گفتم: جسان بینم ترا! گفتا: که در بتخانه باش
گفتم: که قربانت شوم! گفتا: که چون پروانه باش
گفتم: زکوة حسن ده! گفتا: که چون پیهانه باش
گفتم: تویی جان جهان! گفتا: توهم جانانه باش
گفتم: که پیشت چون رسم! گفتا: زخود بیگانه باش
به شوق سنگ طفلان هر طرف دیوانه می رقصم
به گرد شمع رویش چون پر پروانه می رقصم
(۸۶۵: ۳)

۳۹- بینش، محمد اسماعیل کشمیری

● کلمات الشعرا: تمام دیوانش را سیر کردم، غیر ازین دو بیت بنظر در نیامده:

هر پاره دلم چمنی از نگاه اوست آئینه چون شکسته شد آئینه خانه ایست (۲)
در راه وصال تو، ز بس چشم برآم چون جاده بود خاک نشین، مد نگام (۳)
(۱۸ ص)

● تذکره شعرای متقدمین: بینش کشمیری، در تمام دیوانش این دو بیت در نظر آمده:

(دو شعر دارد که در کلمات است ص ۳۳)

۱- سال ۱۸۱۳ ع.

۲- تذکره شعرای متقدمین، همیشه بهار و بیاض بنده علی باسط دارد.

۳- تذکره شعرای متقدمین و بیاض بنده علی باسط دارد.

● همیشه بهار: در کشمیر بسیر کشتی عمر بسر برد. از مردم ایران است. قماش سخن اش بر نکته سنجان، از اشعارش معلوم است:
درین محبط، تلاش من از ره تدبیر بهیچ جا نرسد، چون شنای کشتی گیر (خطی)

● ریاض الشعراء: در زمان اورنگزیب پادشاه در هندوستان بوده. دیوان شعر ترتیب ابیات خوب از وی بنظر رسیده:

درین بهار نشد نو گل در چار مرا کسی که کشته ابروی او، مرا داند پاس عزت، کس چومن، میخانه را هرگز نداشت تا براهت، یک جهت سازم فغان خویش را ماند در دل چو لاله داغ گره ما را بغیر دیده شب زنده دار نیست از گل بدست باد صبا نامه داده ام بی تو مارا، ز سوز گریه، چو شمع لذت شمشیر نازت هر کرا شد دلنشین آن قدر فرصت نظاره به چشم ندهی تا یک سخن توان ز لب داستان شنید تا دیدن رخت چمن آرای دیده شد از بساده نداریم چو گل تاب جدائی بصد تمکین گذشت از من که، استغنائی ناز است این

که زیر سایه خود جا دهد چو خار مرا (۱)
بجای شمع زند تیغ بر مزار مرا (۲)
داده ام در چشم خود جا همچو نرگس جام را
چون جرس، بادل یکی کردم، زبان خویش را (۱)
دود آهم ز نارسائیها
گاهی مگر به چشم تو بینم خواب را
یعنی که بی تو دفتر دل پاره پاره ایست
آتش از سر بجای آب گبشت (۳)
همچو گل، زخم ترا قسمت بر اعضاء کرده اند
که نگاهی برخت، درد دل اظهار کند
از هر کسی هزار سخن میتوان شنید (۴)
گل میکند بشمع چو مژگان نظاره ام
پیمانه ما گر شکنند خانه خرابیم
شدم خاک رخت من هم که تسلیم نیاز است این (۵)
(خطی)

● مجمع النفائس: بینش گهان دارم که از کشمیر است. تعریف اماکن تزره کشمیر بسیار نموده. مثنوی دارد در تعریف کشمیر که بسیار خوب گفته.

- ۱- صبح گلشن دارد.
- ۲- مجمع النفائس دارد.
- ۳- مجمع النفائس و نتائج الافکار و صبح گلشن دارد.
- ۴- مجمع النفائس و آتشکده و نتائج الافکار دارد.
- ۵- مجمع النفائس و نتائج الافکار دارد.

دیوانش بنظر آمده خیلی معنی یاب است، اکثر جواب غزلهای عنایت خان آشنا گفته. ظاهراً معاصر او است. شعرش خیلی متین و لغزش مطلقاً ندارد. انتخاب دیوانش نوشته میشود:

سیل این وادی بدریا می برد ویرانه را (۱)
کز چین بچین بر سر هم چیده کمانها
خسار راه برهنه پالیها
می زند، سیلی شکست رنگ، بر رخسار ما
که بر بالای سر بگذار و از شوخی کمانش را (۲)
که میخوام بوقت سجده بوسم آستافش را (۳)
گردد گره چو آئینه در دل نفس مرا
باشد بنای کعبه دلها ز خشت ما
در دست دیگرست عنان نفس مرا (۴)
سنگ بت گردد، بخود بیند چو زخم تیشه را
بوی گل، دام کشد در ره پرواز مرا
که نم چو آئینه دارد زبان زمین مرا
از برای آشیان، گر مشت خس باشد مرا
بسته ام بر شاخ آهو آشیان خویش را
داغ رشک لاله خونی کفن داریم ما
دیگر که میکشد ز فلک، انتقام ما
کردم معراج بلبل گوشه دستار ما
خنده چون غنچه، گره شد بلب شادی ما (۵)
از شرم آه عاشق زلف تو ساخت روها
گر ببالینم نیایی بر سر خاکم بیا
خون او، بسار مانند است لعل سوده را

دل، بزور گریه ام، آخر بچشم تر رسید
ابروی کجا طاق کمانخانه ناز است
ریشه دارد چو سرو در پایم
سرزند چون حرف خواهش، از لب اظهار ما
ز ابرو چشم مست یار می ماند بان ترکی
جبین من، چو گل یارب! سراپا لب شود بینش
روزی که منع ناله کند داد رس مرا
خاکیم گرچه خاک سر کسوی دلبریم
بی اختیار ناله، ز دل میکشم چو نی
عزت ایام، بی زحمت نمی آید بدست
در چمن، بی تو کی از ضعف توانم گشتن
بخشک سال جهان، فارغم ز منت ابر
تنگدستی بین که، غیر از چنگل شهباز نیست
بلبلم اما بیاد چشم شوخ نو گل
جام عشرت، بر کف از میخانه دل میرسد
دلدار بی مروت و فریاد بی اثر
تا بگلگشت چمن، گل بر سر از شوخی زدی
پیتو گردید قفس گلشن آزادی ما
دارند آفتابی در جلقه حلقه موها
در لحد، از داغ حسرت، استخوانم را مسوز
شوق آن لب از دل پیش بر آورده است کرد

۱- نتایج الافکار دارد - سیل این دریا بادی میبرد دیوانه را.

۲- نتایج الافکار دارد.

۳- صبح گلشن دارد.

بشنان بزور شبنم گل آفتاب را
 در غلاف ماه نو دارد نهان شمیرها (۱)
 براه وصل تو هرگز نمی رود در خواب
 عشق تو که، هر روز برنگ دگر سوخت (۱)
 دائم بزیر سایه گل آشیان ماست
 بادشاهی میتوان کردن ولی بی تاج و تخت
 رشته عمر چه دانی، که سراسر گره است
 که سر باز بود یک سر و یک سر گره است
 همچون سر بریده سزاوار دوش نیست
 بار زبان خلق کم از بار دوش نیست
 آن خانه که حلقه در خاتم جم است
 سرخوش نشین که شادی عالم همین دم است
 براه فقر تو کشکول بی خرید ماست
 در دل هر کس بیکرنگی نهان پیداست کیست
 شیر طفل نی سوار بیشه دیوانگی است
 در زنگبار آینه را اعتبار نیست
 سر رشته حیات تو در دست دیگرست
 گمان برند که، طاؤس خفته در دام است
 در چمن، چون شیشه می، سبزه شاداب نیست
 اول بکوه تیغ کشد آفتاب صبح
 پپای دل، مرا مشکل تر از زنجیر میگرد
 گر بیاد لب میگون تو، ساغر گیرند
 بحر را خشک بستند، که گوهر گیرند
 شور برداشت چو دریا گهری پیدا کرد
 ازین رو آسیا انگشت حیرت در دهن دارد
 روز هجران تو بر عاشق شب آدینه بود
 مردم دیده ما، نیز زبانی دارد (۲)
 امیدوار چنینم که ناسید بر آید

یک صبحدم، ز چهره بر افکن، نقاب را
 از فریب چرخ، در هر صورتی، ایمن مباش
 ز دیده، پای ازان ساختم که، می دانم
 طرح چینی، ریخت ز هر مشت غبارم
 یک دم ز فکر زلف تو بیرون نمی رویم
 کار آسان از تعلق میشود بسیار سخت
 تو که، دستی بغم زلف نگاری، نزدی
 دو جهان، چون دوسر رشته سوزن باشه
 تا دست من، ز دامن وصل تو، کوتاه است
 از حرف پوچ مغز سر آدمی خورند
 جستم نشان، کلبه درویش یافتنم
 گوید مدام بآلب پر خنده صبحدم
 دل که در جگر از مفلسی ندارد آه
 پرده چون از خویش بر خیزد عیان پیداست کیست
 شعله برگ، از نهال ریشه دیوانگی است
 جز روی او که در شکن زلف خوشنماست
 واقف شد از کشاکش دریا که همچو موج
 ز شرم خط، چو شود چهره تو، رنگ برنگ
 رونق شادابی میخانه با گلشن کجاست
 بر اهل صبر، عشق ستم ابتدا کند
 یزدانخانه زلف تو، هر قابی که می آرم
 ساکنان در میخانه، بمعراج رسند
 خست اهل جهان بسکه بطفیان آمد
 هیچ کس راز تو در دل نتوانست نهفت
 برای مردمان روزی برون از سنگ می آید
 از نظر افتاده جام است، بی معشوق می
 بیش! از هر رنگی عرض تمنا کردیم
 بصد امید بر آید رقیب از سر کویت

۱- نتایج الافکار دارد.

۲- نتایج الافکار و صبح گلشن دارد.

ز آب تیغ کشائیم روزه ما و تو پیش
 گر پاره ز حال دل خود رقم کنم
 هرکس که رسد، دیده خود فرش رهش کن
 زبس درد جدائی شکوه پرداز است در عالم
 نیست جز ناله مرا داد رسی در ره عشق
 آستین همه کس، در شکن کوتاهیست
 آن قدر، طبع تو نازک شده از ناز که من
 هرکه در بزم وصال یار، دل از دست داد
 ز رویش خانه آئینه، سامان دگر دارد
 از بس، هوای وادی شوق تو، گرم بود
 بر نمی تابد هوس را، دل چو صاف از عشق شد
 از تنگی دل غساطرم آرزوه نباشد
 بعد عمری، مهربان چون شد برغم آسمان
 یاقوت، غلام لب خندان تو باشد
 ترا قفس چمن و دام سایه بید است
 ابرها، تابش برق نگهت را، دیدند
 پر پروانه، دل سوخته عشق تو بود
 نم بچشم اشکبارم، زاتش سودا، نماند
 اهل را، صحبت نا اهل، زیانها دارد
 سر بزیر افکنده دیدم، غنچه های لاله را
 روز می بندیدم بر بلبل ره فریاد را
 سخن با زلف، چشمت کی کند، بی گوشه ابرو
 بداغ سینه ام، چندان لب دلدار می خندد
 هرگز نشد بحرف طلب، آشنا لبم
 سرو قد تو، در نظرم بود، جلوه گر
 هست با هر ذره خاکم، خیال روی دوست
 چو بحر، از بردباری پیش خود، هموار میسازم

بشکل ابروی او گر هلال عید برآید
 دیگر تلاش نامه دریدن نمی کند
 چون آئینه، شرمنده مهبان نفوان بود
 بهنگام شکستن هرچه را بینی صدا دارد
 همچو گم گشته که فریاد بکسار کند
 مژه اشکی مگر از دیده ما پاک کند
 در گلستان کسی، گل نتوانم بو کرد
 موسم گل بلبل را از قفس آزاد کرد
 پری در شیشه، می در جام، گلشن در نظر دارد (۱)
 مانند شمع کشته، سرم بی کلاه ماند
 از هوا چون آب این آئینه برهم میخورد
 ترسم که خیال تو درین خانه ننگبند
 کرد. با ما آنقدر یاری، که پنداری نکرد
 الماس، کمر بسته مؤگان تو باشد (۲)
 کجا بقید تو مرغ اسیر مینالد
 گریه، بر حال من سوخته خرمن کردند
 بر سر خاک من، آن شمع که روشن کردند
 غیر دل، یک قطره خونم، در همه اعضا نماند
 آب، در کوزه نا پخته، گل آلود شود
 شرم ظاهر کردن داغ دلم، آمد بیاد
 ما که، هی سوزیم از پروانه، شبها بیشتر
 که ترکان راست با هندوستانی، کینه دیگر
 که امروز است یا فردا، توان گفتن نمکدانش
 از آرزوی خویش، چو دریا لبالبم (۲)
 روزی که شد، بحرف الف، آشنا لبم (۱)
 آفتابی میشود، گر آید این اجزا بهم
 اگر پست و بلندی از زمین و آسمان دیدم

۱- نتایج الافکار و صبح گلشن دارد.

۲- نتایج الافکار دارد.

در باز قفس را، از شگاف آشیان، دیدم
 ز حرص، گر همه اعضا بشوند دندانم (۱)
 که ره بکسوچه آن زلف مشکبو دارم
 گیاه تشنه ام، از ابر رحمت، آب می خواهم
 حیران نقش بندی این کارخانه ام
 ز شوخی، هرچه با من میکنی، نیکوست! میدانم
 ستمگر، بی وفا، نا مهربان، بد خوست، میدانم
 گر نسازی تو بما، ما بفت ساخته ایم
 سوزد چراغ کمبه، ز رشک کنشت من
 هر کس که دید آئنه را، دید روی تو (۱)
 که همچو لاله، مرا داغدار گشته کلاه
 گر کند حسن تو یکره جلوه در بتخانه
 قمری از سرو، و من از جلوه رفتار کسی
 که مبادا، ردم سرزنش از خار کسی (۱)
 مرا از بلبل و خود را ز گل نشاختی، رفتی
 تا زیادم، نرود زلف گره گیر کسی (۱)

توان گردید برگرد درختان
 بزرگان را ست باهم آشنائی

بود مسوی سفید از آبارش

که قاف قدرت پروردگار است
 که موی کلک نقاش بهار است
 که پیچیده است برخود، رشته از راه
 که آنرا با رگ ابر است پیوند
 شبیه سنگ پا گرد و کف پا

شکست بیضه بیش شکست افگند درکارم
 چو آسیا نخورم رزق دیگری، بیش!
 چو شانه پا کنم از شوق پنجه مژه را
 ز دست ساق کوثر، شراب ناب می خواهم
 هر صورتی، ب رنگ دگر، جلوه میکند
 محبت آشنای ناز، مستی فتنه استغناء
 ز بی پروائی آن جنگ جو، بامن چه می گویی
 گشته عمری که بجور و ستم ساخته ایم
 درد دل، غیال روی تو، پرتو گر افگند
 از بسکه، جا بدیده مردم گرفته
 سرم ز آتش شوق تو آن چنان گرمست
 عمرها از بت، برهن سنگ بر دل میزند
 طوق در گردن و زنجیر پیا، میگردیم
 صد بهار آمد، و یک گل نرودم، بر سر خویش
 ز جام نازامشب، بسکه سرخوش در چمن بودی
 رشته آه، بانگشت نفس میبندم

در تعریف بهار کشمیر :

بسان تاک در اطراف بستان
 نمی باشد بگردونش جدائی

در وصف کوه کشمیر :

فلک خم گشته پیری، در کنارش

در تعریف کوه پیر پنجال :

درین کهسار جوش نو بهار است
 رهش را، سبزه و گل، در کنار است
 بود یکدسته گل این کوه دلخواه
 چو رهرویند این کوه تنومند
 پیا از بسکه رنگش میکند جا

چو قطع ره سپهر پیر سازد مه نو را عصا شمشیر سازد
در تعریف کوه ماران و تخت سلیمان :

دو کشمیری جوان گل فروش اند که از ابر بهاری شال پوشند
در تعریف عمارتی :

چنان سنگش ، بصفائی روی بنمود که شد از عکس گل ، آب گل آلود
در تعریف فیلی :

به پشتش زین بسی صاحب شکوه است چو طازسی که بر بالای کوه است
سر او شاه برجی قلعه تن بود خرطوم توپ دشمن افکن
در تعریف چشمه صفاپور :

در آبش بسته عکس کوه آئین کشیده سرمه گوئی چشم شیرین
(ص ۶۱ الف)

● آتشکده : بینش ، از آن دیار است و در زمان اورنگزیب در جهان آباد
میبوده ازوست :

تا یک سخن ، توان ز لب دوستان ، شنید از هرکسی ، هزار سخن ، میتوان شنید
(ص ۴۶۶)

● صنف ابراهیم : ملا بینش کشمیری ، اسمش محمد اسمعیل (۱) . گویند
موطن آبایش ایران است و او در کشمیر نشوونما یافته . در زمان پادشاه
عالمگیر خلد مکان ، از مشاهیر سخنوران کشمیر بود . در مجمع النفائس آمده
که : غالباً معاصر عنایت خان آشنا باشد . چه اکثر بجواب غزلهای او پرداخته
است و اشعارش بلا قصور یافته شد . مثنوی در تعریف اماکن کشمیر
بخوبی در سلک تحریر کشیده و کلامش مدون و سخنور معنی یاب است .
راقم آثم ، ابیاتش را از مجمع النفائس و بعضی سفائن بر گرفته ، درین اوراق

اثبات ساخته (۱) . (ص ۹۶ الف)

● نتایج الکلاک : بینش . رنگ بخش گلستان خوش تقریری ، جعفر بیگ بینش کشمیری ، که لطف سخن از اشعارش پیدا و ادابندی مضامین از کلامش هویدا ست . اواخر مائه حادی عشر ، جهان گزران را گذاشته . از اشعار آبدار اوست . (هیژده بیت دارد ص ۱۰۹)

● صبح گشن : بینش ، جعفر بیگ کشمیری . از سخن سنجان عهد شاهجهانی ست . بکمال دانش و بینش و تلاش دلچسپ مضامین و برجسته معانی . در اواخر مائه حادی عشر ازین سرای سخن و غرور رخت بدارالسرور کشید . مثنوی و دیوان لطافت نشانش قابل دید :

کم بمن صریحه ای شوخ بسر باید کرد روی خود دیده مرا منع نظر باید کرد
(هفت بیت دیگر دارد ص ۷۵)

● پارسی سرایان کشمیر : بینش میرزا اسمعیل در کشمیر متولد شد . و پس از تحصیل در مولد خود ، به دهلی سفر کرد و مدتی در خارج از کشمیر بسر برد . در پایان عمر به کشمیر بازگشت و همانجا در قرن یازدهم هجری وفات یافت . آثار وی عبارت است از :

(۱) خمسة : — بینش الابصار . به تقلید مخزن الاسرار .

— گنج روان . بمدح اورنگ زیب و امرای کشمیر .

— ساقی نامه .

— گلدهسته . در باره خلقت

— شور خیال . یک داستان عشقی از شهر بنارس (۲)

۱- نسخه دستنویس البانی دارای اشعار نیست ، فقط شرح حال شعراء دارد .

۲- علی حزین راجع بنارس گفته است :

از بنارس نروم معبد عام است اینجا ! هر برهمن بچه لجهن و رام است اینجا !

— رشته گوهر. داستان عشقی امیر و گوهر.

(۲) دیوان : غزلیات و قصائد دارد. در موزه برطانیه موجود میباشد (۱)

ازوست :

مثنوی

چرخ چو در عالم مستی رسید	مجلسی آراسته، از شوق دید
جرعه از جام ازل نوش کرد	خواهش آرام فراموش کرد
گشت چو بدمستی دل پیشه اش	ریخت شراب سخن از شیشه اش
هر که ازین باده خبردار شد	محرم میخانه اسرار شد
جوهر ذاتی که بود روح پاک	نیست بغیر از سخن قابض پاک
همچو زبان بر سر شاخ گل	نیست بتأیین سخن بلسبلی
شعر بود قدر سخن را کمال	نیست درین سلسله او را زوال
اوج سخن را پر پرواز کن	شعر بگو، فکر فلک تازه کن
عشق سخن، عقل سخن، جان سخن	دیده سخن، دل سخن، ایمان سخن
غنچه لب باز شود از سخن	اوست کلید در باغ دهن
گر نبود پای سخن در میان	ره نتوان برد بکار جهان
رتبه او مرتبه جبرئیل	وادی تارک جهان را دلیل

صفت لیلۃ المعراج

تازه شبی ز فضای بهشت	رشک ده جنت عنبر سرشت
شب نه صفای گل نوروز وصل	خرمن صبح دل افروز وصل
نرگس غمخور خوش کسوکبی	خواب ندیدست بدینسان شبی
ظلمت شب محو ز هر خانه	چون بچراغان پر پروانه
خلد کشاده در گلزارها	راسته گل شده دیوارها

۱- رک دیو ۶۹۵:۲ بانکیور نیز دارد (شماره ۳۳۹) که مشتمل بر ۵۹ ورق است

و بتاریخ ۸ ربیع الاول ۱۳۲۴ استنساخ شده است. رک : فهرست بانکیور (شعر فارسی)

۲: ۱۴۵- قصائد در مدح صف شکن خان دارد که همراه اورنگ زیب در کشمیر بود.

ابتدا : سر زنده، چون حرف خواهش، از لب اظهار ما

میزند سیلی شکست رنگ، بر رخسار ما

جبرئیل امین

پیک خداوند جهان ، جبرئیل
 بعد زمین بوسه درود و سلام
 ای ثوا بمعراج یقین قیله گاه
 چشند ز دیدار تر افلاکیان
 ماه، بدیدار تو، ای بی بدل
 چشم ثوابت ، شده نظاره سنج
 داشت چو دیدار ترا ، در نظر
 عرش چو آوازه وصلت شنید
 پرده نشینان حریم حجاب
 در رخت ، ای باعث ایجاد کل!
 سرور آفاق توئی تاج شو

گشت در آن شب ، به چه دلیل
 داد ، ز فیاض جبهانش ، پیام
 مرتبه عرش ، ترا فرش راه
 رشک برند از نظر خاکیمان
 چشم سیه کرده ز روز ازل
 تا که نثار تو کند ، نقد گنج
 کرد دل مهر ، کواکب بدر
 فرش شد و پای ز کرسی کشید
 روی چو گل ، تافته اندر نقاب
 ریخته از کوکب و مهتاب گل
 تسخت نشین سر معراج شو

براق

لب، چون ازین گونه، سخنها کشود
 چشم فلک ، با نظر دور بین
 صورتش آئینه حسن پری
 برق پرش بوده و بالش حجاب
 طرح گلستان ز روش می نمود
 سیم چو مه چاردهش ، تند رو
 پشت وی از عرش مگو غیر بود
 تخت نشین شد چو به پشت براق
 دید ، چو جبریل امینش ، سوار
 گشت بفرقت چو زمین مبتلا
 تخت براقش بهوا شد سوار

عرش براقی بجنبایش نمود
 سیر نکرد است براقی چنین
 حور نما چهره اش از دلبری
 ماه نوش گردن و سر آفتاب
 گرد رهش ، جلوه طاقس بود
 ساق سبک سیر تر از ماه نو
 تخت شهنشاه فلک سیر بود
 راست شد آرایش این نه رواق
 شد ز دو بال از دو طرف ، چتردار
 نقطه صفت شد ز چه جدا
 دید سلیمان نوی روزگار

مجالس فلک

جلوه ، چو در مجلس اول ، نمود
 یافت عطارد به مقام دوم
 کرد چو، در بزم سوم سروری

زنگ غم از آئینه مه زدود
 نام ازو منشی زرین قلم
 ساز شد آوازه پیغمبری

برد چو بر قصر چهارم جناب
رفت چو در خلوت پنجم سپهر
مشتی از اوج ششم بارگاه
تاخت چو در انجمن هفتمین
مجمع هشتم شد از آن حق ظهور
صاحب خرگاه نهم زین نوید
راند براقش، چو بکرسی نشست
قدر براقش ز روش ماند پست

عرش اعظم

تا بسرا پرده رب جلیل
مرتبه عرش چو شد جای او
ماند ز پرواز چو روح الامین
همش از عرش شه پر کشود
دید فضای همه ظلمت نما
آمدی از واهمه تیسرگی
تیرگی از بسکه، تلاطم نمود
سایه چو از همیش ماند دور
خواست در آن عالم اندیشه گاه
پرتوی از دور نمودار شد
کرد چو پروانه آن نور چشم
بر اثر شعله دیدار رفت
وسعت پر شورشی، از نور دید
داشت در آن بادیه، هر ذره خاک
گرم چو از تابش آن نور شد
واحد مطلق چو شد آن روح پاک

آمدن بزمین

داد چو آگاهی از غزو پوست
رفت چو از عالم خالی ز قسم
شاه چو، در تیرگی آباد شد
شد چو در آن مرتبه خیرگی
رخست بیرون شدنش داد دوست
کرد بدر سر ز گریبان جسم
عالم نو دامنش از یاد شد
سایه خود دید همه تیرگی

گشت به ظلمت کده آب حیات
زد به سر عرش برین گل ز نور
جوهر گل داشت بچشم اتفاق
لاله خود ساخت ز حل جلوه گاه
مشری از وصل شدش گل فروش
شعله مریخ گل آتشین
رنگ بچوغا سری خورشید داد
زهره شدش بلبل دستانسرا
کرد گل افشان برهش ساز خویش
از قلمش دیده چو نرگس دید

سایه آن خضر الهی صفات
نیر حق ماند چو از سایه دور
تا ورق کرسی و بسال بسراق
گلشن هشتم چو شدش جلوه گاه
تا به ریاض ششم افگند جوش
شد به رهش در چمن پنجمین
چون بگلستان چهارم فتاد
باغ سوم یافت ازو تا نوا
از گل داودی آواز خویش
سر چو به گلزار عطارد کشید

خلوت باری تعالی

صاحب آوازه خروشی شنید
سمی نما شد به حریم حضور
آینه ای دید چو چشم پری
دوست برویش در خلوت گشود
گشت بساندازه بسخت بلسند
روضه پاک، نه ز جسم و نه نور
وحدت ذاتش همه اطراف بود
دیده جان محرم دیدار کرد
داد بساو سروری انبیا
در وه دین نظم و نسق بند شد
شد بگناه همه کس، عذرخواه
کرد دعایش باجابت تمام
کرد بان محرم جان وا نمود
پادشه دینی و دین ساختش
ریخته شد یاسمن ماهتاب
شعله شد از تربیتش گلزار
موسم گل گشت روی زمهریر
مانند هوای بهوایش هوا
آب که سر از همه نهی کشید

وحی شناسنده، سروشی شنید
یعنی ازین طرفه بیابان نور
بال چو بکشاد بفرمان پری
جانب آن آینه، چون رو نمود
داخل آن خلوت بیچون و چند
دید، نظر کرده، ز نزدیک و دور
صاف تر از عالم انصاف بود
سیر چو در عالم اسرار کرد
پرده نشین حرم کبریاء
خاطرش از لطف چو غرسند شد
بعد زمین بوسی قرب اله
عذر پذیره بر هر خاص و عام
راز ازل تا به ابد، آنچه بود
راهبر شرع مبین ساختش
شد چو به بتان نخست آفتاب
تا شده آتش به خلیل آشکار
نور چو رو تافت ز نار اثیر
مژده وصلش چو شنید از صبا
یافت ز باز آمدن او نوید

تازه شد از مقدم آن، نور پاک	بار دگر، دانه مقصود خاک
پا بزمین سود چون آن پاکباز	رفت بر افلاک سر خاک باز
روح قدس را چو مرخص نمود	دیده پر از خواب به بستر غنود
آمد و رفتش همه یک دم زدن	چون مژه بکشدن و برهم زدن
صاحب معراج ز بخت بلند	نیست بجز احمد دانا پسند

غزلیات

چشم گریان مرا، جوش خریداری هست	چون کهن اشک مرا طالع سرشاری هست
میکند رو بقضا سپهر جهان را غورشد	دردش از تو مگر حسرت دیداری هست
چمن عشرت من گلخن قائم باشد	می زخم گل به سر آندم که بها خاری هست
آسمان را سبک از جای نگیری بپندش	که درین گرد نهان قافله سالاری هست

چمن شگفت و ز بند غم رهایی نیست	میانه من و گل، بی تو آشنائی نیست
بهر کجا که تو منزل کنی، خوش است مرا	میان چشم و دل عاشقان جدائی نیست
به باغ نرگس و دردشت لاله میگوید	چراغ چشم مرا بی تو روشنائی نیست
دل شکسته ام آرایش سیه بختی است	چو زلف یار که کاوش به مومیائی نیست

پر پروانه ام، دود چراغ می توان گفتن	زبان بلبل گلبرگ باغ می توان گفتن
بجانان همرم با آنکه چون گرداب بادریا	هنوز از شوق گردش در سراغم می توان گفتن
شدم از خود تهی باشی به ام نسبت توان کردن	پراز خون تاب دل گشتم ای اغم می توان گفتن
ز اشکم گلشن دل آنقدر شاداب می گردد	که چون ابر بهاری تر دماغ می توان گفتن
هوای سیر گلشن بسکه دارم در تمنایت	چو بوی گل سراسر کرده باغ می توان گفتن
خیال سرمه چشم تو چندان دلنشین شد	که بی آتش برنگ لاله داعم می توان گفتن
ز بس بینش پیرواز نشاط از شوق شیرازم	پر پروانه و شاه چراغ می توان گفتن

بر نیاید تا خطش کی از نقاب آید برون	چون بهار آید گلستان از حجاب آید برون
صاف دل هموار می گوید جواب سخت را	افکنی بر آب اگر سنگی حباب آید برون
بحر طوفان خیز چشم بسکه ماتم آشناست	گوهرش را گر بیفشارند آب آید برون
داغ گیسوی تو ظاهر کی شود در زندگی	بعد مرگ ساز ناف آهوشک ناب آید برون

۴۰- تائب، خواجه ابوالحسن

● صبح گلشن : خواجه ابوالحسن از مردم کشمیر بحرفه تجارت در فرخ آباد معیشت مینمود و بسختان موزون دلهای خریداران میربود :

جنولم کوس وحشت زد خبر شد کوه و صحرا را ره خود گیر، ای مجنون! وطن کن کوی لایلا را (۱)
زیاران زبانی دشمن جان قدردان باشد دم آخر که همدم جز سکندر بود دارا را
مگر تائب تو حال پیرکنمان از غنی بشنو که روشن کرد نور دیده اش چشم زلیخا را (۱)

● تذکره شعرای فرخ آباد : خواجه ابوالحسن تائب از مردم کشمیر ، در فرخ آباد به عنوان تجارت بسر میرد و خود را در شعر منتسب به توفیق (۲) شاعر مشهور کشمیری مینمود (۳) .

۴۱- تجلی، علی رضا اردگانی

● ظاهر نهرآبادی : ملا علی رضا تجلی از کدخدا زادگان اردکان من اعمال فارس است . بزور فضایل نفسانی و حلیه کمالات روحانی آراسته . تجلی شمع شعورش بزم قدسیان را منور ساخته و چراغ کمالاتش در محفل روحانیان پرتو انداخته . در مجلسی که ایشان بافاده مشغول باشند فحول علما را قدرت دم زدن نیست . در کمال پاکی طینت و پرهیزگاریست ، بطریق بعضی از طلبه ، هرگز متوجه منہیات نشده .

روزی بفقر میگفت که : اگر خوردن شراب مباح بود، باز هم ارتکاب آن، از امثال ما جماعت نامناسب نمودی . الحق — الظاهر عنوان الباطل — در باره او صادق است . در اوائل سن جهت تحصیل باصفهان آمد مدتی از تلامذه

۱- تذکره شعرای فرخ آباد دارد .

۲- رک : تحت توفیق .

۳- رک : سامی ۱۶۲۱ — بزرگ طالف ۱۶۳ .

بحر معرفت آقا حسین بود. بعد ازان اراده هندوستان نموده در آنجا بتعلیم ابراهیم خان ولد علیمردان خان مشغول بوده. مشارالیه و سایر امراء کمال مهربانی باو داشتند. باز شوق ایران و موانست دوستان باعث شده باصفهان مراجعت کرد

در شهر سنه ۱۰۷۲ هـ پادشاه قدردان شاه عباس ثانی، محلی از محال اردکان را، بسپورغال او عنایت فرمودند. و نواب اشرف اقدس، هم درین سال ایشانرا بمجلس طلبداشته. در سفر ییلاق در رکاب ظفر انتساب بودند. و الحال در اصفهان بمباحثه و تالیف مشغولند. گاهی بعد از مباحثه متوجه ترتیب نظم غزل و رباعی میشود. تجلی تخلص دارد و اشعارش اینست.

(۲۲ ابیات دارد ۱۶۸)

● کلمات الشعرا : ملا علی رضا تجلی. در زمان سعادت عنوان شاهجهان پادشاه از شیراز بهند آمده. شاعر صاحب تلاش و خوش خیال بوده. در قصائد و غزلیات و مثنوی — معراج الخیال — معنی های تازه بفکر کرده. این چند بیت ازوست :

● ریاض الشعرا : والدش از کدخدایان اردکان یزد است. شعله شمع فطرتش نمونه تجلی طور، و کوکب سپهر درکش چون مهر انور پر نور. در فضیلت و کمالات یگانه دوران، و در اخلاق حمیده منفرد زمانه است. از تلامذه آقا حسین خوانساریست — رحمه الله علیه — بهندوستان آمده. ابراهیم خان مرحوم ولد علی مردان خان در خدمت وی استفاده نموده تربیت کلی یافت. بعد از چندی بایران مراجعت نموده. در سنه ۱۰۷۲ هـ شاه عباس ثانی مغفور محلی از محلات اردکان را بسپورغال او مقرر فرموده. شاه سلیمان مبرور

نیز بدستور والد مغفور همان سیورغال را بوی مفوض داشت پادشاه و جمعی امراء پاس حرمتش و رشته در رعایت خاطرش میکوشیدند. اکثر در اصفهان بافاده مشغول میبود. گویا در همان زمان از دار فنا رحلت نموده. اشعارش مدون است و این ابیات ازوست :

همچون کمان حلقه زخم را نمیشود (۱)
عمری گزرد تا روم از رنگ برنگی
کرده تصویر او شد هرکجا کردم نشست (۲)
با تو ام، گر همه در عالم دیگر باشم (۱)

باز آ که! بیجمال تو آغوش عشرتم
در راه دلم ضعف تن انداخت سنگی
بسکه در مشت غبارم یاد رویش نقش بست
نسبت من بتو چون نسبت عکس است بشخص

مثنوی مسمی بمعراج الخیال دارد. این چند بیت در وصف معشوق از آن ثبت میشود. این است :

ریخت طرح تیشان از عمار خار
در طپیدن حلقه، بر در میزنند
جمله غولم، نور شد در زیر پوست
چون ز تاب مهر آذر ما بخار
بر تم چون فلس ماهی داغ رست
ناله میکارد درو تخم شرار
پرده دل، کینه پر سوزن است
شد تنم چون شمع، صرف اشک و آه
بوی عنبر میدمد خاکسترم
روغنم با شعله آمیخت عشق
کز رخس برقع بود صبح بهار
نوگلی چشم غزالش عندلیب
نوک مژگان خامه تصویر ناز
صد هزاران فتنه اش، در هرکنار (۱)
تسیخ خود را ز آتش گل آب داد

بر سرم دیگر همای عشق یار
شوق، بر گرد دلم، پر میزند
همچو فانوس، از قروغ روی اوست
بر دلم، بر خیزد آه شوق یار
خود بخود سامان عشقم شد درست
کاوش غم، میکند در دل، شیار
جان ز نیش غمزه، چون پرویزن است
سوز غم در استخوانم راه یافت
یاد زلفش، سوخت خون در پیکرم
باز در مغزم شراری ریخت، عشق
دلبری برد از دلم، صبر و قرار
فته خوابی، آفت صبر و شکیب
زلف پرچین کرده عمر دراز
گردش چشی، چو دور روزگار
تا بناگوش ابروش دنیا له تاب

۱- مجمع النفائس دارد.

۲- طاهر نصر آبادی و مجمع النفائس دارد.

سرنگون کرده نمکدان بلور (۱)
 کشت شبنم هاله غیب شده
 قمری آرد بیغته پوچ حباب
 صد پری را داده در یک شیشه جا
 در غریبی بوی گل یابد وطن
 آنکه سازد صد تبسم را عیان
 از تبسم میکنند کار نگاه (۱)
 از جبینش شیر مست صبح عید
 غنچه اش از شبنم مهتاب رنگ
 بوسه بر لب میزند بی اختیار (۱)
 یک نفس را قالب صد جان کند (۱)
 میدود تا دل، نگاهش چون نفس
 سینه مالد از کفش پای صدق
 شاهنده نور علی نورش نگر (۱)
 غنیش از آب گوهر طوق ساز
 عقد دندان، غنجهای یاسمن
 ساق و ساعد ماهی دریای نور
 قرص سر از سینه اش انگاره
 تا بناگوش چنین پرورده حسن
 آب دریا قوت میگردد شراب
 خنده اش بر بوسه چشمک میزند
 آه زان آئینه مهتاب را
 سینه ماهی ز پشت پاش داغ
 گشته قمری چشم آهوی حرم
 زاب و رنگ لعل گر بند حنا
 سازد از نقش قدم کبک دری
 طرح لوح سینه اش را ریختند
 بوسه از لغزش ناستد تا بناف
 در صفا، چون چشمه آب بلور

از زخمندان پر کباب دل ز دور
 از صفا، سبب ذقن کوکب شده
 افتد از سروش اگر، عکسی در آب
 بسا در گوشش فسون دلریا
 چون گلاب از ناز، باشد بر بدن
 چشم جادویش، که شد تسخیر جان
 لب هم از پرکاری، چشم سیاه
 میشود در سبها طفل امید
 کرده بر گل دستگاه حسن تنگ
 از خیالی آن در لعل آبدار
 از سخن نرخ حیات ارزان کند
 مرغ جان، از سحر چشمش، در قفس
 گوهر از گوشش کند کسب شرف
 گردن و رخسار چون حورش نگر
 از صفای گردش مه در گزار
 لعل دندان، روح بخش مرد و زن
 زلف و کاکل، سنبل گلزار طور
 مهرش از شوقش دل آواره
 صبح را، در خون گل حل کرده حسن
 از نگاه آن دو چشم نیمخواب
 غمزه اش در سینه ناوک میزند
 میتراود از بناگوشش صفا
 عنبر از سودای زلفش تر دماغ
 از خیال سرو قد آن صنم
 دست نور افشانش افتد از صفا
 بسکه، جان بخشد خرام آن پری
 صاف مروارید مه را بیختند
 سینه اش، از بسکه باشد نرم صاف
 سینه اش، دل پرده در خوبی، ز حور

یا ز شیر صبح قرصی بسته اند
 غنچه سان پالیده و پمستان شده
 ساغر ناف از زلال صبح پر
 داده از برمی طراوت را قوام
 از بلور صاف دست افشار پر
 سازد از موج هوا بال و پزی
 شریخ تر از گردش چشم غزال
 تا کشاید عقدهای جان گل
 بر رگ قانودن دل مضراب زن
 شاهراه جلوه نازش نگر
 از اصولش در هوا موزون شود
 فتنه هردم صورتی بر میکند
 میکند هر لحظه جای اختیار
 میزند پشت کمان بر آفتاب

یاسمن بر یکدلگر پیوسته اند
 بسوی گل، در نسترن پنهان شده
 صفحه سیم شکم جان بخش در
 وه چه خرمن بهتر از ماه تمام
 کشته آغوش هوس زان رشک در
 چون کند آغاز رقص دلبری
 پیشش موی میان زان نونبال
 گوشه ابرو زند ناخن بدل
 از اشارتهای پر نیرنگ و فن
 بر جبین چین فسونش نگر
 هر حدیثی کز دهن بیرون شود
 عضو عضو سحر دیگر میکند
 ناز، چون طاوز مست، اندر بهار
 ابرویش از ناز چشم نیمخواب

غزلیات:

که گشته بلبل در بیضه حباب هوا
 که چون پروانه در باغم چوبلیل در چوغانها
 پای خواب آلوده ام در خواب بیند روی دوست
 چون رگ لعل مرا هر مژه در خون پیدا است
 چون استخوان، که پنهان در دانه انار است
 بود گر سر نگون جام همان لبریز خوابانست
 بر زمین از سایه، تصویر گلستان میکشد
 چو فانوس خیال، این آسیا از دور میگردد (۱)
 کم (۲) کنم مطلب اگر فریاد رس پیدا شود (۱)
 پروانه را چراغان، فصل بهار باشد
 برنگ شعله که، با روغن از چراغ چکد
 پرید از چهره ات رنگی و برق خرمن من شد (۱)
 چسان نزدیک غیری میتوانم دید از دورش
 (خطی)

ز باغ حسن که گردید کامیاب هوا
 غریبم بی تو، در بزم نکورویان، بیا بنگر
 بسکه دارد عضو عضو روی خواهش سوی دوست
 بی تو، از چشم ترم سوزش جیهون پیدا است
 در قطره قطره خونم پیکان آبدارت
 مرا هم مشرب تبخاله دارد روز و شب دوران
 قد، برنگی هردم آن، سرو خرامان میکشد
 فلک را، آه گرم عشق بازان، مضطرب دارد
 نا امیدیا، درین ره خضر راه مدعا ست
 ایام شادمانی است وقتی که، یار باشد
 چکد بدامن از دیده لخت دل، بسا رشک
 گلت از تاب عشق چون خودی افسرده جانم سوخت
 نگاری را که، دل در پرده جان داشت، مستورش

۱- مجمع النقائق دارد.

۲- مجمع النقائق دارد: می شوم خاموش، تا فریاد رس، پیدا شود.

● مجمع النفائس: ملا علی رضا تجلی، در عهد مجد اورنگ زیب عالمگیر پادشاه، وارد هندوستان گشته. عالم فاضلی بود. عالیجاه ابراهیم خان ولد امیرالامراء علی مردان خان تلمذ او مینمود. باز از هندوستان بایران رفته در صفاهان درس میداد. و چون بایران رفت، شاه عباس ثانی محال اردکان را از راه قدرشناسی بسورغال او بخشید، پس بمباحثه و تألیف مشغول گردید. نکته لطیف ازو نقل کرده اند که: اگر شراب مباح هم بودی، ارتکاب آن، از امثال ما جماعت نامناسب بود! اگرچه کم شعر است، لیکن خوب گو است و بطرز شوکت (۱) راه میبرد. مثنوی دارد مسمی — بمعراج الخیال — و چند قصیده خالی از تلاش نیست.

درینولا انتخاب اشعار نوشته میشود:

این برق فروزان، شود از ابرنمدها
برم زند چو بال ز هرسو کنارهها
میخلد چون شیشه در پا سایه دیوارها
بسکه کردم گریه از هجران خوش رفتارها
ناله ام سیاه بر میگردد از کسارها
شبی هرگز نشد روز از فروغ نور کوکبها
باز ایستد ز ناله چو باشد جرس در آب
ره آمد و شد تماشال در آئینه پیدا نیست
زین بشارت یافتم کاسباب دنیا آتش است
نقش فعل قوتش ابروی گرد آلوده است
بسکه بی روی تو در چشمم نگه زنگار بست
خفته در تابوت و از شوق بخود بالیده است
چون استخوان که تنها دردانه انار است
سخن زیر لب همچون خط از زیر نگین پیدا است
دیده هر قطره که میریخت کبوتر میشد

عشق تو ندارد سر خاکستر سنجاب
شوقت بهجر، رخصت پرواز، اگر دهد
چون روم بر درگاه ارباب دنیا کز ستم
هر سرشکم بیضه کبکست در دامان دشت
گریه را، از بسکه در جیب نفس، دزدیده ام
هزاران نشه ناقص، ندارد فیض یک کامل
از گریه، سوخت در دل صد چاک من، فغان
کس آگه از حیات و موت جان در دار دنیا نیست
شعله را در خواب دیدن سیم و زر تعبیر اوست
کرد جولانش بصحرا آهوتی مم کرده است
سبزه زاری کشت چون دامان صحرا دیده ام
کشته تیغ تو، همچون مسخر در بادام تر
در قطره قطره خوئم پیکان آبدار است
توقی کز ماه رخسارت صفای یاسمین پیدا است
شب که در دل رقم فامه دلبر میشد

حسرت پیری نکرده کم ز اسباب جهان
گریزانست چندان خاطرم از بیم آمیزش
غیر نا راستی، از طبع درشتان مطلب
کامجو، تا از کف آن شوخ رعنا، سیجہ شد
غزالان را درین وادی ز خون بوی جنون آید
برد نامت در بهایان عاشقی از شوق او
طور ویران شد ز عشق و نخل ایمن سبز شد
تواند خاکساری کرد کار زور بازو را
نیم غافل ازو، چون دل طپیدن قاصدی دارم
ز بس جسم مشکبها از آن فاوک بره دارد
همچو مرغی کز درون بیضه سر بیرون نکرد
پاره کردم بسکه بر تن جامه هستی ز شوق
صاف طینت نکند عیب خود از خلق نهمان
کند طفل دلم نشوونما همواره در آتش
رقم کرده رموز عشق را در پردهای دل
از صبح بود پیرهن آئینه رایش
هر جا دو دل، چو شیشه ساعت شوند رام
چو نوری کز درون پرده فانوس با شمع است
خواهم چو بهله، با تو دمی همراهی کنم
بسر مجرد ره نمیبندد حصار آسمان
میان، عالم بود و نبود، در بندم
بزیر خاک هم در جست و جوی دیدنت باشم

رباعی :

هر راه و روش که بینی، از اهل جهان
هر کس که، سرش بگردش آید بیند
هر کس دلش از مال جهان، مسرور است
ای خواجه! توانای اسباب جهان

صد گهر، کی میتواند کار یک دندان کند
که نور شمعها در محفل از هم جدا افتد
کج رود جاده، چو هم صحبت کهسار شود
خون گره شد، در تنم چندانکه، رگها سیجہ شد
کشودم نافه را مغز سر دیوانه پیدا شد
جادهها چون گرد باد از خاک سر برداشتند
یک وجود است این که گاهی برق و گه شبنم بود
ز تیر دام آید، آنچه از تیر کمان آید
کسی گر میکند یادش بگوش آواز می آید
فتد چون سایه ام بر خاک ره شکل زره دارد
دیده ام در تنگنای دهر زندانی و بس
همچو موجم ماند بر جا طرف دامانی و بس
هر رگ لعل زبانی ست که گوید بر خویش
که باشد همچو داغ لاله اش، گهواره در آتش
چو گل شیرازه در یک جلد بستم دفتر آتش
قفلس در گلزار بود بسند قبایش
از یکدگر غبار کدورت کنند و ام
باو پیوسته ام هر چند بیرون کرد از بزم
دستی بر آن کمر زده قالب تہی کنم (۱)
سد راه نکست گل، نیست دیوار چمن
کشا کشی دو طرف دان، نفس کشیدن من
مرا چون دام میروید ز هر تار کفن چشی

حال تو بود که یا پیش از دگران
عالم همه را برنگ خود، سر گردان
از راحت و عیش، در حقیقت دور است
چون فریبی گزیدن ز نور است

اشعاری که نصر آبادی ازو نوشته داخل دیوان او نبود این است :
ز بس دزدیده ام یا قوت اشک آتشین خرد
نگه در چشم من حکم خط زیر نگین دارد

نقابش، از صفای چهره، صبح اندود می‌گردد گل رخسارش از مهتاب گرد آلود می‌گردد

رباعی :

آن را که منزّه نبود ذات و صفات
در طبع بدان، بجهل پر گردد علم
در حسن حیا آب روان در کشت است
مشمار نکو، حسن خرابانی را
چون معنی بیت همچو خویش زشت است
بر زمین از سایه رنگ صد ایاز
قامتش ریزد بگاه سیر ناز

(شش بیت دیگر دارد که تحت ریاض الشعراء ثبت است. ص ۷ الف)

● سرو آزاد : تجلی ، ملا علی رضا اردکانی . از کد خدای زادگان اردکان
من اعمال فارس است . بعد از آن که قدم در مرحله سن شعور گذاشت ،
به اراده تحصیل علم به اصفهان رفت . و نزد آقا حسین خوانساری که از
مشاهیر نحاریر است ، تلمذ نمود و تحصیل را بنیایه تکمیل رساند . آنگاه
عازم کشور هند گردید . علی مردان خان ولد گنج علی خان که در سال
یازدهم (۱۰۴۷) جلوس شاهجهانی از قندهار بهند آمد . و بمنصب
هفت هزاری و خطاب امیرالامراء سرمایه مباحات اندوخت (۱) ، مقدم او را
گرامی داشت و به تعلیم فرزند خود ابراهیم خان (۲) مقرر نمود . و رعایت

۱- علی مردان خان وقتی که در کشمیر بود علی رضا همراهش بوده . رک : تحت جوای تیریزی
علی مردان خان در بار حکومت کشمیر داشت از سال ۱۰۴۸ تا ۱۰۵۰ و کرت ثانی
۱۰۵۹ تا ۱۰۶۷ (رک : مائراالامراء ۲ : ۷۵)

۲- ابراهیم خان سه بار حکومت کشمیر را یافت . اول ۱۰۷۲ تا ۱۰۷۴ بار دوم در سال بیست
و یکم (عالمگیری) ۱۰۸۹ از تغیر قوام الدین به ایالت کشمیر نامزد شد . و بار سوم
در سال ۱۱۱۳ تا ۱۱۱۸ . و بعد از فوت عالمگیر صوبه کابل یافت و ب خطاب علیمردان
خان — که پدرش داشت — سرافراز شد ولی تا پشاور رفته بود که معزول شد و در ابراهیم آباد
(پنجاب غربی کنونی) آمد و چند ماهی آنجا بسر کرد تا در همان سال ۱۱۲۱ اجلش آمد .
(مائراالامراء ۱ : ۲۹۵)

فراوان بعمل آورد. و همچنین سائر امراء ایران با او مهربانی و گرم جوشی بتقدیم میرسانیدند.

بعد چندی هوای وطن اصلی در حرکت آمد. و ازین دیار به صفاهان معاودت نمود. شاه عباس ثانی مشمول رأفت ساخت و در شهر سته اثنتین و سبعین و الف (۱۰۷۲هـ) قریه از مضافات اردکان در سیورغال اورا عنایت فرمود.

در سته ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳هـ) شاه سلیمان صفوی اورا به درگاه طلب کرد. و بحضور مجلس خود اختصاص بخشید. ازان وقت در صفاهان مقیم بود، و بر جاده ذکر علم و تألیف فنون مستقیم، تا آنکه بمنزل خاموشان شتافت.

شاعر خوش خیال معنی یاب و بطالع شهرت کامیاب است. دیوان غزل و قصائد دارد. و مثنوی — معراج الخیال — او مشهور است. منتخب دیوانش بنظر در آمد و این چند بیت به تحریر رسید :

خیالش چون شود خمیازه فرمای برو دوشم	لبالب میشود چون هاله، از مهتاب آغوشم
در ره محمل نشینان وفا واپس مباش	تا توانی، بوی گل گردید، خار و خس مباش
بیا که بی تو، بچشم نظاره، زندانی است	نگه، بدیده چو زنار در سلیمانی است
هرچه آید در نظر آئینه دار ناز اوست	کفر و ایوان چون دو چشم از یک ادا در گردش است
نفس بد را گر رسد فیضی نصیب دیگر است	آنچه با زنبور مهاند همین نیش است و بس

● آتشکده : تجلی، نام نامیش میرزا علی رضا. اصلش از اهل اردکان فارس است. پدرش از دهاقین آنجا بوده و خود نظر بفطرت اصل در اوایل عمر خاصه در اصفهان در خدمت مرحوم آقا حسین خوانساری کسب فضایل کرده، بعد ازان به هندوستان رفته. آخر الامر مراجعت کرده در ایران بنشر علوم مشغول و بین الانام محترم بوده.

شعری از ایشان ملاحظه نشد که بکار کسی آید. اگرچه در آن عهد از مشاهیر شعراء بوده. چند بیتی از مثنوی که در وصف سراپای معشوق گفته است ملاحظه شد و انتخاب نوشته میشود. (چهار بیت دار ۲۸۰)

● نتایج الافکار: شمع شبستان سخندان، ملا علی رضا تجلی اردکانی، که در ریعان شباب بذوق تحصیل علم باصفهان شتافت و بخدمت آقا حسین خوانساری، بکسب کمالات پرداخته، مراتب تحصیل را بتکمیل رسانید. پس از آن سری بهند کشید و بصحبت علی مردان خان که از پیشگاه شاهجهان بمنصب هزاری و خطاب امیرالامرائی سرفرازی داشت، آرمید. خان مذکور مراعات فراوان بعمل آورده و بتعلیم فرزند خود ابراهیم خان مأمور نمود. بعد چندی بمقتضای حب الوطنی باصفهان مراجعت کرده مورد عنایات شاه عباس ثانی گردید و بحصول قریه بطریق انعام از مضافات اردکان، طمانیت خاطر بجمع رسانید. و در عهد دولت شاه سلیمان صفوی بحضوری مجلس خاص اختصاص یافته، ازان باز در اصفهان اقامت گزیده. و اواخر مائه حادی عشر رهگرای عالم بقا گردیده. در مراتب نظم گستری طبع بلند و فکر رسا داشت. دیوان دارد و مثنوی - معراج الخیال - از تصنیفات اوست. این چند بیت از کلامش بنظر درآمده.

(نه بیت دارد ص ۱۲۶)

● شمع انجمن: ملا علی رضا تجلی اردکانی. بعد تحصیل علوم درسیه بهند آمد و معلم فرزند امیرالامراء علی مردان خان گردید. باز هوای وطن اصل او را بحرکت آورد و بصفاهان معاودت نمود و از شاه عباس ثانی قریه از مضافات اردکان در سیورغال عنایت شد. بعد در ۱۰۸۳ هـ مصاحب شاه سلیمان صفوی گردید و بحضور مجلس او مختص شد و بر جاده ذکر علم

و تألیف در صفاهان مقیم ماند، تا آنکه بمنزل خاموشان شتافت .
 شاعر خوش خیال و معنی یاب و بطالع شهرت کامیاب است . دیوان
 غزل و قصائد دارد و — مثنوی معراج الخیال — او مشهور است . این چند
 بیت از وی بتحریر رسید .
 (دوازده بیت دارد ص ۹۶)

● روز روشن : تجلی شیرازی (؟) از زمره علمای کرام و فضیله عظام بود .
 و در زمان سلطنت عالمگیر پادشاه (؟) بههندوستان رسیده تمتع وافی برداشت .
 پس عود بوطن خود انگاشت، و آنجا از حضور شاه عباس ثانی، محال اردکان
 بسپورغال یافت و بفرغت مصروف تدریس و تألیف گشت .
 (شش بیت دارد ص ۱۲۷)

۴۲- تحسین، آغا عبدالعلی

● همیشه بهار : تحسین، آغا عبدالعلی نواسه مرزا داراب جو یا ست . اکثر
 دیدنش همراه مجد احسن سامع (۱) میسر میشود . جوان خوش خلق و آرمیده
 وضع است و فکر رسا دارد . خوب و سنجیده میگوید :

باشد مکان ز گرم روی لامکان مرا در زیرپا، چو آبله است، آسمان مرا (۲)
 بخود هرکس که پیچد در سخن، خواهد سخنور شد که شمشیر زبان را پیچ و قاب فکر جوهر شد (۳)
 (خطی ص ۸۹)

● سفینه خوشگو : عبدالعلی، تحسین تخلص، کشمیری الاصل و نیسه
 میرزا داراب بیگ جو یا ست . به فضائل اخلاق حمیده موصوف است .
 نهایت آدمیت و آرمیدگی و خوش خلقی دارد . اکثر اوقات در مسجد بیگم (۴)

۱- رک : نگارستان سخن ص ۳۸ .

۲- سفینه خوشگو و سفینه هندی و صبح گلشن دارد .

۳- سفینه خوشگو دارد .

۴- زینت المساجد . رک : تحت گلشن در، تذکره شعرای کشمیر اصلح، چاپ راقم حروف .

بحضرت گلشن الله (۱) می آمد ، دیدنش در آنجا اتفاق می افتاد . روزی بربل جو در تکیه درویشی با دو سه یاران بنگابه در دست داشت . تعریف بنگ بهندی زبان می کرد که : یاران بنگابه را رینی گویند که هندیان شب را رین گویند چون نسبت رنگ بنگ به شب رنگی نزدیکیست ، ازین جهت باشد . و یا در هندی رین خاک را گویند . هر که ازودمی در کشد خاکساری ورزد . درین اثناء فقیر خوشگو حاضر شدم و استاده استماع آن کلمات میکردم . چون مرا دیدند ، بعد سلام گفتم : که صاحب ! لفظ رینی از مصطلحات رنگرزان هندوستان است . بمعنی ظرفی که صباغان پر از رنگها دارند . خاصه خاصه (کذا) رنگ سرخ و قماشها را درو غوطه داده رنگ کنند . پس اینجا مشابیهت بنگابه رینی ظاهر است که ، هر گاه درو غرق شوند رنگین گردند ! تحسین فرموده و گفت : چون هندو هستی ، این کار تست ! مدتی در ارودی نواب برهان الملک سعادت خان (۲) صوبه اوده و لکهنو بود ، بسیار رنگین طبع و خوش فکر و صاحب تلاش است . قصیده معنیهای بلند دارد . (دو شعر دارد ص ۲۶۶)

● سرو آزاد : تحسین ، عبدالعلی کشمیری . آزاد در شرح حال سید جعفر روحی (۳) نوشته است که : ... ملاقات آخر (باروحی) این است که در تاریخ هژدهم ذی الحج سنه ثمان و اربعین و مائه و الف (۱۱۴۸هـ) عبور فقیر بر لکهنو

- ۱- شاه گلشن شاهجهان آبادی متوفی ۱۱۴۰هـ رک : تذکره اصلح چاپ راقم حروف .
- ۲- میر محمد امین سعادت خان برهان الملک بن نصیر خان از سادات موسوی نیشاپوری . در دور بهادر شاه (۱۹-۱۱۲۴هـ) وارد هند شد و در عهد فرخ سیر منصب هزاری یافت . و در عهد محمد شاه در جنگ نادر شاه زخمی شد و دم ذی الحج ۱۱۵۱هـ فوت شد . (مآثر الامراء: ۴۶۳)
- برهان الملک سر سلسله شاهان اوده است . علی قل واله گفته است :
- دور از تو سپهر ، واژگون میگردید بنگر که زمانه بیتو ، چون میگردید
- رفتی ز جهان و پشت شمیر شکست بسا قامت خم همیشه ، خون میگردید
- (خزانه عاره ص ۷۶)

و نزول در تکیه ایشان اتفاق افتاد. آن روز در آنجا مجمع صاحب طبعان بود. مثل شیخ عبدالرضا متین اصفهانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبر آبادی. از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت. (ص ۲۰۸)

● گل رعنا: در شرح حال سید غلام نبی محب بلگرامی خلف سید غلام مصطفی فارغ نوشته است که محب بلگرامی صحبت خوشگویان عصر، مثل شیخ عبدالرضای متین صفاهانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری دریافت. (ص ۱۰۱)

● عقد ثریا: تحسین که مرزا عبدالعلی نام دارد، شاگرد جد مادری خود میرزا داراب بیگ جویا ست. در عین جوانی از کشمیر برآمده در لکهنو بملازمت نواب برهان الملک سعادت خان بهادر عز امتیاز اندوخته، و پیوسته با شیخ رضائی که ذکرش در حرف میم (۱) تحریر خواهد پذیرفت. هم طرح بوده، طبع وقادی و ذهن سلیمی داشت. مدتی ست که در لکهنو بجوار رحمت الهی پیوسته. (ص ۱۸)

● صنف ابراهیم: عبدالعلی تحسین از مردم کشمیر و اقربای میرزا داراب جویاست. (ص ۱۱۱ ب)

● سفینه هندی: آقا عبدالعلی، تحسین تخلص. نواده میرزا داراب بیگ جویاست. موطن آبایش بلده ری بود. خودش بحسن خلق مشهور عصر بوده،

۱- شیخ عبدالرضای متین، اصلش از نجف اشرف بود. خود در صفاهان تولد یافت. در عهد شاه عالم (۱۱۱۹-۱۱۲۴ هـ) به هند رسید. از میر نجبات اصلاح شعر میگرفت. در عظیم آباد فوت شد (عقد ثریا ص ۵۱).

هرگاه که سید عالی جاه نواب برهان الملک سعادت خان بهادر مرحوم، ناظم اوده شد، در سلک ملازمانش انخراط یافت. (یک شعر دارد ص ۲۱)

● صبح گلشن: آقا عبدالعلی کشمیری تحسین. دخترزاده میرزا داراب جو یا است، خوش خلق و رنگین طبع بود، بفصاحت و بلاغت گویا. در زمره ملازمان نواب برهان الملک سعادت خان ناظم ملک اوده، انتظام داشت. غالباً در لکهنو رخت هستی ازین جهان برداشت:

این شیوه که نامش آشنائی ست	در مذهب ما سر جدائی ست
در پرده برنگ شمع فانوس	کار تو، همیشه خوردنهای ست
تحسین ز غمت هلاک گردید	من بعد تخلصش فدائی ست

(یک شعر دیگر دارد ص ۸۱)

۴۳- تسلیم، میرزا فتح علی بیگ

● روز روشن: تسلیم میرزا فتح علی بیگ کشمیری، برادر کوچک میرزا داراب بیگ جو یا هست:

شی که، عارضی اورا بخواب می بینم ستاره می شمردم آفتاب می بینم
(ص ۱۲۲)

۴۴- تمکین، میرزا محمد علی

● صبح گلشن: میرزا محمد علی تمکین. برادرزاده میرزا عبدالرسول استغنا کشمیری (۱) نژادست. شاگرد عم خودش و در مدرسه خوش خیالی و شیرین مقالی اوستاد. در بزم سخن سرایان، بترانههای شیرین و دلکش شور خوشدلی می انداخت. حیف که در سنه الف و مائه و اثنین و ثلثین (۱۱۳۲هـ)

ارغنون جسد را از نغمات روحی پرداخت :

ز بوستان محبت ، طمع چه دارد کس که نخل عشق بتان را ، ثمر ز سنگ بود
ز رویت هر نظر آئینه دیدار میخوام بجان خود ، ترا ای دلستان ! بسیار میخوام
(ص ۹۱)

۴۵- توفیق ، ملا محمد توفیق لاله جو

● تذکره حسینی : شاعر وثیق ملا توفیق ، سخن سنج دلپذیر است و ساکن کشمیر جنت نظیر . ویراست :

فغان درد مندان یافتم دارو باورانی سپند آسا بدنبال فغان خویشتن رفتم
در یاد دو زلف بت کشمیر نژادی شد تارسر و مارسر از گریه دو چشم
مخفی نماند — تارسر و مارسر — دو تالابست که در کشمیر واقع
است .
(ص ۹۹)

● مجمع النفائس : توفیق ، مجد توفیق تخلص از کشمیر است . نام اصلیش لاله جو است بر زبان ملک کشمیر . گویند : مثل اوی درین عصر بملک مذکور نیست . تلاش معنی بسیار میکند اشعار او کم رسیده . ازوست : تیرت از سینۀ من ، دل زده ، آید بیرون همچو آنکس ، که ز ماتم کده آید بیرون (۱)
(ص ۳۴ ب)

● عقد ثریا : توفیق ، مولوی مجد توفیق کشمیری لاله جوی ، بهشتاد و نه سال در کشمیر وفات یافته . در هند نیامده . در معنی بندی و تلاش مضمون تازه — چنانکه از قدیم طور اهل کشمیر است — نظیر نداشت . و در مثنوی و قصائد و غزل و غیره بطور خود یگانه روزگار است . گویند : ذهانت طبعش بحدی بود که روزی حسب الالتماس عزیزی ، چند مصرع صایب را مصرعها بهم رسانیده .

چون دیوانش کشادند بعینه همه مصرعها بودند. روزی، نظر بکمال خود، میگفت که: در شهر دونیم شاعر است، یکی من و یکی مولوی عطاء الله هما و نیمی تمام شهر! (۱) قوت و قدرتش از اینجا قیاس باید کرد. مثنوی که در وصف سرپای معشوق گفته، درو داد معنی یابی ها داده. الحق که کار وسعت بسته اوست. شعری در وصف بینی و چشم و ابرو گوید:

بینی و چشم و ابروی تو ای سیم اندام! شاخ بادام دو بادام و دو برگ بادام!
(ص ۱۸)

● صدف ابراهیم: مجد توفیق، توفیق تخلص کشمیری. احوالش معلوم نیست ظاهراً از سخنوران عهد مجد شاه بود. (ص ۱۱۲ الف)

● تذکره نتایج الافکار: توفیق، صاحب طبع بریق مولوی مجد توفیق. که اصلش از کشمیر است، با کمالات علمیه در نظم پردازی هم مناسبتی شایسته داشت و فکر رسا. گویند که: بایمای دوستی چند مصاریع میرزا صایب را مصرعها بهم رسانیده. چون در دیوان میرزا دیدند بعینه همان مصرعها یافتند. آخر کار در عمر هشتاد و نه سالگی در کشمیر اواخر مائة ثانی عشر ره نورد عالم بقا گشت. ازوست:

می دهد توفیق! داد عاشقان آخر، فلک خاک اگر امروز زیر پاست فردا بر سر است!
(ص ۱۳۱)

● شمع انجم: توفیق، مولوی مجد توفیق کشمیری. در نظم طبعی داشت. در عمر هشتاد و نه سالگی اواخر سده دوازدهم ره نورد عالم بقا گشت. (یک شعر دارد ص ۹۹)

۱- این قول بمیر تقی میر، (شاعر اردو) نیز منسوب است. میگفت که: در زبان اردو دو و نیم شاعر هستند، یکی خود میر تقی میر دیگر سودا و نیمی خواجه میر درد. (آب حیات ۲۱۸)

● روز روشن : توفیق ، مولوی شیخ محمد توفیق کشمیری . مادام الحیاة از وطن بیرون نرفته و بعمر تسعه و ثمانین (۸۹) داعی اجل را لبیک اجابت گفته . این اشعار در شان جناب سرور عالم — صلی الله علیه وآله وسلم — ازوست :

سرورا ! جای تعجب نبود ، سایه تو
آن شرف نیست که ، خود را گم از آن نتوان کرد
پادشاه دو جهانی ! و زمین بوس ترا
جهان بدیده مردم ، ز دود کفر سیاه
رسیده بود بدان کار ، سرورا ! که شود
بدان شتاب که ، و مانده سایه ات ، در راه
که آمدی ، پی اطفای آن ز محفل قرب
(ص ۱۳۶)

● پارسی سرایان کشمیر : محمد توفیق لاله جو ، نام او لاله جو (۱) بود و بقول تذکره نویسان سال ۱۱۰۸ هـ (۱۶۹۶ م) در شهر ستری نگر متولد شد و سال ۱۲۰۱ هـ (۱۷۸۵ م) در سن ۸۹ سالگی در کشمیر وفات یافت . اشعارش نخست توسط ملا ساطع (۲) و بعداً بوسیله مشتاق (۳) اصلاح میشد ، و در دوران راجه سکھ جیون مل (۴) بمقام ملک الشعرائی رسید .

صرف نظر از ، مثنوی احوال ملک کشمیر -- که قریب به (۲۰۰۰) بیت است -- آثار منظوم وی عبارت است از -- بحر طویل ، متفرقات ، سرپای ، قصیده شبیه ، غزلیات و رباعیات (۵) :

دوش بر عشق چو سیما براتم دادند نقد آرام گرفتند و حجابم دادند

- ۱- جو- از کلمه - جی- سانسکرت گرفته شده که بدای آقا و بعد از نام شخص بکار می رود .
- ۲- رک : تذکره شعرای کشمیر اصلح چاپ راقم حروف تحت ملا عبدالحکیم و کتاب حاضر ابرالحسن ساطع .
- ۳- رک : ایضاً تحت محمد رضا مشتاق .
- ۴- رک : تحت سکھ جیون لال کتاب حاضر .
- ۵- نسخه خطی در کتابخانه سرینگر موجود است .

من هماروز که، تشریف حیاتم دادند
خاک دیگر، ز خود ایجاد، چو آتش کردیم
یکی از عاشقان جانسپارم
همین عشق است، آنهم از تو دارم
به از، صد گنج باد آورده شمارم
که کس جز آسمان بر سر ندارم
که گردم خاک و بشیند غبارم

مثنوی در احوال ملک کشمیر

گل رفته را بار زیب چمن
بفرمان یوسف شه نامور
بجود و به بخشش بعدل و بداد
بهم بر زدن ساخت، آئین خویش
شانی، که سگ می گزفتی ز گوگ
بتدبیر احسان بداد و دهش
بجمیعت دل بعشرت بشت
مثل در جهان عیش یوسف شعی
بجز نغمه، انصاف خواب او
که صبحش ز وی خنده بر روی یار
چمن دلکش و دشت خاطر زدا
بریحان مشکین در افکنده ناب
پی سیر آب و هوای چمن
بر آراست بزمی ز جام و ایغ
چه باغی که فردوس از آن داغ بود
میبا بد انسان که دلخواه بود
ز هر گوشه مطرب کشیده نوا
می لاله گون تر ز خون تازه رو
کهن پیر زال فلک چرخ زن
فکنده بچین زلف زنگی نژاد
بتی عبرین طره سحر بکف

گل رسوائی عشق تو، بخود مالیدم
چگر تاب و تب ما، دل اینخاک نداشت
نه بازگان، نه شه، نی مال دارم
بود گر در بساطم مالی، ای جان!
صبا، گردی که از کوی تو، آرد
درین دشت غریب، بیکس من
نه زان سان خاستم در جستجوی

چنین کرد استاد رنگین سخن
که چون گشته کشمیر بار دگر
دل مردم شهر و ده، کرد شاد
رسوم ششای شاهان پیش
ز پس عدل را کار ازو شد سرگ
به اخلاق نیکو به نیکو روش
چو آورد دلهای مردم بدست
که شد پیش هر شهری و هر دهی
نبودی بغیر از شراب، آب او
یکی روز، از روزهای بهار
هوا روح بخش و صبا جانفزا
عروسان بستان، کشاده نقاب
بتکلیف گل ز اقتضای سن
بطرف لب جوی در صحن باغ
چه بزمی که رنگین تر از باغ بود
می و شاهد و مطرب و چنگ و رود
ز هر سو بی داده ساقی صلا
بگردش در آورده در پای سرو
بر آواز مرغان شیرین سخن
بهر گوشه ترک خطا می نهاد
می آتشین چهره ساغر بکف

بتان مست، در ساغر آویخته
 قلع کرده پر خون غم سرخ چشم
 صراحی بسخود تاجه سنجیده بود
 چو پر، از می آتشین شد ایاغ
 نی آواز داده، که عیش جهان
 همین گفت: چنگ از نوای حزین
 قمر طلعتان صف زده برکنار
 ز رقص روان سبی قامتان
 شراب عقیقی و تا یک سرود
 ز جان حریفان، ریخته قرار
 حریفان، همه مست عثرت شده
 بدینگونه، بزم طرب گرم بود
 که ناگه، در آن وقت عیش و سرور
 زمین را ببوسید و شه را ستود
 که آمد فرستاده با چشم
 بود میرزا طاهرش نام و هست
 پوشانه خواهد ز اهل عمل
 بفرمود: تا مردم راهدار
 بجویند، هر جا رضای دلش
 بیارند با عزت و احترام
 پس آنگاه خود رو پی بندوبست
 بپا ساقی ای خضر راه صفا
 که روشن از آن دیده دل کنم
 گذارنده نامه استان
 که چون صبح دم، پیر دیوان فیض
 اشارت شد از شاه جم اقتدار
 که آرد بجای لازم اهتمام
 بحسب اشارت بوفی مراد
 سرا پرده چرخ اطلس زدند
 همه راه با پیش دیوان شاه

قدح رفته، از دست می ریخته
 چو ترکان بیرحم هنگام خشم
 که خون گریه در خنده پیچیده بود
 عیان کرد مضمون چشم چراغ
 بود یک دو دم، دم غنیمت بدان
 شدم پیر و بزمی ندیدم چنین
 چو دور قمر رقص شان فتنه بار
 برقص آمده در بدنها روان
 لب لعل ساقی و آواز رود
 ز دست ندیمان، برون برده کار
 ندیمان، همه گرم صحبت شده
 ز راگ و ز رنگ و ز ساز و سرود
 خیر آوری، آمد از، هیرپور
 بخدام درگاه ظاهر نمود
 ز درگاه اکبر شه جم خدم
 بنام آوران جهان چیره دست
 بشرط اجازت عبور از کتل
 پذیره شوند و ببتش گذار
 فرستند اقامت بهر منزلش
 بروزی که گوئیم بهر سلام
 بدیوان شد و بزم را در شکست
 بن بخش آن رنگ خاطر زدا
 سواد خط صبح حاصل کنم
 چنین شد گذارش گر داستان
 رسانید طومار شب را به بیض
 بدستور دانای سنجیده کار
 بترتیب و تزیین دیوان عام
 جلوس ملوکانه ترتیب داد
 علم بر رواق مقرنس زدند
 گرفتند در اطلس راه راه

ز بس مشقهای کیانی درفش
 ز بس فرش قالین دیوان شده
 ز زرین سرا پرده‌های بتاب
 پیش اندر اسپان بازی نژاد
 نهاده امیران گیتی پناه
 غلامان زرین قبا صبح وار
 زده بانگ نقاره بر هوش راه
 دورنگی ندارد جهان و درنگ
 ز سر بسکه سنا من و من گذاشت
 بآئین ترتیب در پیشگاه
 ز بس جور زرین کلاهان شده
 بتخت طلا خسروی نامور
 سران سپه صف زده گرد تخت
 چو شد ساخته بزمگاه جلوس
 بفرمود: کارند در بارگاه
 دویدند خاصان پاک اعتقاد
 نمودند با عزت و احترام
 فرستاده چون، لازم بندگی
 بتعظیم فرمان شاه جهان
 باورنگ آرای کشمیر داد
 پس آنگه دبیر سخن سنج را

چو آن غنچه گردید گل شد دبیر

(۱۲۱-۱۳۱)

ز حرف سر آغاز بلبل صفیر

● صوفی: ملا محمد توفیق نزد جامع مسجد سرینگر (۱) خانه داشت و

۱- جامع مسجد سرینگر بنا کرده سلطان سکندر است که تعمیرش در سال (۸۰۱هـ) شروع شد و در سال (۸۱۸هـ) بتکمیل رسید. از — جامع مسجد کشمیری — تاریخ شروع شدن بر می آید. در سال (۸۷۵هـ) مسجد از آتش سوخته شد. و بکوشش سلطان حسن شاه بر همان بنیادهای قدیم دوباره تعمیر یافت. تاریخ این تعمیر از کلمه — مسجد اسس علی التقوی — بر می آید. این تعمیر در

آنجا زندگانی میکرد :

دیوان و چند رسائل دارد . ازوست :

می سزد، فتنه دوران شدنت، ای کافر!
که ترا پشتیبانی است چو کاکل بر سر
(۲ : ۴۷)

حیات سلطان حسن بتکمیل نرسید و ابراهیم بن احمد باکری وزیرش در سال (۸۹۰۹) کامل کرد . سقفش در سال (۸۹۹۲) بمهد یعقوب شاه چک بکوش قاضی موسی شهید ترمیم یافت . در سال (۸۱۰۲۹) بروز عید الفطر در شهر آتش افتاد که یک قسمت شهر کاملاً سوخته شد و مسجد جامع نیز سوخت . جهانگیر همانوقت در سرینگر بود و خود پیاده آمده همراه اهل شهر به فروکردن آتش کوشش کرد . این بار بحکم جهانگیر به اهتمام رئیس الملک حیدر ملک تعمیر نو شروع شد و هفده سال (۱۷) گرفت تا به تکمیل رسید . بیادگار این تعمیر بر دروازه جنوبی یک کتیبه است که بخط ملا مراد زرین قلم نوشته شده است و این اشعار دارد :

نخستین مسجد جامع ز شه اسکندر ثانی	عمارت یافت ، و انگه سوخت از تقدیر سبحانی
دگر باره حسن شاه آنکه بعد از نسل پاک او	بشد بانی این مسجد هم از توفیق ربانی
ولیکن ازدوجانب، نی ستون آراست، فی سقفش	ز ابراهیم احمد باکری شد راست نادانی
ز هجرت نه صد و نه بود، تا دور عهد شاه	که این جنت سرا شد زینت دین مسلمانی
بتاریخ هزار و بست و نه از هجرت سید	بروز عید روزه سوخته در نوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک، در عهد جهانگیری	نهاد، از نو بنایش، باز روز عید قربانی

چو تاریخ بنایش جست ، گفتا هاتف غیبی :

نهاد از نو اساسش باز گاه عید قربانی

۸۱۰۲۹

بر دیوار همین دروازه جنوبی، فرمان شاهجهان — که ذکرش در شرح حال ظفرخان گذشت — کشف شده است . در سال (۸۱۰۸۲) که عهد عالمگیر بود، بار سوم آتش در شهر افتاد و مسجد جامع با دوازده هزار خانهای مردم سوخته شد . عالمگیر پادشاه نواب قیام الدین خان و ملا محمد طاهر نقشبندی را برای تعمیر نو حکم داد و از خزانه شاهی همه اخراجات را ادا کرد . سه سال این تعمیر طول کشید . در دور تیمور شاه درانی در سال (۸۱۱۹۰) بحکم حاجی کریمداد خان صوبیدار ترمیم شد در سال (۸۱۲۰۳) آزاد خان افغان مرمت کرد .

● بیاض خطی : جنگ خطی که در سال ۱۲۷۵ هـ استنساخ شده است و در دست آقای احمد حسین قلعداری است ، یک غزل در بحر طویل و یک مثنوی سراپای مهر عرب (سراپای رسول) و شش غزل و سه قصیده ،

در عهد سکهاشاهی بحکم دیوان موتیرام در سال (۱۲۳۵ هـ) مسجد در تصرف حکومت آمد و دروازه‌ها بر مسلمانان بسته شدند . در سال (۱۲۵۷ هـ) بکوشش شیخ غلام محی الدین صوبیدار آنجا واگذار شد . در سال (۱۲۸۲ هـ) از طرف مسلمانان کشمیر مرمت یافت . در سال (۱۲۹۸ هـ) بقیه مرمت بتکمیل رسید. در سال (۱۹۰۷ ع) و در سال (۱۹۱۱ ع) نیز مرمت شد. در سال (۱۹۱۵ ع) بکوشش سر جان مورشل رئیس باستان شناسی کل هند کاملاً مرمت یافت. جانب مشرق یک چشمه ایست که در سال (۱۱۵۶ هـ) خواجه محمود دیده مری او را تعمیر کرد و و کتیبه، سروده خواجه محمود، بر آن کشته شده است که تاکنون برجاست :

بر آمد چشمه فیض الهی	بحسن سعی ممت خاک راهی
بتوفیق خدا، این کار محمود	گرفت انجام از امداد شاهی
خلوص نیست و صدق ارادت	شده صرف بنایش از دل و جان
ازین خوش چشمه، بانی چشم دارد	که یابد شست و شو طومار عصیان
گناه خلق، گردد شسته، زین آب	که باشد منبش در پساب عرفان
بود وجهه کرایه از دکانین	پی ترمیم حوض فیض احسان
چو نام در ازل محمود کردی	الهی عاقبت محمود گردان
پی تاریخ، این فرغنده بنیاد	خرد گفتا که : جاری فیض ما باد

۱۱۵۲ هـ

مسجد برای (۳۳۳۳۳) نماز گذاران جای دارد . (نگارستان کشمیر ص ۲۶۱)

جهانگیر در سال پانزدهمین جلوس در تزلک مینویسد :

— در شهر مسجدی است بغایت عالی از آثار سلطان سکندر . در هفتم و نود و پنج (۷۹۵ هـ) اساس یافته . بعد از مدتی سوخته و باز سلطان حسین تعمیر نموده ، هنوز با تمام نرسیده بود که قصر حیات او از پا در افتاد و در نهم و نه (۹۰۹ هـ) ابراهیم باکری وزیر سلطان حسین، حسن انجام و آراستگی بخشید . از آن تاریخ تا حال یکصد و بیست (۱۲۰) سال است که بر جا است . از محراب تا دیوار شرقی یکصد و چهل و پنج (۱۴۵) ذرع و عرضی یکصد و چهل و چار (۱۴۴) ذرع است . مشتمل بر چار طاق و بر اطراف ایوان و ستونهای عالی نقاشی و نگاری کرده ، الحق از حکام کشمیر اثری بهتر ازین نمانده — (ص ۳۰۲)

از ملا محمد توفیق دارد. ازوست :

راه مردم زدن چشم کشندش بنگر
استخوان بندی مصراع بلندش بنگر
چشم عیار ببین، زلف کمندش بنگر
با دل سوخته ام کشته سپندش بنگر
دلفریبی و فسون سازی خندش بنگر
حال توفیق پریشان و نژندش بنگر
سرخوش از کاسه طنبور کدوی سازم
چه کنم، هست ببال دگری، پروازم
آنقدر وقت نیابم که بخود پردازم
که زیارت گه خود، پای خم می سازم
سر پیمانه پرستی بفلک افرام
گرد بادی شوم و جانب صحرا تازم
بر خطاپوشی الطاف الهی نازم

طور و طرز نگه عشوه پسندش بنگر
تا تنش با همه موزونی اعضا دریاب
غمزه ناوک ابروی کمانش، دیدی
کرده جا خال سیه بر رخ آن (عاشق) کش
مگذر سرسری از نرگس جادو نگهش
دل به گیسو چه دهی! در پی کاکل چه روی
عاشق نغمه ام و شیفته آوازم
نیض از خود شدنم در کف موسیقار است
گر کدورت زده ام، عیب مکن، کز غم دهر
در سرم هست که اعداد بزرگان باشد
پیش پیمانه برم سجده چو مینا به نیاز
شهر میدان سماعم نتوانم گردید
گر خراباتی و رند و بره کارم، توفیق

● بیاض بنده علی باسط : از توفیق کشمیری این اشعار دارد :

زبان آتشین کرد و گفتا به جمع
دو صد قصر شیرین، بهم بر زند
دهر، صد خانه کند از پی یک خانه، خراب
سر گشته گشت سودا، زنجیر در بدر شد

چو گردید شان عسل از موم شمع
فلک تا که، یک خانه، روشن کند
ساخت آئینه و این نکته به پیش زده نفس
زاندم که رفت مجنون، کار جهان بتر شد

این رباعی در تعریف پالکی راجه سکهه جیون، که حاکم بلده کشمیر بود، گفته است :

چشمی هست که بانس بر فرازش ابروست
چون مردمک دیده، مهاراج دروست
(۲۷ - الف)

این پالکی پیک که مطبوع، نیکوست
چترش پلک دیده مؤگان جهان

● گلستان مسرت : این ابیات از توفیق دارد :

مار از روز ازل دشمن آدم بوده است ص ۵۲
شاعران مفتربانند خیالی دارند ص ۹۹
مینماید دو خط فقره لعل تحریر ص ۱۰۰

زلف امروز، در جور پیا نکشوده است
دهنه را، عدم و ذره و جان، بشمارند
از لب رشته دندان تو، گاه تقریر

نه سنجم با سر پستان آن حور
مهرس از گوهر ناسفته او
مهرس از من ازان بادام توام
پیش ساق نرم صاف ساده ات

دواختر شد بلند از مطلع نور ص ۱۲۵
ز راز غنچه، نشگفته او
دل عاشق دو نیم آنجاست از غم ص ۱۳۱
شیر ماهی مشت خاری پیش نیست ص ۱۳۳

۴۶- نیکارام جیو، پندت آخون

● بهار گلشن کشمیر : پندت نیکارام جیو، آخون تخلص، بسال ۱۸۳۰ بکرمی در سری نگر چشم بدنیا کشود. مدرس فارسی و عربی بود و بعمر نود سال در سنه ۱۹۲۰ بکرمی، زندگانی را وداع کرد. پندت لسه کول پسرش نیز شاعر بود و بهار تخلص میکرد.

آخون یک مثنوی — کبک نامه — سروده است که ۱۱۰ شعر دارد. چند شعر از آنست :

ز کوه چرخ کرده خنده آغاز	چو کبک صبح نورانی، بصد ناز
حواصل سر کشید از بیضه زاغ	سیاهی بلبل آسا پر زد از باغ
همه ثابت قدم چون جاده گشتند	من بویان، چو سرو استاده گشتند
زدند احوال هر مغلوب و غالب	بخدمت یک پیک از رای صائب
فگنده بر سر پروانه آتش	یکی گفتا شبانگه شمع سرکش
زبان در کام برگ نیشکر بود	ز شربت های شیرین بسکه تر بود
بخانه نقل کرد از خانه چین	فرود آمد ز بناد کوه تمکین
که بر گردند خوش منزل به منزل	چنین باشد ره شاهان عادل

(۲ : ص ۸۱۲-۸۲۰)

۴۷- ثناء، شیخ آیت الله

● تذکره نتایج الافکار : نکته سنج پیرا شیخ آیت الله متخلص به ثناء، که اصلش از کشمیر است. در عاوم عربیه مهارتی داشت و بفکر سخن طبع

با لطافتی . اصلاح شعر از شیخ محمد علی حزین می گرفت . اوسط مائه ثانی
عشر بدار عقبی شتافت . از اوست :

قضای آسمانی خواست ، از یاران جدا افتم کمان سخت است ، و بازو پست ، بینم تا کجا افتم
کجا از زندگی پرسیدی از شبهای تار من که بعد از مرگ من ، شمی فروزی بر مزار من
(ص ۱۳۷)

● صبح گلشن : ثنا ، شیخ هبة الله (؟) وطنش خطه دلپذیر کشمیرست . در
شعر و سخن تلمیذ شیخ حزین لاهیجانی و کلامش دلنشین و دلپذیر . در اوسط
مائه ثانی عشر، بدار عقبی رفت . لآلی سخن چنین می سفت :
شرم زان روز که ، یادم بر بالین گفت : سخت جانی که ! هنوزت نفسی می آید
رباعی :

زان حسن مدام ، شور غوغا شدنی ست زان زلف دراز ، فتنه برپا شدنی ست
از قامت او ، قیامتی در عالم امروز اگر نگفت ، فردا شدنی ست (۱)
(ص ۹۹)

۴۸- جامع ، خواجه محمد مقصود (۲)

● همیشه بهار : شاگرد رشید مرزا عبدالغنی بیگ قبول . متوطن خطه
کشمیر بهشت نظیر . در ادا بندی و سخن پردازی داد سخنوری میدهد .
سلاست عبارت و متانت الفاظ ، بدرجه دارد که ، ناطقه از بیان آن بعجز و قصور
معترف است . و از فضائل علمیه و حکمیه نیز آشنا .
من اشعاره :

سخن سازی نه آسان است ، عری باید و جهدی چو مویم شد سفید ، اشعار رنگینم بیاضی شد (۳)

۱- المغمم البارد نیز دارد . (ص ۶۷)

۲- شمع انجمن نامش خواجه مسعود نوشته .

۳- سفینه خوشگو و شمع انجمن دارد .

در کرم کوش، ای که! جوی دولت دلخواه را بهر سائل سیل میگرد بنائی، جاه را از فیض عشق جامع، پیرانه سر جوانم وصل پری رخان کرد، دیروز من، پریروز (۱)

● سفینه خوشگو: جامع، خواجه مقصود جامع تخلص. کشمیر یست، شاگرد میرزا عبدالغنی بیگ قبول بوده، مشق سخن بیایه رسانید و به همان طرز فکر میکند. از فضائل علمی و حکمی نیز بهره برداشته. صاحب دیوان است.

● صحن ابراهیم: جامع، جامع کشمیری اسمش خواجه مقصود. از شاگردان عبدالغنی بیگ قبول و سخنوران عهد مجد شاه فردوس آرامگاه بود. (ص ۱۲۷ الف)

● شمع انجمن: جامع، خواجه مسعود کشمیری. شاگرد عبدالغنی قبول است. (یک شعر دارد ص ۱۱۲)

۴۹- جنون، خواجه ابوالفتح

● سفینه خوشگو: خواجه ابوالفتح خان، جنون تخلص. کشمیر الاصل است. به فضائل و کمالات آراسته بود و در لباس نوکری از درویشی بهره داشته. در عهد عالمگیری (متوفی ۱۱۱۸هـ) بخدمت دیوانی گورکپور من اعمال صوبه اوده سرفراز بود و در آنجا توطن گزیده و در عهد شاه عالم بهادر شاه (۱۱۲۲-۱۹هـ) به دیوانی لکهنو و بعد از آن به دیوانی صوبه عظیم آباد پتنه رسید. و بعد معزولی همانجا در اوائل عهد مجد فرخ سیر (۲۲-۱۱۳۱هـ) در گذشته. نعش او بگورکپور نقل نموده در مقبره — که خود ساخته بود — دفن کردند. مجد عاشق

همت، با او بسیار مربوط بوده. شاعر صاحب زبان و صاحب دیوان است. امروز نبیره ایشان خواجه مظفر در عظیم آباد معزز و مکرم زندگانی می نماید. بر فقیر خوشگو خیلی لطف میفرماید. این شعر خواجه ابوالفتح در پنجاب شنیده بودم و در دیوانش نیز دیدم:

پیر، کار تیشه فرهاد، از سوزن کند ما، به مژگان سفیدی، جوی شیر آورده ایم (۱)
(ص ۸۲)

● صبح ابراهیم: جنون، ابوالفتح خان جنون تخلص کشمیری. در زمان عالمگیر خلد مکان بدایونی گورکپور و بعهد (شاه عالم) مجد بهادر شاه بدیوانی لکهنو مأمور بود، و بعد از آن بدیوانی عظیم آباد شد و بعهد فرخ سیر بادشاه در عظیم آباد رحلت نمود. و در گورکپور مدفون شد. مجد عاشق همت از متوسلان او بود. گویند اشعارش مدون است. (خطی ص ۱۲۷)

● صبح گلشن: جنون، خواجه عبدالفتح خان کشمیری که در عهد جهانگیری بدیوانی گورکپور — متعلقه صوبه اوده — سرفراز بود و در عهد شاه عالم بهادر شاه کار دیوانی لکهنو و در آخر سرکار دیوانی صوبه پتنه سربراه نمود و همانجا ازین عالم در گذشت. و نعشش بگورکپور — که وطن اقامتش قرار داده بود — منتقل گردیده و در مقبره معمره خودش مدفون گشت. مشق شاعری از مجد طاهر غنی کشمیری نموده و از ارادت مندان شیخ مجد افضل اله آبادی (۲) و مائل بدرویشی و آزادی بوده.
(یک شعر دارد ص ۱۰۹)

۱- صبح گلشن دارد.

۲- ولادت شب دهم ربیع الاول سال سی و هشتم از صدی یازدهم، بوطن اصلش قصبه سید پور قوابع غازیپور زمانیه بدیا آمد. از خدمت میرسید مجد کالپی اجازه سلسله چشتیه و قادریه و سهروردیه و مداریه و نقشبندیه حاصل کرد. حسب حکم مرشد به اله آباد مقیم شد و بر مسند هدایت و ارشاد نشسته مرجع انام گشت — شرح گلستان — شرح بوستان — شرح

۵۰- جو یا، میرزا داراب تبریزی

● همیشه بهار: از دیر باز خطه خوش بهار کشمیر توطن داشت. در عالم غزل و قصائد، معنی های غریبه بزبان می آورد. بسیار خوش فکر و ادا بند بود. در سنه یکهزار و یکصد و هیجده (۱۱۱۸هـ) ازین دار دنیا انتقال نمود. تاریخش سر زمره سخنوران فحول میرزا عبدالغنی بیگ قبول مدظله، چنین فرمود:

در صف احرار او را، رتبه قنبر بود
مهر چون گردد نهبان، کی روشنی دیگر بود
دیده را، خاک سیه از مامش، برسر بود
آن چنان از مردن او حالت ما در بود
با سخنهای از آن رو، نشئه دیگر بود
سال تاریخ وفات او: سخن پرور بود

۱۱۱۸هـ

میرزا داراب جو یا، آن که از حب عل
از نظر تا رفت، شد عالم به چشم ما سیاه
سرمه نبود این، که میبینی به چشم مردمان
چون صدف، کز فرقت گوهر کند، قالب تهی
در تمام عمر، مدح ساقی کوثر، نوشت
چون سخن را، در کنار خویشتن پرورده بود

در منقبت امیرالمؤمنین علی اسدالله الغالب قصیده گفته که این قطعه از آن قصیده ایست:

بفرض باشد اگر، دشمن تو روئین تن
گزر کند ز تن او، چو رشته از سوزن

کمند را، چو تو کار سنان، فرمای
بروز معجز سر پنجه عد و بندت

من اشعار جواهر عیار:

گل شفتالوی این باغ را، فیلوفری دیدم (۱)
این تیغ کج، که در کمر قاتل من است

کبود، از بوسه اشب لعل آن رشک پری دیدم
محراب بندگی است شهیدان عشق را

زلیخا — شرح فصوص الحکم — شرح قصائد خاقانی — شرح منظوم منشوی معنوی —
از قالیفات اوست. که یقائن از پنجاه مجلد متجاوز است. هشتاد و هفت یا بنود
و دو سالگی، پانزدهم ذیحجه روز جمع سال یازده صد و بست و چهار هجری (۱۱۲۴هـ)
فوت شد و در اله آباد مدفون گشت.
(رحمان علی ص ۱۸۱)

در گریه عضو عضو چو دولاب میشود
 گویا که رباعی سحابی است
 بیشه که ز دست فساد پا میگذارد
 بآب روی مردان روز و شب این آسیا گردد
 خون میخورند و آرزوی نام میکنند
 در کشور حسن، نام دارد
 چون دهان تو بی سخن باشد
 هفته دیگر تماشا کن، سپر می افکند
 توهم زاهد، سراپا چشم از دنبال خواهی شد
 موشگافست دهانت چو در آبی بسخن
 تا تو از باغ شادی خاک نشین گشت چمن

سر گشتگان چاه زنخدان یار را
 از پلک دو چشم تو بردیم
 مباش غافل از آن دل که یافت از توشکست
 کمر بر خواری ارباب همت بسته چرخ دون
 جمعی که، چون عقیق یمن پاک گوهر اند
 امروز نگین، آن لب لعل
 غنچه مانند آن دهن باشد
 ماه نو امروز گر با ابروش در هم سریت
 اگر طاؤس رنگین جلوه من در غرام آید
 بی سخن نیست ترا یک سر مو پیش دهن
 نه همین لاله داغی، ره صحرا بگیرفت

● تاریخ اعظمی : میرزا داراب جويا ، پسر ملا سامری است . صاحب سخن و معنی یاب بود ، و در فن سخن پردازی تتبع مرزا صلیب مینمود . با محمد سعید اشرف و ملا علی رضای تجلی (۱) صحبت داشته . این هر دو شاعر مذکور مشهور ، همراه ابراهیم خان ، بنوبت در کشمیر آمده و از استادان او بودند . مرزا داراب از شعرای عهد خود امتیاز داشت و صاحب دیوان فصاحت بیان است ، درین وقت این چند بیت از حافظه بر صفحه تحریر بر آمد .
 (هفت شعر دارد ص ۲۰۷)

مرتبہ اخیر کہ ابراهیم خان ناظم بود ، قرب بسیار داشت . میرزا داراب در شهر سنه هزار و یکصد و هژده (۱۱۱۸ھ) سفر گزین عالم آخرت شد . چون در مرتبہ بعض اکابر اهل سنت و جماعت بمهمل گوی شوخی کرده چنین گفت :

بر سرش گل باد گرز آتشین برتنش نار جنم نور باد
 در هنگام رحلت مرزا ، بعض شعرای سنیه هم ، در تاریخ وفاتش جواب

ده شدند و چنین شوخی کردند. تاریخ :

رافضی تاریخ جويا، بست و هفتش بود کم چونکه گز کردند او را گشت تاریخش درست
هر چه عوض دارد گله ندارد . (ص ۲۰۷)

● رفاض الشعراء: میرزا داراب جويا ، اصلش از ایران است و تولدش در کشمیر واقع شده . بصحبت ابو طالب کلیم و میرزا صائب در آنجا رسیده . در زمان عالمگیر پادشاه وفات یافت . او را ست :

مگر بگذشت ، دل آزردۀ ناشاد ، ازین صحرا که همچون آه درد آلود ، غیزد باد ازین صحرا (۱)
در گرد کلفتی دل بیستاب میتپد بی باده ، همچو مای بی آب ، بر زمین

● مجمع النفائس : داراب بیگ جويا ، از مردم خوب کشمیر است . بعضی گویند که: آبایش از ایران بودند که در کشمیر توطن اختیار کرده اند. العرض، جويا هنگامی که ابراهیم خان پسر علی مردان خان صوبداری کشمیر داشت در وطن خیلی بجمعیّت و آبرو می گذرانید ، و خان مسطور هم بسبب اتحاد مشرب ، رعایت کلی باحوالش میفرمود . اکثر صاحب سخنان کشمیر ، که در عهد فقیر بودند ، شاگرد میرزا داراب جويا بودند . مثل ملا ساطع و عبدالغنی بیگ قبول . هر چند طریقه شعر قبول و جويا یکی نیست ، چه قبول از قدماء بطریقه سلمان و کمال خجندی و از متأخران بروش سلیم و تاثیر راه میرفت . و جويا اکثر تتبع طرز میرزا صائب است — علیه الرحمه — و اندکی بروش میر معز فطرت نیز رفته ، و در بعضی از مقاطع ، خود را بشاگردی میر معز فطرت ذکر کرده . بهر حال داراب بیگ جويا بسیار خوش فکر و معنی تلاش است . قصائد و غزلهای او مشهور است . مثنوی مختصری نیز دارد ، آن هم خالی از تازگی نیست . بعضی گویند پدرش

سامری تخلص می کرد. و یکی از ستم ظریفان کشمیر در هجو برادر او که گویا تخلص داشت، گفته:

گوساله سامری، بینا گویا شد.

غرض تمام خانواده او اهل سخن بودند.

روزی جويا بیکی از اهل سخن میگفت که: ما دو برادر جويا و گویا باشیم. نام و تخلص طالب کلیم را باهم برادرانه قسمت کرده گرفتیم! آن عزیز از راه شوخی گفت: چنانکه مضامین او را!

بهرحال از متأخران کشمیر مثل اوی کم خاسته، بلکه میتوان گفت که: تمام شعرای کشمیر که هستند، از دامن تربیت او یا تربیت کرده او، برخاسته اند. درینولا دیوانش بنظر آمده انتخابش نوشته می آید.

توبه مارا شکست امروز ابرام هوا
بی زلت بر دست بر کمر زده را
بر نام هوش حلقه قد خمیده را
دست در خون میزنی، گروا کنی این نامه را
غنچه آما تکه پسران چاکیم ما
یعنی که با نبات چه نسبت جماد را
از مرا گفتن پشیمانم کنون خواهم ترا
از پس گرفته شوق سراپای او مرا
زند بر شیشه چرخ برین سنگ مزارم را
کردم از شوقش نهان در نامه، چشم خویش را (۱)
هیچ کس بی رو دمی هرگز ندید آینه را
از قطار هفته، بیرون کن شب آدینه را
نه فلک سرگشته چندلند این ویرانه را
ز صرصر، آفتی نبود، چراغ زیر دامن را
سفر فیض صباح عید بخشد روزه داران را

شد بهار و پیخودیم از لطف جام هوا
مخور لریب رمونت، که از پشیمانی
پیری که دیدم قامت شوق ترا کشید
نامه پیچیده عشاق، زخم بسته است
بسکه می کوشیم در کتان، راز عاشقی
یاقوت را مناسبی نیست بالمش
از تو گویم بعد ازین کز خویشتن بهریده ام
در حیرتم که، جان بکجایش فدا کنم
چنین در خاک باشد گر تپش جسم نزارم را
همچو آن عینک که در جزری فراموش کنند
دام جذب خلق خوش با سینه صافی توأم است
طاقت یکدم خسارم نیست با پیر مفان
از دل مل یعنی از وسعت گه مشرب مهس
مدد جود در حوادث دائم از آل عبا، جويا
نسی باشد ز مرگ اندیشه پرمیزگران را

ز شور ناله بلبل ، ب موج می آئی
در قطار بیگنا هانت شمردن می توان
نیغ صاحب چگران دست کشیدن ز جهان
چه دولتست ، که در عشق ، بشکند رنگی
اشکم ز دیده بیض طوطی فرو چکید
با همه اعضا ، رود چون سایه ، از دنبال او
چشم او ، پردل چرا نبود ، پی خونریز خلق
نزدیک تر بخلوت او ، هر قدر شدیم
نهادی بر دلم ، ای نازنین ! دست
بود چون غنچه نارسه ، از شاخ
آب گردد ، بسکه از شرم صفای ، عارضش
در دلائل راه حق ، چون رشته گهر گمست
از دریدن در غمت ، دل غنچه وار
ای که ، می پرسی ز احوال دل جويا ، مهرس
سبزه خط را ، دهد نشو و نما
می کند چشم تو ، تا پیخود ز ساغر گشته است
کس را ، بخوبی خط رخسار او ، چه حرف
عشق جويا که بتعمیر خرابی پرداخت
جويا فریب چشم سخن گوی او مخور
گفتی که : بدشنام دلت را نخراشم
از تپیدنهای بسل ، شرم می آید مرا
مر نوید آمدن ، جويا ! حیات تازه است
فارغ از قید عیادت نیست در عالم ، ولی
از دود آه ، کرد سیه غیبه ها بلند
هر طرف دیوانه سان زانروی می بینم ، که هست
چون توان آسود زیر چرخ کین ویرانه را
سنگ نمک ، بود محک اهل روزگار
اطلس در خون طپیدن ، بالش آمیزش است
از ما ، چو یافت خلعت عریان تنی ، رواج

خدا زیاده کند ، ای گل ! آب و رنگ ترا
گر توانی ، در شمار آری گناه خویش را
چشم بستن ز دو عالم ، سهر مردان است
بدستم آئه از دست خویش طشت تلاوت
زان حسن سبز ، بسکه دلم ، آب خورده است
آهوی کز تیر آن ابرو کمان ، افتاده است
هر کرا دیدیم در عالم ، بار دل داده است (۱)
جويا ! توان و صبر ز ما ، دور تر نشست
ازین دست است احوالم ازین دست
تقرا پنهان میان آستین دست
دست از آن آینه می شویم که او بر کف گرفت
جاده این ره ، ز پس سنگ نشان معلوم نیست
یک بفل چاک گریبان دست بست
دردمندی ، عاشقی ، بیچاره غم پیشه ایست
داد از حسنت ! که دشمن پرور است
آن قدر مستی ، که مزگانم ازو برگشته است
آری هراچه سرزند از نیکوان نکوست
طرح ویرانی دلها ، ز دل ما برداشت
کس از زبان آن مژه نشنیده است راست
در مشرب رسوای تو ، دشنام همین است
این قدرها ، از برای رفتن جانی نداشت
وصل را ، در مشرب ما ، لذت پیام نیست
این نگین را نقش غیر از بنده درگاه نیست
در گرم سیر عشق ، دل ما غریب نیست
جلوه دیدار و مقصود نگاه از شش جهت
هر طرف دیدیم دیوارش باین سو مائل است
نارود و مرد را ، بهمین می توان شناخت
غمل خواب فراغت ، بستر بیگانگی ست
بازار گرم خرقه پشینه را شکست

احتیاج شاهی، در دعوی عشق تو، نیست
پیش آنکس، کز غیبت با تنگی دل، خو گرفت
مست و بیهود، شوخ من، افتاده است
هر که در تعریف خود، کوشد مدام
نویخت گرد کدورت نبود چهره دل
هر قدر بیگانه تر معنی بدل نزدیک تر
ریزد از هر حلقه آن، زلف عنبر بار کج
مژده یاران اکز و فور ناز، امشب دور نیست
اگر در گریه خود داری کنم چشم خطر دارد
نیندیشد ز مردن، هر که در ذکر خدا باشد
نگاه او چو خونریز است از پهلوی مژگانش
ز عجز ناله بلبل، دلم را درد می گیرد
برنگ پرتوی، کز شمع محفل، هر طرف افتند
سروکار دل دیوانه ام، افتاده با طفل
وطن، در گرم سیر عشق، رفتی را سزد جویا
ز پس دور از تو در گرو کدورت گشته ام پنهان
خبر دم بتو، از حال خویش، در شب وصل
اسیر ساده دل های زاهد، جویا
بسکه وحشت کرد، از طبل طپیدنهای دل
موسم بهاران است، دور دور مستان است
صبح روز باران است، مفت میگساران است
طومار شکوه های دل من، بدست چرخ
ز حادثات، اگر خواهی ایمنی، بگریز
بقدر بسودن دنیا، بفکر دنیا باش
چو می از شیشه وازون نگار ناز پروردم
کیاب خود دلم را شعله آواز او دارد

مهر داغی، بر سر طومار آه ما، بست
وسعت آباد جهان، یک خاطر آزوده است
بر زمین، همچون چمن افتاده است
پس ز بهان خویشترین افتاده است
گره چپه، غم مهره گهواره اوست
یار اگر دوری گزیند از بر ما دور نیست
صاف کیفیت برنگ ساغر سرشار کج
چشمش استننا، اگر در کار، استغنا کند
ز ضبط اشک ترسم این جراحت آب بردارد (۱)
چو بندد رخت هستی از زبان برگ سفر دارد
چو ماهی با خود این خنجر، هزاران نیشتر دارد (۲)
کسی چون کام پر دارد ز معشوقی که زر دارد
هوا، از پهلوی رعساره او، رنگ پر دارد
که هر جا ناله بر میدارد این، اوستگ بردارد (۱)
که از خاکستر پروانه، رنگ خانه می ریزد
شکست رنگ رویم رخنه دیوار را ماند
گرم ز دیدنت، از حال خود خبر ماند
غم زمانه بخورد و شراب ناب نخورد (۳)
رنگ ما چون طائر تصویر در پرواز ماند
محتسب غزل خوان است، شیخ باده نوش آمد
باده بی محابا زن، ابر پرده پوش آمد
نکشوده، همچو غنچه شاخ شکسته ماند
بکشوری که، در او آسمان نمی باشد
کسی همیشه درین خاکدان نمی باشد
گر آید سوی ما از ناز در هر گام برگردد
چو شمع بزم، پنداری که آتش در گلو دارد

۱- صبح گلشن و دانشمندان آذر بایجان دارد.

۲- صبح گلشن دارد.

۳- مرآة آفتاب نما و صبح گلشن و دانشمندان آذر بایجان دارد.

منکه همچون گل، لبی یکخنده دارم داده اند
 استخوانی تا نماند، از ماه نو کامل نشد
 در ضعیفها رگ گردن نمایان تر شود
 آنچه از دیده نهان بود، پریزادم بود
 زخم بر اندام من، مانند ماهی، می طبد
 منته پای هوس، زین بیشه، بوی شیر می آید
 آخر ز بوسه، صلح به پیغام میکنند
 بازار گل فروشی رخسار گرم بسود
 بوسه، از لبها بر رخسار تو، بال افشان شود
 آه ما سوختگان، راه بجائی دارد
 چون گل رعنا، بهار ما بیک محل بود
 اما نمک تلخی دشنام ندارد
 ساقی! بنشین، این همه ابرام ندارد
 باده گر یک قطره هم باشد که چشمتی ترکند
 موسم گل بگذرد، تا باده در ساغر کنند
 صاحب اقبال آن جوانمردان، که تمعیرش کنند
 گر خورد جام دگر، آفت دوران باشد
 این طلسمی است که، بر بازوی بسمل بستند
 جام گردون را کند خالی اگر یک کش زنند
 که ز هر چاک، دری بر رخ دل، وا کردند
 از جراثیمهای من، هر کس که پیکان میکشد
 ورنه از خود رفتنم آخر، بجای می رساند
 گر شام آید صحر نیامد
 چون کف خاکستر ما از هوا گردد بلند
 تیغ اورا بسکه می افشارد، آتش می چکد
 هر لب من کار دندان میکند مقراض وار
 عالم دیوانگی صحرا ندارد آن قدر
 آتش کم بیش آید در نظر، شبها ز دور
 نیست جویا! باده نوشان را گریزی از غرور
 می رود دشت و بفل، چون موج با دریا هنوز
 شوخی او، خفته در آغوش استغنا هنوز

بر مال خویش خندم، یا بر اوضاع جهان
 می رسد جان، از گدازتن، بمعراج قبول
 عیب لغوت، در لباس فقر، عریان تر شود
 هست دل، در طلب آنچه، میسر نشود
 بسکه از قیفت، دم آب دگر را تشنه است
 بروی پورای فقر، یا آلائش دنیا
 آنانکه، میل وصل تو، خود کام میکنند
 امشب ز می چو، مجلس دلدار، گرم بود
 همچو آن بلبل، که بر روی گل، مستی کند
 از حریم حرم حضرت دل می آید
 میرود از بس جوانی، زود گوئی باخزان
 لطف تو دهد، شیرینی جسانم
 بی او نخورم باده، اگر جان، بلب آید
 گریه مستی، شگون دارد، حریفان سرکنید
 می پرستان می نهم، لب بر لب مینا، مباد
 قصر دل، از پستی هست، خراب افتاده است
 آتش افروز دلم، آنکه بیک ساغر شد
 بطش، از قفس امید رهائی، غلط است
 شوق راه، چون اختیار باده پیمای دهند
 عمر بیباکی، تسخیر مژه های تو، دراز
 بسکه می پیچم بخود، زنجیر می آید برون
 ساقی امشب، کوتهی ادر دادن پیمانه کرد
 شادم، بنسیم کویش، آن هم
 قمری مستی است پنداری، پیرواز آمده
 تشنه لب زخمی که، من دارم در آغوش هوس
 از چهار باده جویا! بسکه امشب خشک ماند
 وسعتی در خورد وحشت آرزو دارد دلم
 عاشق از پهلوی بخت تیره، رسوا تر شود
 تاک را بنگر که سر تا پا رگ گردن بود
 می کند با عشق، دل زور آزمائیها هنوز
 ساقی! از جام میش، مشت گلابی بر فشان

برنگ شمع، بگذازد ز سوز سینه ام، تیرش
 پسان بیند خرابی، ملک سلطان جنون، جو یا
 چنان پرورده آغوش نراکت، در کنار او را
 سرت کردم! چه باشد این که، در پیانه می ریزی
 بوادی که، کند تیغ عشق، تسخیرش
 برویت، هر که چشمی کرد، روشن
 از پی هم بسکه آب دیده بر رخسار ریخت
 ز رفتنت، دل پر اضطراب من، در خون
 باوجود بی وفائی، دوست می دارم ترا
 چو غنچه، کیسه لب تشنگان، تهی نشود
 بستان ز کفم ساغر می، گر همه درد است
 بسکه با سامان شد از خن ملیحی دیدم
 ساقی مروتی، که من و دل، ز خویشتن
 چون غنچه های لاله نشگفته در چمن
 با زبان حال، تا حال دلم، بگرید بیار
 از سیل سراب است خطر، خانه ما را
 دست مرا جدا ز گریبان، مکن خیال
 غافل ز من مشو، که جگر گوشت دلم
 دور از تو، ز بسکه، بی دماغم
 پیر گشتم در جوانی ها، ز درد عاشقی
 چسان بینم بدام طرہ ات، آن مرغ دل را من
 چو می دیدم دل را، مائل بیتابی عاشق
 آرائش سودای تو، چون کرم شب افروز
 پای تا سر، بسکه داغش کرده رشک غربتم
 تا زبان شکوۀ بیداد او، سامان دم
 دل بیادش ده که، در نزد مروت خوشنماست
 ز خویشتن نفسی گر قدم نهی بیرون
 ز پس هر ذره ام را، شوق استقبال او باشد
 پاشید گل ز شرم صفای تو، در چمن

چو موج جاده، گردد آب خون آلود، شمشیرش
 بود ریگ روان لشکر بیابان شهر معمورش
 که گردد خار پیراهن عبیر بوی نسرینش
 ز خوی گرم، آتش آب شد یا آب شد آتش
 دل دو نیم بود نقش پای نخچیرش
 رود از خود براه دیده، چون شمع
 جاده ها در راه اشکم، گشته پیدا همچو شمع
 نهان شده است، چو سیلاب در دل شنجرف
 سخت پیش من عزیزی، همچو دنیا پیش خلق
 بفکر زر، مخروش و برای مال، مثال
 کز آب گل آلود نیفتد ز صفا گل
 بر کباب دل، نمک باشد نگه دزدیدنم
 دستی بدست هم بدهیم و سفر کنیم
 گلهای داغ در غم او دسته بسته ام
 نامه صد پاره، چون بال کیوتر داشتم
 چون نقش قدم، پر حذر از ریگ روانیم
 چون گل، یکبخت پنجه و جیب دیده ام
 جویا سرشک از سر مؤکان چکیده ام
 داغ دل شب بسود چراغم
 چون لباس تازه گل، در نوی فرسوده ام
 که برگرد تومی گرداندم و آزاد می کردم
 بانگ جور او، دانسته صد فریاد، می کردم
 هر شام، چراغ خود و پروانه خویشم (۱)
 جلوة طاؤس دارد چند در ویرانه ام
 غنچه آسا یک بفل لغت جگر می خواستم
 دیده و دانسته بازی را بمهمان باختن
 همان بود که بتی آری از حرم بیرون
 چو شمع داغ دل از جای خیزد یک سرو گردن
 از برگ برگ خویش زد، آئینه بر زمین

تا توانی، جز تغافل، حربه بر دشمن مزن
 چراغی بر مزار کشتگان خویش، روشن کن
 گل چاک دلم را لاله سان در جیب و دامن کن
 صد بار فدای سر دانسته ندیدم
 کم از چیدن نباشد، دیدن او
 آن قدر غم کوکه گردد خاطر کس شاد از او
 کاشیان چند را محکم بود بنیاد از او
 همچو کفش افتد برون رنگ حنا از پای او (۱)
 آب نیسان چشم گریان، کس
 از شمیم گل، غبار آلود گردد، موی او
 گریم عشق شد، جویا! میسرا واه
 می دود، از شوق دیدار تو، بر تار نگاه (۱)
 طرح دنیای نوی در روزگار تازه
 چندان نگه مکن که، بطبعش خلل نگاه
 کند در دشت وسعت مشربی ایجاد بخونی
 گل آلوده است، آب زندگانی
 کشد بلبل بگلشن از خیابان خط بیزاری
 شاید که، نشان پا بیابایی
 ای محسب! از خدا بیابایی

خشم را، از بردباری، کن زبون خویشتن
 برون آ از نقاب و مشهم را رشک این کن
 ز کمان غمش تنگ آدم بی طاقتی رحمی
 بر عاشق دل خسته ندانسته نگاهش
 گلی دارم که، از جوش نزاکت
 درد عشق خو برویان هر قدر باشد، کم است
 دل خرابی را، غمی امشب، عمارت میکند
 بسکه نرم و صاف باشد سر بر اعضای او
 مرض بی غمی، شفا طلب است
 چون گره از طره مشکین، کشاید در چمن
 ما نظر بر بخت خود، دست از وصالش شسته ایم
 روز وصلت، مردم چشم، بسان عنکبوت
 دل بتنگ آمده چه خوش بودی اگر می ریختند
 نظاره خار پیرهن اختلاط اوست
 دل دیوانه عشق تو، از هر قطره خونی
 بقید جسم، تا هستی گرفتار
 اگر یکبار گلهای تماشا چند از رویت
 خود را، چو ز خود جدا، بیایی
 می ریختی و سبزو شکستی

رباعیات:

بسیار ازین مقوله، مذکور مکن
 بی قاعده اش، صرف مکن، شور مکن
 بیگانه دیده هاست آن حسن و جمال
 گر چشم زشش جهت برآرد پروبال
 آن کینه دگر بکین دیرینه فتد
 عکس تو، محال است در آئینه فتد
 زان هندوی چشم غارت ایمان شد
 تا کفش حنا پای او چسبان شد
 و ز دامن اختلاط بر چیدن تو

جویا! خود را بشمر مشهور مکن
 باشد نمک صحبت احباب، سخن
 معشوقی او اگر چه باشد بکمال
 همچون نرگس بهیچ جا ره نبرد
 در سینه تو، چون گذر کینه فتد
 عیب دگرت، اینکه ز بس بیرونی
 زان خنجر مزگان ز بدنهای جان شد
 پامال خرام گشت خون دل خلق
 دل خورن شدم از نگاه و ز دیدن تو

پیداست، ز لحظه لحظه رنجیدن تو
هرگز نردم در ره حق جوئی گام
دورم همه در لغزش پا گشت تمام
صیقل کنش از موجّه خونناپ جگر
خط از عینک نمی نماید بنظر
در چشم تو هر زشت نکو بنموده است
در گنبد دستار تو دید آسوده است
کاندر خلق است جلوه سر اله
هر چند که، خویش را نماید در چاه
مطلوب، بجز معرفت ذات خدا
منظور یکیت دیده و گوش دوتا
باید همه را رخت ز دنیا بریست
آماده نیستی است هر هست که هست
دندان نه و میل خوردن نان دارد
گویا فم معده تو، دندان دارد

(ص ۸۲ ب)

از لذت آشتی، خبر یافسته
ز آغاز وجود خروشتن تا انجام
افسوس که پرکار صفت در غفلت
خواهی دل روشن ار، چو مهر انور
بر صاف دل، اسرار خفی، نیست نهان
غفلت ای شیخ در ریا افزوده است
شیطان تو عقلیست که در سرداری
گویند مدام عارفان آگاه
نقصی، بملو شان گردون، نرسد
در بتکده و کعبه نباشد، جو یا !
مقصود یکیت مؤمن و کافر را
گر عاقل و دیوانه و گر زاهد و مست
در دهر منه دل که، مانند حباب
حرصت، ای شیخ ! ذوق بریان دارد
مبجای نان چو آسیا، در شکمت

● صنف ابراهیم: میرزا داراب جو یا، آبایش اگرچه از ایران بوده اند
اما مولد و موطنش کشمیر و از مشاهیر شعرای اورنگ زیب عالمگیر است.
هنگام صوبه داری نواب ابراهیم خان بن علی مردان خان مغفور، روزگاری
باحترام داشت و ندیم و مقرب نواب مذکور بود. در آن زمان اکثری از
سخنوران خطّه دلپذیر کشمیر، مثل عبدالعلی طالع و عبدالغنی قبول و ملا ساطع
نسبت شاگردی بوی داشته اند. هر چند قبول مذکور متبع سلیم و سلمان و
کمال خجند است، اما استکمال از وی نموده.

جو یا طرز میرزا صائب و معز فطرت را گرفته. در تلاش معنی سعی رسا
داشت و برادرش گویا تخلص میکرد. جو یا بطریق لطیفه میگفت که:
من و برادر گویا نام و تخلص طالب کلیم را برادرانه تقسیم نموده ایم ! بهر

تقدیر در متأخران کشمیر بی نظیر بود. قصیده و غزل و مثنوی مختصر او شهرت داشت. کلیاتش قریب بهشت هزار بیت است. بسال یک هزار و یک صد و هیجده (۱۱۱۸هـ) ازین دار ملال انتقال نمود و در کشمیر مدفون گشت. چون سخن را در کنار جویش پرورده بود، تاریخ وفات او — سخن پرور — (۱۱۱۸هـ) بود. (ص ۱۲۲ ب)

● مرآت آفتاب نما: جویا، نامش داراب بیگ اصلش از ایران متوطن کشمیر. پرداخت ابراهیم خان بن علی مردان خان و صحبت بمیرزا محمد علی صائب و ابو طالب کلیم دریافته. در عهد اورنگزیب پادشاه وفات نموده (۱) ازوست: (یک شعر دارد ص ۲۱ ب)

● تاریخ محمدی: داراب متخلص بجویا. شاعر مشهور ساکن کشمیر و هم در کشمیر (۱۱۱۸هـ) فوت شد. پدرش از ایران آمده بود. (سماع ص ۲۱)

● اشعار جویا راجع بکشمیر: دیوان جویای تبریزی بکوشش دوست دانشمند آقای دکتر محمد باقر لاهوری چاپ (۱۹۵۹ع) شده است. جویا هر چه راجع بکشمیر گفته است از دیوانش اینجا ثبت کرده میشود.

۱- قطعه در تعریف ابراهیم خان (۲)

امن تا باشد ز دست انداز شیطان روزگار
تا روند اینای دهر از کفر در مهر امان

۱- نیز رک: صبح گلشن، دانشمندان آذربایجان.

۲- ابراهیم خان ولد علیمردان خان حکومت کشمیر چهار بار یافت:

اول ۱۰۷۲ تا ۱۰۷۴هـ

دوم ۱۰۸۹ تا ۱۰۹۰هـ

سوم ۱۱۱۳ تا ۱۱۱۸هـ

چهارم ۱۱۲۱هـ بعد از چهار ماه فوت شد.

هر سحر بر حقه سربسته گردون زند
 شه پر قهر تو تا شد سایه افکن بر عدو
 دارم از نعمت ثواب منقبت گوی امید
 اینقدر دانم که باشد گوهرت از یکصدف
 مهربانی، یا رسول الله! ولی نعمت مراست
 خاکدان تیره هند، از وجودش روشن است
 بهر تحصیل رضای حق، بامید جهاد
 یا رسول الله خواهم جلدی این نعمت را
 آسمان قدری، که چون برمسند بخشش نشست
 آنکه میریزد چو از باد خزان برگ چنار
 دیده تا قصر جلالتش را، ز حیرت باز ماند
 بسکه در مهد امان، خلق جهان آسوده اند
 صیت عدلش تا بصحرا شد بلند، ایمن بود
 دست حفظش، سایه گسترگشت تا، بر روی بحر
 همچنان کاهل جهان، زر را بهمیان میکنند
 تا نگرود شوری، از دریا بدورانش، بلند
 بسکه ترک ظلم کرد از بیم عدل او نهنگ
 شبروان را، بسکه هست از شعله امزش، هراس
 اشک ریزان، کس بدورانش ندیده، شمع را
 تا بسوی پیشه، باد گلشن حفظش وزید
 غم بدورانش، نمی گیرد بظاظرها، قرار
 همچون باران، فتنه گر از آسمان بارد، چه غم
 هرکرا دیدیم، صاحب مایه، از انعام اوست
 دوختم، بر قدر دانیهای رو، چشم امید
 من کجا و رقیه مدحت سرائی، از کجا
 بعد ازین آرم، بمحراب دعا، روی نیاز
 نیست بادا دایم از تیغش عدوی روسیاه

۲- در وصف آئینه خانه نواب ابراهیم خان .

مهر از خورشید تابان خاتم پیغمبران
 همچو صبحش بر فلک رفته است گرد استخوان
 از تو فرقی نیست پیشم تا امام انس و جان
 با عل مرتضی همچون دو مغز تو امان
 کز وجود او، قوی پشتند یکسر مؤمنان
 همچو در شب بود امروز در هندوستان
 در ره توفیق زد دامان همت بر میان
 از تو فتح و نصرت نواب ابراهیم خان !
 بحر و کان را تخته شد از ریزش قدرش دکان
 بر زمین از هیبت او پنجه شیر ژیان
 چشم چرخ از مهر و مه چون دیده قربانیان
 تخته شد در عهد او دکان شمشیر از میان
 کاروان نقش پا، از رهزن ریگ روان
 جمع شد، از بس دل دریا، ز آشوب جهان
 بحر همیان را ز ماهی میکند در زر نهان
 بحر میوزد زبان، در خویشتن، از ماهیان
 میکشد خود را، بکام خویشتن، گرداب سان
 بی اجازت خواب نتواند رود در دیدگان
 خاست در عهدش، ز مرغان چمن، رسم فغان
 چون گل بیخار باشد، پنجه شیر ژیان
 نیست درس گریه، ابر نو بهاران را، روان
 دست حفظش بر سر خلق جهان شد سایه بان
 ره بهال کس پریشانی ندارد غیر کان
 قدر خود در خدمتش خواهم فزون از هگنان
 لرزد از دهشت، چو شمع محفل، جوریا زبان
 تا شوند آیین سرای شش جهت کرویوان
 همچو فوج ظلمت شهباز مهر خاوران

وز صافی و روشنی بود چشم جهان
 خدام، بدورش زده صف، چون مژگان
 (ص ۲۴۲)

این آئینه خانه ازو نور لعلمان
 نواب، درو نشسته، چون مردم چشم

۳- در صفت پان و ابراهیم خان .

حاصل نبود بجز خون خوردن از سبزان هند
گر بدرد آید سر معشوقی مردان هند
جز جگر خواری نباشد نعمتی برخوان هند
ضعف، در پیمان این قوم است، چون پیمان هند
تا نریزد آبرو از مرد، چون باران هند
هست آری خود فروشی باب در دکان هند
مجلس نواب ابراهیم خان ایران هند
(۵۶۲)

نستی باشد پیمان هند را با پان هند
میکند از پس زموی سر خود آرای بجاست
در سواد هند، دست از لذت دنیا، بشوی
از فریب وعده هندی نژادان، غافل
کشت امیدش درین، کشور نیاید، خرمی
هر کرا باشد گزافش بیش، بهتر میخرند
کی غریب کشور هندیم ما، جویا! که هست

۴- قطعه در معذرت حفظ الله خان . (۱)

ز جنبش دو لب گاه نطق مرغ سخن
غبار آرد هر روز دیده روشن
ز کوهسار شود آئینه جلای وطن
ز غنچه فرقی تا نافه غزال ختن
ز چرب نرمی خلق تو، یابد ابروغن
چنانکه باشد دل، پادشاه ملک بدن
عبیر خلق تو افشاندی از پیراهن
بسی ز آب شود بیش حلت آهن
خطابت آنکه نگنجد بحر قطعه من
که گوته است بر اندام او لباس سخن
زنی برهنه چو شمشیر، بر صف دشمن
ترا که نام تو کافیت بهر حرز بدن
عدوی جاه تو آسوده زیر ابر کفن
ز دشت کوه به پشت بگسترده دامن
ز ابر دست عطایت نهال گشته چمن
صدف بگوهر، هرگز نمیشد آبستن
بشوق دست عطایت، جواهر از معدن

زهی غبسته بیانی که، بال شهرت یافت
بمهد نور ضمیرت ز پرتو غورشید
ز بهر آنکه، صفا گیرد از ضمیرت، وام
نسیم خلق تو، بر گلستان وزید، که نیست
چراغ لاله و گل، در خزان بیفروزد
خدایو، کشور دلها، بحسن خلق تویی
شمیم غنچه ز فائوس میشیندی
زبون تست بروز ملایمت خصمت
سخن شناسان بیسمعنی، نمیدانند
چنان، بلند بود نام نامیت، بجهان
بروز مرکه، از فرط جوهر ذاتی
ز بار منت جوشن، همیشه آزادی
ز برق شعله شمشیر مهر تمناست
چومهر، پنجه ات از بسکه، گرم زرپاشیت
گل از خزانه جود تو صاحب زر شد
اگر نبود، جود تو، علت غای
تو آن کریم نژادی، که سر برون آرد

۱- حفظ الله خان از ۱۰۹۵ هـ تا ۱۱۰۱ هـ صوبیدار کشمیر بود . رک : تذکره شعرای کشمیر
چند اصلح چاپ راقم حروف تحت شماره (۶۵) .

بخاشه نتواند فساد ، از روزن
کشیده کوه ، زیم تو پای در دامن
روان کند برگ سنگ ، همچو خون بیدن
چراغ دولت و اقبال را ، بسود مامن
بروز ممرکه پا خصم عافیت دشمن
اگر بنشدر افتاده مهره گردن
ز آب تیغ ، بریزد شراب مرد افکن
دهان خنده ز گل پای تا سراسر چمن
بمهد خرمی تست با دی و بهمن
بغیر من ، که اسیرم بگونه گونه محن
برنگ غنچه شاخ شکسته ، از دل من
نه مانده است دل فکر و نه زبان سخن
بمدر جرم ندانم چه بایدم گفتن
رسانده چاک گریبان چو غنچه تا دامن
امیدم آنکه ، دگر بر زمین نیفتم من
ز کم عنایت با فدائیی چون من
بخون نشسته ، چو مینای باده تا گردن
چنین که طبع تو مائل بود به بخشیدن
بحیرتم که ، چنان در دلت ، نموده وطن
بچشم کم ، گنهم را نمیتوان دیدن
بود گناه ز جویا و از تو بخشیدن
که گشته است فلک ساء کلاه گوشه من
که خاک تیره ز مهر برین شود روشن
ترا گریز نباشد ز نیکوئی کردن
کنم بذکر دعا بعد ازین تمام سخن
بنوش باده عشرت بکوری دشمن
(ص ۲۳۲)

ز بیم شحنة عدل تو پرتو خورشید
همین نه بحر ، ز گرداب دم بخود ورزید
گداز هیبت قهر تو ، لعل را در کان
ز تندی یاد فنا ، دامن حمایت تو
چو چید پنجه قهرت بساط نرد نبرد
ز شپهر تو نباشد عجب عدوئی ترا
مدام ساقی قهرت ، بکاسه سر خصم
ز بس بدورتو عامست خوشدلی و نشاط
نشاط موسم اردی بهشت و فروردین
کسی نماند که باشد ، بقید غم ، امروز
کسی نمیشود بسوی خرمی ، هرگز
شکسته خاطر ، از بس ، ز کم عنایتیت
دل چنین که سراسیمه گشته است از غم
مدام پنجه بسی طاقتیم ، زین افدوه
مرا که لطف توام برگرفته است از خاک
بگوش هر که رسد ، در شگفت میماند
کسی که رانده ز بزم زبونی بخشش
اگر نه جرم کند ، بنده ات گنهار است
غبار من که ، نیارد بدامنت زد دست
از آنکه مظهر عفو تو ، گشته تقصیرم
بدی ز بنده و نیکی ز صاحبان نباشد
بدست لطف ، چنان برگرفتی ، از خاکم
عنایت تو ، بمثل منی ، بدان ماند
اگرچه نیست مرا قابلیت کرمست
زبان ز عهده شکر تو بر نمیآید
بگیر ساغر دولت برغم بدخواهان

۵- تاریخ اضافه منصب حفظ الله خان

آنکه ، چشم مهر و مه ، مثلش ندید
خلعت و دولت ، بر اندامش برید

حبذا ! نواب حفظ الله خان !
دست خیاط قصا ، نام خدا

تیغ کینش، پهلوی شیران دوید
صبح صادق، کی تواند شد سفید
پیش خلقتش، گل غلام زر خرید
دل چواشک، از دیده شیران چکید
رنگ از رخساره جرأت پدید
بر زبان خامه میگرددد سفید
مژده افزایش منصب رسید
دل برآه جستجو هرسو دوید
نیر اقبال و دولت بر دمید

(ص ۲۳۹)

۵۱۱۰۰

خنجر قهرش، دل گردان، شگفت
بی تکلف، پیش نور رای او
پیش قهرش، شعله برگ لاله
آب شد، از بس ز بیم قهر او
ناوکش چون بال خونریزی کشاد
از صفای نور رای او مراد
در زمان سعدش، از لطف اله
چون پشی تاریخ او، رفتن بفکر
گفت: در گوش دلم، استاد عقل

۶- مثنوی در تعریف چراغان روی دل

(بفرموده نواب فاضل (۱) خان گفته)

قمالی الله! ازین بزم دل افروز
ازین بزم چراغان (۲)، چشم بد دور
وفسور نورش، از فیض الهی
چنین شب، سال و مه را یاد نباید
تهی کرده است شب زین بزم پهلوی
نهان در گوشه شب، زین چراغان
شب ظلمت سرشت، از چشم مردم
کز و شب، طعنه زن گردیده، بر روز
که شد، چون صبح صادق، مشرق نور
ز داغ لاله بسزوده سیاهی
که یادش، تیرگی از دل زداید
چرخ روی خوبان، رفته یک سو
چرخ حال کنج لعل خوبرویان
چرخ دود شمع، شد در روشنی گم

۱- میرزا برهان فاضل خان در سال ۱۱۰۸ هـ (شوال یا ذیقعده) بحکومت کشمیر آمد، (از تغیر ابو نصر پسر شالته خان) تا ۱۱۱۳ هـ ماند و بعد از او ابراهیم خان باز سوم آمد.

۲- جهانگیر در تزک راجع به چراغان دل نوشته است:

شب مبارک شب نوزدهم (سال ۱۰۲۹) کشمیریان کنار دریای بهت را دورویه چراغان کرده بودند. و این رسمی است پاستانی که هر سال درین تاریخ از غنی و فقیر - هرکس که خانه در کنار دریا دارد - مثل شب بابت چراغان روشن می کنند. از برهمنان سبب آن پرسیده شد! گفتند: که درین تاریخ سرچشمه دریای بهت ظاهر شد و از قدیم این رسم آمده که در آن روز جشن دهته ترواه است. دهته بمعنی بهت است و ترواه سیزده را میگویند. چون درین تاریخ سیزدهم شوال چراغان میکنند، باین اعتبار دهته ترواه نامیده اند. بی تکلف خوب چراغانی شده بود. بر کشتی نشسته، سیر و تماشا کرده شد. (ص ۳۱۶)

ز رشک پر تو این بزم روشن
 نهان از رشک شد، در رنگ کاهی
 چو، بر تالاب دل، از فیض ذوالمن
 میان شد هر طرف، بر سطح آتش
 صفای دل، ز عکس شمع، کافور
 فتاده عکس شمع، از پس در آتش
 درین تالاب، عکس شمع شب تاب
 ز عکس شمع، کافتاده بدریا
 صفای شمع، از آتش نمودار
 بود هر موجش از عکس چراغان
 حساب او ز عکس شمع کافور
 چو آتش، پرتوافکن شد، در آتش
 ز پس، در قصر این دریای بیفش
 شده گردابها، هر سو نمودار
 فزود از پس ز عکس شعله تابش
 نماید، زین چراغان، در ته آب
 گه تحریر وصف این چراغان
 قلم شد در نهان کلک مذهب
 ز عکس شمع، کافتاده است، در آب
 سوادش زین چراغان، گشته روشن
 بروی آب، کشتیها منور
 بدریا، شعله چون شد، پرتو افکن
 که از فیض عدالتهای نواب
 فلک تالاب دل، انجم چراغان
 همین افتاد مکتب خانه فضل
 بهترین دستور قانون وزارت
 ادب آموز تحریر خردمند
 جواد و مصیبت پوش و خطا بخش
 جمالش، نور پرورده، الهی
 شده، دلها ز عدلش، فارغ از رنج
 تهی کیسه بود کان، از سخایش

فتاده ماه را آتش، بهخمرمن
 مه اشب، همسجو شمع صبحگاهی
 بشد عکس چراغان پرتو افکن
 هلال و انجم، از موج و حبابش
 شده آینه نور صلی نور
 پری در شیشه دارد هر حبابش
 نموده، امتزاج، آتش و آب
 شده کیفیت سیرش، دوبالا
 چون، از ته نما پیران یار
 جبین های مقیش کار خوبان
 شده فانوس سان، گرد آور نور
 نگین لعل را مانند حسابش
 گهر پاقت شد، از تاب آتش
 بلورین گاه های ته نشان کار
 سندر گشته مرغابی در آتش
 همین چشم ماهی، در شب تاب
 که شد، از مشرق طیسم درخشان
 نقط بر صفحه تابان، چون کواکب
 مرصع شد بلورین جام گرداب
 فتاده قرص مه را، نان بروغن
 بود چون ماه نو، بر چرخ اخضر
 بارباب بصیرت گشت روشن
 یکجا جمع گشته، آتش و آب
 درو، نواب چون، ماه درخشان
 کزو آباد شد کاشانه فضل
 ازو روشن چراغ دین و دولت
 کزو بگرفته استاد خرد پند
 جهان را، نور عرفانش ضیا بخش
 غلام خلقتش از، مه تا پسمای
 ز جودش، گشته ویران خانه گنج
 تنک مایه است دریا، از عطایش

چراغش بساد روشن، تا قیامت
 عموماً بر خلائق، خاصه بر من
 (ص ۲۰۶-۲۰۸)

چو مہر و ماہ، با اقبال و دولت
 وجودش باد دائم، سایہ افکن

بحـ مثنوی حسن معنی .

(در تعریف کشمیر جنت نظیر بفرموده نواب فاضل خان)

در تعریف کوه پیر پنچال

سوی کشمیر باید کرد آہنگ
 نخستین، کرمہارش را ستایم
 کہ شد در سایہ او آسمان پیر
 بود سادش چراغ زیر دامان
 زلد بر آتش غورشید، دامن
 کہ با سربخ، در شمشیر بازیت
 غراشیدہ رخ مہ را، پلنگش
 از آن، با خویش تیغ و سنگ دارد
 فلک، پرورده دامان این کوه
 کواکب، پنبہ داغ لالہ اش را
 شرار جستہ از سنگش سوارہ
 ہمیشہ تیفہ او، تیغ بازی
 ز پیہ و آتش ماہ و سوارہ
 ببندد، در تنور لالہ اش، نان
 بود فیصل سفیدی، در نظرہا
 بدرگاہ الہی ایستادہ
 سہد و ساولان (۱)، از بندگانش
 کشیدش خط بیزاری از راہ
 توانش گفت بیشک: تخت پزدان
 ز اوج او، تصور را، خبر نیست

بہا ساقی! بہار آمد ہمد رنگ
 ہدہ می، تادمی از خود، بر آیم
 تعالی اللہ! زمی کہسار کشمیر
 خصوصاً پیر پنچال فلک شان
 ز پس رفت، کہ دادش ضیع ذوالمن
 چنان، با تیفہ او، سرفرازیت
 بود مہ پلہ غورشید سنگش
 چو با افلاک دایم جنگ دارد
 بر رفت، نیست در عالم، چنین کوه
 ز رفت، سینہ اش باشد، فلک سا
 فلک، از تیغ او جستہ، کنارہ
 بہاہ نور، کند از سرفرازی
 چراغ لالہ روشن، ہر کنارہ
 ز رفت، ہر سحر غورشید تابان
 ز برف دالمی، آن چرخ بالا
 ز گردون، در قنومندی، زیادہ
 ہر، از مہر تاج زرفشانش
 خضر را، این کتل چون شد گزرگاہ
 پرستارش، ہر تخت سلیمان
 کسی، از رفت او، بہا خبر نیست

در سختی راہ

نمایان، راہ بردامان این کوه چو مد آہ مظلومان، پر اندوہ

گذشتن زین ره است از جان گذاشتن
کسی چون جان برد از رنج باریک
نفس سوزد در این ره برق راهم
ندارد غیر دشواری دگر هیچ
چو تار بخیه، پنهان است و پیدا
گلش زان اوست، سر تا سر پیاده
نگاهو از کهن لنگان این راه
نیفتد گریپائین افتد از پا
که باشد چون شرر در خواب سنگین
ره بالا شدن نبود نمودار
بهرگی بزرگیهای بی راه ؟
ز لاله دیگ جوشی نذر دارد
که مشکل باشد این چاه، بردن جان
ولی، از جوش گل، رشک بهار است

ازین ره، ای خضر! نتوان گذاشتن
بچشم رهروانش، دهر تاریک
اگر خواهد، رود زین راه پر خم
بود چون سوی کاکل، پیچ در پیچ
ره پست و بلندش، در نظرها
شود این راه طی، اکثر پیاده
بماند چابکی، حیران این راه
بسا جلدی، که در رفتن بیلا
بسا شوخی، درین کوه بتمکین
مسافر را، ز باریکی بسیار
کند بر رهروان این کوه تنخواه
سلامت تا نسیم این ره سپارد
کشیدن چون توان بار تن آسان
اگرچه دل، ز رنجش، بی قرار است

در توصیف وفور گل و گیاه

در آتش، نعل مه، از لاله زارش
بنفشه شد ز بار رنگ و بو، قوز
ز جوش لاله اش، آتش بلند است
دم تیفی که، دائم خون چکان است
بود چون، رشته، تسبیح مرجان
قلم برداشته نرگس، بهرسو
بیکجا کرده شنجرف و سیاهی
که سودا میزد با آتش نرم
ز گل لبریز، چون دامان گلچین
بود مشهور، چون سبزان کشمیر
نماید همچنان، کاندلر شفق ماه
بل، آتش برون میآید از سنگ
بود پر پیچ و خم، موی بر آتش
بریم از دل، ملال دیر ساله

فلک، دیوانه جوش بهبارش
درو هر لاله، شمع گیتی افروز
دل، از زلف عروش، در کند است
بود راهش، کزو لاله عیان است
میان لاله زار، این راه پنهان
پی تحریر توصیف گل او
دوات لاله، از صنع الهی
تنور لاله اش، نه سرد و نه گرم
بود، دامان این کوه بتمکین
ز سبزه، حسن سبز او جهانگیر
میان لاله، تیغ کوه جانکاه
ز سنگش، لاله سر بر کرده خوش رنگ
میان لاله زار، این راه دلکش
یا ساقی! که از فیض پیاله

در تعریف کشمیر خلد نظیر

بکشیر آمدیم ، الحمد لله !
 که در وی ، غنچه ای هم نیست ، دلگیر
 لطافت را ، مجسم میتوان دید
 رطوبت ، گرد از خاکش ، بر آورد
 چکد ، همچون رگ ابر ، آب ز انگشت
 کول از آب گوی سر بر آورد
 که چون ابر ، از رطوبت ماهه دار است
 بدست غنچه گردد هر انگشت
 شده جنت نهان ، در پرده غیب
 وطن این جا ، بود آب و هوا را
 بخون غلطیده با چاک گریبان
 که پیش افکنده سر از غایت شرم
 بیک برجسته مصرع گشت موزون
 بیک مصرع ، سخنور نامدار است
 که هست ، از بندهایش سرو آزاد
 کند با مهر ، دائم دستبازی
 بود چپان برنگ پنبه و داغ
 چو ، آه غرقه ، در خون اسیران
 میان بوستان ، چشم و چراغند
 گرفته ، شبنم از شوخی ، بدندان
 بنفشه ، فرصت قد ، راست ، کردن
 بخواند ، مصحف گل را ، با آواز
 هوایش ، بیخته از پرده دل
 نوا پرداز شد ، هر غنچه گل
 چو هندو بچگان ، پیش برهن
 کباب دل نمک سود صباحت
 چو در آب روان ، عکس رخ یار
 همیشه غنچه ، شمر گلشن راز
 کنند رقص روانی ، سرو آزاد
 توانم داد ، داد سیر لاله

مگو ای ساقی ! از دشواری راه
 تعالی الله ! زهی گلزار کشمیر
 درین گلشن ، که باد آباد جاوید !
 طراوت ، چون در این گلشن ، وطن کرد
 پیفشارند ، خاکش را چو ، در مشت
 چو گل ، از خاک سیرایش ، نمود کرد
 زمینش ، آنچنان با آب ، یار است
 ز خاکش ، اندکی گیری چو در مشت
 ز شرم این گلستان ، بی شک و ریب
 گرفته در بسل خاکش ، صفا را
 گلش ، چون عاشقان پاک دامن
 نماید غنچه معشوق بسآزم
 کشیده سرو سر ، چون آه مجنون
 ز موزونیش ، صاحب اعتبار است
 ازان ، برخوشتن بالیده ، شمشاد
 درین گلشن ، چنار از سرفرازی
 بلاله ، صحبت نسرين درین باغ
 شده پنهان بزیر لاله ، ریحان
 گل و فرگس ، ز نیکویان باغند
 لب هر برگ گل را ، در گلستان
 نیاید ، بسکه انبوه است سوسن
 همیشه بلبل ، هنگام پرواز
 ز سیرش ، کام جان گردید حاصل
 درین گلزار ، چون منقار بلبل
 زده زانو ، بنفشه پیش سوسن
 شد از بس جسته با نسرینش الفت
 گلش ، در موج سیرابی ، نمودار
 بگوش گل ، بخواند با صد انداز
 ز صوت قمریان نغمه استاد
 درین گلزار ، از فیض پیاله

ز هر برگی ، درین خرم گلستان
بود از هر گلش ، در چشم چوینا
توان برون رهی ، بر صنع یزدان
جسمال شاهد معنی ، هویدا

در تعریف تالاب دل

بیا ساقی ! ز هشیاری خرابیم
درین گلزار ، تالابی است پر نور
بود آتش ، زیر سبزه ، پنهان
برد بازی بپازی ، دل ز جمهور
ز بس ، افتاده عکس گل ، در آتش
بود از موج دائم بر سر شور
چنان در سبزه ، موجش گفته پنهان
در آب سبز او ، گلهبا نهانست
بود سبز ، آب صافش را ، از آن رنگ
صدف در وی ، دل خلوت گزینان
چنان سردی ، در آتش کرد ، تأثیر
بیا ساقی ! که فصل دی سر آمد
بزن خود را ، سیه مستانه ، بر دل
بروی دل ، کول چون در ناپاب
ز آب و قاپ ، رشک صد بهار است
ز روی عقل و دانش دور باشد
عروس غنچه اش ، افکنده سر پیش
ز عکس گل ، نروزان در ناپاب
درین تالاب از بس ، سر زده گل
شود موجی ، چو از آتش ، نمایان
بود از زیر آتش ، گل نمودار

دسی بام بسیر دل شتابیم
که بادا ، چشم بد ، از دیدنش دور
چو در خواب ، آب و قاپ حسن خوبان
که باشد آب زیرگاه مشهور
پری در شیشه دازد ، هر حباش
ز معشوق خوش ابرو ، چشم بد دور
که زیر وسنه ابروی لکریان
جمالش سبز قه گلگون از آگست
که ، از آئینه دلها ، برد رنگ
گهر باشد ، سر شک پاک پنهان
که موجش ، بسته یخ ، مانند شمشیر
کول از دل ، سب از خم بر آمد
قدح برکف ، کول استاده در دل
برون آورده ، خود را خوب ، از آب
کول زارش مگر خورشید زار است
که شمع روز را ، این نور باشد
بود در آب ، نحو صورت خویش
بود باقوت آسا ، در ته آب
بود مرغابی این آب ، بلبل
بود تحریر صوت عدلبان
چنان ، کز چادر آبی ، رخ یار

در تعریف مهتاب روی دل

بیا ساقی که ! دل را برده ، از راه
ز رشک مه ، که زینت داده دل را
در آتش ، عکس مه ، کرده تجلی
حدیثه ، عکس ماه ، از چرخ والا
صفای دل خصوصاً ، در شب ماه
گره ها در دل افتاده ، کول را
چو در آئینه ، عکس روی لیل
فتد ، در دام موجش ، ماهی آسا

باین تالاب ، از فیض الهی گرفتار اند ، از مه تا بهابی
بود ، بر گرد این تالاب ، بستان چو گرد چشم خوبان ، خیل مژگان

در وصف باغ شاله مار

بیا ساقی که ! فصل لاله زار است هوایی سیر باغ شاله مار (۱) است
تعالی الله ! زهی فردوس مانند بهر شاخس ، دل چون غنچه ، در بند
درو ، عالی بنا قصری است پر نور که بادا از لقایش ، چشم بد دور
برفمت ، آسمان آسمان است غم طاقش ، بزرگ کهکشان است
کند چون صبح ، طاقش را نظاره گریبان ، میکند از رشک ، پاره
چنان بنای صنمش رنگ بسته که طاق ابروی خوبان شکسته

۱- تعمیر این باغ در عهد اکبری شروع شد و در عهد جهانگیری باهتتام شاهزاده غرم (شاه جهان) در سال ۱۰۳۱ هجری تکمیل رسید . طرح بخش نیز گفته شده است . تاریخ :

چو شد آراسته باغ فرح بخش بحکم حضرت ظل الهی
شهنشاه شهبان ، شاه جهانگیر که مشهور است ، از مه تا بهابی
پی تاریخ این گلزار ریحان خرد فرمود : فرحت گاه شاهی

۸۱۰۳۱

جهانگیر وقتی که شالامار را دید پیرزا سلیم طهرانی گفت :

چو شد دامن دریا جلوه گاهش بسوی شالامار افتاد راهش
ظفر خان گفته است :

بر آورده پر از شوق نگارش که تا بسود کنار شالامارش
شالامار ۵۹۰ گز طول و ۳۰۰ گز عرض دارد و ۱۰ فـت از سطح زمین بلند است .
نهری از دل تا باغ دوازده گز در عرض بود که ، بعد از زوال حکومت مغلیه خشک و آخر
ناپید شد . (نگارستان کشمیر ۸۰-۸۱)

جانب شمال این باغ ، در عهد شاهجهانی ظفر خان بر آن یک قسمت افزوده که ببـاغ فیض بخش نامیده شد و تاریخ است :

چو باغ فیض بخش از حکم شاهی بسرو باغ ارم گشته بهابی
فرح بخش از کمال افتخارش چو گل بر طرف خود داده قرارش
ازین رو ، کاشمیر فخر جهان ست که در وی گلش شاهجهان است
پی تاریخ سالش صبح گاهی خرد گفتا : مسرت گاه شاهی

۸۱۰۴۲

دگر از رفعت شائش، چه پرسى
ز بس مالیده، بر خاک درش، رو
به پیش این مزین قصر رنگین
درو افتد، چو عکس قصر والا
عیان باشد درو، این قصر رنگین
در آبش کرد سردی، بسکه طوفان
سخن، از آبشارش، چون طرازم
الهی! تا بعالم هست کشمیر

بلندی را نشانیده بکرسى
همه نور است گرد آلود ابرو
بود حوضی بمین کوثر آئین
شود کیفیت سیرش، دو بالا
چو در آئینه، روی حسن شیرین
بود یخ بسته موجش، همچو سوهان
صباحتهای عالم را، گدازم
مبادا این بنا، محتاج تعمیر

در تعریف باغ نشاط

بیا ساقی! که فصل انبساط است
درین عالی بنا، آب روان است
کنده فواره اش از تر زبانی
گلش، در زیر سنبل گشته، پنهان
درختانش، همه معشوق سرکش
چو این گلزار باغ بادشاهی است

می عشرت بده، باغ نشاط (۱) است
که دلکش، همچو عمر جاودان است
بسر و بوستان، مصرع رسانی
چو در غط گونه گلرنگ خوبان
همه بیمانه لاله بسر کش
نشانش لاله داغ بادشاهی است

در وصف باغ نسیم

بیا ساقی! خدای ما کریم است
نیمش، بشگفاند غنچه دل

می آن را ده که، در باغ نسیم (۲) است
برویانند، گل خورشید، از گل

۱- بمین الدوله میرزا ابوالحسن آصف خان احداث کرد. ۵۹۵ گز طول و ۳۶۸ گز عرض و ۱۳ فـ
ت بلندی دارد. (نگارستان کشمیر ۸۲)

این در سال ۱۰۴۲ هـ بنا شده است و برکنار دل هست. راجع به این باغ شـ
عری گفته است:

با نسیم آواره بودم، در نشاط
مرغی میگفت: اندر شاخسار
با پیشیزی می نیززد این بهار
لاله است و نرگس شهلا دمید
باد نروزی گریانش درید

۲- نواب نسیم خان که از امرای شاهجهان بود، این باغ را احداث کرد و درو ۶۵۶ درخت
چنار بودند. جهانگیر این باغ را جنت دنیا گفته است. شاعری گفته:

سفیدارش ، بگردون سرکشیده
انارش ، از لطافت روح را قوت
ز شاه آلو، بود زینت چمن را
بسیش ، گشته ام زآن روی مائل
ز انگورش ، می عشرت بکام
بود از بسکه شیرین ، اشکی او
دلش ، از عشق اشکی ، گشته خسته
بیش ، چون خواجگان شهر کشمیر

درختانش ، جوانان رسیده
نماید در نظرها ، درج یاقوت
که وصفش ، میکند رنگین ، سخن را
که باشد قوت روح و قوت دل
بود از وصف او ، شیرین کلام
شده از عاشقانش زرد آلو
برنگ عاشقان رنگش شکسته
بود از شال پوشان بتدبیر

در وصف باغ بحر آرا

ز وصف بحر آرا (۱) ، تر زبانم فصاحت بنده حسن بیانم

صبح در باغ نشاط و شام در باغ نسیم
این از نگین باغ نصف میل دور بطرف شمال
باغ را با شیر سیراب میکردند . تاریخ است :
در جهان ، چون بحکم شاه جهان
کرده گلگشت آن ، چو شاه جهان
گفت تاریخ دوحه شاهی :

دوحه تازه ، از نسیم آمد
بلبل از شاخ گل حکیم آمد
از بهشت عدن نسیم آمد

۸۱۰۴۲

۱- بر کنار مغربی دل ، این باغ بنا کرده نورجهان بیگم است . آب از چشمه شاهی داده میشد . تاریخ این باغ و کاخ بحر آرا که در همین باغ بود باینقرار است :

چون بکشمیر باغ بحر آرا
هفت منزل نشیمن شاهی
هاتفی گفت : کاخ بحر آرا

گلشنی تازه گفت شهر آرا
بر جبینش شده است دهر آرا
بهر تاریخ این نشیمن خاص

۸۱۰۴۳

چشمه شاهی آب بسیار لطیف خوشمزه و خنک دارد و از نشاط باغ دو نیم میل و از سول لائیز سرینگر پنج میل دور است . امیرالامراء علیمردان خان این چشمه را بحکم شاهجهان احداث کرده . و از کوثر شاهی تاریخ بر میآید :

دوش دیدم نشسته بر کوثر
گفتمش : السلام ! گفت : علیک
گفتمش ، بهر چشمه تاریخی !
گفت بر گو که : کوثر شاهی !

شاه مردان علی جم جامی
گفت : برگو ! دگر چه میخواهی !
گفت بر گو که : کوثر شاهی !

۸۱۰۴۲

طراوت ، سایه پرورد چناناز
نماید چون جوانان نمایان
چو دست مهر گرم رعه داری
غلام هر عر او ، سرو آزاد
گلش ، چون بلبش فریاد دارد
تفاوت از زمین تا آسمان است
که آنجا ، داد عشرت ، میتوان داد
بود صد بار این گلزار افضل
کنند دل را هوایش از غم آزاد
بود هر لاله اش ، روشن چراغی

تعالی الله ! زهی جوشن بهارش !
چناناز ، پرکنار هر خیابان
بود هر برگش از باد بهاری
تعالی الله ! ز باغ عیش آباد !
چنان ، کی فیض عیش آباد ، دارد
چه نسبت این مکان را باچنان است
بود فردوس عالم ، افضل آباد
ز فردوس برین ، از نسبت دل
چه گویم ، وصف باغ سیف آباد (۱)
نباشد ، همچو سیف آباد ، باغی

در تعریف باغ الهی

که در وی باغبانی ، بادشاهی است
سرو سر کرده بالا بلندان
زمین ، در سایه او ، آرمیده
یکی از زیر دستانش بود ، مهر
ز رشک لاله اش ، فردوس داغ است

بهشت جاردان ، باغ الهی (۲) است
چنار او ، کشیده سر بکیوان
فلک ، از هیبت شانش ، رسیده
بارش ، کی تواند پی برد ، مهر
خوشا شهری ! که ، باغش نور باغ است

عرفی راجع به این چشمه گفته است :

- آن چشمه ، که رضوان چو رود بر سر سویش کوثر برش ، نیز تر و تشنه تر آید
- ۱- این باغ را حقیق باغ نیز گفته شده است (Sunday Times 10th May, 1933)
سیف خان صویدار کشمیر که از ۱۰۷۵ تا ۱۰۷۷ و بار دوم ۱۰۷۹ تا ۱۰۸۱ هـ در
کشمیر بود ، این را احداث کرده و باین سبب سیف آباد نام شد . میخواست که برای آب
دادن یک جوی درست کند ، ولی پیش ازین عرض شد و باغ بدون درختان ماند .
شاعری گفته است :

سایه گر نیست ، سیف آباد را میتوان ، پیغمبر باغات گفت

- ۲- رک : تحت الهی در کتاب حاضر . این باغ در سن ۱۰۵۰ هـ بنا یافت و تاریخ است .
فلک آشفته بود از بهر سانش ملک گفتا بگو : باغ الهی

۱۰۵۰ هـ

راجع به این باغ شاعری گفته است :

گریبان میکشد خواهی نخواهی بسوی خود مرا ، باغ الهی

درختانش ، ز نمل نخل ایمن
نسبش توتیا همچشم خاکش
بده می بی تکلف ، جای عیش است
همیشه این مکان جنت نظیر است
شد از نواب فاضل خان دوچندان

توان برداشت ، نور این جا ، بدامن
فزاید نور چشم ، از خاک پاکش
خوشاکشمیرا کو ، ماوی عیش است
اگرچه آب و خاکش دلپذیر است
ولیکن زینت این باغ خندان

در مدح نواب فاضل خان

که جانی ، در تن کشمیر آمد
چراغ ، دودمان جاه و حشمت
پرکاهی پراش کبکشان قدر
ز پیر رای او پرسیده تدبیر
که میزیند طفل مکتب او
گره از بیضه فولاد بکشد
چو جوهر پشت بر دیوار آهن
نباشد همچو اولی ، چشم بد دورا
قوی پشت است اقبال از وجودش
دکان کان و دریا تخته گردید
دهن ها ، باز از خنده ، چو جام است
نسیم از ذره بر بحر باشد
چو موج آید بروی آب ماهی

مگو ، نواب کشورگیر ، آمد
فروغ ، محفل اقبال و دولت
برفعت بارگاهش آسمان قدر
پی نظم مهام ، این عالم پیر
اگر باشد فلاطون و ارسطو
کشد کارها را ، دل چو بنهاد
بود آنرا که حفظش گشته مامن
به بزم و رزم ، در قانون و دستور
تهی دستند بحر و کان ، ز جودش
زرو گوهر ، ز بس بر خاک پاشید
بدورش ، خوشدلی از بسکه عام است
ز خاک مقدمش که اکسیر باشد
کند تا پولکش را ، زر کمایی

در تعریف شمشیر او گوید

هلالی ، در کف خورشید ، تابان
بخورشید است تیغش هم قرازو
همیشه برق در کار رمیدن
محیط عالمی یک قطره آب
بدستم همچو نبض آید بجستن

بدستش تیغ باشد ، روز میدان
چو بنماید بدشمن زور بازو
بود از هیبت آن ، دشمن افکن
ز رشکش ، تیغ مهر اندر تب و تاب
ز وصف ابرش او خامه من

در تعریف اسب

که زبید گرد راهش ، بوی گلزار
ز جستن ، جستنش آتش بلند است

ز رخس باد رفتار
نسیم آما خرامش ، دلپسند است

بود، چون بحر دائم، در تلاطم
 بجستن آمده، چون نبض بیمار
 گذارش گرفته، بر تار طنبور
 صدای نغمه، بیرون آید از تار
 بیک ناخن کشوده عقده دل
 بعین همچو مار و مهره مار
 فگنده شاخها بر هم دو آهو
 ندانم مرغ یا ماهی نژاد است
 ز چشم بد، نگهدارد خدایش
 بدور خان والا حشمت ده!
 برنگ مردمان دیده، از نور
 ازو، روشن چراغ قدردانی
 اجاخ دشمنانش، کور بادا!
 شدم فارغ ز فکر حسن معنی
 از آن شد حسن معنی نامه اش نام
 (۲۰۶-۲۲۶)

کنی آئینه گهر، از نعل آن سم
 بهر جاده، که گشته گرم رفتار
 ز بس کاندرا، هنرمندست دستور
 ز موزون جستن این، برق رفتار
 ز دستش، گشته آسان حل مشکل
 دم او، از گره باشد نمودار
 دو چشم او، ز مژگان بلا جو
 روان، گاهی چو آب و گه چو باد است
 همیشه خضر بادا، رهنمایش
 بیا ساقی! شراب دولت ده!
 ز فیض مقدمش، کشمیر معمور
 ازو، کشمیر خلد جاودانی
 الهی! خاطرش مسرور بادا!
 بیا ساقی! که از فیض الهی
 ز جويا چون بخوبی یافت اتمام

در وصف چشمه جوهر ناک

حوض کوثر در بهشت آماده است
 دائماً، آبش چرا استاده است
 دیده بد دور! کوثر زاده است
 هر حباب او سبوی باده است
 آسمانی بر زمین افتاده است
 باوجود آنکه، لوحش ساده است
 بر رخ مه گر نه رنگ استاده است
 آنکه، این حسن و جمالش داده است
 (۲۴۱)

حیفا! کشمیر و جوهر ناک او
 گر نه او، آئینه وجه الله است
 سید تالابها میخوانمش
 با هوایش بسکه کیفیت بود
 هر شب، از عکس کواکب، گوئیا
 غور نشوان کرد ته داریش را
 از حباب، آب و تاب حسن اوست
 دانم از چشم بدش، داراد دور

۵۱- حبیب، خواجه حبیب الله

● تاریخ اعظمی: از طبقه تجار بود. چون داعیه طلب حق در دلش
 جا کرد، توفیق ارادت در جناب حضرت شیخ یعقوب صرفی یافته و روی دل

از هر چیز برتافته ، بامر حق قیام نمود و مورد فتوحات شد . در غیبت حضرت ایشان باشاره آن جناب به فیض تربیت حضرت میر محمد خلیفه — که ذکرش گذشت (۱) — رسیدند . بعد مراجعت حضرت ایشان باز از آن جناب مستفیض شده خلافت یافت . باوجود غلبه شوق و استغراق و تقید وجد و حال و شدت سماع ، جمعی را بارشاد رسانید . و در غلبات شوق به نظم و اشعار میپرداخت و غزلها درد آمیز و شعله انگیز موزون میساخت . گاهی بنا بر مغلوبیت و استغراق ، اطفای احتراق به نغمات و آلات سماع هم میفرمود . دیوان اشعارش تمام سوز و گداز و ناز و نیاز است . از آنجمله این چند شعر غزل :

ای که ! بهشت برین، بی تو عذاب، عذاب	آتش دوزخ همه ، باتو گلابم ، گلاب
گرمی شوق، چه کرد! نرمی ذوق، چه کرد!	سینه کبابم کباب، دیده پر آبم ، پر آب
بی تو سرو و نه گلی، بی تونه جام و نه حل	بی تو، کدا مست ماه، بی تو کدام، آفتاب
حبی بیچاره بین ! اشک فشان بر زمین	کرده زراعت چنین ، زوست طعام و شراب

نسخه از احوال مرشد بزرگوار خود ، هم بنظم و نثر درست کرده است و حالات آنجناب را نوشته . در سال بیست و شش (۱۰۲۶ هـ) در ایام غلبه طاعون رحلت فرمود . آستانه متبرکه اش در محله نوشهره مرجع و مطاف آفاق است .

-
- ۱- حضرت خلیفه میر محمد اخلف الخلفا جناب حضرت شیخ یعقوب صرفی است ، در سفر دوم جمیع احباب را حواله تربیت او فرمودند همه احباب رجوع بخدا متش نمودند . بعد وصال حضرت ایشان ، هم قائم مقام بود . غیر از یک کرته تمام سال نمیداشت . در ابتدای سلوک بکمال شدت و همت بر امر مجاهده گماشت . آخرها باستدعای والی پکلی ، از کشمیر رفته در پکلی سکونت نمود . و سلطان آنجا خانقاهی برای او بنا کرد . تا بود بارشاد اشتغال داشت . چهارم محرم سن هزار و پانزده (۱۰۱۵ هـ) رحلت فرمود . حالات غریبه و ریاضات عجیبه داشت . مقبره او در دیار پکلی موجود است . (اعظمی ۱۳۰)

● صوفی : خواجه حبیب الله حبیبی ، در نوشهره (سرینگر) در سال ۹۶۳ هـ چشم بدنیا کشود. پدرش تجارت نمک میکرد. از ملا حسن آفاقی درس فارسی و عربی گرفت ، در سال ۱۰۲۶ هـ جهان را پدرود گفت .
— تنبیه القلوب — و — راحة القلوب — در تصوف، و شرح حال مرشد خویش مولانا صرّفی بنام — مقامات ایشان — (۱۰۱۱ هـ) از اوست . دیوان نیز دارد .
(۲ : ۲۴۴-۲۴۵)

● هارسی سرابان کشمیر : حبیب الله فرزند شمس الدین بسال ۹۶۳ هجری در نوشهره — که محلی است واقع در تقریباً هشت کیلومتری شهر سرینگر برکنار دریاچه آچار — متولد شد . و در هفت سالگی قرآن را از حفظ داشت . وی دروس عربی و فارسی را از ملا حسن آفاقی تعلیم گرفت . و از کودکی در مجالس صوفیان — که از طرف پیروان شیخ صرّفی ترتیب داده میشد — شرکت جست . و بسماع علاقه فراوان داشت .

حبیبی ، در سال ۱۰۲۷ هـ بروایتی — که تذکره نویسان نقل کرده اند — از جهان درگذشت و در مولد خود مدفون گردید .

حبیبی از نظر شعر فارسی در کشمیر مقام خاصی دارد . وی زیاده شعر نسروده و اشعارش بیشتر انعکاس احساسات وی میباشد . دو کتاب منظوم — رساله سلوک — و — دیوان — دارد .

تذکره نویسان بعدی ، داستانهای بسیار از کرامات وی نقل کرده اند . حبیبی بزبانهای عربی و فارسی و کشمیری غزلهایی سروده است (۱).
دیوان وی را میر حبیب الله کاملی در سال ۱۳۸۱ هـ چاپ کرده است .

ازوست :

دلم را ، غیر تو یاری ننگبند
 بیا حی ! درون آی از سر عشق
 آن آشنا ، بخانه دل ، آنگهی رسد
 ای صبا ! بوی وفا از دل دلدار بیار
 دلم ، از ظلمت هجران شده ، تاریک بسی
 در هوای رخ او ، مفلس و قلاش شدیم
 در دماغ هوسم نیست دگر مقصودی
 تا دلم مشک فشاند بجهان از زلفش
 به یکی جو نفروشد دل حبی دوجهان
 بشنو ! تو از زبان دلم ، داستان دل
 ننگبند جان ، که اغیاری ننگبند
 درین گلخن ، که گفتاری ننگبند
 کز خانه دور این همه بیگانه میرود
 بوفسادار ، نویدی ز جفاکار بیار
 خبر طالم از مطلع انوار بیار
 خبر از خازن آن مخزن اضرار بیار
 شمه از گل آن گلشن ابرار بیار
 مشک تاتار درین طبله عطار بیار
 روکه ، با چهره گندم تو خریدار بیار
 کز ، آب و خاک پاک ، بود آستان دلم
 (۲۵-۳۵)

۵۲- حجت ، میرزا مهدی

● همیشه بهار : میرزا مهدی نام داشت . و برادرزاده میرزا داراب جويا بود . و در شهر دهلی بقرب ایزد غفار پیوست . من اشعاره :

نیاید راست ، بر بالای یک کس ، خلعت دولت
 نبودم مرهی زخمی ، نگشتم پنبه داغی
 بی محرک ، نتوان بر سر حرفم ، آورد
 ز هندو تا مسلمان ، اهل عالم را وجب کردم (۱)
 عبث ، اوقات خود را ، صرف در لهو و لوب کردم (۱)
 پای تا فرق ، زبانست ، مگر چون قلم

● سفینه خوشگو : میرزا مهدی حجت کشمیری ، مشهور است . از تلامذه میرزا مهدی حجت — که در ایران بوده و احوالش نصرآبادی نوشته (۲)

۱- سفینه خوشگو دارد .

۲- میرزا مهدی خلف مفخر السادات علامی میر غیاث الدین مشهدی پیشناز . بیایک نسب و نجابت ایشان وحیدالعصر و فریدالدهرند . خصوصاً که حضرة مشاؤون الیه در حوادث سن از اکثر علوم نصیب وافق دارند و گاهی فکر شمر میکنند حجت تخلص دارند . این بیت از ایشان بفکر رسیده . دیوان ایشان تریب بچهار هزار بیت است اما دیده نشد :

دولتی بهتر ازین نیست که ، از پهلوی او غیر هم ، چون گره از بند قبا ، بر خیزد
 (نصرآبادی ص ۱۰۲)

چنانچه گذشت — و این مهدی حجت برادر زاده میرزا داراب جويا است . مدتی رفیق نواب اعتمادالدوله قمرالدین خان بهادر بوده (۱) حالا احوالش معلوم نیست . باخان صاحب آرزومندان (۲) صحبت ها داشته . کشن چند اخلاص تخلص ، احوال او را در تذکره خود که — همیشه بهار — (۳) نام دارد نوشته است . (دو شعر دارد ۲۳۶)

● **صحن ابراهیم :** حجت ، میرزا مهدی حجت کشمیری
... مشهور است . برادر زاده داراب جويا و از ملازمان نواب اعتمادالدوله قمرالدین خان بهادر وزیر بوده . معاشرت با سراج الدین علی خان آرزو داشت . (۱۲۱ ب)

۵۳- حسن راجا

● **ادبی دنیا :** وابسته به راجه سککه جیون لال بوده ، و با ملا محمد توفیق و محمد علی متین و عبدالوهاب شائق و ملا راجح و محمد جان بیگ سامی و ملا رحمت الله نوید برای نوشتن تاریخ منظوم رفیق بود . از کشته شدن راجا سککه جیون لال آن تاریخ بتکمیل نرسید . (ص ۲۳۹)

۵۴- حسین شاه چک

● **تاریخ اعظمی :** حسین شاه بعد فوت برادر مادری خود ، استقلال

۱- میر محمد فاضل المخاطب بوزیر الممالک اعتماد الدوله قمرالدین خان چین بهادر نصرت جنگ محمد شاهی ، بن وزیر الممالک اعتماد الدوله محمد امین خان حسینی بهادر ظفر جنگ سپه سالار یار با وفا ازاعظم امرای هند و وزیر محمد شاه پادشاه . روز جمعه ۲۲ ربیع الاول (۱۱۶۱هـ) در نزدیکی سهرند درجنگ احمد ابدالی افغان کشته شد . عرش ۶۲ سال و قیل کمتر . و پدرش در سنه (۱۱۳۳هـ) گشت . (تاریخ هندی ص ۱۴۱)

۲- یعنی خان آرزو صاحب تذکره مجمع النفائس .

۳- این تذکره بتصحیح دکتر وحید قریشی لاهوری در انجمن ترقی اردو زیر چاپ است .

سلطنت کشمیر یافت — خسرو عادل — تاریخ جلوس است باوجود

۸۹۷۱

اشتغال سلطنت گاهی، فکر شعری هم میکرد و این شعر ازوست :
آن ترک آل پوش سوار سمنند شد یاران! حذر کنید که آتش بلند شد
برادر خورد علی خان نام را جای نشین خود ساخت و مملکت و
حکومت مفوض بدو گردید و خود در موضع زینه پور — که در طراوت و نظارت
گویا دارالسرور بود — رفته، چندی همانجا گذران کرده، جان بخدای خود
سپرد. در نهمصد و هفتاد و هفت (۸۹۷۷) . (ص ۹۲)

● ادبی دنیا : این شعر ازوست :

حمائل کرده تیغ و بسته خنجر، یار میآید دلا بر خیز! کاری کن، که جان در کار میآید
(کشمیر نمبر ۲۲۲)

۵۵- حسین الدین

● مقالات الشعرا: از مردم کشمیر در جنگ شاه فرخ سیر (۱) کلفتی کلی
بحالش رسیده، عزم زیارت حرمین کرد و در موضع بدین (۲) رسیده
در گذشت. منه :

ز کلک کاتب قدرت، بگه رسم خط فتاده نقطه و گشته دهان تنگ ترا
(۱۷۷)

۵۶- حسین کشمیری

● احمد حسین قلعداری : دوست عزیزم و دانشمند محترم جناب قلعداری
رسائل ذیل از تألیفات حسین کشمیری دارند :

- (۱) این جنگ مابین جهاندار شاه و فرخ سیر در ذوالحج (۱۱۲۳هـ) واقع شد فرخ سیر کامیاب و
کامران گردید. وفات فرخ سیر (۱۱۳۱هـ) تاریخ - فاعتبروا یا اولی الابصار - از میرزا بیدل
- سادات بوی نمک حرامی کردند -
- ۲- بدین قصبه ایست در سند از حیدرآباد شصت کلومیتر.

۱- رساله در علم تصوف (فارسی)

۲- هدایت الاعمی (فارسی)

۳- رساله ضبط اوقات (فارسی)

۴- رساله منازل الاولیاء (فارسی)

۵- مرآة الطالبین (فارسی)

۶- کنایة الاعتقاد (فارسی)

۷- قاطعة البدعة (عربی)

شرح حالش معلوم نیست این مثنوی از ویست .

حق بدان و حق شناس و حق بین
از عمر عدل بین در هر نفس
از علی حلم و تواضع بس یقین
بس شقی باشی بسی هم دوزخی
هم سخاوت بود دائم هر نفس
مهر بودنش دائماً بر مومنان
از علی مشفق نه بوده هم کسی
مرتضی را، پر حسد داری روا
آنکه تخفیف علی دارند و بس
لعنتی باشد بسی نزد خدا
هم بسیاران رسول و قال او
تا بیاید دین و ایمان تو زین
آثار هدایت است، تقریر شنوا
ره یافت پس ای جوان و ای پیر شنوا
روش هشت شرائط ز من پیر شنوا

گر تو هستی حق شناس و مرد دین
صدق از صدیق باید دید و بس
هم ز عثمان دان مرد دین
گر سبک داری باصحاب، ای اخبر
مرتضی را چون شجاعت بود بس
هم دلیری داشت دائم هر زمان
هم بصدیق و عمر عثمان بسی
ای روافض! شرم بادا از خدا
نیز خوارج جز روافض نیست کس
هر که تخفیف علی دارد روا
گر سبک داری علی و آل او
این نصیحت بشنو از مسکین حسین
گفتار خوش از، حسین کشمیر شنوا
هر کس که عمل برین شرائط کرده ست
شرح این هشت شرائط کم ای مرد خدا

۵۷- حشمت، محمد علی

● همیشه بهار: متوطن تبت، از شاگردان میرزا عبدالغنی بیگ قبول

است و چندی — تکلف — تخلص میکرد . باز — مسیحا — تخلص اختیار کرد . جوانیست رعنا . ترکیب و تقطیع دلچسپ دارد . باوجودیکه سنش از سی تجاوز کرده ، لیکن تا حال هم از نوجوانان شانزده ساله دلچسپ است . چنانچه نواسنج گلزار معانی میفرماید :

گذشت عهد شباب و هنوز رعنائی در آن دهار که زادی ، هنوز آن جایی

خط نستعلیق هم مینویسد و در علوم غریبه و عجیبه — که تفصیل آن نوشتن مناسب نیست — قدرت کامله دارد . با فقیر مناسبتی دارد :

گر از دست لگاریش درو حرفی رقم سازم حنائی گردد اوراق بیاض ، از شعر رنگینم
من از زبان ملاهم ، چو خامه نقاشی بهر کجا روم و نقش خویش بنشانم
خط تو دهد مسیحا و گفت با دلریش که این سیاه قلم کار خوب استاد است

● سلیقه خوشگو : محمد علی حشمت ، جوانی وجیه و خوش فکر است . با فقیر بسیار آشنا . از نسبت شاگردی میرزا عبدالغنی بیگ قبول ، قبول یافته ، با شعراء سرگرم است . این غزل بخط خود وقتی که در مجمع فقیر خانه آمده بود ، نوشته داد .

که حسن و عشق باهم تو امان است	ز رنگ لاله و داغش میان است
بها استاده دائم سرو ازان است	زلف لاف غلامی پیش قدت
شراب سرخ باب بوستان است	می گلگون مکش در خانه زلهار
برنگ خامه حرفی بر زبان است	سخن بر صدفه گیتی نموده است
شود هر کس بفکر آب و نان است	بمان آسیا سر گشته حشمت
آسیا وقت سحر میگردد	پیر گردیدم و سر میگردد

(ص ۲۸۹)

۵۸- حضوری ، پندت هره کول

● بهار گشن کشمیر : پدرش گوپال کول غیوری بود ، و در محله نر پرستان سرینگر سکونت داشت . حضوری در سال ۱۸۸۱ بکرمی تولد یافت و بعمر

بیست و شش سالگی ازین جهان رخت بر بست . صاحب دیوانی بود . این
چند شعر ازوست :

پنجه مرجان نمودی پنجه مژگان ما	تا حناستی ز خون چشم خون افشان ما
دین ما ، ایمان ما و جان ما ، جالان ما	ببخودم ، بخودم و مستاله ام ، مستم ز تو
گره از زلف چلیپا بکشا	پرده از روی سمن سا بکشا
ساق من ! چشم تماش بکشا	سینه ، از داغ تو گلشن شده است
گره از زلف چلیپا بکشا	تا شود جان حضوری آزاد

(۲ : ۸۶)

۵۹- حقیر ، پندت بنی رام

● ریاض الوفاق : پندت بنی رام کشمیری . نوجوانی نازک اندام و
سنجیده خرام است . طبعی بنظم و نثر رنگین مائل دارد و — حقیر —
تخلص میکند . از نغمات اوست :

از بار خودی شدم سبکدوش	در حالت ببخودی فکادم
یاد غم هجر ، کرد خاموش	شع خرد و چراغ هوشم

(۲۸۰)

۶۰- حلیم ، حافظ حلیم

● سفینه هندی : حافظ حلیم ، حلیم تخلص . بخدمت گرمی بلباس فقر
درآمده اختلاط ها داشت . بعد خرابی دهل وارد لکهنو گشته در درگاه
شاه مینا سکونت اختیار کرده . روز جمعه بر منبر نشسته وعظ میگفت . اشعار
اساتذده از بسکه یاد داشت ، خود هم فکر شعر می کرد . اوست :

ز وعدها که بخود کرده ام ، یکی این است : که در فراق تو ، بسیار گریه خواهم کرد
(۱ : ۶۱)

۶۱- حمدی ، کشمیری

● همیشه بهار : از علم رسمی نیز آگاه بود . شخصی — شد به بهشت

تاریخ وفاتش یافته . و در وطن خود مدفون است :

رسید موسم گل ، فکر میگساران ! چیست من از صلاح گزاشتم ، صلاح داران چیست
شیده ام که : ز من پاد کرد ، پار امروز مگر به بوالهوسانش فغاده کار امروز (۱)

● روز روشن : حمدی ، حمدی کشمیری . سخنش را منزلت دلپذیری است :

بکسم نمائد دیگر ، سرو برگ آشنائی که نیرزد آشنای ، بهمشقت جدائی
در صحف ابراهیم و بعض تذکرات از قلت تتبع کمال حمدی قزوینی (۲)
و کشمیری را ، چنان باهم خلط کرده اند که بمغالطه اتحاد این هر دو
حمدی میکشد . (ص ۱۸۲)

۶۲- حمید ، ملا حمیدالله

● مولی : ملا حمیدالله حمید کشمیری ، پسر مولوی حمایت الله ، از سرودن
چاه نامه بجواب ساقی نامه ظهوری . مشهور شده است . این بیت ازوست :

ظهوری ، مگر چای نادیده بود	ازین وصف در رز پیچیده بود
بده ساقیا چای ! تاخیر چیست	بده تلخ گر شکر و شیر نیست
اگر جم ، ازین غم شدی ، جرعه کش	غزالی شدی نبض منشاریش
ببینی که چون دیگ بق بقی زند	تو گوی که منصور انا الحق زند
اشاره بود در کلام خدا	کلو ، سوی نان! و اشربو ، سوی چا!

(۲ : ۲۸۱)

● ادبی دنیا : در سال ۱۲۶۲ هـ وفات یافت . (کشمیر نمبر ۲۲۰)

● هارسی سرایان کشمیر : ملا حمیدالله در کشمیر بتاریخی نامعلوم در
قرن هجدهم میلادی متولد شد و در قرن نوزدهم بسال ۱۸۴۸ میلادی در همانجا

۱- روز روشن دارد .

۲- قاضی میرک حمدی قزوینی . رک : روز روشن ۱۸۲

وفات یافت . آثار وی عبارت است از :

- (۱) اکبر نامه (۱)
- (۲) شکرستان
- (۳) چای نامه
- (۴) رد شیعه
- (۵) بی بوج نامه
- (۶) ناپرسان نامه (نثر)
- (۷) دستورالعمل

معروف ترین مثنوی وی — اکبر نامه — میباشد که بتقلید فردوسی سروده شده و از تمام مثنوی های رزمی که پارسی گویان کشمیر ساخته اند، بهتر میباشد .

ناپرسان نامه او در نثر بهترین هزلی است که در کشمیر نوشته شده است .
(۱۶۲-۱۷۲)

● اکبر نامه : مدح شیخ غلام محی الدین (متوفی ۱۲۶۲هـ) حاکم کشمیر .

شهی، چرخ را گفتم: ای ترک مست!	بشاراج و غارتگری تیر دست
بود روز و شب تا پایان دور	سرشت تو بیداد و رسم تو چور
نه عهدت بود، راست با هیچ کس	نه دور کجبت، راست با هیچ کس
بدور جفای تو، گریبان سحاب	بصاف کف تست، گرم آفتاب

۱- اکبر نامه با اهتمام هد شفیع رهگذر و بتصحیح آقای هد ابراهیم خلیل از کابل در سال (۱۳۳۰هـ) چاپ شده است . و مصحح آن در آخر کتاب نوشته است که: اکبر نامه متضمن جنگ اول افغان و انگلیسی را ، حمید کشمیری شاعر معاصر وزیر معالی سیر افغانستان هد اکبر خان غازی، در سنه (۱۲۶۰هـ) سه سال قبل از وفات وزیر موصوف، در کشمیر برشته نظم کشید . کتابست از جنبه معلومات تاریخ آنوقت و طرز قماش و سلاست بیان و حسن ادب و بدایع قابل قدر .
(ص ۲۳۹)

بیاد، از تو بنیاد. هر خانه ایست
 درین روزها، برخلاف قیاس
 گذشته ز آئین و عهد نخست
 ز اوضاع خود، برکران بینست
 بکشمیریان مهربان، چون شدی
 کزین گونه، در خلق آسائش است
 تو و اینچنین کارها ساختن
 دهد ظالم زاهد، آزار پیش
 چو گر به، به تسبیح و تلمید و زهد
 بگو وجه تقلید و این مکر و فن
 زد از صیادم خنوده آسمان
 خدا را فراغوش کن، یاد من
 که شیخ جهاندار فریاد رس
 ز جورار کسی فی المثل برد نام
 چو او، حاکم عادل و دادگر
 بعدش جهان زنده از غمی است
 اصفیاء چو بسا می الدین غلام
 چنان ظالمان بست بر چار میخ
 ازو مسلک کشمیر آباد شد
 بمسلم شده. صیت انصام او
 زدی لاف دریا بچود و کرم
 بر او جوشید و شد غمناک
 زرد خاتمش نقص غیر از امید
 ثلث آخر گنان زین شرف خاتم است
 ولی زین خیالش که اندر سراسر است
 بسی مسجد و عسافناه خراب
 بجامع، پس از روزگار بمید
 شد از بالی اول و ثانی
 سر قبه اش پنجه زر نساب
 روان کرد جوی، که یک نیم شهر
 از آن جو، که خلقتی شده بهره ور
 چو نوشید آبش همه جانور

خراب از تو، هر جا که، ویرانه ایست
 ز جور و ستم، بینست، در هراس
 باین کشور در درستی، درست
 بکشف سبحة اشقران بینست
 ز خود گرگ بودی، شبان چون شدی
 نشاط و طرب، اندر افزایش است
 دهباز و نسرده دغا باغتن
 زلد کیک مسجد نشین سخت نشین
 نمایان ز روی تو، تقلید و زهد
 به پیرانه سر، راست کن، این سخن
 بگفت: ای سخن سنج شیرین زبان
 سخن کم کن از جور و پیداد من
 ز اهل جدا پیشه نگذاشت کسی
 چو خامه زبان بر کشیدی ز کام
 من و ظلم دیرالسه بودم مگر
 عجب این که با شاه جیلان می ست
 پذیرد شوره نسبت نام تمام
 که بر کند ز آلهای پستو بهر بیخ
 ز المصاف او معذن داد شد
 عجل حاکم از جور و اکرام او
 که من با کفش در سفا همسرم
 ز سیلابش اندر دهن کرد خاک
 چون نقش لگین روی نامش سفید
 که تشبیه نامش بدان خاتم است
 زدن طعنه بمهل بر سر است
 ز آبادیش یافته تقصیر
 ز تعمیر او سر باقصی رسید
 همین نامور بهترین بالیش
 شده پنجه بسا پنجه آفتاب
 ز شادابی آب او یافت بهر
 بکشمیر پیدا شده، آب دگر
 دعاها کنندش بشام و سحر

شدند از سر اهتمامش تمام
 بایوان هفتم فلک کنگره
 سبک دوش کرده ز بار همال
 قد از بار بی برگی اش گشته غم
 پزر کرده آراسته کار او
 ببرد از جهان اسم و رسم سوال
 جزای کرم ده بدنها و دین
 بمقبی ز دیدار خود شاد کن
 ز انصاف او، خلق مسرور باد
 که دارد چو خورشید روشن گهر
 اخلافت بدین معرفت هلام
 چو رستم کشد چشم اسفند یار
 خردمند، هشیار و روشن روان
 بشمشیر آید بشیر افکنی
 در آرد بر آرد پلنگ و نهنگ
 فزون تر ز ابر است و دریا و کوه
 بارزنگ و هوشنگ و پور پشنگ
 سراپا همه عقل و فرهنگ و هوش
 چو زر میدهد گنج بخشی کند
 بچود و سخا و کرم، بی همال
 رود، خلق را عدل کسری، ز یاد
 که در گور ضحاک، ماند نهان
 بکن عرش افزون و دولت زیاد
 کنندش دعا خلق آمین حمید

(ص ۱۲)

ز یارنگه اولیای کرام
 ز رفعت رسانید هر مقبره
 بسی بینوایان آشفته حال
 اگر صاحب دختری داشت غم
 شده بهر حق یار و همفوار او
 چو دریا بگسترد عنوان نوال
 الهی! باین نامدار گزین
 درین عالمی از غم آزاد کن
 ز اولاد او، نسلک معمور باد
 خصوصاً بآن سرور نامور
 بری پی بنامش چو یابد زمام
 زهی شیر زوریکه در کارزار
 جوان و جوان دولت و پهلوان
 چو بلند میان بر دلیر افکنی
 ز هیبت بالولد و دریای گنگ
 بچود و سخا و وقار و شکوه
 دلیری که آموزد آداب جنگ
 سخن رس ادا فهم و معنی نبوش
 چو شمشیر گیرد درخشی کند
 برمدی و دانش عدیم المثال
 نشیند چو، بر مستند عدل و داد
 گریزد بدانگونه جور، از میان
 الهی! بتوفیق انصاف و داد
 که تا روز و شب، از قریب و بعید

۶۳- حمیدی، مولانا حمیدی کشمیری

● هفت الیم : باخلاق حمیده موصوف بوده . شعر را در غایت عذوبت انشاء
 میکرده و استعداد تمام داشته . این بیت بین الجمهور ازو مشهور است :
 مرقسی آنکه شه مستند عالی نسب است آفتابی است که برج شرفش دوش نبی است (۱)
 (ص ۱۱۶)

● ریاض الشعراء: حمیدی، از مردم کشمیر بوده، و از مداحان اهل بیت
(همین یک بیت دارد) اظهار .

● تذکره حسینی: حمیدی، بانی میانی خوش تقریری، ملا حمیدی
(یک شعر دارد ص ۱۰۲) کشمیری، خوش گوشت .

● صبح گلشن: حمیدی، از ناظران خطه دلهذیر کشمیرست . کلامش
(یک شعر دارد ص ۱۲۲) محمودالسنه برنا و پیر .

۶۴= حیرت، کشمیری

● فرهنگ سخنوران: در لکهنو مقیم بود. وفاتش ۱۲۳۲ هـ دیگر هیچ
ازو معلوم نشد. (۱)

۶۵= حیرت، پیر شمس الدین

● تاریخ بدشاهی: مجدالدین فوق مرحوم نام این شاعر را بضمن یک
مصرعه وی آورده است .

در یک جنگ کرم خورده، که ملک خواجه مجد اسمعیل نامی (مرحوم)
بود، قطعه از ملک الشعراء ملا احمد کشمیری، راجع به زینه کوت، ثبت شده
دید. دو شعر ازان خوانده میشد:

حوضی که، دست ترکم چینی، ز بهر شاه با صد صفای دست، ز سنگ سیاه بست
فرشی سفید، در ته آب زلال حوض از دل ماهی بپا بست
در مصرعه آخر، چند الفاظ موربانه خورده بود. فوق مرحوم گوید
که: پیر شمس الدین حیرت پاندانی سرینگری، آن الفاظ را بهم رسانیده مصرعه

را اینطور مکمل کرد :

(۲۳۸)

پیوند نور، از دل ماهی، به ماه بست

محمد الدین فوق مرحوم در جنگ مذکور، راجع به کاغذ سازی در کشمیر این عبارت ثبت شده دید: — کاغذ سازی در عهد سلطان (زین العابدین) ظهور یافت، که سلطان از ملک قزوین کاغذ سازان را آورده در کشمیر کاغذ سازی را رواج داد، تا آن زمان نامه ها و کتابها بر اوراق توز (بوج پتر) نوشته میشد.

ملای ندیمی این واقعه را بنظم آورده بود که دو بیت ازان بهم آمد:

کاغذ بدفع آمد و شهرزه در گرفت پیچید روزگار ز دیوان، چو فرش توز
زین تخته های کاغذ بشکست دور گردش پرکار عرش توز

در مصرعه این بیت نیز الفاظ موریانه خورده بود، مرحوم فوق نوشته است که:

پیر شمس الدین حیرت پاندانی کاشمیری اینطور مصرعه را بهم رسانید:

زین تخته های کاغذ زیبای رنگ رنگ (۲۵۲)

ازین ظاهر است که پیر حیرت از معاصرین محمد الدین فوق بوده.

۶۶- خادم سو پوری

● تاریخ بدشاهی: این شاعر از کشمیر هست. مرحوم محمد الدین فوق

از وی این شعر آورده است:

ز آب و آتش است، آباد کشمیر ازین هر دو، شود بر باد کشمیر

(ص ۲۴۰)

۶۷- خاکی، بابا داؤد

● تاریخ اعظمی: حضرت شیخ بابا داؤد خاکی — قدس سره — آنجناب از

نجبای کشمیر بوده و تحصیل علوم ظاهر بکمال نموده به جاذبه الهی

در خدمت حضرت مخدوم العرفاء فائز شد و داد خدمت و فدویت داد.

رابطه فنا فی الشیخ و ترک رسوم و عادات و رفع ننگ و ناموس بحد کمال رسانیده و صاحب تصانیف عالیه است. مثل — وردالمردین — و شرح آن مسمی به — دستور السالکین — و — قصیده جلالیه — و — رساله غسلیه — و غیره. نسبت ازدواج با صبیّه عقیقه حضرت سیدالسادات سید میرنگ قدس سره — که از سادات مسلم الثبوت این دیارند — حاصل کردند. از آن اولاد شده. و محرم اسوار پیر بزرگوار بود با مشائخ دیگر هم صحبت داشته. مثل سیدالسادات، میر سید احمد کرمانی (۱) و مولانا شیخ احمد مخدوم قاری (۲) و میر سید اسمعیل شامی (۳) که

- ۱- حضرت سید احمد کرمانی ابن سید محمود کرمانی است از حضرات سهروردیه بود. از کرمان آمده مستوطن هندوستان شد. چون والی کشمیر از پنی اصنام خود منتهزم شده طرف هند افتاد، سراغ خادمان سیادت و ولایت — که مستجاب الدعوات بود — یافت و بهجز و زاری در خدمت آن عین بزرگواری شافت. بعد حصول سعادت قدمبوس، عرض مطلب نمود. جناب حضرت سید، عهد و قرار اجرای احکام شریعت و رفع آثار رفض و بدعت گرفته، بشارت حصول مدعای او داد. و بعد انجام مطلبش بموجب التماس او، خود هم روی عزیمت بجانب کشمیر نهاد. درینجا رسیده دید که هنوز آثار بدعت ظاهر است. تیری درشت کرده بر هوا انداخت. در حال، آن کاذب غدار چنان را بساخت و مقر در گور ننگ و تاریک ساخت. بعد آن، حضرت سید سکونت درین دیار اختیار فرمود. و یکی از اعیان ملک بنای خانقاهی در محله نردره بجهت خادمان آنجناب نمود. و والی ملک سه هزار خروار برائی موظفین درگاه مقرر کرده بود. چند روز صرف مبلغ آمده، چون در حلاوت باطنی تفاوت دید، باختیار خود دست از آن کشید. اکثر بزرگان عهد، مثل حضرت مخدوم شیخ حمزه — قدس سره — و میر بابا حیدر و توله موله خواجه حسن قاری و غیره در خدمت سید بهره اندوز صحبت و فوائد معنوی بودند. چون رحلت نمود در مزار شیخ بهاء الدین آسود. مرقد اسمعش محل فیض و فتوح است. (تاریخ اعظمی ۱۰۲)
- ۲- حضرت مخدوم شیخ احمد قادری خلف وحید محرم سبحانی شیخ عباس ملتانی است که از مشاهیر پیران طریقه سهروردیه است. او نسبت خود را بواسطه آبای کرام خود بشیخ الاجل شیخ بهاء الدین زکریا میرسانیده. مخدوم احمد سفر و سیاحت بسیار کرده، بحرین رسیده بعد ادای حج از راه ولایت آمده و در لاهور تحصیل قرات از خدمت شیخ محمد — که در اکثر علوم آگاه و در طریقه قادریه از پیران زاده بود — نمود، و عنان عزیمت بجانب لاهور منطف فرمودند. به بی تکلفی در ماکسول و ملبوس میگذرانید و باوجود کم اختلاطی

اجازت و خرقه قادریه از ایشان یافته و سند فرقه سهروردیه ، همانا از شیخ گرفته ، در وقت خود در علم و عمل بینظیر بوده ، امر معروف و نهی منکر بسیار فرموده . و اکثر به جهت آن در حرکت بوده . مکرر به ملتان بزیارت حضرات پیران خود رفته و در آنجا بعد زیارت گذشتگان کسب فیض باطنی و لقایای طریقه و خرقه از احبای آن سمت فرموده بکشمیر آمد . چون قاضی موسی از دست اهل تشیع بشهادت رسید ، باز راه هندوستان بگرفت و در حق چکان دعای بد کرد و بشارت

مردم ، فیض قرأت بوقت طالبان میرسانید . چون جناب شیخ بابا داؤد از زیارت عتبات ملتان به لاهور رسید ، بملاقات مخدوم مسرور گردید و محرک توجه او بجانب کشمیر شد . در سنه (۹۶۱هـ) وارد شد . در وقتی رسید که غازی خان محاربه با بعضی مخالفان — که از هندوستان آمده متعرض حال او شده بودند — داشت ، درپوزه توجه و مدد مخدوم احمد نمود . تیر دعا بهدفع اجابت رسید و غازی خان مظفر و منصور باز گردیدند . نذر و نیاز و ضیافت اورا قبول نه فرمود ، و گفت که : اکتفا بر آب و دانه شهر شما دارم ! عجائب و غرائب از حالات و برکات مخدوم ، بسیار است . مظهر آثار پروردگار بود . چون در (۹۶۹هـ) رحلت فرمود ، در محله قطب الدین پوره ، در مقبره — که الحال معروف بمقام مخدوماست — آسود . بالفعل مسجد سنگین بیگم — که مشهور بنو مسجد است — متصل آن مقبره واقعت ، فرزندان صاحب کمال داشته . (تاریخ اعظمی ۱۰۸-۱۰۷)

۳- حضرت سید اسمعیل شامی از سادات عظیم الشان ست . در سلسله علیه حضرات قادریه مرید میر سید محمد قادریست . نیاحت روم و شام و هند بسیار کرد . چون بکشمیر رسید ، با خدمت شیخ العلماء بابا داؤد خاکی آشنا شد ، و همدیگر با هم صحبت داشتند و از یکدیگر محظوظ و مستفید شدند ، و اجازت سلاسل خود بیکدیگر دادند . جناب حضرت سید ، صاحب ورع و تقوی بود و عقدهای طالبانرا بناخن همت می کشود ، و در توحید و تفرید عجب قدمی داشت ، و هرگز تنش هستی را در دل سالک نمی گذاشت . بی تکلف بسیار بود و خود را بفکر و فاقه آراسته میداشت . در سال نهصد و نود و دو (۹۹۲هـ) کشمیر را بقدم خود مزین فرمود و درخواست طالبی از خدمت شیخ بابا داؤد کرد . ایشان بخدمت قدوة العرفاء میر نازک را — که از بهترین و اخلاص اصحاب ایشان بود — بایشان سپردند . . . چندی در کشمیر گذرانده مراجعت فرمودند . (تاریخ اعظمی ۱۰۶)

قلع و قمع بنیاد آنها بمردم داد. همراه لشکر اکبر پادشاه معاودت بکشمیر نمود، و در راه مرض بهمرسانده بود. همان سال در کشمیر رسیده رحلت کرد. — خیر مقدم — تاریخ رحلت ست.

۸۹۹۲

اول در اسلام آباد مقبره اش مقرر شده بود، ثانی الحال مخلصان بشهر آورده، در حظیره مرشد خودش، دفن کردند. مصدر فیض و برکات بود.

(ص ۱۰۸)

تاریخ وصال، کرامت تمثال مخدوم العرفاء (سلطان شیخ حمزه) ازین ابیات که — زاده فکر خدمت شیخ داؤد است — مستفاد میشود.
تاریخ :

شیخ حمزه مرشد والا گهر فوت شد در پست و چارم از صفر
رفت اکمل یافت فضل کردگار عاقبت در: نهصد و هشتاد و چار

۸۹۸۴

ایضاً :

عقل گفت : از موت مرشد آه میباید کشید

۸۹۸۴

و نیز از واردات شیخ داؤد خاکی قدس سره در تاریخ وصال آن مرشد باکمال مشهور است. تاریخ :

پی تاریخ وصل مخدوم (۱) مناسب یافتم: مخدوم و مرحوم
(ص ۱۰۵) ۸۹۸۴

● تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی : 'خاکی' ، بابا داؤد کشمیری سهروردی. از شاعران و نویسندگان متصوف این دوره (سده دهم) در هند از مریدان شیخ حمزه کشمیری در ملتان بوده و در سنه (۸۹۹۴) در گذشته. و برخی

آثار بنظم و نثر فارسی ازو مانده است . ازان جمله :

(۱) منظومه ورد المریدین . در مناقب مرشد خود .

(۲) دستور السالکین . شرحیست بر آن منظومه

(۳) قصیده جلالیه .

(۴) رساله الفسلیه . (۱ : ۲۰۶)

بابا داؤد خاکی کشمیری ، از مشائخ معروف طریقه سهروردیه در هند بوده ، و در کشمیر میزیسته است . از خردی دانش آموخته و پس از فراغت از تحصیل ، مجذوب شیخ مخدوم حمزه مرشد خود شده ، و بعبادت پرداخته و متزوی بوده است . و نیز از سید احمد کرمانی و مولانا شیخ محمد مخدوم قادری و میر سید اسمعیل شامی قادری خرقة گرفته است . و چون ، قاضی موسی قاضی کشمیر را بدستور پادشاه کشمیر کشتند ، وی از ماندن در کشمیر بیزار شد و گفت : تا وقتی که این مرد ییادگر زنده است ، بآنجا بر نخواهد گشت ! و از کشمیر بملتان و اچ رفت و پس از چندی که لشکریان جلال الدین اکبر ، بفرماندهی قاسم خان میربحری ، کشمیر را گرفتند . با ایشان بدیار خود باز گشت . و همان سال یعنی سنه ۸۹۹۲ در گذشت . و در اسلام آباد پیکرش را بخاک سپردند و پس از چندی مریدانش پیکر او را از اسلام آباد بشهر بردند و در حظیره مرشدش دفن کردند . بابا داؤد خاکی ، که ظاهراً خاکی تخلص میکرد ، مرد دانشمند و شاعر توانائی بود : از جمله مؤلفات او ، کتاب — ورد المریدین — و شرح آن معروف به — دستور السالکین — و — رساله عالیه — است . و قصیده معروفی داشته است بنام — قصیده جلالیه — .

(۱ : ۵۲۰)

● **پروفسور احمد حسین قلعداری :** اطلاعاتی راجع به بابا خاکی ارسال فرموده است ، و از آن ظاهر است که رسائل ذیل آقای قلعداری در ذخیره شخصی دارند :

- (۱) ورد المریدین .
- (۲) قصیده لامیه .
- (۳) قصیده غسلیه .
- (۴) قصیده ضروریه .
- (۵) دستور السالکین .
- (۶) مجمع الفوائد .

و پیر خرابات بر این یک شعر خاکی :

چله گره ترکند، بی پیر را ! گفتند زان : کار یک صحبت به پیری بهتر از صد چله است
 شرحی بنام — سراج الطالبین — در سه روز و شبانه در ماه ربیع الثانی سنه ۱۲۸۳ هـ
 نوشته است .

این شعر از قصیده لامیه است :

مرتضی را دهم و پرسیدم از وی حال رفیض گفت : بیشک هست در سب مسلمانان و بال
 (۲۵۷)

این چند بیت ازوست :

که بمسجد روم و گاه بمیخانه شوم من بیچاره ترا میطلبم هر سویم
 نتوانم که شمارم کرم و نعمت تو گر زبانم شود اندر تن من از هر مو
 خاکیا ! پر شدی ، از طلب یار هنوز از گلستان وصالش نه شمیدستی هنوز

۶۸- خاوری ، سید محمد خاوری

● **تاریخ اعظمی :** حضرت سید محمد خاوری ، صاحب کمالات صوری و معنوی بود . تصانیف دارد ، از آنجمله است — شرح لمعات — و — خاورنامه —

طبع موزون هم داشت و شعری گفت. نزدیک به فتح کدل برابر مزار سید احمد سامانی مدفونست. (ص ۲۵)

● تاریخ اعظمی: حضرت سید علی همدانی — نورالله مرقدہ — در شهر سنه هفتصد و هشتاد و یک (۸۷۱ هـ) نزول اجلال در کشمیر جنت نظیر فرموده بودند، تاریخ مقدم شریف او — مقدم شریف او — است.

۸۷۱ هـ

چنانچه جناب حضرت سید محمد خاوری این ابیات شیرین تر از نبات، در باب قدوم آنحضرت سید سادات گفته اند:

میر سید علی شه همدان	سیر اقلیم سیمه کرده نکو
شد مشرف ز مقدمش کشمیر	اهل آن شهر از هدایت جو
سال تاریخ، مقدم اورا	یابی از: مقدم شریف او

۸۷۱ هـ

۶۹- خائف، مولانا خائف کشمیری

● کستان مسرت: این شعر دارد، احوالش بدست نیست:

تا حنا بنمود رنگین پنجه آن ماه را کاتب از شنجرف، میگوی، نوشت الله را
(ص ۱۲۲)

۷۰- خراباتی، خواجه ثناء الله

● پروفیسور احمد حسین للعداری: خواجه ثناء الله از احفاد عبدالرحمن بلبل بود و در سنه ۱۲۲۲ هـ در قصبه بلند میر کشمیر چشم بدنیا کشود. در سنه ۱۲۳۵ هـ در توشه خانه مهاراج کشمیر ملازم شد. نامش سند شاه عرف منگر بود، ولی بعرف محمد جیو و بخطاب خواجه ثنا مشهور شد. پیشه رفوگری اختیارکرد و بسلسله تجارت بکلکته هم رفت. و آنجا بنام میرزا محمد سوداگر شهرت یافت

آخر عمر در جلال پور جتان (گجرات در پنجاب غربی پاکستان) بسر کرد و آنجا زندگی را پدروودگفت .

خراباتی تخلص میکرد . دیوانش در زبان کشمیری معروف است و یکصد رسائل و کتب در فارسی تألیف کرد که شصت کتب ازان پروفیسور احمد حسین قریشی در ذخیره شخصی دارند . در تتبع نظامی خمسه نیز دارد . و در فارسی پنج دیوان درست کرده . ازوست :

از یکی لفظی تو، صد غوغاست در بازارها
دورگشته از جهان، درد و غم و آزارها
هر طرف پیدا شده زو، خرمن و انبارها
هر طرف پیدا شده زو خرمن و انبارها
هر دو عالم پر شود از نور و از انوارها
شد مطلع آن همه کفار و هم دیندارها
وا رهیده از همه اندوه و از آزارها

تن و جانم قتیل از تیغ ابرو آرزو دارد
نگاه لطف از آن چشم جادو آرزو دارد
خراباتی جهان یار هر سو آرزو دارد

یا چو نقشی که بر آب است تو بشنو بشنو
رایضم پا برکاب است تو بشنو بشنو
عمر در عین شباب است تو بشنو بشنو
دمبدم مست شرابست تو بشنو بشنو
عالم مست بخواب است تو بشنو بشنو
بی خبر همچو کتاب است تو بشنو بشنو

از شمیم زلف نو شد، تازه تر گلزارها
یک نگاهی بر عدم کردی، حیاتی زنده شد
دانه، از خرمن خود تا فگندی، بر زمین
قطره از بحر جود خود، تو تا کردی روان
لمعه از نور، روی تو، که میباشد برون
کفر و دین از نور روی موی تو، گشته پدید
تا خراباتی بنا از کفر و دین برتر زده

دلم مردم ببوی آن پری رو آرزو دارد
نخواهد دین و نی ایمان نه دنیا خواهم و دینی
سر سودا زده شوریده ننگ و نام را وا زد

این جهان همچو حسابست، تو بشنو بشنو
صنما ! بهر خدا سوی خرابات نگر
زیر کوه غم درد تسو، اسیرم ز ازل
صلصل آسا، دل دیوانه شده، کوکو گوی
رخت ای یار عیان تر بمدد خورشید است
در خرابات، همه علم خدای جمع است

۷۱- ملا حیدر خصالی

● عمل صالح : شاعر و خوش خط بود . وقتیکه ظفر خان احسن بنیابت

پدر (در سال ۱۰۴۱ هـ) بنظامت کشمیر رفت ، ملا حیدر خصالی بخدمت دیوانی صوبه کشمیر فائز شده همراهش رفت . در عمل صالح هست که :
— صوبیداری کشمیر از تغیر اعتقاد خان بخواجه ابوالحسن مرحمت شده .
ظفرخان پسرش بنیابت او رخصت یافت و ملا حیدر خصالی — که باوجود کاردانی در فن شعر بدطولی و طبع عالی دارد — بخدمت دیوانی صوبه مذکور معزز گردید .
(۱ : ۲۹۳)

● پادشاه نامه : هژدهم (محرم ۱۰۴۲ هـ) صوبه کشمیر را ، از تغیر اعتقاد خان برادر یمین الدوله ، بخواجه ابوالحسن داده اورا بعنایت خلعت سر بلند گردانیدند . و چون آق سقال این دولت جاوید طراز است و بی ضرورت دوری او نمیگزینند ، پسرش ظفر خان را خلعت و اسب داده بنظم مهام آن ملک ، بنیابت او رخصت فرمودند . ملا حیدر خصالی طبع موزونی دارد بخلعت و دیوانی کشمیر سر افراز گشت .
(۱ : ۲۳۲)

● میخانه : والی وادی فارغ البالی ، مولانا حیدر خصالی . یکی از شعرای بنام این ایام خجسته فرجامست ، و خط نستعلیق را بغایت خوب مینویسد ، و در شعر فهمی و انشاء مهارت تمام دارد . مولد این بلبل گلستان خیال از موضع کارته است ، و نام پدرش مولانا حاجی کارته هست ، و این کارته قریه ایست متصل به هرات واقع شده .

مولانا خصالی در صغر سن از خراسان بدارالامان هندوستان آمده و تعلیم شعر و آداب شاعری از برادر بزرگ خود مولانا وجهی — که الحال به وجهی هروی اشتهار یافته و در خدمت ظفرخان بن زین خان میباشد — فرا

گرفته است و در دارالامان هندوستان در پیش سلالة دودمان اعتلاء مظفر حسین میرزای بن سلطان حسین میرزای بن بهرام میرزای صفوی، نشو و نما نموده . مدتی معلم خلف ارجمند و فرزند سعادتمند میرزا اسمعیل بوده . بعد از فوت مظفر حسین میرزای^۱ (۱) مذکور، پاره در هند بسیاحت مشغول گردیده . و در سنه ثلث عشرین و الف (۱۰۲۳هـ) بسعادت خدمت، خان جمشید نشان، امیر فریدون فر، سکندر نشان، مبارزالدین زمانه بیگ مهابتخان (۲) مستعد گشته . و از آن تاریخ تا حال که ، مسود اوراق بتسوید این تألیف مشغولست، و سال هجرت حضرت رسالت پناه بهزار و بیست و هشت (۱۰۲۸هـ) رسیده ، در بندگی آن خان عظیم الشانست . و در پیش صاحب خویش ، عزت و اعتبار بیش از پیش بهم رسانده . اقسام ابیات آن گرامی سخنور — تا غایتی که این محقر را بدو ملاقات شد — به چهار هزار بیت رسیده بود، این چند بیت از ابیات و غزلیات ازوست :

دی لگام چو صبا بر گل آنرو میگشت	دل چو سحر، از پی آن لرگس جادو میگشت
شب بسرگشنگی فکر توام ، چشم بر آب	همچو گرداب ، بر آئینه زانو میگشت
آسمان خواست که، سنج بتو خورشیدش را	هر طرف نام تو بردند، ترازو میگشت
همچو دود سر شمع و پر پروانه، ز شوق	بر سرش گیسوی دل بر سر گیسو میگشت
بیار باده که، با آنکه پنبه داشت، رسید	بسگوش شیشه صدای شکست توبه ما
گل بیک جرم شکر خند، بر آتش بنشست	شیشه ها کرد پر از اشک، بیک خندیدن

در میان اشعار او، دو مثنوی در بحر خسرو شیرین، شیخ نامی گرامی شیخ نظامی است. یکی حکایتی برشته نظم در آورده و دیگر پاره از خسرو

۱- وفات مظفر حسین (۱۰۰۸هـ) واقع شد .

۲- زمانه بیگ مهابت خان خانان سپه سالار پسر فیور بیگ کابل از امرای اکبری و جهانگیری و شاهجهانی . در (۱۰۲۲هـ) فوت کرد تاریخ از شیخ فرید بکری — سپه سالار رفته — رخ مرد — از معتمد خان — زمانه آرام گرفت .
(ذخیره الخوانین ۲۶۱ خطی)

شیرین منظوم ساخته . این دو بیت از خسرو شیرین اوست :

چون خسرو را نظر، بر دلبر افتاد چنان افتاد، کش دل از بر افتاد
چنان نالید، کاتش در فشان زد از آن نالش زمین بر آسمان زد

(۸۲۵-۸۲۴)

● خوشگو : مولانا حیدر خصالی . نامش مجد حیدر تخلص او خصالی است . پدرش در عهد اکبر شاه بهند آمد و او خود از شعرای عهد جهانگیریست (۱) (حاشیه میخانه ۸۲۴)

● مخزن الفرائب : صاحب مخزن الفرائب اورا تورانی گفته است و بعدش افزوده که : بعضی اورا هروی دانسته اند ، بقول او در عهد جهانگیری بهند آمد و در رفاقت مهابتخان بسر برده . شاعر نیکو بیان بود . (حاشیه میخانه ۸۲۴)

● صنف ابراهیم : خصالی کشمیری درویش خصال بود . (۱۴۰ ب)

۷۲ . خلت، عبدالله

● سینه خوشگو : عبدالله خلت تخلص ، از کشامره است . بسیار به حسن خلق و پاکیزگی آراسته ، و در گل زمین سخن ، سرو نوخاسته بقدر طالب علمی هم دارد . و در آغاز شباب از کشمیر جنت نظیر بدارالخلافت رسیده . دموکر کنول پسر گنگارام پندت کشمیر — که وکیل ارادت مند خان بوده — تربیت میکرد، و بعد از آن چندی دیبی دت پسر خورد لاله سیتارام — که از اغنیاء و اسخیای روزگار ماست — به سفارش فقیر تعلیم میداد . مشق سخن

از نظر ملا ندرت کشمیری (۱) گذرانیده . پخته میگوید . و از هنگامی که آمده در محل فقیر اقامت داشته . با بنده خیل مربوط و در آشنائیها بسیار مضبوط است . از اشعارش بالفعل یک بیت این است :

گرفته دستار او را ، چشم لبود روی گل پای بر سالک که دارد ، خار صحرای در ببل (ص ۲۴۲)

۴۳- خواجه ، نیشاپوری

● مجمع الثنائس : خواجه نیشاپوری ، در کشمیر توطن اختیار نموده ازوست :

من از چشم خود ، دوش شرمندہ بودم که در ورطه خویش افکنده بودم
(۱۰۸ الف)

۴۴- خوشدل ، پندت دیارام گاجرو

● ادبی دنیا : در عهد عطا خان حاکم (۱۲۲۲-۱۲۲۶ هـ) کشمیر بود . بعمر شصت و هشت سالگی از این جهان رخصت بر بست . در رعنا واری سرینگر زندگانی میکرد .

می طلبد وقت غزان ناله کند فصل بهار
غنچه ها گل شد و هر خار و گیاهی سر سبز
آنکه از خاطر من گرد کدورت میشت
آنکه از جوهر خود طعنه همی زد بر تبلیغ
آمد بهار و وا شده گل ، میوزد نسیم
سوی چمن و باغ ، بصد ناز غرام
شورش بلبل شوریده نوا را عشق است
و نشد غنچه دل جور هوا را عشق است
از سر لطف و نوازش عرق روی تو بود
آیت فتح و ظفر آن خم ابروی تو بود
وقت است ، ای صبا ! که تماشا کند کسی
یک دست تو قانون و دگر دست تو جام
(کشمیر نمبر ص ۲۲۴)

۴۵- خیالی ، حافظ محمد کشمیری

● روز روشن : حافظ محمد کشمیری از شیوا بیایان عهد جهانگیر پادشاه

است . سخنوران همعصرش انوری ثانی می خواندند :
 بشوہ کشتی و بازم بنمزه جان دادی مگر از خدای نترسم ، ترا خدا گویم !
 (ص ۲۰۷)

۷۶- دانش، میرزا رضی

● نصرآبادی : از سادات رضوی مشهد مقدس است . در کمال شیرین زبانی و فصیح بیانی مشهور و معروف . با میرابوتراب — که در آنجا فوت شد — مدتی در خدمت شاهجهان می بود . از امراء و پادشاه گرمی بی نهایت میدید . چنانچه بصله این بیت :

تاک را سهراب کن ، ای ابر نیسان در بهار قطره ، تا می میتواند شد ، چرا گور شود

مبلغ صد تومان شاهزاده دارا شکوه باو انعام داده . بعد از مدتی از هند بدکن رفته در خدمت قطب شاه اعتبار بهم رسانید . دران ولایت بعیش و عشرت گذرانیده (۱) ، در آخر کار برانتهائی هادی توفیق نائب شده . قبل از حال تحریر بمشهد مقدس آمده ، الحال در آنجاست . مسموع شد که پادشاه هر ساله سی تومان در وجه مشارالیه مقرر داشته که بنیابت او هر ساله زیارت کند . شعری اینست :

که میریزد دلم ، برگی اگر از تاک میریزد
 همچو بوی گل ، عزیزی در مفسر داریم ما
 کسو آب که شیرینی جان زد دل مارا
 چه احتیاج باآتش ، چراغ روشن را
 آب مینالد از آن باری که پردوش پل است
 دست از این آب بخوش آلود نتوان پاک شست
 قلمم در دستم انگشت ز پساد است
 چون حنا ، شب در میان رفتن بهندوستان بخوش است

چنان بینم که ، می را محسوب در خاک میریزد
 چشم ، بر راه نسیم خوش خبر ، داریم ما
 لب تشنه نیلیم بگو قاتل مسارا
 نگاهدار ، ز می حسن پاکدامن را
 سینه صافان را غم محنت گشان پیش از خود است
 توبه می گر کهن شد ، حسرت می تازه است
 گسره ، نستواند از کارم کشودن
 راه دور هند ، پایست وطن دارد مرا

۱- در کشمیر دیوانی داشته رک : تحت شارق در تذکره شرای کشمیر املح ، چاپ راقم .

ندیدیم راستی زین کج کلاهان
نمی خوام چو خون پیگناهان
از ره تاک، میخانه رمی، پیدا کن
خوب حرفیست که تاریک بود پای چراغ
(ص ۲۵۴)

سیه شد بختم از مژگان سیاهان
بامید و صالت در شب هجر
همچو دزدی، که بباغ از گذر آب، رود
ز حنا، گشته سیه پای تو، همچون پر زاغ

● مرآة العیال : میر رضی دانش، از تربیت کرده های شاه بلند اقبال سلطان دارا شکوه است، و بدستگیری استعداد و پایمردی طالع، در محفل همایونش راه داشت. گویند شاهزاده مذکور در جائزه حسن مطلع این غزل — که مرقوم میگردد — یک لک روپیه بمیر مشارء الیه عطا فرمود. غزل این است :

نکبت گل، مایه شور جفون، در سر شود
قطره، تابی میتواند شد، چرا گوهر شود
بی دماغ، کافی ازین یک پرده ناز کفر شود
می بده ساقی بقدر آلکه، چشمی تر شود
در میان الجسمین، پروانه خاکستر شود
(ص ۱۶۸)

موسم آن شد، که ابر تر، چمن پرور شود
تاک را سیراب کن، ای ابر نیسان! در بهار
لاله بلبل، نهان در پرده برگ گل است
مما بدوق گریه مستی، درین بزم آسیدیم
راز پوشیدن نباید، دانش از بی تاب عشق

● حسینی : رضی دانش. سر دفتر سخن سنجان صاحب بینش متخلص به دانش. شاعر و ماهر عالی دستگاه بوده و در عهد شاهجهان پادشاه، از مشهود مقدس وطن خود، بهند عبور نموده.

نیست از سستی، چو گل در پنجه گیرای مرا (۱)
ز موج سبزه، بر اطراف دشت، طوفانست
چون حلقه ماتم زدگان گره شهید است (۱)
(ص ۱۲۵)

دست گلچین میگرفتم، دست اگر میداشتم
سوار کشتی می باش و سیرکن، دانش!
بر دیده آغشته، بخونم صف مژگان

● سرو آزاد : میر رضی بن میر ابو تراب رضوی مشهیدی. شاعر عالی

جناب است و معنی تازه یاب . زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دل نشینی .

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاق هند گفته :

راه دور هند، پایست وطن دارد مرا چون حنا، شب در میان رفتن بهندستان، خوش است
بعد وصول هندوستان باریاب محفل شاه جهانی گشت و در شعبان سنه
خمس و ستین و الف (۱۰۶۵ هـ) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید و
دو هزار رویه صله عنایت شد . بیتی از آن قصیده اینست :

بخوان بلند ، که تفسیر آیت کرم است خطی که ، از کف دست مبارکش پیداست
و چندی خود را در ملازمان شاهزاده دارا شکوه در آورد و به الطاف
خاص نوازش یافت . شاهزاده را این بیت او . . . بسیار خوش آمد . لک
روپیه بهای شعر مرحمت نمود .

و ایامی در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد ،
از آنجا رخت سفر به حیدرآباد دکن کشید و نزد عبدالله قطب شاه والی آنجا
اعتبار تمام بهم رسانید .

میر ابوتراب والد میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص میکرد
و در حیدرآباد سنه ستین و الف (۱۰۶۰ هـ) بر بستر تراب خوابید . قبر او
در دائره میر محمد مؤمن استرآبادی دیده شد . بر لوح مزار او کنده اند که : این
رباعی را دم آخر بنظم آورد :

فطرت ! بتو روزگار، نیرنگی کرد نواخت بمهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمی درو میگنجید اکنون ز تروده نفس تنگی کرد (۱)

۱- همین رباعی بادنلی تغیر در مائرا لرا (۲ : ۵۸۸) در ترجمه علامه فیضی مذکور است و وفات
او در سنه ۱۰۰۴ افتاده . میر ابوتراب در سنه ۱۰۶۰ هـ رو داده . پس ازینجا باید فهمید
که حقیقت حال این رباعی چیست . (مصحح سرو آزاد)

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است .

دانش ! مکن اعتماد بر عمر دراز کایند بزمان کم بر عمر دراز
گیرم که ، چو میسی بفلک بر شده آید بچه کار ، بی پدر عمر دراز
آخر الامر سلطان عبدالله قطب شاه میر رضی را نائب الزیاره خود مقرر نموده ، در سن اثنین و سبعین و الف (۱۰۷۲ هـ) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضه رضویه از جانب سلطان ، مراسم زیارت بتقدیم رسانند . و در ازا این خدمت ، دوازده تومان تبریزی ، سالیانه از سرکار سلطان عبدالله باو میرسید . و نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبدالعلی طالقانی — که منشی سلطان عبدالله بود — بنظر رسید .

انتقال میر رضی در سنه ست و سبعین و الف (۱۰۷۶ هـ) واقع شد .
منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید :

نیک شناس اسیران ، چو از قفس رستند	به نخل خانه صیاد ، آشیان بستند (۱)
روی ماه نو ، بروی پاده گلگون ، به بین	آب عمر افزا بنوش و حسن روز افزون به بین
در بزم کم ، سیر که جای دگرم نیست	از حلقه برون ، چون قدح می سفرم نیست
بتار ساز ، درین بزم ، نسبتی داریم	خوش آمده ام ، نشاط از ضعف نالی پس
پر حذر ، از آفت هم صحبت دیرینه ، باش	کاش از اول نبود شیشه با سنگ آشنا
صحنه دشت ، بامداد رفیقان ، طی کن	چون قلم ، بی دوسه یاری ، بسفر نتوان رفت
کشاده روئی خوبان ، در آخر حسن است	درین چمن همه جا موسم غزان باز است
متاب رخ ، نفسی تا بجای خود باشیم	چو عکس آئینه ، ما زنده از نگاه توام
شب عید است و میبینم قدح دردست رنگینش	شیستان حنا ، امشب چراغ روشنی دارد
	(ص ۸۹)

● آتشکده : دانش ، اسمش میرزا محمد رضی از سادات عالی درجات

۱- از زکی همدانیست :

ستمکشان محبت دم از فغان بستند	گره ز جبه کشادند و بر زبان بستند
ترا بنکعت پیراهش ، مضایقه نیست	ولی بطالع ما ، راه کاروان بستند
نیامدم بنظر دیگری ، که چشم مرا	بروی دوست کشادند و از جهان بستند

رضویست . ازوست :

نکرد از توام عذرخواه تلمی	بین کز جفایت چه آزرده بودم
وعدۀ هم صحبتان رفته ، روز هشر است	دیر می آید قیامت ، گشته تنهای مرا
بکوش رفعم و در پای دلخاری شکست آنجا	بحمدالله که تقریبی شد از بهر نشست آنجا
باغ را ، از ریخته دیوار می بینم ، مباد	باغبان تا در کشاید ، موسم گل بگذرد
بامید وصال در شب هجـ	نپسوابم چو غصون بیگناهسان

● خلاصه عامره : دانش ، میر رضی رضوی مشهدی . در طائفه شعرا عمده اشخاص و صاحب طرز خاصالخاص است . نتایج نوآینش همه والا نژاد و خوبان مضامینش مستحق خواندن و ان یکاد . درینولا مثنوی مختصری از میر بنظر در آمد ، از آن بوضوح پیوست که ، والد او میر ابوتراب پیش ازو بهند آمد و میر رضی نخست احرام بیت الله بست و مناسک زیارت بتقدیم رساند ، و در آن مثنوی وصف کعبه میکند .

ز خربری کعبه معشوق جهانست	بساط دارهای درمیان است
بروی ، نو لپازان ، در کشاده	چه مشوقاله غره را جلوه داده
جمالش عذرخواه زحمت دشت	بگرد آن تواضع میثران گشت

از حرم مکی رخت بحرم مدنی کشید و بزیارت روضه مقدسه فائز گردید . در وصف روضه والا میپردازد :

همایون قبه سرکوب افلاک	بهشت بهگمان عالم خاک
ز حق ، بهگانگان را ، آشنا ساز	چو ابرو طاق محرابش خدا ساز
ز دیوارش ، فلک را دست کوتاه	لبایان ، تا بهرش از سایه اش ، راه

و بعد زیارت اماکن قدسیه ، در رفتن ایران و هند متردد گشت چون او در هند بود سفر هند رجحان یافت ، درین باب میگوید :

پریشان خاطری ، پاهم بگل داشت	میان هند و ایرانم دو دل داشت
حجر را در بفل پنهان کشیدم	در آن آئینه روی کار دادم
جلا چون از سوادش دیده دادم	سبه زنگی هند ، آمد بیادم

پدر کز من ، روانش تازه بادا	در آن گلشن بلند آوازه بادا
نشاط آباد غربت بود جایش	فضای هند باغ دل کشایش
شد از تحریک آن سرگشته بلبل	سواد هندی برمن سایه گل
حقیقت را بلند آوازه کردم	نمک با نعل سبزان تازه کردم
نگه را حسن گندمگون نصیب است	چو طوطی سبز در اهران غریب است
گهر را قدر در خاک مرادش	معک بغت آزمایان را سوادش
سوادی دیدنش سرمایه نور	بمردم پروری چون دیده مشهور
ز بس سبز است نخل بوستانش	پر طوطی بود برگ خزانش
رسیدم فصل خویبهای ایام	هوا برد از سر فکرم سرانجام

میر در عهد صاحبقران ثانی شاهجهان بهند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید و در شعبان سنه خمس و ستین و الف (۱۰۶۵هـ) قصیده مدح بعرض پایه خلافت بعرض رسانید و بجائزه دو هزار روپیه کامیاب گردید ،
 بیتی از آن قصیده این است :

و چندی با شاهزاده دارا شکوه بسر برده و بالطف فراوان اختصاص یافت . شاهزاده را این بیت او

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهای آن مرحمت نمود . میر چندی در بنگاله با محمد شجاع خلف شاهجهان پادشاه نیز گذرانید . از آنجا رو به حیدرآباد دکن آورد و نزد عبدالله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید . میر ابوتراب والد او در حیدرآباد سنه ستین و الف (۱۰۶۰هـ) بساط حیات در نوردید . تربت او در دائره میر محمد مؤمن استرآبادی — که گورستان مقرری ایرانیان است و مردم بسیاری از آن ولایت در آن بقعه خوابیده اند — دیده شد . بر لوح مزار او کنده اند که : این رباعی را دم آخر بنظم آورد :

فطرت! بتو روزگار نیرنگی کرد	لنواخت بمهر و خارج آهنگی کرد
آن سینه، که هالی درو، میکنجید	اکنون ز تردد نفس تنگی کرد

در رباعی دیگر از میر رضی ، که در فراق والد خود گفته ، هم بران
لوح تحت رباعی مذکور نقش است . رباعی :

دانشا مکن اعتماد، بر عمر دراز کاید بزبان کم بسر عمر دراز
گیرم که، چو عیسی بفلک بر شده آید بچه کار، بی پدر عمر دراز

آخر الامر عبدالله قطب شاه میرزا را نائب الزیارة خود مقرر نموده در سنه
اثنین و سبعین و الف (۱۰۷۲ هـ) بمشهد مقدس رخصت کرد که در روضه
رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند، و دوازده تومان تبریزی
سالیانه از سرکار سلطان حق الخدمت بدو می رسید . نقل فرمان تقرر
سالیانه در منشآت حاجی عبدالعلی طالقانی — که منشی عبدالله قطب شاه بود —
بنظر فقیر در آمد . میر در سنه ست و سبعین و الف (۱۰۷۶ هـ) در زاویه خاک
آرمید . درین وقت چند ورق از اشعار او بدست افتاد و این ابیات حواله
زبان قلم گردید :

گداخت همچو قلم مغز استخوان مارا
گذشت عمر پیمیزیاز کمان مارا
شکست شیشه سیما در کنار مرا
تاتوانم خواند در پیری خط پیمانه را
بر آستان خانه ما ، جای ما بس است
خون بهای کشته ما خنده قاتل بس است
گریه شادی عرق صحت است
گریه شادی کم از یاران روز عید نیست
دماغ گریه بلبل ، درین بهار کجاست
دختر رز را عس صد بار بامستان گرفت
ناز پرورد گلستان زخم خاری هم نداشت
مفت رفتی است که می دارد و فرصت دارد
سایه بال تو ، بدنامی دولت دارد

ز بسکه مشق سخن ساخت فاتوان مارا
نشد که ، بومه پای هدف ، چو تیر دهیم
ذغیره بدل از چشم اشکبار نماند
عینکی باید مرا از شیشه سی ساختن
در راه انتظار ، چو مژگان ، شسته ام
گرز ابرو چین کشاید دردم بسل بس است
مردم رنجور مرا روز وصل
وصل یاران ، چون دهد رو ، اشک ریزی بدنماست
مرا که ، خنده گل سر برد ، می آرد
آبروی دودمان تاک ، هم بر باد رفت
ما و بلبل ، عرض چاک سینه می کردیم دوش
نوبهار است ، هوا مایه عشرت دارد
ای هما ! از سر ما خاک نشینان مگذر

چنان از قید این صیاد، آزادی هوس باشد
 پرده بر عیب خود، از دامن صحرا پوشد
 دلت فصل خزان گر خارخار جوش گل دارد
 چگونه بار بمنزل برد، مسافر اشک
 تا به پیغام زبانی از تو حرفی نشنود
 درد دل بکاغذ ابری رقم زنیم
 نمیدانم چه صیادی، که زیر تیغت، آه را
 دل از حسن جوانی، داشت آرامی، ندانستم
 مرد دانا به هنر، زنده اقراران گردد
 نیستم این، اگر چشمت مرا دل میدهد
 دگر زلف سیاهش، در پی تاراج ایوان شد
 شاخ رنگینی ز گلبن بر زمین افتاده است
 گر آه ندارم بجگر، شکر که از من
 بی تکلف فیض بخش از خاکساران بگذرد
 میوان، در پرتو روشن دلانم، یافتن
 پس از وفات که یادت کنی، بخور غم خویش
 تنگ بر بی هنران دور فلک کی گردد
 باغبان پیدا چو شد، خاطر پریشان میشود
 صبح دیدم، شبی بر برگ گل، غلطان بنواز
 ز ساقی باده میگیرم، بپای تاک میریزم
 در کفم، از باد دستی، زر نمیگیرد قرار
 غم و شادی مساوی دان، و باگردون مدارا کن
 ای که میخواهی، مرادت از چمن حاصل شود
 درین رنگین چمن، چون لاله زرد
 بگذار تا بمکس تو، عکس آشنا کنیم

که پروازی بلندم، تا لب بام قفس، باشد
 هر که، از سلسله اهل جنون، رسوا شد
 بگیر آئینه در کف، تا بهار رفته بر گردد
 که رهن بکمین همچو آستین باشد
 مهر باید، بر لب قاصد بجای نامه، زد
 شاید که پی بیدیده گریان ما برد
 چو چشم دلبران، در زیر ابرو، خواب میآید
 که این یوسف، چو پیری کهنه گرگی، در کمین دارد
 میوه رنگین چو شد، از برگ نمایان گردد
 صید را صیاد، آبی وقت بسل می دهد
 بفکر رهزنی افتد، سیاهی چون پریشان شد
 بلبلان شیون بگرد کشته گلچین کنی
 بر دامن آئینه، غباری نه نشیند
 گو، بتعطیم نسیم گل، غباری بر غنیز
 جلوه گاه من، چو عکس آئینه آب است و پس
 چو خون مرده، سیه پوش شو، بهاتم غریبش
 از قفس زود شود بلبل خاموش خلاص
 جا اگر یابم، چوبو، در غنچه پنهان، میخوم
 یادم آمد طفلی و دامان مادر، سوختم
 ندارم فکر خود، میخانه را آباد میسازم
 جامه در نیکناسی، پاره چون گل میکنم
 نی کم از قلع عادت بدر و صاف میکان کن
 بلبلی را، از قفس در جوش گل، آزاد کن
 غریبم، در میان هم نشینان
 گل گفت باغ آئینه، تنها چه می کنی
 (۲۲۱-۲۲۰)

● نتایج افکار : رضی دانش ، روق افروز بزم ارباب سخن ، میر رضی

دانش مشهدی الوطن ، که در فنون نظم مقبول فصیحای روزگار و بخوش کلامی
 و نیکو تلاشی، منتخب بلغائی نامدار بوده . بلاغت، از کلام متینش عیان است

و فصاحت، از اشعار رنگینش نمایان. از وطن مألوف بزیارت مکه معظمه شتافته بتقدیم مناسک حج پرداخت و پس از سعادت اندوزی امکنه متبرکه به زهاب سمت هند و ایران متردد بود. از آنجا که، پدر بزرگوارش میر ابوتراب ازو پیشتر وارد هندوستان شده بود، سفر هند را اختیار نمود، و در عهد شاهجهانی بعشرت کده هند فائز گشته، بملازمت پدر ذخیره سعادت اندوخت. بستر قصیده مدحیه بعرض پایه سریر شاهی رسانده، بعطای دو هزار روپیه صله، کامیاب گردید. و چندی بحضور شاهزاده داراشکوه بکمال عزت و احترام گذرانید. شاهزاده را این بیت او نهایت پسند افتاد، درجائزه آن لک روپیه عنایت فرمود. بعد از میر چند عرصه در بنگاله با مجد شجاع خلف شاهجهان بادشاه بسر برد و از آنجا رو به حیدرآباد دکن نهاده، پیش عبدالله قطب شاه والی آنجا رشد تمام بهم رسانید. پدرش همانجا در سنه ستین و الف (۱۰۶۰هـ) در گذشت. آخرکار قطب شاه میر را نائب الزیارت از طرف خود مقرر کرده بمشهد مقدس روانه نمود، تا از جانب سلطان لوازم زیارت در روضه رضویه بجا آرد. و دوازده تومان تبریزی سالانه از سرکار سلطانی بوی میرسید. آخرالامر درست و سبعین و الف (۱۰۷۶هـ) بدارالبقا خرامید. این چند بیت که از کلامش بملاحظه در آمده، درین اوراق ثبت افتاد:

چون چراغان شب مهتاب، بیجا سوختم
 ناتوانی کرده است از دیدها پنهان مرا
 گل کرد، همچو غنچه، زبان در دهن مرا
 چون بوی گل، بدوش درین انجمن مرا
 در پس پرده گلهای چمن، پنهان کیست
 در میان انجمن، پروانه سرگردان کیست
 مجلس آرای که، مارا خواند، خودم همان کیست

سوختم و جوهر ما، بر کسی ظاهر نشد
 همچو بوی گل، که میبند درین بستان مرا
 فصل گل است جوش بهار سخن مرا
 مست نظاره چمن میبرد نسیم
 رنگ گل پرتو رویت، درین بستان کیست
 شمع درآتش، ز تاب روی نور افشان کیست
 کعبه را دیدم، دلم از درد تنهائی گداخت

از خاک، برگرفته چشم سیاه اوست
آب میناله از آن باریکه بر پشت پل است
دامن صحراء هنوز از گریه بچون تر است
دمی لرزد دلم برگی اگر از تاک میریزد
در میان انجمن پروانه خاکستر شود
که بوی خون گل، از دامن پاک تو میآید
که ترسم، برگ گل بر خاک ریزد، تا پریم روید
ز من مثن پری، تا بر سرم صیاد می آید
چو عکس آئینه، ما زنده، از نگاه تو ایم
نو بدولت رسیده را مانم
(ص ۲۲۶)

گر سرمه، لاف نسبت مژگان زند، بجاست
سینه صافان راست پیش از خود غم محنت کشان
ابر اگر در وادی لیلی نبارد، گو مبار
چنان بینم که می را، محبت بر خاک میریزد
راز پوشیدن نیاید دانش از بشتاب عشق
چنین مست از شیبخون گلستان، که میآید
پای گلبنی، از آشیان می افکنم، خود را
بدام اضطراب آن ناتوان مرغم، که میباید
متاب رخ، نفسی، تا بحال خود باشم
روز وصل تو، گم کنم خود را

● شمع انجمن : دانش ، میر رضی مشهدی بن میر ابو تراب شاعر
عالی جناب ست و معنی تازه یاب . زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی
و نهال بیانش در نهایت نازکی و دلنشینی . در زمزمه سخنوران عمده اشخاص
است و صاحب طرز خاص الخاص . نتایج نو آئینش همه والا نژاد ، و خوبان
مضامینش در خور قرائت و ان یکاؤ . احرام خانه خدا بست و مناسک زیارت
بتقدیم رسانید و در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود بهند آمد و در اشتیاق
هند گفت . . . قصیده مدح بعرض پایه خلافت رسانید، دو هزار رویه جائزه
یافت ، بیعی از آن قصیده این است . . .

و چندی با دارا شکوه سر برد و بالطف خاص نوازش یافت . شاهزاده
را این بیت او، بسیار خوش آمد و لک رویه بهای آن مرحمت فرمود .
این است :
(ص ۱۲۶)

۴۴- درویش ، پندت رام ناته تیمنی

● بهارگشن : شرح حالش در دست نیست ، این اشعار ازوست :

ای قبله دو عالم و ای کعبه زمن!
خواهم که زحمت دم، از سرگذشت خویش
ای قدردان! هنوز ندیدم رخ رفاه
لب آشنا به آه نکردی چونی، مگر
حیفی که، از فلک به من زار رفته است
بیا! بیا! که به چشمان منتظر یک دم
کجا من و ز کجا همچو طالع بیدار
بجنون، شد تمام کار خرد
مرغ بی بال و پر و ای طوطی شیرین زبان
شرق تا غرب، بلائی زده سر میبینم
یا اله! این چه غضب، پیش نظر میبینم
همه آفاق، پر از فتنه و شر میبینم
(۲ : ۸۸۵)

۷۸- دل، پندت فراین

● ملخص ریاض الوفاق : پندت فراین ، دل تخلص . جوانی روشندل موزون
طبع کشمیری نژاد است .

نثری در مدح نواب وزیر الممالک سعادت علی خان بهادر گفته . در حقیقت
در سفته ، که در نسخه — بهارستان ضحائر — رنگ ترسیم است .

بالفعل آن سرمایه هنروری وارد بنارس و در انجمن همدم و همنفس است .
طوطی طبعش در فارسی و هندی شکر شکن است و بآهنگ حجازی چنین
چپچپه زن :

ای ذکر تو، بر زبان جانها	در وصف تو، در فشان، دهانها
از گرمی خون دل، بهردم	آتش زده ام، یگلستانها
سر دهنت چو بهیج نکشود	گشتند خموش نکته دانها
زین شعله آه من، بر آورد	دود، از دل هفت آسمانها

(۳۳)

۷۹- دوست، ملا دوست محمد کشمیری

● گل رعنا : ملا دوست محمد کشمیری . در بازی شطرنج مهارت داشت
هم دران ایام (در بنگاله) در گذشت :

ای خوی کجست نماز جان را محراب ابروی تو مسجد جهان را محراب
گردید بگرد ما ، فلک خم ، یعنی هرسو است نماز عارفان را محراب (۱)
(ص ۶۸۳)

● صبح گلشن : دوست ، دوست محمد کشمیری . از موزونان خطه
کشمیر ست و در شطرنج بازی شاطران دیگر را باوی نسبت پیادگان با وزیر .
در عهد شاهجهان بمیدان سخن سنجی جواد (۲) طبع میدوانید و برفاقت
بعضی امرای شاهی اوقات می گذرانید :

بلا ست ! از تو بها ، هر زمان جفای دگر جفا که ، بر دل ما میکنی بلای دگر
(رباعی دارد ص ۱۶۵)

۸۰- دیده ، مغول آفر خان

● سفینه خوشگو : دیده مغول ، دیده تخلص . مخاطب باغر خان از
امرای تورانی بوده . درین عهد پنجهزاری منصب داشته . چندی صوبدار کشمیر
جنت نظیر بود . در سخن فهمی و خوش نویسی سلیقه درست داشت .
خان صاحب آرزو مندان — ابقاه الله تعالی — بنا بر ربط آشنائی ، این مصرع
مشهور بنام وی تضمین فرمود :

ترا دیدیم و صایب را شنیدیم شنیده کی بود مانند دیده

ظاهرا — تذکره الشعراء — نوشته در احوال معاصرین ، اما به فقیر نرسیده .

۱- صبح گلشن دارد.

۲- اسپ تندرو.

چند سال است که از عالم گذشته . از اوست :

تاتار تو، زه کرد کمائی بکمنی یک صید نیا سود، زمانی بزمینی (۱)
دیده غیر ترا نمی بیند یک قسم صد قسم هزار قسم (۲) (۲۵۵)

● تاریخ اعظمی : آغرخان دیده مغل ، بنظامت کشمیر رتبه افزای فخر و مباحات و شوکت شد . پسر آغرخان کلالن . در صوبه داری او همراه عنایت الله خان بکشمیر آمده بود . تا رسیدن خود، میر صدیق خان بخشی را که نواسه شاپور خان است نائب کرد .

آغرخان اوائل ذی الحج سنه مسطور (۱۱۳۹هـ) داخل کشمیر شد . پنج و شش ماهی باستقلال مزاج کارفرمای بندوبست بود و اظهار حسن نیت و صفای طویت مینمود و اکثر نزد راقم حروف — که مقرب گذراندن تاریخ قدوم و بسلسله شعر و سخن مربوط بسیار بود ، در خلوت ، این شعر میخواند :

الهی! چو بر نیتم، آگهی چونیت بخیر است، خیرم دهی

بحسب تقدیر ، چندی عزیزان بدتدبیر راغب راهزنی او شده طبعش را بانحراف آورد و هادی طریق ضلالت و غول بیابان جهالت گشتند، دائره سامع اش را، بدعویهای بی سر و دم از هوش بردند و نائره طائفه اش را بوعده خون مردم بجوش آوردند . نیتش برگشت و خلاف عهد و قول و قسم — که بحضور راقم حروف کرده بود — پیش گرفت . اول که ابوالبرکات

۱- مردم دیده دارد.

۲- مردم دیده و تاریخ اعظمی دارد.

۳- آغر: بفتح غین . رودخانه خشک، خشک رود ، میل که پس از گذشتن سیلاب در جاهای آن اندک آبی مانده باشد . مثال از عمق :

فرازش پر از خون چو کوه تبر خون نشیپش ز اشکم چو ارغاب و آغر
(عمید ص ۶۸)

خان را که محلی خود میدانست، پیشکاری خود غافل ساخته یک شبی گرفتار نموده به هندوستان روانه ساخت. دست تعدی و تجاوز بمال مردم، خصوصی بعض اعیان — که حق خدمت آنها داشت — انداخت، و بیرحمیها و نا انصافیهای بکار برد. و از نقد و جنس هر جا که سراغ یافت، بیمحابا آورد و خورد. عالمی را بیوجه و بیجهت متضرر کرد. ازین جهت در حضور، نالش مردم بسیار رسید. نزد پادشاه بحمايت روشن الدوله ظفر خان (۱) بخشی سوم که واسطه نظامت و مربی او بود، مؤثر نشد، ناچار مردم کشمير، که اطوار او بستوه آمده بودند، اجتماع و اتفاق نموده کمر بر دفع او بستند. زیاده بر دو ماه بمقابله و قابو جوی طرفین گذشت. درین بین روشن الدوله هم در حضور تنبیه غیبی خورده. چون روز چهلیم، از وظیفه خوانی مردم کشمير کتمره سوداگران مقید بودند، صفرخان در مسجد جامع دهلی، پاپوش کاری سخت از دست مردم وزیر خورد. آنرا از آه و ناله مظلومان دانسته مجوز تغیر آغر خان شد. اما یش از ورود حکم، مردم شهر قافیه اش را تنگ کرده اورا مغلوب ساخته بودند. سنه دهم رمضان سنه چهل و یک (۱۱۴۱ هـ) بمغلوبیت، براه باره موله، روانه هندوستان شد. طبع موزونی داشت این غزل وقت تحریر مناسب دروغگوئی و خلاف عهد او بقلم آمد:

بخم ابروی نگار قسم	بدم تیغ آبدار قسم
خط تو آیت هدایت شد	بسر مصحف غبار قسم
کار شمیر میکند ابرو	بعلی و بدو الفقار قسم
دیده، غیر ترا نمی بیند	یک قسم صد قسم هزار قسم

۱- خواجه مظفرالمخاطب بروشن الدوله ظفرخان بهادر رستم جنگ با وفا بن خواجه عبدالقادر از اعظم امرای عصر و اجواد دهر، پنجشنبه ۱۴ ذی الحج (۱۱۴۸ هـ) بشاهجهان آباد فوت شد. عمرش ۵۷ سال و کسری (تاریخ مهدی ص ۹۲)

عمده الملوك امير خان تعلق نظامت از تغير آغرخان گرفت و نيابت باز بابوالبركات خان كه بحضور رسیده بود، مرحمت شد. مشارالیه تا رسيدن خود بكشمير، خليل الدين برادر يادگار خان را نائب كرد. اواسط سال چهل و دوم (۱۱۴۲هـ) ابوالبركات بكشمير رسيد.

● تاريخ ۵۵۱: دیده مغل، مخاطب باغرخان بهادر ترك جنگ بن امام قلی آغرخان مخاطب باغرخان، از امرای عصر در رمضان (۱۱۶۰هـ) شاهجهان آباد فوت شد. عمرش قريب هفتاد سال. پدرش در سنه (۱۱۰۲هـ) گذشت.

امام قلی آغرخان مخاطب باغرخان، از كبار امرای عالمگیر شاهی در هنگامي كه بحضور ميرفت، در صوبه اله آباد بر دهی تاخته، كشته شد (۱۱۰۲هـ) سه هزار و پانصدي.

● مردم دیده: دیده مغل، دیده تخلص، مخاطب به آغرخان بهادر ترك جنگ، پسر كوچك آغرخان بزرگ است. از قوم تركمان. والدش از امرای شاهجهان بود. در عهد عالمگیر پادشاه بمنصب چهار هزارى امتياز داشت، و بشجاعت و سخاوت مشهور بود. بعد فوت پدرش، بجای پدر نشست. در سلطنت مجدد شاه بمنصب هزارى و داروغگی گرز برداران ممتاز شد و بعد آن بصوبه داری کشمير سرافراز گرديد. سابق ازین چندی برفاقت نواب دلیر جنگ بلاهور هم گذرانیده. عبدالرحمان خان مرحوم برادر بزرگ این كمتر، نسبتی به نواب مذکور دارد. يعنی صبیئۀ تنگری بردیخان — كه ابن عم حقیقی و برادر عروس نواب موصوف است — در عقد عبدالرحمان خان بود. و این امير عالی جاه صاحب دیوان ضخیمی است و نزد بعضی كم تتبعان

دیوانش خیلی اعتبار دارد ، لکن بر صاحب مذاق معلوم است . بهر حال این شعرش — که چون مصرع خدنگ از بحر کمان فکرش برجسته و بدلاها نشسته — اشتهار تمام دارد و نظر برین که ظهوری گفته است :

بیک بیت شاعر مسلم بود اگر مصرعش مصرعی هم بود
با آنکه خان ، و نواب واله (۱) ذکر این مرد بزرگ و میان مجد پناه قابل (۲)
با وجود موجود بودن شاهجهان آباد ، در تذکره خود نیاورده ، این فقیر ثبت نمودن احوال این هر دو عزیز ، لازم دانست . شعر مذکور که مشهور است ، اینست :

ابروی تو ، زه کرد کمائی بکمینی یک صید نیا سوده ، زمانی بزمنی
در سته هزار و صد پنجاه و سه (۱۱۵۳ هـ) در جهان آباد ، بتقریب
قربابت برادر مرحوم ، روزی بخانه اش رفتم . صحبت شعر در میان آورد ، این بیت خود می خواند و خود تحسین میکرد و میگفت : میرزا زکی ندیم تخلص ، از ندمای معتبر نادر شاه ، این بیت مرا شنید و گریست و گفت : — سبحان الله در هند هم این قسم عزیزان هستند ! — بیت اینست :
دیده غیر ترا نمی بیند یک قسم صد قسم هزار قسم

من ساکت ماندم . آخر شعر ترکی شروع کرد و بفقیر گفت : شما زبان ترکی میدانید ! گفتم : یوغ ! گفت : خیر ! ترکی تمام شد ! و برخاستم و من بعد رفتم . تقریرش خوب بود و دیگر بس ، خدایش بیامرزد . (۱۶۳)

● عقد ثریا : دیده ، آغرخان دیده تخلص . از شرفای توران و عمد های قوم مغل است . در آوان دولت فردوس آرامگاه پنجهزاری ذات عز امتیاز داشت و اکثر به کابل میبود . گاه گاهی فکر سخن میکرد . (ص ۲۶)

۱- یعنی خان آرزو و علی قلی واله داغستانی.

۲- (۹)

● صف ابراهیم : آغر خان، دیده تخلص . در عهد مجد پادشاه صوبداری کشمیر سرافراز و از معاصران سراج الدین علی خان آرزو بود . (۱۲۷ ب)

● نتائج الافکار : آشفته کلام نغز و تلاش پسندیده، نواب آغر خان متخلص به دیده، که اصلش از قوم ترکمان است . پدر بزرگوارش در سلک امرای شاهجهان انخراط داشت، و در عهد عالمگیری بمنصب پنج هزاری و بخطاب ترک جنگ سر عزت برافراخت و چندی بنظامت صوبه کشمیر هم پرداخت. خان آرزو این مصرعه مشهور را بنامش تضمین کرده :

ترا دیدم و صائب را شنیدیم شنیده کی بود مانند دیده

آخر الامر، در سینه اواسط مائة ثانی عشر، دیده بتماشای عالم آخرت کشاد.

مجد علی خان متین کشمیری که تذکرة الشعرائی مسمی به — حیات الشعراء — بنامش نگاشته، از آن چند بیت از افکارش نگارش یافت :

معموری حسن تو، ز ویرانی دلها	جمعیت زلفت، ز پریشانی دلها
شیشه دل ز اثر ناله شکست	از نسیمی ورق ناله شکست
گر تو ساقی شوی! ای عهد شکن	میتوان توبه صد ساله شکست
فریاد من، از چشم سیاحت، بفلک رفت	این طرفه که، از سرمه شد آواز رساتر

(ص ۲۵۰)

● شمع انجمن : دیده نواب آغر خان ترکمانی . در عهد عالمگیری بمنصب چهار هزاری افتخار اندوخت . و در زمان مجد شاه بمنصب پنج هزاری و خطاب ترک جنگ سر عزت افراخت و چندی بنظامت صوبه کشمیر هم پرداخت . متین کشمیری تذکرة — حیات الشعراء — بنام وی نگاشته . در اواسط سده (۱۲۰۰ هـ) دیده بتماشای آخرت کشید . این ابیات از وی دیده شد :

(چهار بیت دارد که تحت نتائج الافکار آمده ۱۵۷)

۸۱- ذاکر ، محمد ذاکر کشمیری

● ریاض الوفاق : محمد ذاکر کشمیری، المتخلص بذاکر. با راقم آثم بنای اتحاد و محبت راسخه مستحکم داشت و از طرفین نشاط یکتا دل ممهّد و ابواب منافرت و بیگانگی منسد بود. از فرمائش مربی الفضلاء مهاوجا اودت نراین سنگه بهادر دام بقا — مثنوی پدماوت — بکمال فصاحت و بلاغت شروع کرده، هنوز باتمام نرسانیده بود که، کاتب قضا بر نسخه عمرش قلم اختتام کشید.

بهار فکرش چنان گل میدهد :

چنان افروز یا رب ! شعله شور فهانم را	که آتش بر زند چون شمع مغز استخوانم را
دری از بستن مضمون، کشا بر روی فکر من	ز معنیهای روشن، آب ده تیغ زبانم را
تنم از ضعف چندان کاست، آمد چون اجل، جریب	که در پیراهن هرگز نمی یابد نشانم را (۱)
منم، آن بلبل آتش نفس، ذاکرا درین گلشن	که هر دم شعله آواز سوزد آشیانم را

(ص ۳۶)

● روز روشن : ذاکر، خواجه محمد دائم (؟) کشمیری ست، که در ابتدای شباب از وطن بلاهور و دهلی رسید و از آنجا بشهر بنارس آمده زن گرفته توطن گزید. و تا ملک چنین بسیاحت پرداخت. و در مدح راجه بنارس قصیده موزون ساخت، بهمان ذریعه ملازم سرکار راجه گردید و حسب الحکم راجه بترجمه پدماوت — اشتغال ورزید، نوبت تکمیلش نرسیده بود که بعمر شصت و پنج (۶۵) سالگی رخت ازین سپنج سرای بیرون کشیده. دیوانی مختصر یادگار اوست :

میرود کی طرح تعمیر جنون، از یاد ما میشود محکم، ز سنگ کودکان، بنیاد ما

۱- شاعری گفته است :

تنم از ضعف چنان شد که، اجل جست نیافت ناله، هر چند نشان داد که : در پیرهن است

آنچه بود، انجام کار کوه کن، آغاز ماست
 بر دلم از هیچکس، ذاکر! غباری ره نیافت
 نه همین جام جم و ملک سلیمان بطلب
 گوهر، از دجله و عمان، بکف آری! لیکن
 قاصد آه از دیار دل، خبر آورده است
 ز صید لاغر من پهلوی دامن نشد فربه
 امروز زدی بر دلم، از ناز، خدنگی
 تیشه اول، بر سر خود میزند، فرهاد ما
 سینه صافم دوستدارم دشمنان خویش را
 هرچه خواهد دلت، از همت مردان بطلب
 آبرو بهر خود، از دیده گریان بطلب
 ارمغانی بهر ما لغت جگر آورده است
 خجالت میکشم چون بر سرم صیاد می آید
 قربان کمال تو شوم! باز خدنگی
 (ص ۲۲۶)

۸۲- ذاکر، پندت دهرم نراین

● روز روشن: کشمیری الاصل دهلی مولد و موطن است. طبع موزون
 و ذکاوت مشحون دارد. بعرضه نظم فارسی قلم میسازد:

هر جگر پاره ما، لعل بدخشانیء ما	پادشاهیم و غمت، مایهٔ سلطانیء ما
گوش کرد است مگر حال پریشانیء ما	زلفت آشفته، ندانم چنین، از پی چیست
وای بر ما! اگر این است سلامتیء ما	در بفل مصحف! و دل در گرو مهربتان

(۲۲۶)

۸۳- ذره، میرزا محمد سمیع

● عقد ثریا: مرزا محمد سمیع ذره پسر محمد شفیع اکبر آبادی. بزرگانش اهل
 خطه بودند و خودش در لکهنو تولد و تربیت یافته. جدش از مردم کشمیر بود.
 در عهد خلد مکان باکبر آباد نقل کرد و والدش در مستقر الخلافه متولد
 شده. خلاصه نسب آنها مرزا ست. غالب که اصل ایشان از ایران زمین باشد
 و خودش هم میگوید که: وطن آبای ما یزد است! محتمل که از یزد بکشمیر
 آمده باشد. بالجمله مرزای مزبور در سرکار نواب وزیر الملک نواب شجاع الدوله
 بهادر (۱) به امر طبابت عز امتیاز داشت. بعد رحلت نواب مغفور در آوان

۱- شجاع الدوله، نواب جلال الدین بن منصور علیخان صفدر جنگ. در (۱۱۴۴هـ) بدینا چشم
 کشود و در ذی الحج (۱۱۶۷هـ) بعد از فوت پدر ولایت اوده یافت. بتاریخ ۲۴ ذیقعد ۱۱۶۷

نواب آصف الدوله بهادر بسبب انقلاب هوای زمانه ، حمل سفر را بزیارت عتبات عالیات بسته ، عازم کربلای معلی شد ، تا آنکه رفت و باز آمد و بار دیگر قبائل و عشائر خود را از لکهنو در همان ارض طیبه برده رحل اقامت افکنده . چون — رساله عروض و قوافی — از میر شمس الدین فقیر ، که مؤلفش نیز میر موصوف است ، خوانده و بعضی غزلها هم در آن روزها از نظرش گزرانیده تهمت شاگردیش باین تقریب بر خود بسته درست ساخته ، و در شعر بزعم خود به تتبع اهل زبانان و شسته گویان خیلی غلو دارد . دیوانش در لکهنو نیز از نظر فقیر گذشت . وری قصائد و رباعی و ترجیع ، مجموع هزار شش صد بیت دیده شد .

(۲۸)

۸۴- ذکا ، پندت آفتاب بهان

● ادبی دنیا : در عهد آزاد خان حاکم کشمیر (۱۱۹۹-۱۱۱۲ هـ)

زندگانی میکرد . این چند بیت ازوست :

بدای هر دو عالم ، یافتم	جان جان و ذات آدم یافتم
جان جان را دیده ام در جان خود	من همه دریا درین نم یافتم
در مکان خلد هم آرام نیست	لا مکان را بجای بیغم یافتم
جان جان خویشتم ، در خویشتم	از دل و جان تا گذشتم یافتم
بحر وحدت را درون خود ، ذکا	کوزه تن تا شکستم یافتم

(ص ۲۴۳)

۸۵- راحت ، میر عبدالرسول کشمیری

● روز روشن : میر عبدالرسول کشمیری . کلامش راحت بخش جانهای

(۱۱۸۸ هـ) ازین دنیا رخت بر بست . در فیض آباد دفن شد ، و پسرش آصف الدوله

(قاموس المشاهیر ۲ : ۱۴)

پادشاه اوده شد .

مشتاقان است :

ز گلشن چون جدا شد، تازه دارد آب نرگس را چو چشم دور ماند از عارضت آن به که تریاشد
سر من، یارب! از زیر گریبان، کی برون آید فغانم تابکی از آستین، چون نی، برون آید
(ص ۲۳۲)

۸۶- رازی، عاقل خان

● کلمات الشعرا (۱) : عاقل خان رازی . در عنفوان جوانی مشق شعر راست برآست بطور قدما بسیار کرده . کتاب — مرقع — در زمین مثنوی مولوی بتقلید عارفانه گفته . پیشتر رساله — امواج خوبی — بنظم در آورده چند تصنیف دیگر هم دارد . این دو بیت ازوست :

عشق که، آسان نمود، آه چه دشوار بود هجر که دشوار بود، یار چه آسان گرفت
تنها نشسته ایم و طلبگار چون خودیم مکتوب اشتیاق بمنقا نوشته ایم
(ص ۶۷)

● مجمع النفائس : عاقل خان رازی تخلص . نام اصلی او میر عسکری است و نام والد میر محمد تقی ، عاقل خان خطاب داشت ، از جناب محمد اورنگزیب عالمگیر پادشاه . از عهد شاهزادگی نوکر بود ، چون نوبت سلطنت بمحمد اورنگ زیب رسیده بدرجه امارت ارتقا نمود . باوجود جاه و منصب، مشرب داشت و بسیار کم اختلاط و بی پروا کسی بود . لهذا چندین مرتبه استعفای

۱- در حاشیه چاپ لاهور بحواله نسخه (ب) ثبت است که : اینجا نسخه ب این عبارت دارد .
نواب عاقل خان رازی صاحب صوبه دارالخلافة شاهجهان آباد ، امیر با تدبیر عادل و انصاف گستر رعیت پرور و نیک نیت سخن شناس ، صوفی مشرب است . خلق خدا در احسان و الطاف او آسوده و مرفع الحال در عالم جوانی مشق شعر بسیار کرده . کتاب — مرقع — در زمین مثنوی مولوی روم عارفانه فرمود . — گل و بلبل — شمع و پروانه — قصه پدماوت و مدهمالت — را بنظم آورده . در آن داد سخنوری داده . خدش دیگرگه دارد .

(ص ۲۰)

این همه مراتب نمود، و بادشاه نظر بر حقوق خدمت و قدم روابط و کمال اعتماد، قبول نفرمود. مدتی مدید صوبدار دارالخلافه شاهجهانآباد دهلی بود و در همین جا برحمت حق پیوست.

و سبب رازی تخلص کردنش آنست که، وی مرید بلا واسطه، جناب قطب فلک هدایت و مرکز دائرة ولایت مشرب توحیدش مصداق لا برهان له و معتقد مقاله تحقیقش درس خوانان قول همه اوست، هادی مطلق راهمای برحق، دلیل الاتقیاء برهان الاولیاء، حضرت شیخ برهان برهان پوری قدس سره — که از جناب حضرت صمدیت راز الهی خطاب او بوده است — و سلسله آنحضرت بچند واسطه بقطب الاقطاب و غوث الاسلام شیخ حمیدالدین عرف شیخ غوث مجد گویاری عطاری قدس سره صاحب کتاب — جواهرخمسه — و — کلید مخازن — و غیرهما و بچند واسطه جد مادری فقیر راقم حروف سراج الدین علی آرزو بانجناب میرسد. حاصل کلام رازی مذکور، در سخن گوئی سرآمد و کلامش مملو است بجواهر معارف. چاشنی که از اشعارش نصیب ذائقه آگاهی میشود، از سخن کم کسی دست بهم میدهد. و چون طرز و طور او مشابه و مانا به پیر رومیست، قدس الله سره، بعضی از شعرای معاصرش — که نمک گیر بی مذاقی بودند — آنرا نمیپسندند. از آن جمله است، آنچه ملا سرخوش در — کلمات الشعراء — نوشته که: رازی در عنفوان جوانی مشق شعر کرده کتاب — مرقع — در بحر مثنوی مولوی بتقلید عرفاء گفته. و چند تصنیف بی مزه دیگر هم دارد. و بعد خواندن ایاتی، که نوشته میشود، بر سخن فهم ظاهر میشود که این همه از عالم شاعرپیشگی بلکه گدا شاعری است! لهذا در کتاب مذکور جای دیگر هم مذمت او کرده بسبب نیافتن صله شعری که گفته. بهر حال اشعار

رازی اینست :

خیال روی جانان، رازی! اندر دیده گریان
 پای طلب براه نه، شرط ادب نگاهدار
 در هر دو جهان وصل تو، باشد هوس ما
 سرمست جام نیست، دل جرعه نوش ما
 از عشق ماست، درد دل زخمی، نه جوش می
 شکر خدا که، میکده آمد مقام ما
 ای هوشیار! ما بتو کی اقتداء کنیم
 زاهد! چو من حلال شناسم، حرام تو
 من و رسم سبکساری و راه پیر شطاری
 نیازد دوست با هر بوالهوس مرد محبت را
 صبا! بگو نگه آموز چشم لیلی را :
 چو با حبیب، بگلگشت سرکشی، یاد آر
 دلم گرفت چو رازی! ازین گرفت و گذشت
 در موت و بعثم دارد مذبذب
 ای شمع! مائیم در سوز و گریه
 میخانه رفتیم، ساغر کشیدیم
 رازی میسندیش، از دوری خویش
 بخویش در سخنم روز مثل دیوانه
 بسا بیدار خواهد ماند و بس بیدار خواهد شد
 چه تأثیر است رازی! حسن بالادست ساقی را
 دستی بسینه ام بنه، ای فاصح و بین
 دل در جهان میند، که این زال بی خطا
 گوشه چشی، چو مستان بر دلم افکند، و گفت :
 رازی آن ساعت که برکف جام لب خواهد گرفت
 از طیبیان، نسخه داروی درد دل، مجوی
 گرچه دل بردن ز دست من ترا آسان نمود

۱- شمع انجمن دارد .

۲- حافظ گوید :

اول این حادثه، بر آدم و حوا بگذشت
 بیار باده! که فصل بهار آمد و رفت
 ازو بپرس که بهر چه کار آمد و رفت
 دل نرفت ازین رهگذار آمد و رفت
 در قفس نیز لب طوطی گویا گویاست
 که صدای جرس قافله، لیل! لیل! است
 در قفا کاکل، بلای دیدگر است
 عشق بازان را خدائی دیگر است
 در خانه درویش چراغی به ازین نیست
 تا گزیدم خاکساری، نقش پا زنجیر پاست

نه مرا کرد، رقیب از سرکوی تو، جدا
 بیا که! جان بلب از انتظار آمد و رفت
 کسی که، عشق نورزید تا دم آخر
 هزار راهرو چالاک آمدند و شدند
 آنچه منصور همیگفت بزدان هم گفت
 کس ندانست که مجنون، چه صدا کرد بدشت
 صید دل را، زلف او، دام بلاست
 نوجوانی، گفت بازاری، بطش
 من شعله مهرش، بدل افرخته دارم
 تا گرفتم گوشه، نقش بوریا زنجیر پاست

و این غزل در جواب غزل زیبای النساء بیگم صبیّه مجد اورنگزیب عالمگیر
 پادشاه گفت. و بیگم شاگرد ملا محمد سعید اشرف مازندرانی بود. و بیت غزل
 بیگم که کمال شهرت دارد این است:

سر بصعرا میزد، لیکن، حیا زنجیر پاست

گرچه من، لیل اسام! دل چو مجنون، در نواست
 رازی:

چاک گریبان من، دامن دامان گرفت
 هجر که دشوار بود، یار چه آسان گرفت
 بوالعجب زلف، گره در گره عقده کشاست
 میسوزم، ازین غم که، تراهم سحری هست
 دریافت که، بر نخل محبت، ثمری هست
 دریاب که در عین تغافل نظری هست
 ای دوست! ببین خسته تر از من دگری هست
 یک راست رو، چه چاره کند، با هزار کج
 هر چند باخت یار کج و روزگار کج
 مرا به نیست رفع غمار، باید خورد
 هزار سر زنش، از نوک غار، باید خورد
 اگر مستم و گر هشیار هستم، تاچه پیش آید
 جز عشق، که بیخبر در آمد

دامن وصل نگار، دست امیدم نیافت
 عشق که آسان نمود، آه چه دشوار بود
 از سر زلف تو، هر عقده که دل داشت، کشود
 پروانه دل سوخته، با شمع چه خوش گفت:
 آن روز که، منصور بر آمد، بسر دار
 غافل ز تغافل مشو! ای رند نظر باز
 گویند که: بر خسته دلان سخت نگیری
 در حلقه های زلف تو، دل رفت و شد خراب
 رازی تو، راستبازی خود را، مهل ز طبع
 روایت است که: می هر کجا دواست رواست!
 درین چمن، چو نظر بر گل کنی، رازی!
 کسی مستم همیخواند، کسی هشیار میداند
 از هر چه که بود! دل، خیر داشت

در عشق تو ای دلبر! دین هم شد و جان هم شد
 دل که دریاست، قطره آسا شد
 هر کس، از سرو گفت، من ز قدش
 جانم، هدف تیر بلا شد، چه بجا شد
 هر درد که، در روز ازل بود، مقرر
 عاشقی و مفلسی و بندگانگی و بیکی
 نگارا! تا غمت گنجیده در دل
 در سینه دل تنگم، با یار نمیگنجد
 شاه از عمل خود را، بر بنده نهد تهمت
 ز مژگان ترم، چون خون دل صد چاک میریزد
 نخستین غمزه چشش، نصیب خاکسازان شد
 درین میخانه، مخموریم از بدمستی ساقی
 من مستم و دیوانه، هشیار نخواهم شد
 در سلسله زلفش، دیوانه دلم گردید
 دل داند و غم داند، غم داند و دل داند
 هر تیشه، که زد فرهاد، از کوه صدا آمد:
 در طریقت، نقش پای سالکان را، کس نیافت
 میبزم و در حسرت آنم، که دریفا!
 گرچه پیریم، ولی عشق جوانی داریم!
 عین آیین، لیک مثل حساب
 نور سفر ما و پر خطر منزل
 شب عید است، و من از یار بعیدم، افسوس!
 یا من مست، اگر یار در آید، بسماع
 گرچه معشوق، ندارد نظری با رازی
 طریقی سوختن و خون گریستن ز دلم
 تا، عقد محبت تو، بستیم
 چشمی، که بروی تو، کشادیم
 تا بر سر کویست ایستادیم
 با دست تھی و با دل پر
 گر بگویند: خرابات خرابست، بگو:
 رازی! بجز آن عهد، که بستیم پیرهان

دیگر تو چه میخواهی! این هم شد و آن هم شد
 قطره اشک، رفته دریا شد
 سخنم راست بوده، بالا شد
 بی سر، سپر راه فنا شد، چه بجا شد
 آن جمله، نصیب دل ما شد، چه بجا شد
 این همه اسباب عیش، از بهر من آماده شد
 غم دنیا و مافیها ننگینجد
 در خانه چو یار آمد، اغیار نمیگنجد
 اتیبال همسزیب، انکار نمیگنجد
 چو خون صید بسمل کرده کز فتراک میریزد
 ز جام باده اول جرعه بر خاک میریزد
 که تا پیمان را پر میکند بر خاک میریزد
 در خواب ترا دیدم، بیدار نخواهم شد
 زنجیر، اگر این است، هشیار نخواهم شد
 من، این دل غمگین را، غمخوار نخواهم شد
 من سد ره وصلم، هموار نخواهم شد
 هر که، می آید درین رو، بی سرو پا می رود
 این بار جفا، یار بدوش که نهد باز
 این قدر یاری، از بخت جوان مارا پس
 می رود سر چو میزنیم نفس
 خار در پای و مانده از همه کس
 ماه دیدم درخ چون ماه ندیدم افسوس!
 مست و هشیار، بیکبار در آید، بسماع
 شاد از آن است که با او نظری دارد عشق
 چو دید، گشت ز غجبت کباب غرق عرق
 از بند وجود خویش، رستم
 از دیدن کائنات بستیم
 چون سایه، بخاک ره نشستیم
 جویای متاع دور بستیم
 طالب گنج! از آن روی بویرا نه روم
 هر عهد که بستیم، شکستیم! شکستیم!

اگر عاشق شدن کفر است، من زناار میبندم
 جائی نرسیدیم، جز آنجا که نشستم
 زان که، در میخانه صوفی نیستیم
 بسکه ما، بر حال خود، بگریستیم
 عین نی و غین نی، پس چیستیم!
 مختلف احوال، چون رازیتیم!
 درپوزه ز ساقی و پیمانه میکنیم
 ما خانه در هوای تو، ویرانه میکنیم
 ما کوه و دشت را همه غمخانه میکنیم
 فانوس آن خیالم و پروانه خودم
 دشته زن شد، ترک و هندو، نیز هم
 هست، نازک تر چو از مو، نیز هم
 طیلان فلک، سیاه مکن
 نتوان نتوان ز جان گذشته
 داد ساقی، عاشقان را جام پی در پی، چنین
 چو عندلیب بتمکین نمیتوان بودن
 بین کاندز غمش خاکی پسر کردن توان
 بقول بی هنر، ترک هنر کردن توان
 چون پری، میباید از خلق پنهان زیستن
 نی که، حرفی گفتن و عمری پشیمان زیستن
 مرگ تا دشوار باشد، نیست آسان زیستن
 دل بخوبان دادن و آنگه مسلمان زیستن
 در راه کعبه بادیه پشیمای کرد
 می خورده و سر خم افشای کرد
 ندارم درین اختیاری، چه چاره!
 بیست کشتگان عشق نفع صور، یعنی چه
 هله می فروش یک دم، بلبم بسته سبوی
 که راه عشق در مستی شود طی
 بنور عشق سرو جانب الحی

دل دیوانه خود را، بزللف یار میبندم
 بس سمی نمودیم، درین وادی حیرت
 کس نداند غیر حق ما کیستیم
 غافلان، بر حال ما، در خنده اند
 فصل نی و وصل نی، در حیرتیم
 گاه مستانیم، گاهی هوشیار!
 چون خاک را، نصیبه ز جام کرام هست
 ای گنج رایگان! چو تو ویرانه دوستی
 بی خان و مان، نشیم چو مجنون و کوهکن
 شمع خیال روی تو، افروخت در دلم
 غمزه زن شد، چشم و ابرو، نیز هم
 آن کمر را، چون کنم نسبت بمو
 ای دل! از سوز عشق، آه مکن!
 از همچو توگی توان گذشته
 جامی از کف، بوسی از لب، گردشی از چشم مست
 بنو بهار، که تلوین حسن و جلوه گری است
 ز اشک چشم خون بالا، زمین گل شد، چه مشکل شد
 نصیحت میکند ناصح، بترک باده و ساقی
 گر تمنا داری، ای دل! یا سلیمان زیستن
 یا سخن سنجیده گفتن، یا زبان بستن از آن
 زندگانی چون کنی بی غم، چو میترسی ز مرگ
 زلف، چون زنا ترسا زاده، میگوید بطن:
 همخانه و همزه، و از ناز خلق را
 بر دار، زان کشند، چو منصورت، ای گدا
 من و عشقبازی و بی اختیاری
 نسیم زلف یا بادی ز دامن، بس بود رازی
 دل من، بهوش آمد! غم دل، بجوش آمد!
 جزاک الله ای ساقی! بده می
 بحانیین السوفما یهدیکم الله

ملا شیدای هندی قصیده گفته که تمهیدش . تعریف شراب است و بسیار
کافرانه گفته و مطلع او این است :

چیست، دانی! باده گلگون مصفا جوهری! حسن را پروردگاری! عشق را پیغمبری!
جناب عاقل خان رازی — رحمه الله — این چند بیت در جواب گفته

در مذمت شراب :

جهل را پروردگاری فسق را پیغمبری
در طریقت رهنمی و در طبیعت رهبری
نزد کافر مومنی و نزد مومن کافری
هست در صورت چو آبی و بمعنی آذری
بپایت سرنهم چون زلف خود تا چند سرپیچی
که من، چون بگذرم، تو با گرفتار دگر پیچی
هر گه که، گریبان مرا دوخته باشی
چشمی بدین سیاهی زاغی بدین درازی
من با غمت بسازم با من اگر نسازی

چیست دانی باده ابلیس . . . را یآوری
حسن را عصمت گداز و عشق را شهوت طراز
نفس را چون جان مساعد روح را چون نفس ضد
آتش حرص و هوس، از شعله او، قطره زن
چرا سر، از من سرگشته ای خود سر، بسر پیچی
مرا از مردن خود نیست باکی، لیک زان ترسم
ناصح! چه کنی چاره این سینه صد چاک
هرگز ندیده چشمی در ملک جلوه سازی
در خون دل نشستم تا با تو عهد بستم

از ترجیع بند اوست :

الحذر! زاهدان زهد شمار
الصباح الصبح! اهل خمار
غمزه زن گشت، حسن در بازار
شد ظهور تو لازم الاظهار
مهر تا چند، مسک الانوار
گفت منصور، پیش ازین، بردار
لیس فی الدار غیره الدیار
سر ما و آستان باده فروش
که سروشم بگوش گفت: بنوش!
کز جهانم برند، دوش بدوش
کی توان زیستن، مسلمانی کی
من بیک طرف، و دور پی در پی
نستوان کرد، جز بمستی طی
و من السماء کل شی حی

النظر! عاشقان شاهد باز
الفتوح الفتح! باده فروش
جلوه گر گشت، یار پرده نشین
گفتم: ای ماهرو بحمد الله!
حسن تا چند، مخفی الجلوه
نه من این نغمه، میسرایم و بس
کین صدا آمد از در و دیوار
تا خم باده باشد اندر جوش
جرعه داد، از ازل، ساقی
تا ابد مست آن میم، زان مسان
ساقی ساده، ساغر پر می
گردش چشم و ساغر لبریز
گفت: این راه دور، ای مفرور
دل مرده بیاد زنده شود

مثل مجنون ز دست لیل می
گفتم: ای ساکنان حضرت حی!
عنند کسم شی و عنندنا لاشی
هست شرح ظهور وحدت وی
خوش قرنم نمود با دف و نی
لیس فی الدار غیره الدیار

پیندیش یکدم ز صبح خمار
مشو مست و بنگر خمار جهان
چه دلها، که دادند مستان ز دست
نکردند عیشی که میخواستند
ندیدند یک لاله بی داغ دل
که آخر بحسرت نیامد فراز
ز جام طرب جرعه بی خمار
خمار عروسی است هر ماتی

تاریخ تخت جلوس محمد اورنگزب عالمگیر پادشاه چنین یافته :

شاه هفت اورنگ - تاریخ جلوس شاه شد

۸۱۰۶۸

چون نیوشیدم و بنوشیدم
عشق با مستی و جنون پیوست
جمله اشیا سوای جلوه حسن
این و آن و من و تو و تو و من
در غرابیات دوش منبجه
کین صدا آید از درو دیوار

از ساقی نامه اوست در بیان خمار :

ایا سرخوش از دور لیل و نهار
غزان یاد کن، در بهار جهان
چه مردم، ازین دور گشتند مست
سر انجام مخمور برخاستند
بی ناله کردند در باغ دل
نکردند چمنی بنظاره باز
نخورند در دور ناپائدار
خمار سروری بود هر غی

چون ز فیض مقدم او، زیب دید اورنگ هند

رباعی :

ماست تن ز اهل دیوان نکشیم
هتو چه که مفت مسلمان نکشیم

ما خفت دور پاش سلطان، نکشیم
هند است و مدار کار بر هندو و ما

انتخاب دیوان دوم رازی که غزلهای

بدین خزان ز دو گلزار، باغبانی چیست
دانه خرمش دل تنگست
حلقه ذکر، چون فلاسنگست
در میان هر دو خود نما عشق است
یا خدا عشق! یا خدا عشق است
همه عشقت عشق را عشق است
حسن گوید که : دلربا عشق است
زنده و مرده کار بسا عشق است

بهار عمر شد اکنون، ز خویش دل برگیر
این جهان کشت زار و عمر تو فصل
خطرات تو، مثل عصفور اند
ابتدا عشق و انتها عشق است
جز خدا، هیچ کس نمیداند
گفت و گوی است، عاشق و معشوق
عقل گوید که : دلربا حسن است
خون منصور بعد قتل نوشت :

کیمیای ساز و کیمیای عشق است
معنی شرع ، مصطفی عشق است
گل این روضه الصفا عشق است
تو مخفی و آثار تو ، چون نام تو ، پیدا
نی صبح تو ظاهر شد و نی شام تو ، پیدا
سر ، بصرای دگر میدهد ، این مجنون را
بنوای دگری میدهد این افسون را
که عشق از غرض و حسن از وفا خالی است
بدار عشق در آ و ببین چه تمکین است
از چشم تر ما ، خیری داشته باشد
گر باد بکویش ، گذری داشته باشد
بنغمه خسرو و با ناله کوهکن گوید
درین وجود چه چیز است ، آنکه من گوید
شاید تو نداری ، دگری داشته باشد
چاره ساز غم چه خواهم چاره سازم میکشم
خود مرا بی اعتباری نیازم میکشد
یا سر بهای دار نه و پائدار باش
آید از دل بوی زلف و هم ز زلفش بوی دل
مکتوب اشتیاق بمنقا نوشته ایم
هر جا که ، حرف عشق بود ، ما نوشته ایم
رد کرده زلیخا را بیچاره تر از داهی
هم خود آئی و خود بسجائی
مست آنم که ، نیست مست کسی

ما همه ، خاک در گه عشقیم
صورت عشق ، مصطفی شرعست
بهر عشقت جلوه سازی حسن
ای عشق ! نه آغاز نه انجام تو ، پیدا !
ای مهر که ! هر ذره ز نور تو هویداست
عشق ، مضراب دگر میزند ، این قانون را
میدهد یاد ، سرودی بدلستان باز
سرشت ، عاشق و معشوق از ازل ، این است
بباغ حسن در آ و ببین چه تلوین است
هر کس که ، بروی نظری ، داشته باشد
از حسرت آن غنچه دلم ، تنگ نباشد
سخن یکبست ز هر پرده که گوید عشق
خبر ز سر معیت نیافت کس ، رازی
رازی ، مکن انکار که ، دردی بدل نیست !
دلنازی از که خواهم دلنازم میکشم
نازنینان ! کشتن موقوف چندین ناز چیست
با سر خود ، ز خود سری و پیخودی ، مگوی
بسکه دل در زلف او پیچید و زلفش دل کشید
در خلوتیم و مائل صحبت ، بچون خودی
هر جا که ، نقش حسن بود ، او کشیده است
عشقست که در مصرش ، یوسف بلامی شد
ای تو ! همه جا و هیچ جا نه ای
مستم از چشم خود پرست ، کسی

رباعی :

ای ! درد و دوی هر دل سرد توئی
در عاشق و ووالهوس تو تفریق کنی
رازی ! ز دل شیفته دلستنگ مشو
نیرنگ بود بصبغة الله همرنگ

دلها ز تو دردمند و بیدرد توئی
قاروق میان مرد و نامرد توئی
از بهر دل بمشوق در جنگ مشو
صد رنگ بین و بند یک رنگ مشو
(۱۲۶ الف - ۱۲۸ ب)

● شمع انجن : رازی ، نواب عاقل خان اسم شریفش میر عسکری

از سادات خوف و از عمدۀ خوانین عالمگیر پادشاه بود. در ایام شاهزادگی عالمگیر، یکی از پرستاران خاص، بقضای آسمانی رحلت کرده بود و مفارقتش بر خاطر شاه دشوار میگذاشت. روز دیگر بشکار آمد، نواب در خلوت بعرض رسانید که: با اینهمه ملال خاطر در شکار چه حکمت خواهد بود! شاه اشارت باین بیت کرد:

ناله‌ای خانگی، دل را تسلی بخش نیست در بیابان میتوان فریاد خاطرخواه کرد
عقل خان این بیت خود خواند:

عشق، چه آسان نمود، آه چه دشوار بود هجر چه دشوار بود، یار چه آسان گرفت
شاه بی اختیار رقت کرد و بکرات و مرات سماع کرده یاد گرفت و پرسید: این از کیست! گفت: از شخصی است که، نمیخواهد بحضور حضرت بنام شاعری موسوم گردد. بتبسم فرمود و نظر تربیت بحال وی بیش از پیش برگماشت، تا آنکه بمنصب چهار هزاری رسانید، و در هنگام توجه دکن بصوبه داری شاهجهان آباد مأمور شد.

دیوانش عالمی است پر از یوسف طلعتان معانی دل نشین، و سواد اعظمی است از سیه فامان حروف مشکین نمکین. در دسته بازار سطورش متاع درد انبار انبار، و بر تخته دکان صفحه‌اش گل‌های مضامین رنگین گلزار گلزار. هر شعرش زلف معشوقی سراپا ناز ست، و هر نقطه حرفش داغ دل عاشقی خانه برانداز و صاف. رنگینی کلامش را خامه از قلم نرگس و سیاهی را دوات لاله باید، و شنگرف از رنگ گل و صریر از آواز بلبل شاید. از رشک نسخه — مهر و ماهش — ماه و مهر در رو ساختن، و از نظاره نزاکت سخنش گل و بلبل در رنگ باختن. این چند بیت قانون عشق اوست:

خشک کنم، ز سوز دل، دیده اشکار را چند، در آب افکنم، آئینه نگار را
قبله مست میکند، خانه میفروش را آنکه بکعبه میرد سالک هوشیار را

چندم جهان خوری! دل چه نمی برین چمن
 بست گره ز خون دل، نافه آهوی یمن
 سر چو کشیدم ز جیب، عشق گریبان گرفت
 هر که بکف جام دید، دولت جمشید یافت
 سالها شده که، دلم معتکف روی تو بود
 در جهان، هیچ دل از وسوسه، آزاد نماند
 هر گل نازه، که بشگفت سحر، رنگ تو داشت
 سامری کیست، که جان در تن گوساله دهد
 کشته غمزه تو، نیست همین رازی و بس
 ای حسن! ترا هر دم، صد جلوه نقاب اندر
 درد تو مرا در سر، چون روح بود، در تن
 تا زلف ترا دیدم، در دست صبا، پیچان
 احوال دل رازی، گفتند درین مصرع
 عشق، از معموره میخواند، بویرانی مرا
 من همی سازم بتو، هر چند میسوزی دلم
 از نظر پنهانی و درد تو، در دل آشکار

باد خزان در پی است، جلوه این بهار را
 تا بکشد، آن غزال، طره مشکبار را
 پا چو کشادم ز بند، راه بیابان گرفت
 هر که ز دنیا گذشت، ملک سلیمان گرفت
 روی چون قبله نما، از همه سو، سوی تو بود
 مگر آن دل که، اسیر خم گیسوی تو بود
 غنچه نافه، چو بشگفت، پر از بوی تو بود
 ساحری چیست، همه فتنه جادوی تو بود
 بس مسلمان، بستم کشته هندوی تو بود
 صد موج زند دریا، هر لحظه حجاب اندر
 سوز تو در اشک من، چون بوی گلاب اندر
 می پیچم و می کامم، چون رشته بتاب اندر
 در کارم و بیکارم، چون مد بحساب اندر
 عاشق ویرانه کرد این گنج پنهانی مرا
 دل، نمی رنجد ز تو، هر چند رنجانی مرا
 اشکارا می کنند این درد پنهانی مرا
 (۱۷۲-۱۷۳)

۸۷ = راسخ، میر محمد زمان

● نصر آبادی: راسخ تخلص. او هم از سادات نجیب لاهور است.

شعرش اینست:

گل گشت جهان، بیرون چو آن سرو خرامان شد
 یاد، چشم سرمه آلودش، ز هوشم میبرد
 کشاده بال بلبل باغ را چاک گریبان شد (۱)
 میکند گرد رم آهوز خود پنهان مرا (۲)
 (۲۵۱)

● سرخوش: سید پاک گوهر، میر محمد زمان راسخ. از خوش خیالان و بلند فطرتان جهان بود. طبع عالی و فکر رسا داشت، در نازک بندگی و معنی یابی داد سخنوری میداد. صافی دهن و جودت طبع بمرتبه کمال الکمال. فقیر مطالعی گفته، میر معز وغیره صاحب سخنان همه خوش کرده بودند،

۱- سرخوش دارد.

۲- سرخوش و نتایج الافکار دارد.

هیچ کس جای حرف نداشت. آن مطلع این است :

بانگ تلخی اندوه، عشرتها نمی ارزد / بشویش حلال، این نعمت دنیا نمی ارزد (۱)
میر شنیده گفت: لفظ - تلخی - بیجاست! همان ساعت لفظ - کاوش - بجای آن
رساند. الحق اصلاح خوش کرد. ازین لفظ جانی در قالب شعر دمید.
در سهرند ودیعت حیات سپرد. تاریخ رحلتش فقیر چنین یافته :

مجد زمان، راسخ غشوش خسیال / دریفا! بجان آفرین، جان سپرد
چو تاریخ فوٹش، دل از عقل خواست / غررد گفت با دل که: راسخ برمد

۵۱۱۰۷

سجع اش - راسخ دم بود مجد زمان - این چند شعر از زاده های طبع

اوست :

یاد از شام غم ناله خموشان کردیم	مشتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم (۲)
جامه صبر ببالای جنون تنگ آمد	هر چه از دست پرآمد بگریبان کردیم (۳)
گلی شگفت: که من جام باده نازم	دل طیب که: من نیم بسل نازم (۴)
خروش ریخته بر دل که: نفه شوقم	بسینه قاخسته فساخن که: زخمه سازم (۵)
رسید شور قیامت ز تربت فرهاد	چو سیل خورد بهر سنگ پای آوازم
ز بوی مرهم کافور داغم، رنگ میسازد	چراغم ناز پرورده است ای باد سحر رحمی (۶)
فروغ باده زنده دست ره بظلمت هوش	ز جام ریخته بر افروختم بخلوت راز
تا حیرت حسنت، شده صید افکن طاقت	صحرا همه دامان ته پای شکار است
پرتو صبح ازل، دیده قربانی کیست	جام خورشید، پر از باده حیرانی کیست
لاله، مانند چراغ ته دامن، شده است	تکمه جیب بهار، از عرق افشانی کیست
بهر چه، دیده کشادیم، ای بهار! توئی	شرار خرمن بلبل، چراغ خانه گل (۷)
خوابهای عاشق، بر فرورد رنگ رخسارش	پریدهای رنگم آتشش را، باد دامان شد (۸)

۱- حسینی دارد.

۲- سرو آزاد و نتائج الافکار و شع انجمن دارد.

۳- سرو آزاد و شع انجمن دارد.

۴- شع انجمن دارد.

۵- نتائج الافکار دارد.

ریخت رنگی در پریدن، طرح این کاشانه را
 شود دامن، ته پا صید را، گرد رمیدنها
 چو چشم خفته بگذاشتم، بهال آریدنها
 چو برق جوهر تیغ، ز پیچ و تاب خود است (۱)
 چنین بادیه را، صندل از سراب خود است (۱)
 خشک گردد می، چو خون نافه، در پیمانهها (۱)
 سپرد همچون شرار از شوق چشم دانهها
 از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه ام (۱)
 با شکست شیشه میجوشد، صدای تپشه ام
 (۴۰ - ۴۳)

از ظهور عشق، عالم یک تجلی بیش نیست
 بود از درد وحشت، نشه در خون طاییدنها
 جهان دیگرم پرواز را باید کزین عالم
 اثر بناله عاشق، ز اضطراب خود است
 سرم غوشت بجام شراب تشنه لبی
 جلوه گاه آه گرم، گر شود میخانهها
 خرمم، در انتظار برق هستی سوز اوست
 گشت چون از درد آخر عشق دل غم پیشه ام
 هر قدم، در بیستون غم، دل گم کرده ام

● مرآة الخیال: مصور صور معانی و مشکوة مشعل روشن بیانی، طرز مستعار
 را ناسخ، متعالی قدر بلند مکان میر محمد زمان راسخ. در اظهار خوبیهای ذات
 والا صفات و بلندی پایه استعدادش، اگر بدستاری قلم و مدد مداد توسل
 جویند، راه بمنزل مقصود نبرند، که قلم چاک رقم در ادای توصیفش، کار
 آستین بی دست کند. و مرآت مرکب در طلیعة آفتاب مدحش چهره خیز
 صورت خفاش گردد. بلبل ناطقه را در تعریف گلهای مضامین رنگینش، از
 آواز رشته بر پای عزیمت افتد، و غزال دور گرد فکر را، بوادی اظهار استخوان
 بندی حروفش، سلسله سخن زنجیر شود. اولی آنکه در یوزة نقد مدعا از دریچه
 طبع نازک خیالی — که بداد این جویای رموز رسیده است — نماید :

گهرین گشته، از آن معجز فن	استخوان بندی ترکیب سخن
در او، گوش دیگر میخواهد	باده اش، جوش دیگر میخواهد
باده کیست بدین رنگینی	نمک کیست بدین شیرینی
نمک باده شیرین گزکم	عاشق چاشنی این نمکینم

اصلش از عراق عجم است، مولدش در هندوستان. در سرکار شاهزاده
 والا قدر دانش آگاه سلطان محمد اعظم شاه، از ارباب مناسب عالیه است.
 و دور باش تقریش در خلوت سرای خاص سلطانی. احدی را با خویش

مسابم نداشته . از واردات خاطر اوست :

پناه نما توانان، باز آئین وفا بستی
 ز بولی پهرن مکتوب بر بال صبا بستی
 بلاگردان ناز آورده ام مشت نیاز مرا
 شهبون در گلستان طرح کردی، پا حنا بستی
 دل کاکل پرستانست، بهجمیت نمی سازد
 چراغ شوخ دست شانه، بر چوب جفا بستی
 دل وحدت شناس، از ناخن بیداد بخراند
 ز خود لبریز کردی ساغر، و راه صدا بستی
 فدا شو راسخ شوریده سر، در راه پندهر
 نبی گویان ز خود برخیز اگر دل با خدا بستی
 (۳۰۶ - ۳۰۷)

● تذکره حسینی : راسخ، شاعر ماهر سخنندان میر محمد زمان . در عهد شاهجهان پادشاه بود و راسخ تخلص مینموده . ازوست : (یک شعر دارد ۱۳۳)

● سرو آزاد : راسخ . سهرند شهريست مشهور در وسط راه دهلی و لاهور . نام قدیمش سهرند است . چون سلاطین غزنویه از غزنی تا سهرند متصرف بودند ، سهرند زبان زد خلاق شد . و چون صاحبقران ثانی شاه جهان ، کابل را تا قراباغ غزنی در تصرف داشت ، حکم شد که : سهرند را بنام قدیم — که سهرند است — مینوشته باشند .

راسخ سید والا نژاد بود ، و راسخ القدم جاده استعداد . معانی تازه مییابد و خوبان خیال را در لباس رنگین جلوه میدهد (۱)
 از عمده ملازمان و مصاحبان شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان (عالمگیر) بود و بمنصب هفت صدی سرافرازی داشت .
 وفاتش در سهرند سنه سبع و مائه والف (۱۱۰۷ هـ) واقع شد .
 — راسخ بمرد — تاریخ است . طوطی ناطقه آهنگ کلامش سر میکند .

۱۱۰۷

۱- یک مثنوی بنام - مثنوی راسخ - در حیدرآباد دکن در مطبع محبوب دکن در سال (۱۳۲۴ هـ) بحکم مهاراجه کشن پرشاد چاپ شده است . ۱۱۱ صفحه دارد و ازین شعر شروع میشود
 ز کلکم ، ای سریر آه ! برخیز نسیم کوی بسم الله ! برخیز

پایان :

نمیدانم ، دگر این قصه ، چون شد محیط صبر ، یا طوفان خون شد

گر نبودی تاج بسم الله بای بوتراب کجکلامیها، نکردی بر سر ام الکتاب
(دو بیت دارد ص ۱۲۸)

● **نتائج الافکار:** صدر آرای دیوان دانشمندی میر محمد راسخ سهرندی.
که از سادات کرام و والا نژادان عالی مقام است. در مراتب نظم پردازی
راسخ دم، و در ساحت سخن طرازی ثابت قدم بوده. به ادا بندی معانی تازه
و مضامین رنگین بفصاحت و بلاغت، گوی سبقت از معاصرین ربوده. از
ملازمین نامدار و مصاحبین ذی اعتبار شاهزاده محمد اعظم شاه بن عالمگیر پادشاه
بود. و بمنصب هفت صدی عز امتیاز داشت. آخر کار در سنه سبع و مائه
الف (۱۱۰۷هـ) از سهرند بوطن اصلی شتافت. از خیالات متین اوست:

گل عشرت، ز آب تیغ عریان تو، میخیزد	شفق گردی است، کز خون شهیدان تو، میخیزد
دست بر سینه، که در پیش رقیبان کردم	داشتم داغ تو در سینه، که پنهان کردم
زبان عرض، ندارم ز تیره بختی خویش	چو سایه، خرم او را ز خویشتن دارم
بلاگردان ناز آورده ام مشت نیازی را	شیخون در گلستان، طرح کردی تا حنا بستی

(هفت بیت دارد ۲۷۲-۲۷۴)

● **شمع النجم:** راسخ، میر محمد زمان سهرندی. سید والا نژاد بود و راسخ
القدم جاده استعداد. معانی تازه مییابد و خوبان خیال را در لباس رنگین
جلوه میدهد. از عمده ملازمان شاهزاده محمد اعظم بود و بمنصب هفت
صدی سرفرازی داشت. وفاتش در (۱۱۰۷هـ) واقع شد. — راسخ بمرد —

۱۱۰۷

تاریخ است. طوطی ناطقه آهنگ کلامش سر میکند:

می بجلوه در آمد، که عافیت سوزم	شکست شیشه، که قربان شوخی نازم
ز پا نشاد تمنا، کز آشیان دورم	طپید دست تأسف، که بال پروازم

(۱۷۵-۱۷۴)

● ادبی دنیا: محمد زمان راسخ، در زمان عالمگیر پادشاه سرخیل شعرای کشمیر بوده . (کشمیر نمبر ص ۲۳۷)

۸۸- رافع، محمد مسعود کشمیری

● سفینه خوشگو: محمد مسعود رافع کشمیری، شاگرد ملا ساطع است. طبعی بلند و خلقی دل پسند داشته. طالب علم منقح بود، و در دارالخلافت رسیده چند سال بملازمت نواب صمصام الدوله (۱) بهادر گذرانیده. یک روز در مجلس حضرت شاه گلشن (۲) — که شعرا جمع بودند — دیدنش اتفاق افتاده بود. مرد عزیزی به نظر آمد اشعار خوب میخواند. پیاره جاگیری که در کشمیر بتوجه نواب، بدست آورده بود، قناعت نموده باز به وطن رفت. درین ایام (۳۷-۱۱۱۴هـ) شنیده شد که: وفات یافت. نواب غزلی طرح کرده بود، رافع جواب رسا داد، و احوال خود درین بیت ادا کرد:

کفم، چو کاسه گرداب، همچنان خالیست بآن محیط کرم، گرچه آشنا شده ام (۳)
و او شاعر مقرر است. اشعارش دیگر به فقیر نرسیده. (ص ۲۳۸)

- ۱- خواجه محمد عاصم مخاطب به اشرف خان، ثم بصمصام الدوله، امیرالامراء خاندوران بهادر، منصور جنگ بن خواجه قاسم نقشبندی. از اعظم امرای عصر. ۱۵ ذی القعدة (۱۱۵۱هـ) در جنگ نادرشاه فرمانروای ایران زخمی شده. ۱۹ ماه بهمان زخم در گذشت. عرصت شصت و هشت سال. سپاهی پرور و خلیق و متدین بود. (تاریخ محمدی ص ۲۱۴ و ص ۱۹۸)
- ۲- نامش شیخ سمدانه تخلص گلشن جهان آبادی (دهلوی) شاعر اردو زبان بود و دیوان دارای یک لک بیت گذاشته. ولی دکنی شاگردش بود. در سال (۱۱۴۱هـ) در گذشت.
- (قاموس المشاهیر ۲: ۱۶۳)

۳- خزانه عامره، سفینه هندی، تذکره حسینی و شمع انجمن دارد.

● تذکره حسینی : رافع، بانی مبنای خوش تقریری مجد رافع. شاگرد مجد ساطع کشمیری، از جرگه مصاحبان نواب صمصام الدوله المشهور به خاندوران بوده. روزی ملا رافع پیش نواب این بیت بدیده برخواند و هزار روپیه انعام یافت :

کفم ، چوکاسه گرداب ، همچنان خالیست الخ (ص ۱۳۶)

● خزانه عامره : رافع، از شعراء کشامره و صاحب افکار نادره است. شاگرد ملا ابوالحق ساطع کشمیری بود، و با نواب صمصام الدوله خاندوران بهادر بسر میبرد. نواب او را برین بیت هزار روپیه صله بخشید: کفم الخ

نواب صمصام الدوله خاندوران بهادر از اعظام امراء هندوستان است و از نوییان بلند مکان. نام اصلی او خواجه عاصم بود و وطن او اکبرآباد. در عهد مجد فرخ سیر، وقتی که امیرالامراء سید حسین علی خان، از حضور خلافت، رخصت دکن یافت، نیابت امیرالامرائی به صمصام الدوله تفویض نمود، و بعد شهادت سید حسین علی خان — در عهد فردوس آرام گاه — امیرالامرائی بالاستقلال برو قرار گرفت. و این منصب جلیل القدر را، نحوی سرانجام داد که، احبا و اعدا زبان بتحسین و آفرین کشودند. و در تمام عمر اصلاً گرد رشوت نگردید، و تقرب پادشاهی از اقران خود در گذراند. نواب آصف جاه غفران پناه وزیرالممالک قمرالدین خان و سائر امراء عصر، ازو حساب بر میگرفتند. و چون نادرشاه در سنه احدی و خمسين و مائه و الف (۱۱۵۱هـ) رو بهند آورد، صمصام الدوله بمقابله نادر شاه رفته داد جلا دت و مردانگی داد، و نقد هستی خود نثار نمک آقا کرد. صاحب اخلاق کریمه بود و با علم و علماء، سری داشت. دانشمندان جید فراوان جمع کرده، درخور مرتبه هر کدام رعایت نمود. و هر شب، بعد نماز مغرب تا نیم شب، در حضور او مجلس فضلاء

انعقاد مییافت و مباحثات علمی در میان میآمد. طبع نظمی هم داشت. این مطلع ازوست:

سمرخورشید، لرزان بر سر کوی تو، می‌آید
دل آئینه را نازم، که بر روی تو می‌آید
(ص ۲۴۶-۲۵)

● **صاحب ابراهیم** : محمد مسعود رافع تخلص کشمیری. از شاگردان ملا ساطع کشمیری است. از وطن بدهلی آمد، ملازم خدمت نواب صمصام الدوله خاندوران شد. بقدردانی نواب، جاگیر قلیلی در کشمیر یافته، بوطن خود معاودت نمود. بقیه عمر به همان مداخل قناعت ورزیده تا درگذشت. روزی غزل طرحی نواب را جواب گفته، بواسطه این بیت ... هزار روپیه صله یافته بود.

(۱۵۲ الف خطی)

● **سفینه هندی** : رافع کشمیری، شاگرد ملا ساطع کشمیریست. در ملازمت خاندوران خان بهادر میبود. نواب عالی جاه برین بیش ... هزار روپیه بخشید.

(یک شعر دارد)

● **شمع انجمن** : رافع، از شعراء کشمیر و سخنوران دلپذیر است. شاگرد ملا ابوالحق ساطع کشمیری. با نواب خان دوران خان بسر میبرد از وی میآید.

(یک شعر دارد ص ۱۷۳)

۸۹- رجا، محمد کاظم

● **سفینه خوشگو** : از مردم کشمیر است. نو بجرگه بلبلان چمن سخن آمده. روزی بخدمت خان صاحب (۱) دیدنش اتفاق افتاد. ازوست:

درکفم، دیگر چه ای سر بر بلند اقبال بود
سر نثار مقدمت کردم! که رأس المال بود (۲)
(ص ۲۴۱)

● روز روشن : رجا ، کاظم کشمیری . با سراج الدین علی خان آرزو صحبت‌ها داشت . (یک شعر دارد ۲۳۹)

۹۰- رسمی، قلندر یزدی

● مآثر رحیمی: رسمی ، قلندر از دارالعباد یزد است ، و بقدری طالب علمی کرده و در طرز و روش تصوف و تجرید کوشیده . و همیشه خرقه پوش و جرعه نوش و سیار بوده . و بصحبت درویشان هر طبقه و طائفه رسیده . و نصیبی وافر از صحبت ایشان یافته . و ملا شوکتی استاجلو— که در ایام درویشیها چندی با او رفیق بوده — میگفت که: مدت ها مجرد و تنها گرد بود . خالی از جذبه و حالتی نیست . و کمال از خود گذشتگی دارد . آخر الامر به هندوستان افتاد و بولایت دلپذیر کشمیر رفت ، و دران ولایت از ملا بس فقر در آمده ، بلباس سپاهیان در آمد و ملازمت اختیار نمود . ازان جا بلاهور آمده بملازمت این عالیجاه (خان خانان ، عبدالرحیم) مشرف گردید . و در سلک ملازمان و مداحانش در آمد و صاحب علوفه و جاگیر شد . و بانعامات و صلوات سرفراز گردید . و در شاعری و سخن سنجی خالی از طبع و فهم نیست . و اشعار عارفانه گفته و میگوید . و الحال که هزار و بیست و چهار (۱۰۲۴هـ) بوده باشد، در گلکنده دکن می باشد . و در ایام بندگی ایشان (خان خانان) قصائد مداحانه بمدح ایشان پرداخت و خود را بوسیله ثنا گوئی آنجناب، در سلک شعرای نامی درآورد، و بانعامات سرفراز گردید ، که قلم از تحریر آن عاجز است . و این اشعار بخط او در کتابخانه عالی بهم رسید که ثبت افتاد . و انشاء الله که من بعد ، نیز آنچه بهم رسد ، ثبت رود :

قصیده

دولت گرفته است بجان و جهان قرار
 کایسام میکند بعلامیش افتخار
 کز بخشش کف آمده چون کان بزینهار
 کز شرق تا بغرب ، جز او نیست شهریار
 کز هستیش ، زمین چو زمان است بیقرار
 کز مقدمش خزان شده در فصل نو بهار
 ایسام عیش رفته و شادی بسروزگار
 خوانده ملک بنام تو ای ملک را مدار
 دوران بنام خسرو جمشید اقتدار
 لطفی ز کردگار بر اینهای روزگار
 تا صورت کشیده برین لوح زرنegar
 تا گوهری چو ذات تو، پرورده درکنار
 در روز رزم دست ولایت تو را حصار
 کائنیه سپهر، بگیرد از آن، غبار
 خورشید وار، آنگه در آئی بکارزار
 آمد ندا ز غیب پسرخان کامگار
 خود را، بما سپار و عفو را بما گذار
 روزی که، بر سمنه سعادت شوی سوار
 اقبال بر زمین رود و فتح بر یسار
 جمشید تاج بخش و فریدون تاجدار
 بی آنکه، از نیسام کشی تیغ آبدار
 آواز کوس عدل تو، در گوش روزگار
 فرمان ده! نبوده مرا، شاعری شمار
 غیر از دعای شاه جهانم، نبوده کار
 در گوش روزگار، بی در شاهوار
 رسمی! دگر عنان سخن را، نگاهدار
 کائنیه اش مباد، که گیرد دگر غبار
 تا خشک سال یاسمن و گل دهد بهار
 سرگشته خصم جاه تو، چون چرخ بیقرار

شکر خدا که، از مدد لطف کردگار
 شکر خدا که، زیور بخت است خسروی
 شکر خدا که، تاجوری گشته تاج بخش
 شکر خدا، عنان جهان در کف من است
 شکر خدا که، رونق دهر است سروری
 شکر خدا که، تنازه گلی آمده بیباغ
 شکر خدا که، باز بمهد تو تازه گشت
 شکر خدا که، خطبه به نه کرسی فلک
 شکر خدا که، سکه اسلام میزند
 مرزای دهر، ملک ستان، آنکه ذات اوست
 نقاش صنع، بر قلم خویش برده رشک
 صد آفرین بمادر ایام، کرده دهر
 از حادثات ذات تو، ایمن بود که هست
 روزی که گرد فتنه، بحدی شود بلند
 گردت، سپاه خصم، چوانجم، کشیده صف
 بر خاطر تو، تا نه نشیند غبار غم
 خوش باش و شاد باش و بعیش و نشاط کوش!
 از پیش و پس روند ترا، نصرت و ظفر
 دولت، بدوش پایه قدرت، چه سرنهد
 این یک ترا ملازم و آن یک ترا غلام
 تدبیر تو، ز روی زمین، گرد فتنه، شست
 نشینده بانگ ظلم، که پیچیده دمیدم
 دین پرور! ز شهر، مرا عار بوده است
 جز کسب علم دین مبینم، نبوده کسب
 لیکن زمین ملج تو، کلکم کنون کشد
 اینجا مقام، مدح خداوند عالم است
 آئینه ایست، خاطر خان، دم مزن دگر
 تا صحن باغ، پر گل و ریحان شود زابر
 بادا بلند پایه قدرت، چو صیت شرع

قصیده

ز بخت بد، فلک حيله ساز، حيلت گر
 مرا فگند چو مشائیان، بهر کشور

عنان کشان، پی روزی، چو مرد سودائی
 قدم، بوادی تجرید چون زدم، دیدم
 گهی، باهل تجرد، برغم دنیا دار
 گهی، بتاجر دنیا پرست، میگفتم
 گهی، باهل غزا، همنان همی بودم
 باهل نظم همی بود، سالها الفت
 ز خواب، دیده من بود، تا سحر بیدار
 در آن خیال، بگوشم رسید آوازی
 ز خواب و خورد پی نیم معنی رنگین
 حدیث نکته سراپان ما سلف گفتن
 کس از فسانه تراشی چه مایه بردارد
 پی ضیافت سودائیان خام طمع
 چو خوان از، بیاراستم، صلا گفتم
 ز خوان حرص، که کس را میاد، از آن سیری
 حدیث، ترک و طلب، در میانه افکندند
 یکی حدیث عراق و سن یران سرکرد
 یکی ز روم و حبش، بذله ادا میکرد
 ز هند و ترک و خطا، راویان نغمه سرا
 چو اسب ترانه بپایان رسید، بر بستم
 متاع قیقه، در بیع گاه خاطرها
 حدیث، کشور هند و شکر لبان، چو گذشت
 چو شوق هند گریبان گرفت، پرسیدم
 ز سروران. مروت شعار، کیست کنون
 مدیح حضرت نواب خان خانان است
 مرا نرسید عطاهای خان خانانی
 چو آمدم بسوی هند، روزگار برینخت
 عنان گسته بهر سر دواند یک چندیم
 کنون که، غنچه بخت شگفت دوران گفت
 هزار شکر که، گردون برغم غمازان
 در آستان تو شد، فرش روی امیدم
 خدا یگانا! طول کلام پی ادبیست

همی جهاندم، در کوه وادی و در در
 شهبان بی کمر و خسروان بی افسر
 متاع نیستیم بود، زیست و زیور
 حدیث داد و ستد بر طریق اهل سفر
 بدفع لشکر کفار، بته تیغ و سپر
 برای اخذ معانی نه بهر آلت چر
 ز بهر لفظی، کز وی گداخت معنی گر
 که: ای ز فکرت باطل فتاده در آذر
 بسالها شده نومیدیش سخن گستر
 فسانه ایست که صاحب خرد کند باور
 بشیر کاهش عمر و گدازش پیکر
 به دیگ و سوسه پختن غذای بوک و مگر
 بسقاflan گرسنه دل شکم پرور
 چو دست میل کشیدیم ما دو نیک سیر
 گهی بنغمه تجرید و گه بصوت دگر
 یکی حدیث خراسان و نعمت پامر
 کزان ترانه روان، میگداخت جن و بشر
 لطیفها بنمودند در لباس اثر
 برای کسب تجمل، چو مور حرص، کمر
 بدست و سوسه، افتاد پی توده و زر
 فتاد در دل طوطی سر هوای شکر
 که: در ولایت هندوستان فیض اثر
 که در سخاوت باشد بسروران سرور
 ادا نمود به لحنی که، دل کند باور
 دواند جالب هندوستان از آن کشور
 شراب تشنه لبی بر لبم، ز صد ساغر
 بهسرمی دغا پیشگان بد گوهر
 بخاک درگه خان رهنمایم از هر در
 نهاد بر سرم از گهر موکبت افسر
 ترخمی که ندارم بجز توفی پاور
 بحضرت تو که، او باب فضل راست مقر

حدیث زهره و کرمان، کسی که، نشنید است
 رهی - بمدح تو نازد، چنانچه مینازید
 ز یمن مدح تو آن نغمه سنج شیرازی
 بطرز تازه، ز مدح تو، آشنا گردید
 ز فیض نام تو - فیضی - گرفت چون خسرو
 ز ریزه چینی خوانت - نظیری - شاعر
 کنسند، بهر مدحش، قصیده ها انشاء
 ز نوک خامه او، مضطرب دل افسون
 لباس لفظ، شود تنگ، در بر معنی
 سواد شعر - شکیبی - چو کحل اصفهان
 ز مدحت تو - حیاتی - حیات دیگر یافت
 حدیث - نوعی و کفری - چسان بیان سازم
 ز نعمت توبه - نوعی - رسید آن مایه
 ز گلبن املش صد چمن گل امید
 زلال مدح تو، تارهنمای - رسمی - گشت
 ز چشمه سار عطای تو، تا لبش تر شد
 سخن بمدح تو، بیرون تراود، از کلکش
 مرا چه زهره، که عرض هنر کنم جائی
 بعرض و طول سخن، سر مپیچ، وقت آمد
 همیشه تا که بود، اهل فضل منکر جهل
 بقای عمر تو، چندانکه، روزگار دراز
 بقای عمر عدوی تو، باد چندان

بآب مدح تو، سازد لب تکلم تر
 بمدح خاقان، خاقانی سخن گستر
 رسید صیت کلامش بروم از خاور
 چو روی خوب، که یابد ز ماشطه زیور
 به تیغ هندی، اقلیم سیمه را یکسر
 رسیده است بجائی که، شاعران دگر
 که خون اشک چکد از دل سخن پرور
 ز رشک پای او، تشنه لب، لب کوثر
 گهی که بکر معانیش پیفگند چادر
 بتحفه سوی خراسان برسد اهل بصر
 بل مقوی طبع عرض بود جوهر
 چو زنده اند بمدح تو، تادم محشر
 که یافت، میر معزی، ز نعمت سنج
 شگفت تا که بمدح تو شد زبان آور
 سراب از قدمش شد چو چشمه کوثر
 نهال حسرت او گشت نخل بار آور
 چنانکه دمیدم از ابر قطره های مطر
 که دل در آتش اندیشه سوخت چون بجر
 که طول عمر خداوند، خواهی از داور
 مدام تا که بود، اهل غیر دشمن شر
 کشد زگویی گریبان مهر رشته زر
 که نا امید بود از تولدش مادر
 (۱۲۹۷-۱۳۰۵)

● میخانه : رسمی قلندر که یکی از آزادگان این جزو زمان است و
 در فن سخنوری فرید دوران. در قصیده، که در مدح خان فلک قدر خورشید
 اشتهار میرزا عبدالرحیم خانخانان سپه سالار گفته، اظهار این معنی نموده (۱)،
 و آتش در خان امثال و اقران مادم و ممدوح انداخته .
 خوشا عمر سعادت مندی که با این طائفه روز بگذرانند . زهی لذت حیات
 خردمندی که بدینگونه زندگانی میکند .
 (ص ۷۸۸)

● روز روشن : رسمی قلندر، میر عبدالرزاق یزدی ست، که در عهد جهانگیر پادشاه بهند رسیده آزادانه بسر اوقات مینمود.

زانروز که گشیم بدام تو گرفتار
شد کعبه مرغان بهشتی قفس ما
بطرح بیستون، آن نیز دست چهره، پردازم
که نقش تیشه ام داغ دل فرهاد می گردد
(ص ۲۴۱)

۹۱- رسوائی، چغتائی

● نگرستان سخن : پسر حالتی (۱) یادگارست - پدر بیچاره مرحوم را از مادر بخطائی زهر داد و بحکم خلیفه الزمانی از کشمیر بلاهور آمد تا کوتوال اورا بقصاص رساند. طبع نظم داشت. ازوست :

تا غمزه خونریز تو، غارتگر جان است چشم ازل، از دور، بحسرت نگران است
(ص ۲۵)

۹۲- رشید، محمد عبدالرشید کشمیری

● شمع انجمن : رشید، مولوی محمد عبدالرشید شاه کشمیری. جوان نیکو و خوشگوار است. بمراتب علمی آراسته و بفضائل کسبی پیراسته. بوجه تعلق نیابت محکمه افتای ریاست بهوپال، با محرر سطور، آشنا ست. طبع نظم دارد. بتقریب تسوید این جریده شعری، چند از طبع ارجمندش درینجا ثبت افتاده:

۱- حالتی تخلص نام او یادگار است. از طائفه چفته بود در سلک ملازمان اکبری انتظام داشت. صاحب دیوان است، اوراست :

نماید آن قدر از گریه، آب در جگر
بجای رشته پیراهنت، ای کاش! من باشم
صبحی عجیب، سرزد از آن چاک گریبان
در فاله، ز رعنائی آن گل، شده ام باز
که مرغ تیر تو، منقار تر تواند کرد
باین تقریب شاید با تو در یک پیرهن باشم
بیدار شو، ای گوشه نشین! وقت نماز است
گل دیده ام امروز که بلبل شده ام باز
زانکه دودخانه ویران، سوی روزن نرفت
گر ز درد دل فریزد آب چشم دور نیست
(شمع انجمن ۱۲۵)

پیوسته به پیش یار، دل هست
بر دل یار، نشد حال دل ما، روشن
صبح، از دل نتوان برد، غم شام فراق
چه مهری ز حال من، که درسودای آن کاکل
طرفه دیدم پری رخی امشب
زلف داسی و چشم بادامی
گویی که ضمیر متصل هست
عکس آئینه در آئینه نمایان نشود
زنگ آئینه ز آئینه رخشان نشود
ز افتاده ام در پیچ و تابم، پا بزنیم
(ص ۱۸۲)

۹۳- رضوی، عطاءالله کشمیری

● صحف ابراهیم : رضوان (۱) تخلص اسمش عطاءالله کشمیری. اوحدی نوشته که : بیشتر با مرزا غازی وقاری (ترخان) میبود. بعد از آن با آگره آمده. مخفی نماند که، سراج الدین علی خان آرزو صاحب تذکره گوید که : تقی اوحدی این اسم را از سهوالقلم داخل باب عین کرده و الا تخلص مستند شمول باب الراس است. (ص ۱۵۶)

● ریاض الشعراء: رضوی، عطاءالله کشمیری، رضوی تخلص میکرده :

اوراست :

زعفران خورده است گوی صبحدم از آفتاب
ورنه بیدره است یکدم عمر چندین زیستن (۲)
(خطی).

● مجمع النفائس : رضوی، عطاءالله کشمیری. تقی اوحدی میگوید که : رضوی تخلص میکرد. بیشتر با مرزا غازی وقاری میبود، بعد از آن به آگره آمد. فقیر آرزو گوید که : این سهو است چه درین صورت در باب - ر -

۱- ریاض الشعراء و مجمع النفائس رضوی تخلص ثبت کرده اند. در صحف ابراهیم (آلمانی)

رضوان است که شاید سهو کتابت باشد.

۲- مجمع النفائس دارد..

می آورد (۱) بهر حال از عطای است :
 یک شکم سیری بود یا فاقه زین بیش نیست بسی سروسامانی ما و سروسامان ما

۹۴- رفعتی، ملا میرزا ابراهیم تبریزی

● تذکره نصرآبادی : میرزا ابراهیم نام داشت ، اصلش از تبریز است ،
 خالی از کمالی نبود ، شکسته را خوش مینوشت . بهند رفته اسبابی آورد در
 لباس خیلی تکلف میکرد . مدتی در خدمت عرب خان حاکم شیروان بود
 گویا در آنجا فوت شد . شعرش اینست :
 پروای سخن گفتن احباب ندارم نقلی که غم از دل ببرد ، نقل مکان است
 در تعریف کشمیر گفته :

چنان لطیف زمیشت ، که همچو دانه - در او چه قطره افتد ، نیفتد از تدویر
 (ص ۳۹۹)

● صبح گلشن : رفعتی تبریزی ، میرزا ابراهیم در تبریز نشوونما یافته و از
 وطن سوی هندوستان شتافته . زمین سخن را پاک رفته و در صفت کشمیر گفته .
 (یک شعر دارد ص ۱۸۲)

● دانشمندان آذربایجان : رفعتی تبریزی ، میرزا ابراهیم ، اصلش از تبریز
 بوده . خالی از کمال نیست . شکسته را خوب مینویسد ، بهند رفته اسبابی
 آورد . در لباس تکلف میکرد . مدتی در خدمت عرب خان حاکم شیروان
 بوده ، گویا در آنجا فوت کرد . (دو شعر دارد ص)

۹۵- رفیع، حسن بیگ مشهدی

● شاهجهان نامه مشهدی الاصل است و سخنان بلندش پیرایه ده عقل .

طبعش چو موسم گل روانست و فکرش مانند بهار رنگین و گل افشان .
اندیشه اش مانند بهار چمن طرازی گلستان سخن مینماید ، و قلمش به
تحریر اشعار رنگین زمین سخن را رشک چمن میکند . مدتی بعنوان انشاطرازی
و منشور نویسی با نذر محمد خان والی بلخ و بخارا بوده (۱) . و در سال هزدهم
جلوس مبارک — از راه تحریک محبت کارفرما که او را بدین درگاه آسمان جاه
وهنا شده بود — باستان بوس معلی رسیده ، در بندهای والا درگاه شریف
انتظام یافت .

اگرچه در لباس شعراء نیست ، اما بمقتضای موزونیت طبع ، اکثر اوقات
قصیده و غزل و مثنوی — مشتمل بر مدح اشرف — بنظر انور میگذراند . این
چند بیت از جمله اشعار اوست . ابیات :

چو رشته ، از گهرم گر لباس پوشانی	بر آورم سر خود را همان بزمیانی (۲)
چو غنچه ، که بسود درمیان ، خرمن گل	نشسته ام بدل جمع در پریشانی (۳)
عکس رخسار تو ، چون در می گلغام افتاد	شد گمانم که ، مه چارده ، در جام افتاد
طلعت شهرت و رسوائی مجنون ، بس است	ورنه ، طشت من واو ، هر دو ز یک بام افتاد (۴)
پای تا سر ، خویش را ، چون شمع محفل سوختم	گر نشیند عاشق از پا ، این چنین خواهد نشست

۱- بلخ و بدخشان در سال (۱۰۵۴هـ) مفتوح شد .

نصیرائی شهرازی تاریخ گفته :

شکر شد کز عنایات خداوند جهان	کرد فتح ملک توران ، سرور مالک رکاب
سال این تاریخ ، جست از عقل دانشور ، نصیرا	گفت با طبعش ز راه تمیبه ، کای نکه یاب
والی توران ، برآراز ملک توران ، و آنگهی	ثانی صاحبقران بنشان بجایش ، کن حساب
	(عمل صالح ۲ : ۳۷۶)

۲- سرخوش و حسینی و نصرآبادی دارد .

۳- سرخوش دارد .

۴- نتایج الافکار دارد .

مثنوی

بآب زندگی، شویم دهان را چو مداحی کنم، شاه جهان را
صدف پرور کند، گوش از کلامش نگین ناکنده گیرد، نقش نامش
چرا در کان نباشد، لعل سیراب که از شرم وقارش، کوه شد آب
اگر یابد ز مدحش، صفحه زیور شود هر سطر او، عقیقه ز گوهر
اگر از لطف بپند، سوی دریا گهر گردد حساب روی دریا
ز قهرش، گر نظر افند بگرداب شود چون دیده مقراض، بی آب
(ص ۲۱۲)

● نصرآبادی: حسن بیگ رفیع، اصلش از قزوین است، اما چون در مشهد بسیار بوده مشهدی شهرت دارد. و در نظم و نثر طبعش لطیف است. در اوائل حال ببلخ رفته، در خدمت نذر محمد خان بکتابداری مشغول بوده. و از متانت و بزرگی، داماد عالیجاه عبدالعزیز خان شده. در فن انشاء بنوعی شهرت داشت که، شاهجهان او را بالتامس طلب داشته با کوچ روانه هند شده، در مسلک منشیان درآمده. حاجی محمد زمان از رشک، پادشاه را عرض کرد که: حسن بیگ شاعر است! پادشاه را خوش نیامد، حسن بیگ را از نظر انداخت. و بعد از آنکه عبدالعزیز خان پادشاه شد، چیزی بیادش نوشته همشیره جلیله خود را، طلب داشته. او را ببخارا فرستادند. و حسن بیگ در هندوستان مانده. طالع او مدد نکرده، الحال مشهور شد که در کمال پریشانی است. این نقل از آخوند ملا سالک مسموع شد. شعرش اینست:

بر خاک در دوست، نسودیم جبین را	رفتیم و سپردیم، امانت دل و دین را
بی خط لب لعل، بدلم جای گرفته است	در موم، چه حاجت بسپاهیست نگین را
نگه گرم تو، با اهل هوس، بسیار است	شعله را، میل بآمیزش خس، بسیار است
عمر گر خوش گذرد، زندگی خضر کم است	ور پشنا خوش گذرد! نیم نفس بسیار است (۱)
رخساره آن ماه پی منع من از عشق	خطی بدر آورده که آن هم سند ما ست

صد هنر، چون خامه مو دارم، و نقاش دهر
 سرو و قمری هر دو حیران قد یار من. اند
 بهر کسی، که بود کار دیده، چون سوزن
 دل من بر الفت دشمن، که تا گرمست آب
 تا نداری از گره، سر رشته خود را. نگاه
 در دلت تا مهر حق باشد، نگنجد یاد غیر
 ز کار بسته ام، خاطر چرا اندوهگین باشد
 مگر بخار و غص از آفتاب بهره رسید
 صیب جو، آئینه را گفتم، ز غجلت آب شد

انتقام، از هر بن مویم، برنگی میکشد
 از که فالم! بنده و آزاد اغیار من اند
 چو رشته، پیرو او باشی، تا تمام شوی
 گرچه میجوشد با آتش، لیک با او دشمنست (۱)
 کار خود را، کی توانی برد، چون سوزن، براه
 در درون سنگ، با آتش غسی همراه نیست
 چو زخم بسته، شاید روی بهبودم، درین باشد
 و گرنه، بر رخ گل، رنگ کی تواند دید
 ترک عادت، بود مشکل، باز کار خویش کرد

● کلمات الشعراء: رفیع، میرزا محمد حسن بیگ. پیش نظر محمد خان والی
 توران خدمت منشی گری داشت. چون بهند آمد، شاهجهان پادشاه از راه
 قدردانی او را بمنصب چار صدی سرفراز ساخت.

در عهد عالمگیر شاه، بخدمت دیوانی بیونات کشمیر شرف اندوز گردید.
 آخر در دارالخلافه باجل طبعی در گذشت. با فقیر اخلاص تمام داشت.
 این بیت که برای عزل و نصب خود گفته، مشهور است:

یک زمان، فاصله نیست سفرهای مرا رفتن و آمدن من، بنفس میماند

براین بیت خود مباحثات میکرد، و شهرت تمام دارد:

عمر گر خوش گذرد، زندگی خضر کم است و در بناخوش گذرد، نیم نفس بسیار است

میر معز موسوی خان دخل کرد که. بنا خوش غلط است! با ناخوش
 باید گفت یا بنا خوشی! میرزا شنیده - بتلخی - درست کرد، اما شعر از مزه
 بر افتاد.

دیگر اشعارش تلاشی بسیار دارد. مثنوی در تعریف شاه جهان آباد
 خوب گفته، چنانچه در ستایش تخت مرصع کار گوید:

اگر، پاسبانش، شود ست خواب برویش نشانند ز یاقوت آب
ییتی در صفت عمارت گردون اساس گفته :

قضا رفتش را، بجائی رساند که آتش، ز هدرامی سنگ مانند
ییتی در تعریف انار باغ حیات بخش گفته، نواب علیة العالیة بیگم صاحب
شنیده بسیار پسندیدند. پانصد روپیه صله دادند :

انار دلکش این تازه بستان بود بی دانه همچون نار پستان

رباعی در تزل احوال پادشاه رسانید که بیت آخرش این است :

گفتم : قدمی پیش لهم ! پس رفتم در بخت، نظیر پای معکوسم، من

از زاده های طبع اوست :

خوشم که، غیر نگنجد میانه من و تو	چو خاتم دو نگین است، خانه من و تو
از وطن یاری نیامد، با من شیدا برون	آدم، مانند دست از آستین، تنها برون (۱)
خوشیش را آشنای حرف مکن	نقطه، امتحان کاتب، باش
ای جرس! این همه فریاد، ز دل تنگی چیست	شکرها کن که دلت جای طپیدن دارد
چها کنم دل او گر شود بفرمانم	جنون سرزده را دست رس بستگ مهاد
بی لب لعل تو میخوردم، و دل را زد، شراب	محتسب! بنشین که مارا باده خود کرد احتساب

(۶۸)

● تذکره حسینی : میرزا حسن بیگ رفیع مشهدی بوده بهند نیز عبود
نموده از عهد شاهجهان تا زمان عالمگیر بخدمت شایسته ممتاز میریسته .
(یک شعر دارد ص ۱۳۶)

● سرو آزاد : رفیع، میرزا احسن، شاعر رفیع المقدار و منشی کامل عیار
بود. اصلش از قزوین است. مدتها باقامت مشهد مقدس، سعادت حاصل
کرد، لهذا به مشهدی شهرت یافت .

بعد ازان که، منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایه فنون بهم رساند،

نزد نذر محمد خان والی بلخ رفت و بمنصب انشاء امتیاز یافت .

آخر بهند عازم شد و چهاردهم رجب سنه اربع و خمسين و الف (۱۰۵۲) باستان بوس صاحبقران ثانی شاهجهان دولت تازه اندوخت و در ملازمت اول بخلعت و انعام سه هزار روپيه کامياب گشت . و در سلک بندگان در آمد . و در جشن وزن شمسی بیست و چهارم ربیع الاول سنه ست و ستین و الف (۱۰۶۶) مثنوی تهنیت جشن بعرض رسانید . و مبلغ هزار روپيه برسبیل جائزه مرحمت شد .

و در عهد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مأمور گردید . انجام کار بعدر کبر سن از نوکری استعفاء نمود و از سرکار پادشاهی وظیفه تقرر یافت . و در دارالخلافه شاهجهان آباد وظیفه حیاتش منقطع گردید .

عندلیب قلم زمزمه او میسراید :

چون شمع کار خود را یک شب تمام کردند (۱)	آنها که ، خواب راحت بر خود ، حرام کردند
داغم از ماهی که ، اورا خارها ، جزو تن است	سهل باشد ، لذت خاری که ، در پیراهن است
من نمیدانم ، علاج خار دامنگیر چیست (۱)	خار را آتش توان زد ، تا نگیرد دامنی
در خور حالت خود ، نامه پری درکار است (۱)	نیم بسل شده مرغی ، بکف آرم ، که مرا
کسی که باز بود ، دیده تماشائی است (۱)	بدام زلف تو ، عالم تمام در بند است
که روبرو نشود با کسی ، که خود بین است (۱)	قفای آئنه را ، به ز روی آئنه ، دان
(ص ۱۰۸-۱۰۷)	

● خزانه عاصره : رفیع ، میرزا حسن بیگ قزوینی الاصل است ، مدتی باقامت مشهد مقدس ذخیره سعادت اندوخت ، لهذا مشهدی علم گردید . شاعر رفیع الدرجات و منشی خوش عبارات است . در مبدأ فطرت دست مایه فنون بهم رساند و نزد نذر محمد خان والی بلخ رفته ، بمنصب کتابداری و انشای

سرکار او قیام نمود. و از کلام نصرآبادی ظاهر میشود که : او همدامان نذر محمد خان بود. و همدامان را در عربی سلف بالکسر گویند. رفیع پیش از آنکه، افواج شاهجهان متوجه تسخیر شوند، ره‌گرای هند شد. شیخ عبدالحمید مؤلف شاهجهان نامه گویند : چهاردهم رجب سنه هزار و پنجاه و چهار (۱۰۵۴هـ) حسن بیگ رفیع — منشی نذر محمد خان — که بآرزوی بندگی این دولت آسمان صولت، از خان مذکور جدائی گزیده، روی امید باین سدهٔ سنیه نهاده بود، سعادت تقییل عتبه فلک رتبه دریافت. بخلفت و انعام سه هزار روپیه سر بر فلک افراخت، داخل بندگان درگاه فلک جاه گردید (انتهی). و او بمنصب پانصدی، چهرهٔ اعتبار بر افروخت. و در جشن وزن شمسی بست و چهارم ربیع الاول سنه سته و ستین و الف (۱۰۶۶هـ) در جائزهٔ مثنوی تهنیت، ده هزار روپیه برگرفت. و مثنوی در تعریف شاهجهان آباد دارد. درین مثنوی وصف — باغ حیات بخش — میکند.

انار دلکش این تازه بستان بود بیدانه همچون نار پستان

جهان آرا بیگم مشهور به بیگم صاحب، بنت شاهجهان، بیت مذکور شنیده خوش گردید و پانصد روپیه صله بفرستاد.

در عصر خلده مکان (عالمگیر) بخدمت دیوانی و بیوتائی کشمیر، جمعیت پذیر گردید. و در آخر عمر بعدر کبرسن از نوکری استعفاء خواسته در شاهجهان آباد گوشهٔ انزوا گرفت، و از سرکار پادشاهی وظیفه تعین یافت، تا آنکه از وظیفهٔ حیات نیز استعفاء نمود.

در وقت تحریر این صحیفه، صحافی دیوان غزل و رباعی او آورد و بانتباع فقیر در آمد. پریزادان معانی تازه تسخیر میکند و در بعضی زمین‌ها از دو تا چهار غزل منظوم میسازد، و همه مضبوط و مربوط. قصائد و مثنویات

او به فقیر نرسیده ، خان آرزو از غزلیات او انتخاب مستوفی زده داخل
— مجمع النفائس — ساخته ، این اشعار سوای آن از دیوانش برچیده شد :

عیب دانا نیستم تا کی پوشانی مرا (۱)
هیچکس فیضی نبرد از سایه دیوار ما (۱)
از دست ندادیم ، تماشای غزان را (۱)
رسی است طپیدن نفسی قبله نسما را (۲)
هرگز ندهد تاب کسی پنجه پا را
آتش سنگم ، نمیسوزم پناه خویش را
چشم مست که ندارد خبر از ابروها (۱)
در پای خدنگ تو ، گذارم سر خود را
عاقبت میبردش ، گسریه مستانه ما
وگر نه میزدم آتش سراپا خرمن خود را
لیک میترسم که آرد در میان روی ترا
که آتشی نشود از تو بهره مند آنجا (۲)
جلوه آن شوخ آهن دل کند رسوا مرا
رحم بر داغم خورد بگذار در صحرا مرا
عمریست که صیاد شکسته است قفس را (۲)
مگر بیدار سازد شوق دیدار غزان مارا
زنده همچون عکس بی باد نفس بودیم ما
همچو بیماری که در تب بشکند پرهیز را
هرکس بقدر طبع کند انتخاب را (۲)
صدف نیم که بود گوهر نسفته مرا
در شب ز هر سیاهی ، بیم است کاروان را
که سنگ ، بهر چه گردید دشمن مینا (۳)
تا نه بیند ، چشم بلبل صورت اغیار را
میفرشد بساغبان گلهای باغ خویش را
از چه بی لطف شدی ، این همه درباره ما

ای فلک! دیگر برآر از ننگ عریانی مرا
چون نگین با خویش نام خاله داریم و بس
در موسم گل ، مگر بگلستان برسیدیم
لرزید دل و داد نشان ، زان خم ابرو
افتادگیم ساخته از حادثه ایمن
از زبانه ایمن است آنکس که غمخوار من است
قد خم گشته مارا ، بسنظر کی آرد
دائم هوس این است دلم را ، که چوپیکان
محتسب ، مگر نرود از در میخانه ما
از آن ترسم که ، ناگاه قسمت موری در آن باشد
در حق آئینه دارد ، دود آهم ، فکرها
چو خار ، بر سر دیوار گلستان ، منشین
همچو آتش ، در درون سنگ ، اگر باشم نهان
لاله ام پژمرده میگردم اگر بیجا شوم
ما قسوت پسرواز نداریم ، وگر نه
بهار ما چون نرگس ، جمله صرف خواب غفلت شد
خاطر آئینه ، از ما غباری ، بر نداشت
شام هجران و سلم آید یاد و دردم تازه شد
پروانه را چراغ و مرا داغ شد پسند
هزار سوزن لباس ، پیش خورده دلم
از خال و خط در آن زلف ، دلها هراس دارند
کسی بزاده خود خصم نیست ، حیرانم
گل ، نهان دارد بزیر دامن خود ، خار را
زیشتی دارد اگر دنیا نصیب دیگری است
ای غم یارا! بیکبار ز ما رنجیدی

۱- شمع انجم دارد.

۲- نتایج الافکار دارد.

۳- شمع انجم و نتایج الافکار دارد.

بدستم از سر زلف تو، یادگاری هست (۱)
 چه سود ازین که چونرگس پیاله داری هست (۱)
 هر کرا دیدم، گلی برگوشه دستار داشت
 دامن اربساب دولت خسار داشت
 مشوق هرزه گرد تو، رسوای عالم است
 تا شد بلند، در پی تاراج شبنم است (۲)
 برگلوی مرغ بی پر، باعضای لنگ بست
 نظر بطالع من گردش قمر این است
 مرا چه باک که عالم پر از سخن چین است (۲)
 بزم هر که درآید، گدای خویشان است
 که چشم میبرد اما بجای خویشان است
 همچو یوسف کرده یکبار در چاهم پس است
 ظاهرأ پروانه در پای او افتاد است
 میبرد باخود مرا، هر سو که، خاطر خواه اوست (۳)
 بی فکر، آنچه گفته شود، پائدار نیست
 چون نخل بادیه، کارم همیشه تنهائی است (۱)
 اگر مسیح مرا ذوق کارفرمائی است
 چه کرد زلف که، از روی یار افتاده است
 زآنکه، فرزند معلم را، غم اوستاد نیست
 دین و دنیای اسیران محبت، این است
 این وطن سوخته را، حب وطن بسیار است (۲)
 جمله یکجایند و دلها را بدلبها راه نیست
 آتش گلشن بغایت مهربان افتاده است
 کباب گر نمکین شد، شراب بی نمک است
 گل بدست آمد مرا، اما دماغ از دست رفت (۱)

هنوز در کفم، از عمر رفته، تاری هست
 مرا که، بی تو بگلشن شراب، خون دل است
 غیر من، کز گلشن کویت، نچیدم غنچه
 دست اربساب طلب را نیش زد
 ای ذره! بر بخوبی غورشید خود مناز
 بی همتی نگر که، بساین رتبه آفتاب
 بعد عمری، گر بمکتوبی، سرافراز نمود
 چو گیرش سر ره، روز من بگرداند
 نمیکم سخن از هیچکس، چو مردم چشم
 غذا ز پهلوی خود، میخورد چو شمع، دلم
 همیشه پیش من، وز برم گریزانی
 نیستم دولا ب، دست ای چرخ! از من بازدار
 در کمال سرکشی، ببینم، امشب شمع را
 مشت خاکم، در ره باد صبا، افتاده ام
 چون خانه که، زود پتا سازدش کسی
 نه همچو سرو و گلم، ذوق گلشن آرائی است
 ادا کنم بسر و دیده، کار چون سوزن
 بغیر ازین که، سر خود نهاده بسر پایش
 زاده عشقم، بسجنونی ندارم احتیاج
 از سر دام و قفس، نیست گذشتن، آسان
 داغ حرمان تو، هرگز نرود از دل ما
 خانه پر شیشه را، ماند جهان بیم، دار
 خار خشکم گر ندارد باغبان لطیفی بمن
 فلک، دو یار موافق، بهم رفیق نکرد
 باغبان! از سیر باغت، متنی بر من منه

۱- شمع انجمن دارد.

۲- شمع انجمن و نتایج الافکار دارد.

۳- در همین زمین است:

میبرد، هر جا که، خاطر خواه اوست

رشته در گردنم، افگنده دوست

آن نیست که، رسوا نشوم، بوی شراب است
 دانسته که، رفتن ز پی مرده، ثواب است
 ورنه در پا، همچو شمع، قوت رفتار نیست (۱)
 ز عنایب نگویم سخن، که عاشق نیست
 کز پی خنده کم، گریه بسیاری هست (۱)
 که امیدم، بتو ای سرو روان! بسیارست (۲)
 از پی قتل چرا تیغ دودم بردارد
 باغبان آمد و خسار سر دیوارم کرد (۱)
 گمان مبر که، یکی از هزار میباید
 ای بلبل چمن، بتو از گل، چه میرسد
 چون پیر گشت، ناز پدر میتوان کشید (۱)
 زان که، در فصل خزان، دیوانه غافل میشود
 گر در آید به قفس، یاد گلستان نکند (۱)
 چون گرم پیش آید با دوستان در افتد
 که گوید غیب خود را چون بدم رویو گردد
 دست چون آزرده شد، از زیر سر، باید کشید
 چشمه امید خود را، بسکه کندم، چاه شد
 هیچکس، مرغ قفس را، بخشی یاد نکرد (۲)
 اشک من، بیش مگر یک دوسه منزل برود
 میخواست که، منت کش جلاد نباشد
 هر دم از بهر نوازش دگری بیش کشد
 بسکی بغیر پایت سر او فرو پاید
 از من بساو بجز سر بای نمیرسد
 خسار سر دیوار، ز آتش گله دارد
 همچو پیری که به تعظیم جوان برخیزد
 مرا خواهی، ز عمر خویشتن بزار کرد، آخر
 ای صبا! برگ گلی بر تربت فرهاد مریز
 خانه رنگین شاعر، بیت رنگین است و پس

هر چند که، ظاهر نکنم مهر لب را
 دنبال دل یوالهوسان، بیرون آن شوخ
 دیگری آرد مرا بیرون، مگر از بزم یار
 نمرود در قدم گل، نسوخت همه خار
 بر من از، قهقهه شیشه می، ظاهر شد
 یک نفس باش که، در سایه ات، آسوده شوم
 هر کسی نیزه تواند ز قلم بردارد
 خواستم، سبزه صفت، در قدم گل باشم
 تو گر روی ز چمن، بلبلان تمام روند
 صیاد، آب و دانه بر مرغ قفس، دهد
 بامن، اگر سپهر بود سرگران، چه باک
 در دم پیری شود آگه، رفیع از حال خود
 من کفیل از طرف بلبل گلزار، که او
 ناکس بشعله ماند در طرز آشنائی
 کمال خوبی آئینه پر زنگ را، نازم
 بهر آسایش، ستم بر دیگران، نتوان نمود
 در طلب، از کوشش بسیار، کارم پس افتاد
 از چمن، دامن پر گل، همه یاران رفتند
 از پیش، من نتوانم که روم، وقت وداع
 فرهاد، عجب نیست اگر قاتل خود گشت
 آسمان، چون گهر چند، که در رشته کشند
 فرساید، بست عاشق، غم زلف تابدارت
 دنیا، هزار بار گر افتد، پپای من
 با باد، باو تحفه شرابی، نفرستاد
 بر سر لطف گر آید، خجل از چرخ شوم
 بدست غمزدینم، تابکی، زلف درازت را
 رنگم گلها، باد از گلگون شیرین میدهد
 در میان دفتر اشعار خودم دارم مقام

۱- شمع انجمن دارد.

۲- نتایج افکار دارد.

بیپوده ، در میان دورنگان، بسر میر
شد مدتی ، که یار نمیرسد ، از رفیع
در گوشهٔ مکتوب کسی ، نقش نگین باش
هر که بیند مرا شکست دهند
کسبی نبود ، با دل من ، نور محبت
از بسکه ، مقید بسر زلف تو گشتم
مگو که ، صید حرم گر شدم ، چه غم دارم
اگر دانستی ، کان سنگدل ، استاده در راهم
شیشهٔ بی باده را ، چون نیست نوری ، در جبین
در زیر تیغ دل را یارای دم زدن نیست
از زبانم قامت او ، پند بردارد که لال
بزخم بسته ، شیهه است ، کار بسته من
جای در فانوس ، کی باشد چراغ مرده را
دل آسان شود خون ، ز حسد ، اگر به بیند
همه عمر در سیاهی ، ز چه ماند ، آب حیوان
من آن نیم ، که برم رشک ، بر متاع کسی
منکر آن قامتی ، زاهد ! دم از ایمان مزن

چون آفتاب ، گنجفه بی صبح و شام ، باش
رنجیده است صاحب ما از ندیم خویش
شاید که بجای برسی ، گوشه نشین باش
ورق انتساب را ماتم
چون چرخ ، بجز مهر خدا داد ندارم
مطلق خبر از حال دل خویش ندارم
که از تفاضل صیاد ، صد الم دارم
گرم صد خانه بودی ، شیشهٔ دل یار میستم
همچو شمع کشته ، باید از میان برداشتن
نستوان نفس کشیدن هنگام آب خوردن
در قیامت عاجز از تقدیر نتواند شدن
امید هست که ، در بستگی ، شود نیکو
گر دل افسرده داری ، پای در خلوت مته (۱)
که چو برگ لاله ، یکجا ، دوسه آشنا نشسته (۲)
چه گناه کرده ، یارب ! که بروز نا نشسته
ببرگ برگ تو ای لاله ! داغ ارزانی
چون مسلمانی ؟ که انکار قیامت میکنی
(ص ۲۳۳-۲۳۸)

● **نتایج افکار :** صاحب طبع منبع میرزا حسن بیگ رفیع . اصلش از قزوین
است ، لیکن چون سالها بسکونت مشهد مقدس — در تحصیل سعادت — پرداخته ،
بناء علیه بمشهدی شهرت گرفت . ناظم رفیع القدر و منشی خوش رقم بوده .
در اوائل حال سرمایه نظم پردازی و انشاء طرازی فراهم نموده بخدمت نذر محمد خان
والی بخارا رسیده ، بعهده کتاب داری و دارالانشاء سرکار او مأمور گردید .
گویند : قبل از آنکه افواج شاهجهانی متوجه تسخیر بلخ شود ، خود را بپند
رسانید و بتقییل آستان دولت نشان شاهی و تقرر منصب پانصدی ، سامان عزت

۱- نتایج افکار دارد .

۲- شمع انجن دارد .

و امتیاز حاصل ساخت . و بحصول صلات نمایان در جائزه مثنویات در همچشان سر مفاخرت و اعتبار بر افراخت .

و در عهد عالمگیر پادشاه بخدمت دیوانی و بیوتانی کشمیر ، طمانیت پذیر گشت . و در آخر عمر بسبب کبر سن از نوکری مستعفی گشته و در شاهجهان آباد متروی گردید . و مادام حیات بوظیفه از سرکار شاهی مقرر شده بود ، اوقات خوش میگذرانید ، و اواخر مائه حادی عشر (سده دوازده) بساط هستی پیچید . این چند بیت از طبع بلندش بملاحظه درآمد :

همچو آتش، در درون سنگ، اگر باشم نهان	جلوه آن شوخ آهن دل، کند رسوا مرا
بچه امید، تمنای خلاصی دارم	منکه دانم، قفسم در نظر صیاد است
چو غنچه که، بود در میان خرمن گل	نشسته ام بدل جمع در پریشانی

(دوازده بیت دارد ۲۷۰-۲۷۲)

● شمع انجمن : رفیع ، میرزا حسن بیگ قزوینی . شاعر رفیع الدرجات و منشی خوش عبارات و ناظم رفیع المقدار و ناثر کامل الاعتبار است . منازل علوم رسمی طی کرده و دستمایه فنون بهم رسانده ، در سنه (۱۰۵۴ هـ) بهند آمد و بمنصب پنجصدی چهره اعتبار بر افروخت ، و صله های گران ، در بدل مدح شاهجهان پادشاه بیندوخت .

در عصر عالمگیر ، بعدر کبر سن از نوکری استعفاء خواست ، و در دهلی گوشه انزوا گرفت ، و از سرکار پادشاهی وظیفه تعیین یافت ، تا آنکه از وظیفه حیات مستعفی شد . پرنیزادان معانی تازه تسخیر میکند و لالی مبانی را در رشته غزل منظوم میسازد . آرزو در تذکره مجمع النفائس انتخاب غزلیات او مستوفی کرده . این چند بیت سوای آن از دیوان او برچیده شد :

(۳۲ بیت دارد ۱۶۲-۱۶۶)

۹۶- رفیقی، شیخ نورالدین کشمیری

● رحمان علی: شیخ نورالدین رفیقی کشمیری بن عبدالله بن مصطفی رفیقی کشمیری. بسال دوازده صد و بست و پنج هجری (۱۲۲۵هـ) متولد شده و از عم زاد خود شیخ طیب بن احمد بن مصطفی، علوم معارف اخذ کرده. و اکتساب دیگر علوم متعارفه بخدمت مولوی محمد حسن بن نظام الدین نمود. و باکثر بلاد سیر، سلاحت کرده بصحبت مشائخ وقت رسیده مستفید گشت. و تمام عمر مجرد ماند و طبع موزون داشت. اشعار لطیفه و ابیات منیفه ازو یادگار اند نهم رجب سال دوازده صد و هفتاد و هشت (۱۲۷۸هـ) هجری رحلت کرد. (۲۲۸)

۹۷- رنگین، پندت دیا ناتھ

● ملخص ریاض الوفاق: دیا ناتھه پندت متخلص به رنگین. جوانی کشمیری الاصل است. درحین ورود بنارس، بوساطت رفیق دلخواه پندت بدیا دهر، باین قدح پیمای خونا به دل، ملاقی گشته، اکثر بزم افروز اخلاص میشد.

استقامت سلیقه طبعی در دقائق نظم و نثر دارد. نثری هدیه خاک نشین آستان شوق کرده بود، که با ذکر حال آن خجسته افعال در نسخه — بهارستان ضبائر — رقم پذیر گشته است.

حالا در کلکته در سلک ارباب انشاء دفتر خانه عدالت صدر نظامت منسلک بوده بخوشحالی میگذراند. گلشن خیال رنگین، گل بدین رنگ و بو میدهد:

شد سیه روز من، ای زلف پریشان! از تو شکوه موئی نکمن، در شب هجران، از تو

شمع دارد بجگر آتش سوزان از تو
گل، زده خاک ز حسرت، بگریبان از تو
باختم نرد محبت، بدل و جان از تو
اینهمه جور و جفا، ای شه خوبان از تو
(ص ۲۱-۲۲)

گرچه پروانه بسوزد، نبود هیچ عجب
سرو، از رشک قد تو، بچمن پا در گل
بر لب دل و جان، مهربه عشقت چیدم
خود بگو! چند کشد با دل غمگین، رنگین

۹۸ = روشن، پندت مهتاب جیو ترسل

● بهار کشن کشمیر : در سال (۱۸۹۶ بکر می) در سرینگر بدنیا آمد و
بعمر ۲۹ سالگی در سال (۱۹۲۵ بکر می) حیات مستعار را پدروود گفت .
صاحب ثروت بود به عز و آبرو زندگانی بسر میکرد . در شعر دیوانی مرتب
نکرده و هر چه گفت بیاد رفت .

از آب رویش، و ز قاب مویش، از رشک کویش، و ز زهر خویش
سیماب لرزان، سنبل پریشان، جنت پشیمان، حنظل گریزان
تنها نه رویش، سرزد به صحرا، از درد هجرش، مفتون و شیدا
فرهاد و مجنون، در کوه و هامون، بی برگ و سامان، افستان و خیزان

که از تیر قناعت دوختم چشم تمنا را
طفلیست خورد سال، چه داند حساب را
هندو نگر که پای به مصحف دراز کرد
ز من شاه جهان بی وجه دل تنگست میسوزم
نه خرمن این چنین بی آب و بی رنگست میسوزم
از رشک خونم جوش زد، نشتر کجا فساد کو
رندان دریا نوش را، مستی کجا تعداد کو
روزان و شبان، در طلب سیم و زری
آنها بگمانست، ببری یا نه ببری!
(۲: ۸۹۲)

چه باک از چین ابروی کمانداران سلطانم
نازش بجان خریدم و بازیش داده ام
زلفت، که تکیه بر ورق گل، بناز کرد
دلم، بابخت خود هر لحظه هر جنگ است میسوزم
بدوش هر یکی با آب و قاب و عیش آرام است
خواب پریشان دیده ام زلفش بدست غیر بود
ساقی! پیایی بی عدد، می ده، ز بد مستی مترس!
ای خواجه! درین جهان ز بی خبری
سرمایه تو، درین جهان، یک کفن است

۹۹ = زیرک، گوبندرام

● تذکره حسینی : گوبند رام زیرک . از برهمنان کشمیر است . ویراست :

بدستگیری مردم، چو صبحه چشم مدار
دامان ز کوه صفحه چسان میدم ز کف
که از برای خدا میکنند سرگردان
در سر مرا هوای کلاه فرنگیست
(ص ۱۳۹)

● **عقد ثریا:** پندت گویند رام زیرک نخلص، شخص جهان دیده بوده.
شعر را بطور اهل خطه بصفای تمام میگفت. معاصرین بر شاعریش
اتفاق داشتند. (ص ۳۱)

● **روز روشن:** زیرک، گویند رام پندت کشمیری لکهنوی، طبع رسا
و فکر فلک فرسا داشت. شیخ محمد علی حزین لاهیجی در قطعه زبان بهجو
کشامره دراز کرده بود. این زیرک، بمعائنه اش بهم برآمده، در جوابش قطعه
گفت و بسیار دراز نفسیها نمود. چند اشعار، هر دو قطعه، از برای تتره مردم
دیدۀ ناظرین، مرقوم میشود. بعضی اشعار قطعه شیخ این است:

ادب و شرم و حیا، غیرت از ایشان مطلب ما بقی، دله و سادو، دگر ارباب طرب در نجابت بمزازیل رسانند نسب درجهان، چون صف مورند روان، دانه طلب بر نگرده، چو ز سوراخ برآید عقرب نزد ایشان، دو قدم راه بود تا بحلب بمداوت چو در آیند، مجوئید سبب بسقاوت چو غراب و بشجاعت ارنب هزج و سالم آنرا همه بینی اخرب در برند از گفت ایمان چه بعید و چه عجب لنگ و عمامه تمامی برد از اهل عرب کاش این قبحه ستردن بدی ابلیس غرب	شرح قومی، شنو از من، که ندارند نسب همه حامی و دلاک بود اعلایش در حسب نامه شان، از همه خلق جداست کس ندیده، بوطن مردن کشمیری را یک ازین قوم، ندیدست دو نوبت، کشمیر پی یک حبه، دواند، شتابان بد مشق بی سبب نیست، اگر دوستی اظهار کنند در محبت چو ذباب و پمروت زنبور جزو نظمی، که کند خامۀ ایشان تحریر گرکشند از تن زارت چو شپش خون چه غریب کفش و پا جامه نمائد بیکی از عجمی تانی زاد، ز دنیای دنی، کشمیری

و بعضی ابیات از قطعه زیرک این است:

تاخت چون قدسی و طغرا و جلالا اشهب که عجیب ست و غریب اند عجم تا بمرب	شهرواریکه، بدشت سخن از طبع روان واصف خطه کشمیر شد و سکا نش

هر چه آید بدل از معنی و لفظش بر لب
که نه از خلق خوشش، بهره بودی ز ادب
بر خلاف همه ارباب کمالش مشرب
فاش گویم که، کدامین بود آن بد مذهب
در سخن، یافت درین جزو زمان تا منصب
خاک او ساخت مخمر ز پی خجالت رب
میهمان جفته زفانند بخوابش هر شب
چو کمان، خم نشود پیش کسی، جز مطلب
سر بسر خاک برانداز چو راس است و ذنب
غور کن، بودن او را بنارس، چه سبب (۱)
که عزازیل بود پیش تو طفل مکتب
مادرت، ام خبالت بده، چون بنت عنب
روی سوراخ ندید است دو نوبت عقرب
بد اگر در حق نیکان تو بگویی چو عجب

مرغ بازی تو اختیار کنی
خانه را بر خروس بار کنی
(ص ۲۴۳-۲۴۵)

آدم آنست، که گوید ز بهشت و غلمان
نه که، چون مرتد مجبول، فرومایه فضول
باشد از نقص خرد، پییده در عالم شعر
چند در پنبه ایهام نهم، در سخن
شیخ شیطان، که حزین نام و خطایش، آمد
بیحیا، آب نه در چشم و نه بر رو دارد
قلبتان چون نهد ساق عروسان سامان
همچو پیکان، بدش غیر دل آزاری نیست
خانه اش، نی بفلک هست نه بر روی زمین
ساکن دیر شد و زائر بخانه هند
کسبت در شیطنت، ای شیخ! بگواستادت
فتنه ها، زاد بایران، ز وجودت، شاید
چون تو مودی، نبرد راه، دگر زه بوطن
حرف بد، جز بزبان و لب بد، کی آید

قطعه، در مذمت شاهزادهٔ دهلوی :

گر چنین، ای همای اوج و کمال
من، ببانگ بلند، می گویم

۱۰۰- ملا ساطع، ابوالحسن

● همیشه بهار : ملا ساطع، ابوالحسن کشمیری است. از اشعارش

احوال او بر صاحبان فن معلوم است. از شاگردان میرزا داراب جوياست
من اشعار :

مانند زخم دوخته، بر وضع روزگار
کردیم خطب، خنده بی اختیار خویش (۲)

۱- شیخ گفته است :

هر برهن بچه، لجهمن و رام است اینجا

از بنارس نروم، معبد عام است اینجا

۲- سفینه خوشگو و مجمع النفاث دارد.

دنيا و آخرت ، برپايست كشان، دهند
 اعتمادی نیست ، آنس طائر اقبال را
 مرا از شمع ، شد این نکته، روشن
 تا بود حسن تو، مقبول دل مستم، گذشت
 دوان بر جاده تیغ است ، گوی قطره خونی
 مرا عشق مجازی، از حقیقت کی کند غافل
 سلیمان سخن، از طبع خود، تخت روان دارد
 دارد کمان ز چله نشینی دو خانه را (۱)
 این کیوتر، هر نفس، مشتاق بام دیگر است (۲)
 که گرمیهای این مردم ، زبانیست (۳)
 ز اختلاط دختر زر هست مردانه ام (۴)
 باهنگ شهادت، دل چو درکوی تومی آید
 دهان غنچه میبوسم کز و بسوی تومی آید (۴)
 فرستند، از پی تسخیر، در آفاق دیوان را (۵)
 (خطی)

● سفینه خوشگو : ملا ساطع ، از استادان کشمیر جنت نظیر است . شاعر
 غرا بعنوان سخنوری بس آشنا بود . صاحب قدرت معنی باب و فکرهای او
 ساطع تر از آفتاب است . بسیار جامعیت داشته، و از اقسام شعر و قصیده و
 غزل، خوب تر سرانجام می داد . شاگرد جویاست . چنانچه خود درین باب
 جرسی جنبانیده :

مرا جویند استادان برای نکته سنجیدن همین بس حجت ساطع، که جویا، بود استادم
 قریب بیست سال شده که، بدارالخلافه شاهجهان آباد رسیده بخدمت
 نواب بخشی الممالک صمصام الدوله امیرالامرا بهادر پیوست . و مدحهای
 زائد الوصف گذرانده، بصلات گرانمند فائز شد . و بتوجه نواب قدرشناس،
 قدری دامها در وطن جاگیر یافته رفت . همانجا تازیست اوقات به فراغت
 گذرانید . و در فکر شعر سرگرم بود . اکثر تربیت کردگان او، صاحب کمال
 شدند . دیوانی ضخیم دارد ظاهراً در هزار و صد و پنجاه (۵۱۱۵۰) و چند

۱- سفینه خوشگو و تذکره بی نظیر دارد .

۲- سفینه خوشگو و روز روشن دارد .

۳- سفینه خوشگو و مجمع النفاس و سفینه هندی دارد .

۴- سفینه خوشگو و مجمع النفاس و روز روشن دارد .

۵- سفینه خوشگو و تذکره بی نظیر دارد .

وفات کرده . اشعارش آنچه به فقیر رسیده این است :

جوش عشرت میزند از غم دل دیوانه ام
دل باخته عشقم ، گفتم غم دنیا را :
بپا دارد ، ز نیروی سخن ، طبع خدا دادم
بشوق نقش پایت ، آن قدر روی زمین ، بوسم
کند هر شب ، تمنای بنا گوش تو ، بیتابم
دوش ما ، بار را ، نتوانست کشید
دلم بر حال ، هر برگشته بختی ، فاش میسوزد
مشوهم شهر ما ، مجنون ! گرانجانی بصحرا رو
زان ، پسندیده محنت طلبان ، شعر منست
جان شیرین ، لب پر خنده ، بهما نستاند

سبز شد ، چون خال گلرویان ، در آتش دانه ام
تصدیع مکش مهبان ! من خانه کجا دارم
بود بر کرسی معنی ، چوبیت خویش بنیادم
که سازد جادها را ، تار گوهر جوش تبخالم
بود غلطیدن خود ، چون گهر گلگشت مهتابم
بکشد شیخ ، که افتاده بگردن او را (۱)
که میگوید چراغ آسیا روشن نمی باشد
که جای پای خواب آلوده ، جز دامن نمی باشد
که ز مضمون غم عشق تو ، بیت الحزن است
طمع بوسه گدایان ، چه زیاد از دهن است (۲)
(۲۳۶-۲۳۷)

● ریاض الشعراء : ملا ساطع ، ملا ساطع کشمیری بوده . چند سال قبل ازین در دارالخلافه دهلی فوت شده . طبعش در نظم قدرت داشته . دیوانش از سه هزار بیت متجاوز است . اوراست :

در حریم حسن ، صاحب دیده ، محرم میشود
میرساند بتو پیام ، ز جان سختی ما
تکمه پیراهن خورشید ، شبنم میشود
دم شمیر تو ، هرگاه که ، بر میگردد
از تنگی آن دهنم ، چه گویم
گنجانش گفتگو ، ندارد

● مجمع النفائس : ملا ساطع ، از مردم کشمیر است . شاگرد داراب بیگ جو یا ست . همطرح عبدالغنی بیگ قبول . تلاش معینهای تازه دارد . مدتی رفیق اسلام خان ، میر آتش بهادر شاه پادشاه ، بود . — گلشن اسلام — نام نثری بنام او نوشته . در فن نثر ، خیلی قدرت داشت و بسیار رنگین و پخته مینوشت . پای کمی از نصیرای همدانی وغیره نمی آرد ، بلکه طرز و طور

۱- مجمع النفائس .

۲- مجمع النفائس و روز روشن دارد .

خاصی بهم رسانده . اواخر بمذاحی مرحومی نواب صمصام الدوله بهادر، بخدمتی از خدمات کشمیر مأمور شده بآنجا رفت . چون پاره جاگیری هم در کشمیر داشت ، بر فاه و جمعیت خاطر بسر میبرد ، تا برحمت حق پیوسته . نسخه — حجت ساطع منتخب برهان قاطع — در لغت نوشته ، اما چندان خوب نیست . دیوان مختصری دارد که منتخبش نوشته میشود :

میکند سنگ فلاخن دست جالینوس را
که تسبیح کف دریا ، بود ریگ بیابانها
قبضه تیغ قضا، کن گره ابرو را (۱)
بود تا دست زیر سنگ از رطل گران ما را
واشوم ، در بزم خود، هرگاه میخوانی مرا (۲)
پریدنهای رنگ ، افشاندن دامان چراغش را
خسرم گل ، ساخت گلچین دامن برچیده را
چو منشی، کرده اظهار کمال، از رقبه کاریها
کسه ترسیدم، برد وحشت ازو، الفت شعاریها
بر سر زخم نشانند، چو مژه، تیرش را
میشود مجرم مگر، از خجالت تقصیر آب
کز فوت وقت اوست سیه پوش آفتاب
ازین دو عنصر باشد سرشت من چو حیات
غیر خواصان، که می آرد دل دریا، بدست
این بدخشان بین چه خوش شام است
خلق کج ، لازمه بیمار است (۱)
هرکجا باشد، چو من رنگین خیال، گلشن است
در شب تاریک، پنهان دود، پیدا آتشت
سنگینی بزم، از پی این تیغ، فسان است
مفتاح هلال رمضان قفل دهان است
معنیش، بسوی گل پژمرده است

بوقرارهای نبض خسته عشقت ، مهرس
ز اشک حسرت مجنون ما، نزدیک شد، ساطع
ما شهادت طلبان، حسن ادا میخوام
کف افسوس، واعظ چون توان بر یکدگر سودن
من بخود، چون نامه میپیچم ، چو میرانی مرا
عاشقان، تاراج گلچین است، باغش را
شیخ، دکان تجرد چید ، بهر جمع مال
مراقع پوش شد زاهد، ز ما تحسین طمع دارد
بخود انش ندارد از پی ناکامی دشمن
گوئی، زخم من آموخته، زهگیرش را
آتش قهر الهی را که، اندازد ز جوش
خط، سر نزد بدور رخش، همچو مشکتاب
همیشه زنده، بس آب و هوای کشمیرم
هست استرضای حق، مخصوص عرفان مشربان
بر لب خط عنبرین زبیا است
طرز پشم تو، تنافل نگهی است
پرده گوش هزاران دامن گلچین کنم
میناید ساده، رخسار تو از خط، زیر زلف
بی همدی اهل سخن، کند زبانی
از گوشت ابروی تو، زاهد چه کشاید
هر عسارت ، که نباشد رنگسین

۱- روز روشن دارد .

۲- مرآة آفتاب نما دارد .

دود آه ماست این، کز عالم بالا گذشت
آب اگر گردد همان استاده است
حسن شوخ او همین از چشم مردم ذم نداشت
زبان بکام تو باشد ولی بکام تو نیست
سایه ام، بر سرکوی تو، کم از کاکل نیست
مرگ چون آرمیدن نفس است
بسته با او بخویش را سنجیده جای خنده است
رفت گر خشک ز بزم تو که، تر آمده است
قیامت میشود این فتنه چون بیدار میگردد
که در چشمی که گل افتاد، دیدها نمیداند
اگر او سنگسار گردش رطل گران گردد
حیف حال گوشه ابروی استغنا نشد
پرده رخسار آتشناک او دامان شده
که دریا دل تواند شد دلت چون در گذار افتاد
که باکس آئینه بیوجه کی طرف باشد
چنان که، آب بقا روی آفتاب ندید
کسی که، دولت پندار را بخواب ندید
مکان خراب چو شد، حکم لا مکان دارد
جهان دیگر ار باشد، توان از بخویش بیرون شد
کشفن از پوست خون مرده دارد
برون از خانه، طفل من، بکف گلسته می آید

بر سر آن، سرو قامت، پیش ازین کاکل نبود
پیش بالای تو، سرو از جوش شرم
دست گلباز است از عکس رخس آئینه ها
کفیل خیر خلائی، اگر کلام تو نیست
کرده سودای تو، از بسکه پریشان حال
گوشه گیری، بجای هرزه دوان
آن دهان تنگ، جای یک تبسم وار نیست
زاهد، امروز شد از توبه پشیمان، ساقی
بیا ساقی! که خون پیگناهان حصه ای قاتل
کنسد ز آئینه انداز رمیدنهای نمیداند
خمار من محالست، اینکه اشب بشکند، ساقی
مردم چشم تمنا، شد سویدای دلت
میکند شوخی فزون، چندان که مستور است حسن
بعشق آریز استعداد همت گر هوس داری
نزاع چرخ، نخواستی نما نما بگذار
توی که، لعل تو آرائش شراب ندید
درین طرب کسده، بخت سیه گلیم منست
بدن ز فیض رهاخت شکوه جان دارد
دو عالم، بر شکوه کبریای عشق، تنگ آمد
بستن ربطی دل افسرده دارد
مرا بالخت دل، اشک از درون خسته می آید

حسب فرمایش، نواب صمصام الدوله خاندوران بهادر شهید، این غزل گفته، و
مطلعی که نواب معز الیه درین زمین خود گفته، یا از دیگری خوانده، آن
این است:

سحر خورشید، لرزان بر سرکوی تو، می آید
مصرع اول مذکور را در مقطع تضمین نموده و بسیار بجزه آورده چنانکه گوید:
فریب رند و صوفی ساقی از روی تو می آید
رود هرکس برون از خویشتن سوی تو می آید
مرا عشق مجازی، از حقیقت کی کند غافل
دهان غنچه میبوسم، کزو بوی تو می آید
بدرگاهت، که آرد ساحل، از ذره کمتر را
سحر خورشید، لرزان بر سرکوی تو می آید

سر بالین ماء در خواب آن بیدادگر آید
 همت غم نمحتی، که خوردن آن
 ز بسکه دال نشان است یوسه گرد لب
 دیدیم حال خال، گل اعتبار خویش
 بیدار گشته است، بهر گوشه فتنه
 چشم بر سرو خرامان تو، گل از شبنم
 وقت آنست که دندان بجگر افشارد
 پیاله ز تو، ای غمگسار میخوام
 کند تا چند احوال خرابم ذکر، میخوام
 داد بیپوشی عام از نکبت دست بهم
 نیست آگاهی ز حق، در صحبت مردم مرا
 میشود مانوس حنت بی نصیبان را جحیم
 دل باخته عشقم، گفتم غم دنیا را
 گریه، گرداند بکام خواهش، افلاک را
 طفل طبعم، رسم گلبازی بیادم میدهد
 گنج لب خندان تو، خوب است بیوسم
 یک نظر، از جلوه غافل رفته بود امشب، بخواب
 نماید لطف و کین تا آن بهار جلوه نازم
 خوابیده سبزه خط، گرد دهان تنگش
 شکایست، ز جور نگاری، ندارم
 نگسردیده ام، گر ترا، بار خاطر
 بخت و آژون بیتو آتش زد ز بس در بود من
 حضور سائل، از دریا بیاموز
 نباشد آدمیت نکته گیری
 در جهان فقر، از فیض قناعت میرسد

هزار افسوس، مارا عمر در غفلت بسر آمد (۱)
 هیچ موقوف اشتها نبود
 شود مباد، غبار خط، نرسته بلند
 طوس وار داغ شدیم از بهار خویش (۱)
 دیدم برنگ چشم تو، لیل و نهار خویش (۲)
 یکی از آبله پایان تو، گل از شبنم (۲)
 پیش لعل لب خندان تو، گل از شبنم
 ز خود کنار و ترا در کنار میخوام
 که زاهد را دهم پیمانه، من هشیار بنشینم
 صلح دارند کنون محتسب و مست بهم
 چون نگاه چشم خواب آلود، گم در غفلت
 من که محروم ز درویشی بدولت ساختم
 تصدیع مکش مهمان، من خانه کجا دارم
 گوئیا هفت آسیا آنست جوی دیده ام
 خواندن اشعار رنگین، از سخنورها بهم
 شهری است، پر از شور، چرا گوشه نگیرم
 دیده را مالیده ام، چندانکه، تر آورده ام
 رخ از آمد شد رنگت همچون دست گلبازم
 یا مغز پسته غلطید، در شکر تبسم
 شدم خاک و در دل، غباری ندارم
 چرا من ببزم تو، باری ندارم
 چون سر زلفت بود رد در تنزل دود من
 کف از شرم کرم، بر رو گرفتن
 کسه کار سگ بسود آهو گرفتن (۳)
 صاحب سد رمق را، لاف اسکندر زدن

۱- سفینه هندی دارد .

۲- روز روشن دارد .

۳- گلستان مسرت دارد ص ۵۲۹ .

و این بیت نیز دارد :

شور تحسین عزیزان، نمک خوان منست

فکر صد رنگ سخن، نعمت الوان منست

نومید نیست، دل ز خدنگ نگاه او
 طیبیا! کی رود سوز درون من، پدرمانی
 در جفای من و لطف دگران، میکوشی
 ز لعلت بوسه، بر پی صرفه کام خویش میگرد
 چوسیل، رو بشهر آرد، ز صحرا شور برخیزد
 ساطع، همه وقت وصف یاران گوید
 در صحن چمن، لاله سراپای زبان
 چمنی سیاه کرده بچشم سیاه او
 نبی، در استخوان دارم، چو آتش، در نیستانی
 رخ باغسپار نمسودی و زمن میپوشی
 چو آن طفل که، یابد راه در دکان قنادی
 خرابی میکند دیوانه ام از بوی آبادی
 آئینه، ز حسن گلنزاران گوید
 از حسن گلو سوز بهاران گوید

(۱۶۵ ب - ۱۶۶ ب)

● تذکره بیخطیر: ساطع، ابوالحسن خلف ملا محمد علی کاشمیری. در افق
 سخنوری کوکبی است ساطع، و اختری است لامع. در شاهجهان آباد بسر
 میرد. و در جنگ فیل مثنوی گفته، از نظر فردوس آرامگاه محمد شاه گذرانید
 و صله برگرفت. او پرتو سخن می افشاند:

گر حریفان، در قمار عشق، سربازی کنند
 به آهی، رام خود کردم، دل وحشی نگاهان را
 تا ز مهر تو، فشانم تخمی
 ما تهیدستیم، می بازیم، رنگ خویش را
 شکارم، خیل آهوی، به یک تیر هوائی شد
 پاک، چون صبح، زمینی غوام
 (ص ۷۲)

● مصحف ابراهیم: ساطع کشمیری، از شاگردان داراب بیگ جويا است.
 مثنوی موسوم — گلشن اسلام — بنام نواب اسلام خان میر آتش، بهادر شاه نوشته.
 مداحی نواب صمصام الدوله امیرالامراء کرده و جاگیری در کشمیر حاصل کرده.
 در آنجا بتحریر نظم و نثر شاغل بود. — برهان قاطع — را منتخب ساخته
 — حجت ساطع — نام گذاشته. نظمش خوش و نثرش دلکش. و سائر اشعارش
 قریب سه هزار بیت است. بسال یکم هزار و یکصد و پنجاه (۱۱۵۰ هـ) (۱)
 راه عدم گرفت. (۱۸۳ ب)

● مرآة الثاب نما : ساطع کشمیری ، اول رفیق اسلام خان میر آتش بهادر شاه ، و آخر مداح امیرالامراء خان دوران بهادر بود . پارہ جاگیر در کشمیر یافته . در وطن خود وفات نمود . نثر خوب مینوشت . شاگرد داراب بیگ جويا بود . (۱۸۴ الف)

● سفینه ہندی : ملا ساطع کشمیری . شاگرد میرزا داراب جويا و با عبدالغنی بیگ قبول همطرح بود . در علم لغت نسخه — حجت ساطع منتخب برهان قاطع — بتحقیق نوشته . و در نثر برابر نصیرای ہمدانی عبارت رنگین می نوشت . اوائل برفاقت اسلام خان میر آتش شاه عالم بهادر شاه بسر برده و — گلشن اسلام — نام نثری بنام او قلمی نموده . آخر بمداحی عالیجہ امیرالامرا خاندوران خان بہادر پرداخته و بمن تفضلات آن عالیجہ خدمتی در کشمیر یافت ، آنجا رفت . چون قدری جاگیر ہم آنجا یافته بود ، معیشت بخاطر جمع می نمود ، تا برحمت حق پیوست . دیوان مختصری دارد :
گوئی ، زخم من آموخته ، زہ گیرش را بر سر چشم ، نشاندن چو مزہ ، تیرش را
(ص ۱۰۶)

● نگارستان سخن : ملا ساطع ، کشمیریست و در اقام نظمیں برتبه امیری :
دل باغۂ عشق ، گفتم غم دنیا را تصدیق مکن مہمان ، من خانہ کجا دارم
ندانم نقد دل از من ، کہ دزدید ، این قدر دانم کہ در درگاہ حسن شانه آویزاست گیسوئی
(ص ۲۷)

● روز روشن : ساطع ، ملا ابوالحسن بن ملا محمد علی کشمیری . شاگرد میرزا داراب بیگ جويا است . اولاً ملازم اسلام خان میر آتش بہادر شاه پادشاہ دہلی بود و — گلشن اسلام — بنامش مرتب نمود . بعد از آن بمداح صمصام الدولہ قصیدہ های بلیغہ گفتہ . بجائزہ اش سیور غالی در وطن حاصل

نمود . و مثنوى — جنگ فيلان — بکمال لطافت موزون نموده بحضور
مجد شاه پادشاه گذرانيد ، و بجائزه معتدبه مشمول عطاء شاهی گرديد . و
— برهان قاطع — را انتخاب زده — حجت ساطع — نام گذاشت . و در
سنه ست و خمسين از ما ته ثاني عشر (۱۱۵۶هـ) رخت ازین عالم برداشت :

همچو آتش ، در نيستان ، ناله در منقارها
شبهيدش ، کربلائی میکند، دامان صحرا را
آتش شوق شهبان ترا ، دامانست
غنچه باغ عدم، در چمن امکانست
بسکه از شرم تو، رنگ از رخ گلها، برخاست
جهانی ديگر اربا باشد، توان از خویش بيرون شد
کاین نيستيم ، بقدر هستی دادند
ارزان ، نه مشاع تنگدستی ، دادند (۱)
(۲۷۹ - ۲۸۱)

عندليبان را بود، دور از تو ، در گلزارها
زهر زخميست جوی خون روان از تیغ او ما را
بعد مردن ، نرود مهر تو از ما، که کفن
دهن تنگ تو، گویا بگلستان خیال
شفقی گشت هوا، تا بگلستان رفتی
دو عالم، بر شکوه کبريای عشق، تنگ آمد
مفتم ، نه ز جام عشق ، مستی دادند
سرمایه ، هر آنچه بود ، دادم از دست

۱۰۱- سالک، قزوینی

● نصرآبادی : اسم او مجد ابراهيم است . سالک مسالک اهل بیت و آدمیت
و عازم طریق مردمی و پاک طینتی است . مدتی قبل از این در اصفهان بود.
در خانه مرحوم ميرزا جلال شهرستانی، صحبت با او بسیار داشتيم . در آن اوقات
بهند رفته صحبت طالب کليم و حاجی مجد جان را دریافته . بعد از مدتی
مراجعت نموده، آنچه آورده بود ، بعلت غارت خویشان، از دستش رفته . باز
لا علاج بهند رفته ، بعد از مدتی مراجعت نموده بقزوين رفته ، و فوت شد .
در وقت بیماری، دوازده تومان وظیفه بجهت او، عالیحضرت واقعه نویس
(طاهر وحید) گذرانیده تعلیقه را جهت او فرستاد . او در جواب گفته بود که :

۱- دکتر صوفی این رباعی را بنام ملا عبدالحکیم ساطع منسوب کرده است . (۲ : ۲۷۳)

ما از آن طرف وظیفه گرفتیم! الحال محتاج باین نیستیم! شاعر درست خیال راست سلیقه بود. شعر بسیار گفته، شعرش اینست :

بشیرم شکر آب است طفل بدخو را (۱)
 خسار نتواند گرفتن دامن کوتاه را
 چون زعفران، خزان و بهارم برابر است
 یک قطره آبروست که، در بند گوهر است
 طرفه دردی است که نشناخته می باید رفت (۲)
 این ناله، سخت در دل من، کار میکند
 بسکه استاده بره، ریخته خون در پایش (۳)
 سد شرمی، در میان حق و باطل، بسته اند
 فاخته، خاکستر پروانه است
 گلگون دويد بر دم شمشیر خون ما (۴)
 این دو بادام، یکی تلخ و یکی شیرین است (۵)
 چون شمع سوخت، هر که مرا در زبان گرفت (۶)
 چشم میبوشم، چو گرد توتیا گردد بلند
 در میان صد هنر، گر عیب ما گم میشود
 شمشادها فتاده، تذر و آن پریده اند
 دریا دلا، چو آب گهر آرمیده اند (۶)
 شکر انداخته ام، تا خطری بر خیزد (۲)
 دارم سری، چو فاخته، با طوق غیبش
 نی سوارند آسمان فرسان
 ای ها! چاشنی درد، فراموش میکن (۷)

چه ذوق چاشنی درد، عافیت جو را
 همت بر جسته از ننگ علایق فارغست
 دلنگی و شگفتگی شیر و شکر است
 فقدی که ماند، در گرو اعتبار ما
 مظهری را که جهان، عین شناسائی او است
 پیکان تیر او است، زبان جرس، مگر
 کبک، از حیرت رفتار قیامت زایش
 پیش سیل مغفرت، یکسان نماند خار و گل
 سرو سهی، قامت جانانه است
 فرصت، به پیش دستی قاتل نداده ایم
 مهر و کین، شوخی چشمان ترا آئین است
 دشمن، ز کینه جوی من، صرفه نبرد
 زین ملائم طینتان، از بس درشتی دیده ام
 این منافق سیرتان، در حال پیدا می کنند
 تا سرو فتنه بار تو، در جلوه دیده اند
 چین بر جبین، ز جنبش هر خس، نمی رسد
 بی شکست دل، ازین ورطه، بساحل نروم
 طوطی خطی که، طعنه زند بر شکر لبش
 عشق، چون ترکستاز بردارد
 استخوان من و مجنون، بتفاوت، بردار

۱- سرو آزاد و شمع انجمن دارد.

۲- ریاض الشعراء دارد.

۳- ریاض الشعراء و حسینی و کلمات الشعراء دارد.

۴- سرو آزاد دارد.

۵- ریاض الشعراء و سرو آزاد و حسینی و شمع انجمن دارد.

۶- کلمات الشعراء و ریاض الشعراء و شمع انجمن دارد.

۷- ریاض الشعراء و سرو آزاد و کلمات الشعراء و شمع انجمن دارد.

بر سر کوش ، قیامت ، داد خواهی میکند مشت خاکی ، هم ز ما ، بر چهره سودی ، کاشکی
لوح مزار خواجه حریفان مانده را دستی بلسند کرده و آواز میکند
(۳۲۹-۳۲۸)

● کلمات الشعراء: سالک یزدی و سالک قزوینی هر دو هم عصر بودند .
در عهد شاهجهان پادشاه کوس سخنوری می نواختند . در تلاش معنی ، هر دو
کامل و استاد فن . اما غیرت این قدر نداشتند که یک تخلص را دو کس
چرا اختیار کردند . مگر قحط تخلص بود . من اشعار ابدار سالک قزوینی ،
مرقوم از بیاض میر معز :

بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش طاوس اسیرست بگل دام پر خویش
(سه بیت دارد ص ۷۶)

● ریاض الشعراء: ملا سالک قزوینی، اسم وی ملا محمد ابراهیم ست .
مدتی در اصفهان سکونت داشته، آخر الامر در عهد شاهجهان پادشاه، بهندوستان
آمده ، چندی مانده . باز زیارت بایران رفته . و بعد از مدت قلیل بهند
مراجعت کرده . مرتبه دیگر شوق وطن گریبان گیر شده بایران معاودت کرده
بقزوین رفت ، و آنجا وفات یافت . اوراست :

یک بیک، روشندان، در فکر کار رفته اند مشت آبی، بر رخ آئینه، میباید زدن
عیشم همه تلخکار است چون چشمه، که در میان دریا ست
آزادی طفل است، گرفتاری عاشق رشک ست بر آن دل، که گرفتار تو باشد
بکوی دوست، اگر پا ز برگ گل، داری قدم بخار فشردن کمال بی ادبیت
(سیزده بیت دارد . نسخه خطی)

● حسینی: سالک قزوینی. دیپاچه در دفتر نزاکت آفرینی، محمد ابراهیم
قزوینی . در عهد شاهجهان پادشاه بهند آمده و با طالب کلم میبوده . جمعیتی
اندوخته بوطن رفته . فکرش دلجوست . این مطلع ازوست :
(دو شعر دارد ۱۵۲)

● مجمع‌الفائس: سالک، شاه ابراهیم قزوینی. از مردم قزوین بود. جلیس و انیس میرزا جلال اسیر شهرستانی در اصفهان. و از آنجا عازم هندوستان گردید و سیرکنان بکشمیر جنت نظیر درآمده. چنانکه - مثنوی - درین باب گفته، تمام احوال آمد و رفت بود و باش خود را، مؤزون کرده.

معاصر سالک یزدی است و فیما بین نقار گونه معلوم میشود، و اغلب که از جهت اشتراک تخلص باشد. چنانکه در غزلی که اسهای شعرای عصر خود در آن آورده گفته:

ما گر، سالک یزدی نویسد، خصم بی معنی نویسد، کس کجا، طوطی هم آواز زغن باشد
 بهر حال فقیر آرزو تمام کلیات او را - که بخط خودش بود - دیدم و مطالعه نمودم، قریب بیست و پنج هزار بیت خواهد بود. بسیار شاعر خوش محاوره و رنگین بیان است. صاحب قصائد و مثنویات و غزل و رباعیات. قماش سخن هر دو سالک جدا ست. هر یکی در طرز خود استاد است. در شعر یزدی دردمندی و سادگی بسیار است، و در نظم قزوینی خیال بندی و متانت بیشتر.

نصرآبادی گوید که: سالک قزوینی بهند رفته با طالب کلیم و محمد جان قدسی صحبت داشته، بعد از مراجعت آنچه برده بود، بعلت غارت خویشان از دستش بدر رفته، لا علاج باز بهند رفت و بعد از مدتی بقزوین رفته فوت شد. و در وقت بیماری دوازده تومان بجهت او، نواب واقعه نویس، یعنی نواب طاهر وحید گذرانیده. تعلیقه را جهت او فرستاد. و او قبول نفرموده. ازوست:

گفت و گوی آشنای، چون نفس، باشد مرا
 کرد از پس روشناس، آن قامت موزون مرا
 مجموعه، محمود و ایاز است، دل ما
 آتشکده سوز و گداز است، دل ما
 من کجا! باغ کجا! رخصت پرواز کجا

من، بیسوی مهربانیهای یاران، زنده ام
 بر سرم چون مرغ مجنون بستم قمری آشیان
 با ناز تو، سرگرم نیاز است، دل ما
 صاحب نسق گرمی هنگامه عشقیم
 باز و شاهین، همه بر در، برهم یافته اند

میبرد سوی کشان ، ناله مرغ چنین
 نیست بر دست نوازش نظر همت ما
 میتوان ، داد تفاسیل ز نگاه تو ، گرفت
 بلبل چرا بخون نطفه رنگ ناله اش
 مست و بختونم برای خویش ، جا خوش کرده ام
 خزان بروی چمن ، رنگ تازگی نگذاشت
 هزار شکر که ، ایام تنگدستیها
 اگر بماشده بدگمان آزادی
 ز نوش خند تو ، لذت نمی توان بردن
 مینویسد ، در جواهر نامه یاقوت اشک
 بخون بوالهوس ، رنگین نخواهد شد ، پر تیرش
 فرصت ، به پیش دستی قاتل ، نداده ایم
 بی می ، بهاهقاب پناگوش میخیزی
 در آتش دل بختون ، برشته اند مرا
 بآن لبم ، شکر آبیست با نهایت لطف
 پهای او ، نمی خوام که روی خویشتن ، مالم
 از گرفتاری رهائی نیست ، بی آرام را
 اگر فولاد ، جوهر دار باشد ، تیغ میگردد
 بر روی خار ، خنده گل ، خوشنما بود
 گوش این زمان ، بنغمه بلبل نمیکند
 چراغ مهبر و محبت ، دگر نمیبرد
 عصری ، بخط و خال ، تبه میکنیم ما
 در پشت و روی نامه اعمال ، جا نماند
 آب حیوانی ، که مردم در رهش ، جان میدهند
 در پی عقل ، چون گرم ترازو زدن است
 پژگان از سر یک تیر عاشق را نگهدارد
 مکن ای بوی گل ! خود را غراب صحبت مردم
 بر دل هر کس ، برنگی عشق ناخن میزند
 ای بسا محنت که ، راحت میکند آزار را

تا کبابم کند از شعله آواز کجا
 نمک قاصیده دانی است ول نعمت ما
 دوسه روزی ، نطفه گر ، دل کم فرصت ما
 بر شاخ دیده ، دین همه گلهای چیده را
 سایه های بید و پای تاک میسازد مرا
 چگرنه مرده نیابند ، در قفس مارا
 چنان گذشت ، که نشناخت هیچکس مارا
 توان بسیر چمن برد ، با قفس مارا
 مگر کسی بتصور میکند قند تو را
 چشم گوهر بار ، وصف لعل خندان تو را
 کجا دارم ازین صید افکنان زورین کجانی را
 گلگون ، دوانده بر دم شمشیر ، خون ما (۱)
 در کوی یسار تا نفوری آفتاب ها
 ز مضر پنبه منصور ، رشته اند مرا
 برای حسرت آن بوسه ، کشته اند مرا
 بدست دیگری چون میتوانم داد دستش را
 ماهی ، از پشت پدر آورده با خود ، دام را
 ز مردی ، سکه بهتر نباشد ، پادشاهان را
 آتش کشید بلبل ما آشیانه را
 طفل که میگرفت بدام و قفس مرا
 اگر ، فتیله کنی ، پنبه های داغ مرا
 حاصل همین که ، نامه سیه میکنیم ما
 اوقات بسکه صرف گته میکنیم ما
 تشنه لب افتاده ، در چاه ز نخدان شما
 شهر ، دیوانه کند ، مردم صحرائی را
 باین خوبی کجا عاشق نگهداری شود پیدا
 که من هم داشتم وقتی ، دماغ آشنالیا
 سایه هر خار مزگان سیاهی شد مرا
 می تواند خار هم از پا بر آرد خار را

همانا داغ، مجنون، تازه شد در حسرت لیل
 مشت خاکش، گرد باد صد بیابان، گشته بود
 نداشت چشم تو باور، تنک شرابی من
 مباد ناله گستاخ، خار پیرهنش
 همه طراوت اشکم، همه طپیدن دل
 بر من، دل بیرحمی صیاد، نسوزد
 سراپا گلبن نازی! گل عاشق کشی، وا کن
 گل از پیاله، سبزه زمینا، بر آورد
 چو گل، در پیرهن خونم ز خوشحالی نمیگنجد
 خدا نکرد! منان را چه روز، پیش آمد
 سر بریده رود، در رکاب فتراکش
 که تاب، این همه پهلوی ناخوشی، دارد
 غالباً، پروانه بیدست و پای، سوخته است
 نیست ممکن که، بخلوت گه رازش خوانند
 بر سینه شکسته دلان، دست رد، منه
 گوشت حیرتی، که نداند، ز بیخودی
 میرنجد از تصور نظاره، خاطرت
 هرگز، آن فامهربان نشست، در پهلوی من
 حدیث مهر و محبت، نهان نیماند
 بهشت عافیت و منزل فراغ کجاست
 برنگ شعله، نسوزد چرا سر انگشتم
 ز خط، تا عارضت، در زیر زنگست
 در سمن زار چساک پیرهنی
 سخن، از چاشنی لعل تو، شیرین دهن است
 رشته ام از دو سه گسره دارد
 مرغان، بکام دل گل پرواز، چیده اند
 ز چشم داغهای گرم خون افتاده ایدل
 گل که، هر ساعت برنگی، بر سر آرائش است
 هر کجا ناله من گرم بر افروختن است
 شعله آتش تصویر، چه خواهد بودن
 چشم بر عیب کسان داشتن، از بینش نیست.

نبود از لاله هرگز این چنین خونین جگر صحرای
 کو بسر میرد مجنون وادی دور مرا
 بیسک پیاله سرشار آرمود مرا
 نماده در بغل آن، طفل آشیان مرا
 درین دیار، نفهمد کسی زبان مرا
 از گریه، اگر سبز کنم خوب، قفس را
 تبسم چند باشد غنچه حسب کنج آب لبها
 هر جا چکد، ترشح آب وضوی ما
 که زیر پای او، خوابیده چون رنگ حنا امشب
 دو هفته شد که، دنداندن بار عام شراب
 مروت، از دل چابک سوار من، مطلب
 برون رویم، مگر عالم خدا، تنگ است
 کامشب از شبهای دیگر شمع اشک افشان تراست
 هر که چون ناله، درین راه سراپا نشکست
 آئینه خانه در و دیوار نازکست
 ساغر کدام و باده چه نام و دهنده کیست
 گل هم، بزرگ و بوی تو، نازک مزاج نیست
 کز برم، چون نکبت گل، بی تأمل بر نخاست
 دران دیار که، رنگ پریده جاسوس است
 خرابه من مجنون بیدماغ کجاست
 درون سینه، نشان میدهد که، داغ کجاست
 جواب نامه، آئینه جنگست
 تا سحرگه غنودنم هوس است
 که، از پر تو رخسار تو، گلپیرهن است
 این چه آغاز و این چه انجامست
 تا چشم دام در پی بال و پر من است
 نمیدانم کدامین بیمروت، کرده نفرینست
 این چنین دستار معشوقانه، کم پیچیده است
 بال پروانه، چراغیست که، در سوختن است
 داغ در دست رقیبان، گگی را سوختن است
 سوزن هر مژه، از بهر نظر دوختن است

بهر مظلومی، که باشد بمرور ظالمش
کشمانیان، ز گریه یسغوب، سوختند
دل بر آن صبح بناگوش نلرزد، چکند
سر میدهد را بگریبان و میسود
نا خوانده درید، نامه ام را
سر تا سر جهان، همه یک فرد باطل است
شرط است نمک خسوردن و پیمان نشکستن
نام و نشان، ز راحت دنیا پدید نیست
کوثر از موج شراب پاس، جوشی بوده است
گدای هست فقرم، که چون سبوی شراب
کار نیست زخم، بخیه زدن، احتیاج نیست
چندان که، حلقه بر در دیر و حرم زدم
گمراهی اگر مظلومی ا همه ما باش
راز جگر سوخته، بیرون نغزود
خط حسن ترا، برده بمصراع لکوی
در ره عشق، اگر منتظران، خاک شدند
بر اشک لاله گون، که جگر گوشه گل است
جز در همسوی دام و قفس پر نمیزند
از هر ریمده که، ندارد دماغ حرف
بمذهبی، که کرم غیر، نا گرفتن نیست
منت داغ، کسی بر سر معنون، ننهد
خاکساران، از فتور سیل آفت، ایمنند
غیر از سر بریده، بیسایین نمی نهند
از یک نگاه گرم، سراپا عرق شدی
در دیده ها، چو طوطی پرکنده، خوار بود
عاشق، فریب قلخی و شهرینی تو، خورد
بر خود معین اساس، که معموره وجود
چون صف مژگان ساقی، میکشان صف بسته اند
فقر را، از بسکه باشد دامن دولت، فراخ
بر آن روی نمایان پسرده بستن
اگر مروت و انصاف، شرط ایمان نیست

هیچ شمشیری، چو بی اقبالی جلاد نیست
تر دستی نسیم، گلاب دماغ کیست
یک دم، آرام ندارد در گوشی، که تراست
زین پیش گریه، این همه بد گوهری، نداشت
یعنی که جواب نامه جنگست
از بسکه این کتاب، ز افسانه پر شده است
مگر نان حلال است دگر آب حرامست
آسودگی، پرست که، غنقا فکنده است
خلد م، گندم نمای جو فروشی، بوده است
ز دست بته، بکولین پشت پا زده است
بر صید، نیم گشته، چه جای ترحمت
آمد لذا که: خانه همین خانه دل است ا
در هر قدمی، راهبر ما، بلدی هست
خون نابه نریزد ز کبابی، که برشته است
این سبزه نوشیز، مگر بال فرشته است
این گناهی است که، با وعده فراموش من است
پرواز رنگ شعله آواز بلبل است
مرغی که، بیضه دلش از آشیان شکست
احوال ما بپرس که، او از دیوار ماست
زهر که، هیچ نمیگیرم، آن عطای من است
از چراغ دگری، تربت ما، روشن نیست
در بنای عشق، جز افتادگی دیوار نیست
در کشوریکه، مرگ در او، خواب راحت است
قربانت ا آن قدر نشدم، این قدر نداشت
چشمی که، خط سبز ترا، در نظر نداشت
وقتی که، غمزه زهر و تبسم شکر نداشت
آن روز، کمه بود که، دیوار و در نداشت
رونق کوی مغان، در مسجد آدینه نیست
گر قصب بر خرقه درویش دوزی پنه نیست
گناه زاهد خلوت نشین است
کدام گهر که، در کیش ما مسلمان نیست

زمین تشنه، چسان آب را، فرو نبرد
 بعی خوردن گواهی، میدهد، چاک گریبانش
 بلبل را که، بخون غنچه منقار شگفت
 این فسون لازمه شیوه صیادی اوست
 دوستی نیست، چراغی که، نگردد روشن
 بیدل را، گر پس از عمری، شود وصل نصیب
 دست یارب! یار بیدل، دامن گردون گرفت
 ای گل شوخ! چه دامن بمیان برزدنست
 گردون سفسله، عشرت ده روزه مرا
 گلی دارم که، گر یکدم ننالم، بر سر کوش
 میان فوج ترکان، کو کمر باریک رعنائی
 لاف خارا جگری، میرسد آن طائفه را
 سر رشته جمعیت، ازین سلسله دارد
 کنی از زشتی پا، دست تعرض کوتاه
 تا تخلص، قد نوخیز تو، رعنائی کرد
 دل برای خود، درین وادی، نمینالد عث
 دل کم حوصله، فریاد رسی، میخواهد
 با من ببین، چه طالع فاساز، میکند
 از ترحم، جگرش بر دل عاشق، میسوخت
 همسایه بد، مباد کسی را
 کو دماغ آنکه، دوزد چاک پیراهن کسی
 خنده، نقش قدمش، بر گل خورشید زند
 ز شوخی هوس خلق رنگ میسازد
 در دلش، از بی وفائی مهر ما کین میشود
 نیست در خاطر آن، لشکر خط تاختنی
 صحبت، بلبل و پروانه، مکرر شده است
 گرد آن صید افگنی گردم، که در جولانگش
 لاف دانش میزنی، اما، درین نخچیر گاه
 ز چشم عنلیبان، گل بدامن، گریه میچیند
 بر تنم، از بسکه خوبان، زخم پیکان دوختند
 هر کجا، شمع جمال تو، بر افروخته اند

ز زخم تیغ تو، بر تن نشان نمیماند
 کتان پوشی که، شهباست در مهتاب میگردد
 راه بر نغمه مرغان گلستان بندد
 رشته از دام کشاید پر مرغان بندد
 راه لیلی، بسیه خانه ما، می افتد
 دل طپیدن، از کنار بزم، بیرونش کند
 از پیش تحصیل یک دشنام نتوانست کرد
 آنقدر باش که، بلبل بگلستان آید
 اول کرم نمود و در آخر حساب کرد
 براه ناله بلبل بفال گوش نشیند
 که از افشان خونم، شال گلبنی نمیبندد
 که ببیند، زنخدان تو و غش نکند
 تسبیح چرا جانب زنار نگیرد
 گر بدانی، پر طاوس، چه گلها دارد
 هر چه دارد، همه برجسته و دلکش دارد
 این جرس، گم گشته دارد، که شیون میکند
 چکند سیل، اگر شکوه، بجیحون نبرد
 معشوق غائبانه بمن ناز میکند
 چون در آئینه، نظر بر رخ زیبا، میگرد
 دل حال مرا خراب دارد
 ورنه هر مو، بر تن من، کار سوزن میکند
 هر که در کوی تو، یک بار ز پا، می افتد
 چنان لبی که، می نا چشیده را ماند
 گر باپرویش، اشارت بر خورد، چین میشود
 گاهی از دور، غباری بنظر می آید
 داغ، آن سوختگانیم، که بی ما سوزند
 صید خود را، در پناه دام صیاد، آورد
 مرغ زیرک، روزی سنگ فلاخن میشود
 گل بیرحم من، بر روی من، خندان نمی گردد
 رفته رفته، جامه عریانی من چیده شد
 ماه و خورشید، دو پروانه بر سوخته اند

پای تجربه ، سر تا سر جهان گشتم
یا بیخت من ، شمیم گل بر افتاد از چمن
ز تاب آفتاب غم ، کسی چون من نمیسوزد
ما در چه شماریم ، که غمهای تو ، مارا
اگر بسآب رسانی بشای خانه دل
کشتی هست که ، بر گره تو میگردد ، دل
هلاک ناوک مژگان دلربای توام
خرابی دل عاشق ، ز خط او پیدا است
غربت کشیده تو ، خراب وطن میباد
چراغ دیده یعقوب ، بوی پیرهن است
زآن لب که مرده نفسش آب زندگی است
حال مرغان گرفتار ، چه باشد یا رب
باتو روزی که ، محبت دم سودا میزد
ز بس شوخی ، وفا خوبست یا رنجش ، نمیفهمد
مینماید همه از نازکی پشت لبش
کلیه ما تیره روزان ، یکقلم بی نور نیست
سر هر خار ، سر انگشت نگار ، آلوده است
رفت قاصد که برد نامه من ، هوشم برد
ایکه از کم شدن عشق ، نشان میپرسی
از گل عاشق بروی جلوه میسالد بخویش
دل چونرگس دان ، ز هر زخمی برون آرد گلی
حسن عرض لشکر رعنا جوانان میدهد
بار گلگون کوهکن تا قصر شیرین میکشد
روی کاری بود ، کز بیرحمی لیلی نمود
تا نه بیند بعد ازین ، روی نفاق دوستان
گره آبله دل ، بسدارا نکشید
چون گرد باد ، پا ز بیابان نمی کشم
سوختن عمری و سوزم بر کسی ظاهر نشد
نیستی صورت دیوار ، بهوش آ ، نفسی

۱- شاعری گفته است :

سوختیم و سوزش ما ، بر کسی ظاهر نه شد

نداشت یک کف خاک ، که خون ما نخورد
یا برین چاک نفس ، راه صبا را بسته اند
خوشا مجنون که ، بر سر ساقه جمازه دارد
از یاد نرفتند و فراموش نکردند
بغیر زخم نمک سوده بر نمی آید
ورنه ، از طائر پر سوخته ، پرواز که دید
که باوجود کجیها ، خطا نمی افتد
که بوی جنگ ، ز گرد سپاه می آید
در شهر خود ، غریب کسی ، همچو من مباد
خبر ز یوسف ما ، گرد کاروان ندهد
دشنام خشک ، م بدعاگو نمی رسد
عندلیبی که صغیر از چمنی بردارد
مصر دیدار پر از یوسف نفروخته بود
ز بس طفلی دلش موم است یا آهن نمیداند
هر شکر خنده ، که در کنج دهان پنهان است
برق م گاهی گذاری ، زمین حوال میکند
پرده خاک ز بس لاله خداران دارد
من که ، از بیخبرانم ، چه خبر باز آید
کشته چند بین بر در زندانی چند
سو از بالای قمری ، بر سر ناز ایستد
یک زمان ، گر پیش چشم فاوک انداز ایستد
میروند آن شوخ سنگین دل ، که با ناز ایستد
عشق را ، چون او فتد کاری بگردن ، میکشد
خامه نقاش مجنون را اگر لاغر کشید
بخت من ، آینه را ، از دست روشنگر کشید
ناله ، وقت است که بر خیزد و فریاد کند
ناف مرا ، بدامن صحرا بریده اند
طالع پروانه شمع مزاری داده اند (۱)
عمر قاجند ، بیک خواب ، توانی گذراند

چون چراغان شب مهتاب بیجا سوختیم

نتوان یافت که، این بوی تو، تاریک منست
خط مشکون ترا، بهر چه، گفتند غبار
بال جبریل بود، شهر پسر وانه عشق
کبوتر باز معشوقی، بدام آورده، دلها را
داغ دارد شب مهتاب، سیه روز ترا
پیداست، همچو رنگ حنا، خود نمایش
گل از معشوق، عاشق پیشه، بهتر میتوان چیدن
میکنند در هر نگاهی، روز بر مجنون سیاه
با شمیم گل، دماغ آشفتهگان را کار نیست
عنایت، مهربانی، دوستی، پاری، نمیداند
دست، همچون حلقه زنجیر، میباید گرفت
ز سنگ حادثه، چون گل، بیاد خواهد رفت
شوکت حسن تو، از بهر نظر بازی ماست
بنایم تیشه فرهاد و رنگ آمیزی کارش
اگر، حجاب نقاب، از میانه بر میخواست
زان کنج لب، که میکده خنده گل است
ازو کامی نمیخواهم، که تزویری نمیسازد
داغی که، جگر گوشه، صد شمع و چراغست
باید خط نا رسته، نقشی بسته ام، با خود
من همان روز، ز دل، نقش وصالش شستم
ندارد نرگس بیگانه رنگش، از وفا بوی
عاشق، چسان لباس غم از، تن بر آورد
آنجا که، حرف اهل وفا، خوش نمیکند
دین زاهد بعد ازین، نتوان بصد زنجیر بست
غیبسار آستینانی، در نظر هست
حیرت مرا گذاشت که، چون جلدی وفا
بود تا دل، از گرفتاران بالای تو، بود
دل به گوشه عنقا رسید و پا نگرفت
خوش آنکه ترک هوسها چنان که دانی کرد
بهار جلاوه نیلوفر، بر اندامت
نکشود بروسم، در یک خنده، از آن لب

بسکه اجزای وجودم، بتو آمیخته اند
این مهربانست که، از پرده گل پیخته اند
حسن شمیمست که، از نور خدا ریخته اند
که از خیل ملک، هم چون کبوتر دسته دارد
سایه را بر سر کسوت عسسی میداند
نو عاشقی که، بوسه بر آن دست و پا زند
نزاکت بیشتر دارد، چو حسن نیم رنگ افتد
سرمه چشم کرا در، چشم آهو کرده اند
از غراش فاله، گاهی سنبل بو کرده اند
همین چیزی که دارد، غمزه او دلبری دارد
هر که یک گام، از رفیقان شد جدا، گم میشود
سری که، مرغ چمن زیر پر، نمیگیرد
پادشاهی تو و این طایفه، دولخواهند
که شیرین، صید گاهی همچو کوه بیستون دارد
میان دیده و دیدار، صد تماشا بسود
دادم تبسمی، که کم از جام جم نبود
باو حرفی نمیگویم که زودی بر نمی غیزد
سیراب ز خاکستر پسر وانه مسا ماند
مرادی در نظر دارم، که اکنون بر نمی آید
که ازو نامه ننوشت. جواب آمده بود
نگاه آشنا، در چشم آن کافر، نمی باشد
قمری چگونه، طوق ز گردن بر آورد
بیچاره آن سپند، که شیون بر آورد
گر چنین ز سار مویان غارت ایمان کنند
مکن در راه من ای قوتیا گردد
دست پسر گرفته، بدست پدر نداد
همچو قمری نقش طوق از نیل برگردن کشید
سراغ مردم انصاف دیده میگهرد
بمدهای دل خویش زندگانی کرد
ترا یکی ز بلاهای آسمانی کرد
با ما نه چنین است، که گویند: چنین کرد

از دام تو، مرغان همه، پرواز نکردند
 جگر گاه دلبران را، بموی شیر میدوزد
 بکمر، کبک دری، گرچه دو ترکش دارد
 بسی، لشنه لریب سراب، می خندد
 این طلسم شکسته چون بستند
 بسکه باشد، از تو گل چیدن ندید
 چشمت لرنگ، گردش چشمت لرنگ تر
 دانی که، من چه میکشم، از دست روزگار
 بگرد بر سر آن کوچه، آفتاب غور
 بس مکن، چندان که گوید چشم پیرحم تو، بس
 او بگرد دل من گردد و من گردد سرش
 از ساحر آهسته بود، جام بلورش
 در بزم شمس، بستد لها میکشی، مکش
 بسپرد انتظار هوا، مخفی میکش
 که چون لب دردمندی درجا ایستاد و مسازش
 لمیگنجم در آسوش دل ریش
 مگر بدیر برد، الفات برهنش
 اجاره کرده، شمیم بهار پیرهنش
 عهد طفلان است، هر جا میکند ویرانه رقص
 غرور را بچشم آینه، دهم با احتیاط
 کو آن گمان که، من نکشیدم با احتیاط
 چو بد معامله، کز وام میشود محظوظ
 دایم، میان خون و دلم، در میان داغ
 گر نهی دست، بخاکستر پروانه دل
 شود زخم ناپایان درد پنهانی که من دارم
 گاهی بسیر گلشن قصه بر میزوم
 سبزه تصویر و نعل موم و شمع ماتم
 در میان مجلس، که ما، آینه روی هم
 که از چشمت نگاهی وا کشیدم
 میزند موج برادی چون زنجیرم
 در دیار بساده نویشان، مسجد آینه ام
 بند قهای خویش را، خاطر من، گره مزین

آغشته ندیدند بخون تا، پر و بال
 رفوی زخم من، از رشته سوزن نمی آید
 چاره اش بیش تو چون تیر بستگ آمده است
 سپهر، مسخره قالب، گرا خطیف نکرد
 دل، سر از زلف، بر نمی آرد
 میمکم، چون طفل، سر انگشت خویش
 ایوان، حریف کفر کدامین لگه، شود
 گر بر غوری بشنید بدمست روزگار
 نهمسوان چو از آن کسوجه آفتابی شد
 عشقپازان عیبت، مرده این کشتن اند
 من و او، دائره و لفظه پرگار همیم
 شوخی که، غرابانی کیفیت خویش است
 ترسم، گل برای تو زین خنجره وا شود
 سالک ابدام بعبه میندا، زخم خویش
 بسکام دل، چرا بخون لاله، در دل شبها
 ز پس بالیده ام زان غمزه، بر خویش
 ز طرف کعبه نسلی نمیشود، سالک
 نسیم مصر که، سوداگر دیار دل است
 لو غزالان، خوشوخیهای بخون، گفته اند
 از پس، دلم ز صحبت مردم، رمیده بود
 تاربخ، عهد بستن مردم، شکستن است
 دگر لب تو، ز دشنام میشود محظوظ
 چون برگهای لاله، بهشرت نشسته اند
 هر سر انگشت بود، شمع بر افروخته
 دل خون گفته افزاید، موج چین پنهانی
 از خویش پیدماغ تری هم غنیمت است
 از نشان برگ عیش ما همین نامست و پس
 سد فولاد حیا، ما را ز م، بیگانه کرد
 نسیمم آندرد، الحمد لله
 بر تم، هر سر مو، شور بیابان دارد
 بر نمیدارم، عبارت عصانه ویران من
 از پی قتل چون منی، وعده چه میکنی، مکن

بر پال عنایب ، به بندید نامه ام
 همین گوشه آشیان میشناسم
 هبانی ! هبانی ! همان میشناسم
 لبی شیرین تر از خواب بهاران ، در نظر دارم
 من همان در کوچه بند ببخودی دیوانه ام
 بر گل نشسته ، بلبل رنگ پریده ام
 زهری که من ، ز مردم عالم چشیده ام
 طغرا نگار ، دفتر برق است ، ناله ام
 چنین که منقل از نامه سیاه خودم
 این قدر بود که ، بروشع جهان بخندیدم
 من چه میکردم اگر ، مسئله میفهمیدم
 که یار ، ساقی ماگشت ، و توبه نشکستیم
 من و مجنون ، که شریکیم درین کار بهم
 کدام خوبی حسن قرا ، شمار کنم
 تو مست باشی و من بر رخت نظاره کنم
 دلت را گر ، قیاس بیضه فولاد میکردم
 گلی گر میخریدم بلبل آزاد میکردم
 ناخن موجم ، گره از کار خود را میکنم
 در گریبان رستخیز چاک می انداختم
 نگه گرم دعائیت که من میدانم
 یک جام ، اگر شراب دهد پرتگالیم
 اما چکنم ، طالع عمود ندارم
 با نصارتی زاده ، شرب الیهودی میکنم
 پیش هر سبب زندهانی سجودی میکنم
 بخت و طالع را در اینجا آزمودی میکنم
 گل پهی حسن را ، پیمبر کسن
 میرود گل ز پیش ، بر زده دامن بیرون
 چشم اگر خواهی بخوبان صفاهان دوختن
 همچو گل ، صدچاک را ، بر یک گریبان دوختن
 که سالها نتوان روی یکدگر دیدن
 بال مرا یکدگر فصل چمن گره مزن

آخر جواب برگ گلی ، هم غنیمت است .
 اگر سبزه شپرد اگر گل بریزد
 تو هرگز ، ازین خوی بد ، بر نگردی
 بنا گوش ، چو صبح باده خواران ، در نظر دارم
 بند رسوای جنون از پای مجنون بر گرفت
 در عشق ، بسکه کار وفا ، پیش برده ام
 با زهر انتقام ، صلاحش نمیکند
 لشکر نویس گریه ابر است ، دیده ام
 مگر بزور برد ، رحمت بسوی بهشت
 گرچه همچون گل تصویر ، لچدم گل عیش
 مولوی : هیچ نفهمیده و میفهماند
 کجا رسیده بین اکار پیدماغها
 راستی ها ، خبر از عشق نداریم ، هنوز
 یکی هزار شد از خط بهار رخسارت
 خوش آن نشاط ، که شها بروشنائی ما
 باه آتشین ، پشت امیدم ، گرمتر میشد
 برابر سنج میزان مکافات عمل بسودم
 چون حباب از هر شکستی دل بدریا میکنم
 چون نظر بر روی آن بیباک می انداختم
 دل چون سنگ ترا نرم تر از موم کند
 چشم فرنگی تو ، مسلمان نمیشود
 هر مصرع پیچیده من ، زلف ایاز است
 با فرنگی مشله دزدیده دودی میکنم
 در طریقت چون که سببی و سجودی گفته اند
 یار ، میگویند با ما آشنایان ، آشناست
 نمونه شب معراج شد ، سواد خطت
 گر رود نوگل من ، مست ز گلشن بیرون
 دیده میباید از چاه زندهان پاکتر
 نو بهار آمد ، دگر میباید از دست جنون
 دران دیار ، توان داد ، داد تنهائی
 بلبل گل ندیده را ، شوق بهار میکشد

چو منی نمرده هرگز بیدار نخلبندان
نکند چشم تو گر دست یکی با دگران
که ز تعجیل یکی کرد دو منزل پیکان
بزلف او نرسیده است شاخ شانه من
چو غنچه سر بهم آورد آشیانه من
که همچو صورت مردم گیاست صورت تو
سیل آلت برد گویا خاک دامنگیر من
گوهر غلطان غلام خاص در درگوش تو
که بر بالای چشم نیست ابرو
نازکان را جامه گل تازه باشد باش گو
گذشته قافله و گردد کاروان مانده
خرد شرمده در پیرون نشسته
سوی باده مگر بر سر عس زده
دل شیشه دران رخنه دیوار شکسته
خویشتن را بمراد دل خود ساخته
دامان دلم تا نکشد صاحب خانه
ای خوی تو، ناساز تر از خوی زمانه
پروانه بخاموشی و بلبل بترانه
این شیشه که صد ممرکه بر سنگ گرفته
ره کاروان دلها زده برملا نشسته

لیکن مصرع اول، میرزا صایب، نیز گفته و مصرع دوم چنین رسانده:

چو قبیله گرد لیلی همه جا بجا نشسته (۱)

و دیگری هم دو مصرع برای مصرع اول رسانیده:

هر نخل تنها، که درین خاک رسیده
از دولت ما چند بافلاک رسیده
آخر دل تراء، بمراد تو ساختند
گریه هر چند کند شور، ندانند نمی
پای تا سر به از بهار گلی
کاش میبود درین ناحیه، سیر چمنی

همه گوی شور بلبل همه راه خنده گل
قدرت کیست، که درکوی تو خونم ریزد
که نشان داد به تیرت، دل مشتاقان را
ز هم گستن زنجیر من، هنوز کجاست
دران چمن که گل از خنده بر قفا افتاد
تو ای دیوار وفا! در کدام ناحیه
در دیوار آشنای دلشین جایی نماند
ای حلاوت، چاشنی گیر لب خون نوش تو
مه نوه کی جگر دارد، که گوید:
ماخشن پوشان چو سالکن بخواری داده ایم
ز عمر رفته، همین جسم ناتوان، مانده
جنون خوش کرده دولتها عشق
شگفته روز خرابات میرسی، سالک
تاء، راه نیفتد بحریم تو، صبا را
باز طرح نوی، از هر بده انداخته
برخوان ولینممت حسنت، نه نشینم
یک شیوه نازت بمراد دل ما نیست
خندید ز باغت گل هشیاری و مستی
در جنگ غمت، نرمتر از مهره موم است
بحوالی دو چشمت، حشم بلا نشسته

بارش گره خاطر و برگش گل زخم است
از گریه، ز بس ریخته ام، رنگ خرابی
سالک، همیشه فکر جنون، بر تو واجبست
پای اشک، غرض آلود، چو آید بمیان
بر سراپات میتوان غلطید
سوخته در کنج قفس حسرت پرواز مرا

چو قبیله گرد لیلی همه جا بجا نشسته
بحوالی دو چشمت، حشم بلا نشسته

بحوالی دو چشمت حشم بلا نشسته
بستم دل اسیران، بکجا گریزد از تو

۱- صایب:
خسرو:

که بآن سبب ز لطفان نبود دست رسی
میشنوم ثرائه میشنوی حکایتی
گل ابری، نوای بلبل آواز طنپوری
گل ابری، چو کند گریه بطرف چمنی
کاش میداشت دلم گوش نصیحت شنوی
ساز زنجیر که دارد چو جنون پیشروی
اگر میشد دخیل کار دنیا هر خسرو مندی
آلجا که داد مرغ چمن نشنود کسی
فریاد از آن زمان که سخن نشنود کسی
اگر عسوهایی تماشای جنوبی
که در هر گوشه از چشم تو افتاده است بیماری
بآدم باش در آن خانه که، محرم باشی
بر لگ بر لگ گل افتاده بر لب جوی
سالک! از بهر چه، دانا گشتی و موزون شدی

سر انگشت ندامت، سلامت باشد
عاشق و وصل دیده یار و وفا شنیده
دماغ هوش را، میخانه آشوب مهسازد
در کفن، داغ دل سوختگان، تازه شود
می کشم، از دل خود کام خود این، بخوار بها
گوش بر زمزمه ناله جالگاه من است
چرا ببلول دانا، بر در دیوانگی میزد
رنگ بهار ناله، بخون جگر میزد
گوش سخن شنو گل عاشق نواز است
بهر طفلل بده، صدگی ز کسویت
بمناب لب طفلل درمان که خواهی شد
چشم بر صورت دیوار بزرگان مکشای
کنسار دیده سخن بهار پاژهای دلم
دشمنی چون آسمان، خصمی چو دلبا، در کهن

متفرقات

عسبت، غریبال میگردم، جهان را
انقدر، گاهی بهر دارم مسا
مجننون تیرا، عسرت هست
مژگان زبان دراز شد از کم نگاهت
دروغ مردم فهمیده راست مانند است
یارب! آن داله نه بیند که، درد من است
هر گجا باده خوری، کشمیر است
چمنی دان که باغبانش نیست
این زخم تازه نیست که، آن را رفو کنند
آنالکه کاروان گمه ما جستجو کنند
نستی بود نصیبم، ز میان عتقا برد
دوستی، نیست قیاری که، توان از ما برد
سرشک از دیده، دامن دامن افتد
بغیر کشتن خود، التماس نتوان کرد
ز خاک سوختگان هم، نشان نمپاند

تو، در ویرانه دل، بودی و من
به خردی، گاهی بسا بر میخورد
گاهی گذری، بسا بر طرف ها
چون عدل پا کشید ستم تیغ میکشد
بسر، لبست قد تو، میکنند درست
طائری که، گرفتاری خود، میخواهند
ساقی سبز خطی، تا باشد
ساده روی که، سر نکرده خطش
چاک دلم، قدیمی آن دست و غنجر است
وقتی خبر شنود که، ما رخت بسته ایم
بر سر قسمت هستی، همه کس میزنند
طرح دادیم بدشمن دل بی کینه خویش
شبی، کز ناله آتش، در من افتد
هلاک گوشه چشمی شوم، که از نگهش
بدور چشم تو، گر سرمه را، رواج اینست

گهی رخسار سینه با تیر بندد
 دگر نیست حاجت ، که شمشیر بندد
 جواب نامه ، همین بوی پورن باشد
 که یاد از هرنگاهی دست پر شمشیر می آید
 هر چه کرد ، احتیاج پهلبل کرد
 بسار گشتی ز لیلک میباید
 تا عاقبت کار که ، محمود بر آید
 دلم طلست با طلالن توالم کرد خرفندش
 خورد را ، میان قائله ، تنها گذاشم
 که از هرگره پادی قاصد آواره دارم
 تا لاله نیست ، گل بگریبان نمی کنم
 تا چشم میکشیم ، میبایدم شنودن
 گویا صدای خنده گل بود زین
 رسم مستان است پیش هم کباب الداختم
 در کوی تو از کثرت سرهای پریده
 گرد جهان ، اگر همه دیوار میکشی
 کانهجا لبسته باشی ، با یار مهربانی
 تا لبتم بدست و پای کسی

گهی راه خورنم بشمشیر بندد
 محرف نشیند ، چو در حساله زمین
 سواد دیدهٔ مقبوب ، مگر بمصر رسد
 جگر در راه طاقت میدود اما نمی داند
 اینقدرها نبود ، خوبسی گل
 تا بکام دل ما گردی بساز
 هر سینه ، بر ابرو خفته داغ اهاز است
 بهم بازی مگر آرام گیرد کودک بد خو
 دل غمجه کند و قائله آرزو گذشت
 درین وادی ، ز من الحاله سرگشتگی ، بشنو
 دل بشیر ، بسوختگان میکشد مرا
 در بحر آفرینش ، همطالع حبابم
 گویی ، خبر نداده ز آوار پای عمر
 از کدامین چشم او ، دل را نگهداری کنم
 شد هر کف پا ، دیدهٔ غم خون لاله نشانی
 یک شفت پیشتر پسر آخر نمیرسد
 زور فلک باشد زان خوبتر مکانی
 از طپیدن ، دلم لها سایه

رباعیات

نومید مگر که عالم آرائی هست
 پرفسیدن چشم را تصافای هست
 زاهد سر و دم پریده ماری بوده است
 اخوند عجب بزرگواری بوده است
 رنگینی لاله زار ، دیدیم و گذشت
 نیک و بد روزگار ، دیدیم و گذشت

ایکروزین ازین جهان جانی هست
 ای تیره نظر ، چه بهم مردن داری
 ناصح گله مند هرزه کاری بوده است
 یک حرف مرا جواب معقول نداده
 سر سبز لو بهسار ، دیدیم و گذشت
 لوش گل و نیش خار ، دیدیم و گذشت

در تعریف جلد کتاب

از نقش طلاست گنج دنیا نویسی
 چون باز کنی چهر زلد طلای

این جلد که هست خلد ازو النوسی
 برم چو نبی ، غنچه شود گلزاری

● سرو آزاد : محمد ابراهیم سالک قزوینی ، سالک مسالک خوش بیانی و مخترع عجائب و غرائب معانی است . مدتی در صفاهان اقامت داشت و با صاحب کمالان آنجا سرگرم صحبت بود .

آخر عازم هندوستان گردید و بواسطه ربط قدسی و کلمه سرمایه جمعیتی اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد . خویشان او ، آنچه داشت همه را وا کشیدند ، ناگزیر کرت ثانی خود را ، به هندوستان رسانید و مدتی اقامت گزید و باز بجاذبه وطن به قزوین برگشت و همانجا در گذشت .

عنبر کلامش چنین بو میدهد :

عرق سعی محال است بجائی نرسد ابر را آبله دست گهر می گردد (۱)
هی برگی من ، فکر سرانجام ندارد چون شمع تمام است بیک ترک کلام
(چهار بیت دارد ۱۰۹-۱۱۰)

● آتشکده : سالک قزوینی . سالک مدتی در عراق و فارس بوده ، آخر الامر به هندوستان رفته هم در آنجا روانه سفر آخرت شد ؟. این دو شعر ازوست :

جواب نامه من ، غیر نا امیدی نیست ز دست سودن بال کبوترم پیداست
دوستان ! در بوستان ، چون عزم گل چیدن کنند اول از یاران دور افتاده یاد من کنند
(ص ۲۲۹)

● صنف ابراهیم : سالک قزوینی ، نامش شاه ابراهیم در اصفهان معاصر و ندیم میرزا جلال اسیر شهرستانی و معاصر سالک یزدی بود . از ایران سیر هندوستان نمود . بعهد شاهجهان اول بکشمیر آمد و — مثنوی بر سوانح احوال خود — بنظم آورد . بقول میرزا طاهر نصرآبادی : در هند با کلیم و قدسی صحبتها داشت . بعد مراجعت قزوین ، آنچه داشت خویشاوندانش غارت

کردند ، ناچار بدیار هند آمد و بعد مدتی بوطن برگشت ، و بیمار شد . در آن حال میرزا طاهر وحید ، دوازده تومان وظیفه سال ، برای او مقرر کرده ، تعلیقه فرستادند . اما او بغایت استغناء و استقلال قبول نکرد . سراج الدین علیخان آرزو در — مجمع النفائس — نوشته که : کلیاتش را بخط مصنف قریب بست و پنج هزار بیت دیده . احوالش در سلک تحریر کشیده ام ! راقم هم گوید که : صاحب — ریاض الشعراء — بعضی ابیات سالک یزدی را در تحت نام سالک قزوینی نوشته اما در کلام هر دو شاعر فرق بسیار است .

(ص ۱۸۲ الف)

● مرآت آفتاب نا : سالک قزوینی ، نامش مجد ابراهیم . مدتی در صفاهان با میرزا جلال الدین اسیر شهرستانی ، هم صحبت بود و بهندوستان و کشمیر رسیده . معاصر سالک یزدی و مصاحب کلیم و قدسی بوده .

(یک شعر دارد ۱۸۳ الف)

● شمع انجمن : سالک ، مجد ابراهیم قزوینی . سالک مسالک خوش بیانی ، و مخترع عجائب و غرائب معانی ست . دو بار بهندوستان آمد و برگشت و در وطن بگذشت . عهد سخنش چنین بو میدهد .

(هفت بیت دارد ص ۲۰۵)

● تذکره شعرای متقدمین : سالک قزوینی ، و سالک یزدی ، هر دو همعصر بودند . در عهد شاهجهان کوس سخنوری میزدند ، و در تلاش سخن و کوشش معنی یابی ، هر دو استادفن و کامل عیار بودند . لیکن آنقدر عزت نفس نداشتند .

یک تخلص را دو کس چرا اختیار کردند . از سالک قزوینی است :

کبک، از حریت رفتار، قیامت زایش بسکه استاده بها ریخته چون درپایش
 بیرون زده ز قید هنر خویش طلاس اسیر است بگلدام پر خویش

(۴۳)

۱۰۶- سالم، ملا لطف الله

● نصرآبادی : سالم، ملا لطف الله ولد سید میرعلی . از سادات کشمیر است . جوان با ادب بآرامیست . در ظاهر و باطن مرغوب و محبوب القلوب . از شوق زیارت عتبات عالیات بی آرام شده — چون راه بعثت افغانه مسدود بود — بجهان آباد رفته ، از آنجا ببندر سورت آمده ، مدت سه چهار ماه بود تا موسم شد ببندر عباسی آمده . از آنجا بشیراز آمد ، مدتی با موزونان آن ولایت صحبت داشته . از آنجا باصفهان آمده در خدمت علامی ملا محمد باقر خراسانی پاره از مسائل دینی مباحثه نموده ، روانه عتبات عالیات شده . بعد از مراجعت وزیر کرمانشاهان — که از سادات گلستانه اصفهان است — او را نگاهداشته . از آنجا روانه همدان شده و از آنجا بقم رفته . و پاره در قم با حضرات موزونان آنجا ، صحبت داشته ، باز باصفهان آمده . بعد از مدت ، دیگر برفاقت آفتاب مشرق مردمی ، میرنجات ، روانه مشهد مقدس شده . از آنجا بهرات رفته با خدام میرزا سعدالدین محمد صحبتها داشته . از آنجا باز بمشهد آمده . شوق دیدن مازندران بر سرش افتاده . در آن اثناء میرزا محسن تأثیر تخلص بمشهد وارد شده ، اراده مازندران را داشت . از راه استرآباد روانه مازندران شده . چند گاه بخدمت عالی حضرت میرزا رحیم وزیر آنجا بسر برد . باز باصفهان آمده . الحال سنه (۱۱۰۸۱هـ) در آنجاست . و همه عزیزان از صحبت او محظوظند . سالم تخلص دارد ، شعرش این است :

زین تغافلها، که ما و یار، باهم کرده ایم
 بی تو، در فصل بهاران، خون رنگ لاله ریخت
 هر دو یکمانیم، اکنون پیش آن پیدادگر
 ز احسان، میشود صاحب کرم را، دولت افزون تر
 مائل شدن بغیر، نه نقص جمال تست
 بطریقی که، سخندان بسخن دارد میل
 غریبش را، بی سبب رسوای عالم، کرده ایم (۱)
 ما بهر سوی، نظر با چشم پرتم، کرده ایم
 ما و غیره، از بسکه سالم، غیبت هم کرده ایم (۲)
 بل هر چاه را، آب از کشیدن پیش میگرد (۳)
 چون مهر و مه ظهور تو هر جا کمال تست
 پیش از آنست، سخن هم بسخندان، محتاج
 (ص ۲۵۰)

● ریاض الشعراء: میرزا لطف الله سالم، از سادات کشمیر بوده. بایران رفته
 اکثر بلاد را سیر کرده، بارباب کمال و فضل صحبتها داشته. و بزیارت عتبات
 عالیات نیز مشرف شده. و باتفاق میر نجات مرحوم بزیارت مشهد مقدس
 رضوی — علیه التحية والثناء — توفیق یافته. و بآخر باصفهان آمده، در سنه یکهزار
 و هشتاد و نه (۱۰۸۹هـ) در شهر مزبور، در قید حیات مستعار بوده.
 (دو شعر دارد)

● صغف ابراهیم: میرزا لطف الله سالم تخلص. از سادات کشمیر است.
 بارادت زیارت اماکن مقدسه. از راه بندر سورت رفته، شیراز و اصفهان و
 کرمان شاهان و قم و همدان و مشهد و استرآباد و مازندران را دیده و بخدمت
 علامه باقر خراسانی و میر نجات و میرزا سعدالله... وزیر و میرزا محسن تاثیر
 رسید، و صحبتها داشته، و محبوب طالع و در سلک الشعراء محسوب شده.
 یکهزار و نود (۱۰۹۰هـ) در آن حدود بود.
 (ص ۱۸۵)

۱- ریاض الشعراء و روز روشن دارد.

۲- روز روشن دارد.

۳- ریاض الشعراء دارد.

● روز روشن : سالم ، میر لطف الله کشمیری ، معاصر میر نجات . ناظم گل
کشتی ست . (دو شعر دارد ۲۸۳)

۱۰۳- سامان، مولوی احمدالله اله آبادی

● روز روشن : سامان ، موای احمدالله اله آبادی . مولدش کشمیر است .
و در ، دور شاه عالم پادشاه ، سکونت اله آباد اختیار نمود :

سجده ، بر خاک دری ، میخوام همچو خورشید ، سری میخوام
تا کشم ، بار غم او ، سامان کوه آسا کسری میخوام
امروز کارستان ، ساقی ! تمام گردان از لب شراب بنما و ز چشم جام گردان
(۲۸۴)

۱۰۴- سامی، مرزا جان بیگ

● عقد ثریا : سامی ، مرزا جان بیگ سامی ، ولد مرزا سعید قوم قبچاق
بدخشی . وطن بزرگاننش کولاب است و خود در کشمیر تولد یافته . قریب
پنج شش سال است ، بهند آمده برفاقت نواب ابوالقاسم خان مرحوم معزز
بود . چون نواب موصوف در جنگ ضابطه خان شهید شده ، جهان گذران
را پدروود کرد . مرزای مزبور از وقوع این واقعه جانکاه ، غمناک شده خواست
که باز بوطن خود عازم شود ، مخدرات سرادق عصمت ، یعنی واماندگان نواب ،
اورا مانع آمده نگذاشتند که بکشمیر رود . در قصائد و غزل و شاهنامه بطور
خود استاد است ، و در تاریخ گوئی بی نظیر . فقیر را باین بزرگ — تا در
شاهجهان آباد بود — اکثر اتفاق ملاقات می افتاد . مذهب سنت و جماعت
داشت . و درین آخر عمر ، در سلسله قادریه بخاندان حضرت خواجه میردرد ،
دست بیعت پیش نهاده . و ترجیع بند خوبی مدح ایشان بیاض کرده .

چند سال است که ، داعی اجل را لبیک اجابت گفته . مدفنش بیرون ترکمان دروازه در مقبره خواجه میر درد واقع شده . (ص ۳۲)

● روز روشن : میرزا جان ابن میرزا سعید بیگ بدخشی . از رفقای نواب ذوالفقار الدوله بود :

تا چند میدهی ، کله ناز را ، شکست بشکن ، بقدر گوشه چشمی ، نقاب را

سامی میرزا جان دهلوی ، خلف میرزا سعید بیگ قبحاق بود . مولدش کشمیر و در دهلی نشوونما نموده ، اقامت ابوالقاسم خان گزید . و بعد شهادت مذکور ، در محاربه ضابطه خان ، قاصد وطن گردید . عیال ابوالقاسم خان جدای وی نپسندیدند ، با خود داشته مدت عمرش بدلجوی کوشیدند .

میآمد و بر من ز تبسم نظری داشت	گویی ، زد دل گم شده من ، خبری داشت
بختم نه برین رنگ ، چو زلف تو ، سیه بود	آخر نه ز رویت شب مام خبری داشت
چه روز است این که دیگر بر سرم آن سروناز آمد	قیامت شد مگر قائم که عمر رفته باز آمد
تا کی ، چو صبا در طلب بوئی تو ، گردم	یکبار بگو ، گرد سری کوی تو گردم

(ص ۲۸۵)

● ادبی دنیا : سامی ، مجد جان بیگ . در عهد احمدشاه ابدالی — و قتیکه سکهه جیون لال راجه صوبه دار کشمیر بود — بدر بارش وابستگی داشت . مجد علی خان متین ، عبدالوهاب شایق ، ملا راجح ، ملا توفیق ، رحمت الله نوید و حسن راجه نیز معاصر وی و بهمین دربار وابسته بودند . سکهه جیون لال خواست که ، تاریخ کشمیر بطرز شاهنامه نوشته شود ، شعرای مذکور را برای این منظومه دستور داد ، و یک رویه برای یک شعر مقرر کرد . تاریخ را بر هفت شعراء قسمت کرد . شایق شصت هزار بیت ، ملا توفیق دو هزار ، و سامی یک هزار بیت سروده بود که ، سکهه جیون لال کشته شد ، و آن تاریخ نا مکمل ماند . (کشمیر نمبر ص ۲۳۹)

۱۰۵ - سخنور ، پندت پیرمل کول عرف جان

● چهارگشن کشمیر : در سرپنگر در سال (۱۷۹۶ع) بدنیا آمد . در علی تینکی پوره بود و باش میداشت . معلم فارسی بود و عمر درین مشغله بسر برد . در سال (۱۸۶۹ع) از دنیا در گذشت . — مهابارت — را در فارسی در آورد . — قصه های بکرماجیت — نیز در فارسی نظم کرد . خوشنویس بود و خط بسیار خوب مینوشت . در منظومه مهابارت ابیات حمد دارد :

ای تاج بخش تخت نشینان روزگار	بر در گه مقدس تو، چرخ پرده دار
لبریز از ثنای تو گنجینه سخن	چون دامن صدف ز گهرهای تاجدار
این گنبد فلک که کشیدست سر باوج	دلیزه ز صحن جناب تو تنگبار
این ابر، قطره ایست ، ز همان جود تو	قطره به در فشانی و صفت گهر نشار
این آفتاب هست ، چو شمی فراز طاق	این ماه چارده ، چو چراغی به کنج تار
دستی که بهر او نه بچیند گل ز شام	بی برگ و بار، شاخ درختی به شوره زار
آن سر، که جبه سای نشد ، در صنم کده	میدان یقین که، همچو کدولست پر زمار
آن لب که تر زبان شود ، در ثنای او	برگ گل که ، باد نشانید در غبار
در هر دلی که ، آتش عشقش ، نه شعله زن	در دم شود ، چو شعله جواله ، بی شرار

(ص ۲ : ۸۹۹)

۱۰۶ - سرآمد ، مولانا

● نتایج الانکار : عندلیب گلشن خوش تقریری ، مولانا سرآمد کشمیری . که در لاهور نشو و نما یافته و در فنون سخن طرازی از شاگردان آفرین لاهوری است . اوسط مائه ثانی عشر در گذشت . این بیت ازوست :

ز عاشق ، کی دماغت ناله بیتاب بر دارد شکستن های رنگ گل، ترا از خواب بر دارد (۱)

(۳۵۱)

● **شمع انجمن :** سرآمد کشمیری در لاهور نشو و نما یافته و در سخن شاگرد آفرین است . اوسط مآنه ثانی عشر جهان فانی را پدرود کرد . (ص ۲۱۲)

۱۰۷- سرخوش، محمد افضل

● **نصرآبادی :** ملا محمد افضل سرخوش تخلص ، لاهوریست . طبعش خالی از لطفی نیست . در لاهور میباشد . شعرش اینست :

کی توانم دید ، زاهد جام صبا ، بشکند میرد رنگم ، حبابی گر بدریا بشکند (۱)
منهائرا حرص زر ، باقی بود روز حساب تشنه آخر تشنه غیزد ، گر کشد دریا بخواب (۲)
(۲۵۰ ص)

● **کلمات الشعراء :** سرخوش ، خادم درویشان بلکه خاکپای ایشان ، محمد افضل سرخوش ، از خانه زادن شاه عالمگیر است . در عالم جوانی در پی دولت دنیا و تلاش منصب و جاه ، سرگردانی کشیده . آخر بتوفیق الله تعالی در شاهجهان آباد گوشه عزلت اختیار نموده . خدمت فقراء و عرفاء را سرمایه سعادت دانست :

نیست در عالم ، بهشتی خوشتر از خلوت ، را دوزخی ، نبود بتر ، از گرمی صحبت مرا (۳)
دولت بیدار عرفان ، داد حق نعم البذل کرد اگر گردون دون ، محروم از دولت مرا (۳)
بکرم الهی ، اکثر عزیزان کامل را — که درین عصر بودند — دریافت و
با جمیع خوش خیالان — که درین زمان کوس کمالات می نواختند — صحبت
مستوفی داشت و استفاده نموده . اما اعتماد هیچ کمالی بر خود ندارد ، مگر گاهی
بخاطر فاطر میگذرد که ، باصاحب کمالات خلط ورزیده ام ، هر آئینه بی نصیب

۱- خوشگو و نتائج الافکار دارد.

۲- کلمات الشعراء و خوشگو دارد.

۳- نتائج الافکار دارد.

نخواهم بود، جمال همنشینان اثری کرده باشد. چنانچه میرزا صائب فرماید:

اگرچه، نیک نهم، خاکپای نیکام محب که نشسته بهانم، سفال ریحانم
گفته اند که: شناخت شاعر و عارف و خواننده اصول موسیقی با خبر
و غیرهم بسیار دشوار است. هرکرا بینی، باید تحقیق کنی که، آن عزیز با کدام
صاحب هنران و کاملان، اختلاط ورزیده. قیاس حال او، از آن عزیزان
کنند. چنانچه حضرت مولوی فرماید:

گر توفشناسی کسی را، از غلام بنگر او را، گوش سازیده اسام
چند شعر از زادهای طبع خود، مینگارد که باری، به این وسیله در شمار
عزیزان و قطار بندگان ایشان، در آید. این چند بیت خوش کرده عزیزان
صاحب کمال است:

هوشیاری را، حجاب یسار میدانیم ما	بیشودی را بزم بی اغیار میدانیم ما (۱)
تیز میسازد، بقتل عاشقان، شمشیر را	این قدر هم رحم ازو بسیار میدانیم ما (۱)
تجل کرد، تا حسن تو، در زیر نقاب اینجا	سراپا کاسه در یوزه گشته آفتاب اینجا
شمیم خط مشکینش، گل پیچیده در گلشن	که بوی گل، نفس دزدید چون گرد کتاب اینجا
چنان بگذاخت شرم جلوه حسن تو، گلشن را	که میگردد رگ گل همچو غش بر روی آب اینجا (۲)
که پردازد، بسوز سینه ام، در بزم او سرغوش	مگر آبی زند بر آتشم اشک کباب اینجا
بهم ناید چو گل از خنده شادی دهان ما	چه خوش نامی بر آمد، الهه الله از زبان ما (۳)
چنین، گر میگدازد ضعف، جسم ناتوانم را	حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را (۴)
تبخاله نیست، در غم هجران، ز تب مرا	کز فرقت تو، خمیه زده جان، بلب مرا (۴)
کجاست دیده جو یای ره، کجاست تیرا	و گر نه هر مژه انگشت رهنماست قرا (۳)
کجا فقیر، بدل جا دهد، تونگر را	زمین فرو نبرد همچو قطره، گوهر را (۵)
میند دل بزر و مال در جهان، سر خوش!	بهر دوست، صدف سان منسپ، گوهر را (۶)

۱- خوشگو و مجمع النفائس و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

۲- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

۳- خوشگو و مرآة الغیال و مجمع النفائس و بی نظیر دارد.

۴- حسینی و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

۵- خوشگو دارد.

۶- مجمع النفائس و بی نظیر دارد.

از فرق ما، چو شانه گذشت است، خارها
گشتم سپند آتش خسود چون شرارها
کند نقش ید، در تو گل از غنچه خوابها
توان بآب فرو برد تلخ دارو را (۱)
ازو پیرس که، داند زبان آهو را
راه زن چون تیغ بر دارد ز پیراهن برآ (۱)
آمد از زخم نمک سود جگریاد مرا (۱)
بخاک سرمه، کشتی شعله آواز بلبل را
میکنم چون خامه، خود پامال، حرف خویش را (۲)
هر دو لب چسبیده مشق غموشی شد مرا (۳)
جنازه تخت روانست کشتگان ترا (۳)
بصد آئینه حیرت محو میسازد نگام را
چون قلم، پایم ز خود پیدا کند، زنجیرها
بسکه گرید سبزه بر تقوای ما (۳)
جای در دیده دم، همچو گهر، سنگ ترا
بسال پرواز بود نامه من رنگ ترا
نماید قطره خود را گرد هنگام چکیدنها (۴)
نغمه تار رگ گوهر شکست قیمت است
چشم آهو، همچو ابر تیره، از باران پر است
پای در دامن مرا خوشتر ز گل در دامنست (۵)
بخت من، چون چشم آهو، در سیاهی روشن است
گویم از پوست کنده کشکول است
که همچون کاکلت از پیچ وقاب خود بزنمیر است
غروش سینه افکار آواز پر تیر است
بنخون غلطیدن نخچیر موج آب شمشیر است

پیوده ایسم بسکه ره گسلدارها
آئینه دار حسن بود، ذره ذره ام
چو گردد بر توتنگ این عرصه گیرد کار دین صورت
کنم زیاده گوارا بدل غم اورا
چه گفتگوی، که چشمش، نمیکند بامن
نفس را غالب چو بینی، از لباس تن برآ
نظری، بر گل شبنم زده، افتاد مرا
ز چشم شوخ کردی تیره، روز لاله و گل را
نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را
عمر چون تصویر، حرف راز پوشی شد مرا
شکوه بادشهبانت کشتگان ترا
عرق بر چهره شوخی برق میگردد و گیاهم را
نیستم آزاد، از قید غلظت، هر جا روم
کوزه دولاب شد، هر دانه اش
خوشت از صلح عزیزان، بشرم جنگ ترا
هست افسون حیا، پیش تو افسانه عشق
بود افتادگی آئینه جمیعت سالک
رشته داری از تعلق ساز نقص عزت است
برق جولانی، که بی پروا، ازین وادی گذشت
گوشه عزلت گرفتن، به ز سیر گلشن است
رام گشته وحشی مطلب، بناکامی مرا
نیست شاهی جدا ز فقر، که طبل
کجا شوریده حسن ترا، حاجت به تسخیر است
نوی دیگر است، از شورشم ساز جفا پیش را
بود بیتابیم آئینه دار، رنگ بسیداش

۱- خوشگو و شمع انجمن و سرو آزاد و قدرت دارد.

۲- حسینی دارد.

۳- خوشگو و مجمع النفائس دارد.

۴- مجمع النفائس دارد.

۵- بی نظیر دارد.

که اینجا خواب پارا دولت بیدار تعبیر است (۱)
 شیشه ام همچو غنچه، سنگ خود است (۲)
 پای گل در حنا ز رنگ خود است
 دوری ما ز عذر لنگ خود است
 چشم ما چون شبنم، از روی تو مهمان گل است
 پیچ و تاب بلبان گرداب طوفان گل است
 آه مرغان چمن، دود چراغان گل است
 پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت (۳)
 از یک قنق باده حساب همه پاک است
 شیرازه جمیعت دلها، رگ تاک است (۴)
 کسو شعله که، کار ز سوزن گذشته است
 شکست آئینه زخمی بروی تمثال است
 برگ گل در زیر پایش کم ز لغت شیشه نیست
 در همه دیوان او، یک مصرعه برجسته نیست (۵)
 که چشمانش، چو عینک در کتاب است
 پای چراغ حسن تو، بخت سیاه ما ست
 همچو آئینه، دل و دیده ما هردو یکیست
 پشت بام فلک هوادار است
 به پشت بام دوبالا صدای پا گردد (۶)
 نغمه از بس نا رسای چون گره در تار ماند
 دانه، از حیرت چومغز پسته، درمنقار ماند (۱)
 جامه تنگ، زود چاک شود (۱)
 نی چو گیرد وصل، با پیکان خدنگی میشود
 دل چو، پراز داغ حرمان شد، پلنگی میشود
 جوهر شمیر نازش، پیچ و تاب مابود

نشتن بر در میخانه، قدر سرخوش افزایش
 صد شکستم بدل، ز جنگ خود است
 حسن تمسکین ناز افزایش
 نسیم گام است راه کمبخت وصل
 باز از حسنت، نگه را سر، به دامان گل است
 با ظهور حسن، جوشد بیقرار پهای عشق
 شورش عاشق بود، آئینه دار جوش حسن
 تا مرا یک پای ثابت، در طریق یار گشت
 بیپوده دل زهد کشان وسوسه ناک است
 از خوشه انگور، عیان شد که، درین باغ
 یک دشت خار، در کف پای هوس شکست
 شریک صاف دلانند، خامشان در رنج
 غنچه ترسم برآه نازنینم بشکند
 از ورق گردانی دوران کسی وارسته نیست
 بود واعظ، با علم باطن، اعمی
 از دامن وصال، جدا نیست دست عشق
 دید و دریافت بر اهل صفا، هردو یکیست
 خانه دهر تنگ بسیار است
 بر اوج جاه، دماغ هوس، رسا گردد
 ساز بزم عشرت ما، بی رخت از کار ماند
 تا نظر، بر حسن صیادم فتاد، از زیر دام
 تن مده اختلاط چسبان را
 سازم در جنگ پر دل، ساز جنگی میشود
 ناگهان گیر است لیکن، دست از جان شسته
 رونق بیداد او، از اضطراب ما بود

۱- مجمع النفائس دارد.

۲- نتائج الافکار دارد.

۳- قدرت و نتائج الافکار دارد.

۴- شع انجمن و نتائج الافکار دارد.

۵- خوشگو دارد.

عرصه کونین، یک گام از شتاب مابود
 که بالا شام اگر شد، صبح در زیر زمین باشد
 سرت چون گردد از مستی جهان گرد سرت گردد (۱)
 خوشه را چندین شکم داد و بهر یک دانه داد (۲)
 غنچه چنان در گره، خود را چو گوهر بسته اند
 که شویندش بآب و گل چو دست آلوده تر باشد
 دامن از رحم چسبیده میآید
 آنچه از آب دیده میآید (۳)
 گل گریه‌بان دریده میآید (۴)
 لختهای دل، چو یکجا جمع شد، گل ساختند
 دود دل، آمد بر روی کار، کاکل ساختند
 صبر ما بردند و در چشمش تغافل ساختند
 که دزد پاده را خود لطف صیبا عس باشد
 باغبان دل شکسته میگرده
 می بکشتی نشسته میگرده
 بسخن هر دو لب، یکی باشد (۵)
 که گرم خاک کردم، گرد دامن تو، خواهم شد (۶)
 که گر ناخن زنی، بر ساغر گل، در صدا آید
 سر بهالش وقت خفتن هم ز تن بر تر بود
 نگاهی چون عصا شمشیر پنهان در حیا دارد
 یک دم آرام میتوانم کرد
 از لب جام میتوانم کرد
 صرف گلدان میتوانم کرد
 قطع بی گام میتوانم کرد

بهرق پیش وحشت ما، پای خواب آلوده است
 کنترل پیشه، کی از تیره روزیها، حزن باشد
 زمین و آسمان در میکشی، فرمان برت گردد
 روزی را روزی رسان، مقدار هر پیمانه داد
 از زر و مال جهان، عریان تنان وارسته اند
 صفا از گره، کی بی خاکساری جلوه گر باشد
 یار غنجر کشیده میآید
 کس ز طوفان نوح نشنیده
 در صدمم ز عشق شوری هست
 ناله ما، صورتی بگرفت، بلبل ساختند
 خط او شد، سبزی کز بخت ما، برداشتند
 آنچه کم از طاقت ما شد، به تمکینش فزود
 محبت، پای بند خون دل آشام، پس باشد
 گل بسدور تو، خسته میگرده
 چشم او، آبروی میکرده ریخت
 کفسر و دین متفق بسوحدت او
 محالست این که، بعد از مرگم دست تو، بردارم
 چنان بی روی تو، آماده شیون شود گلشن
 در تفوق جستن آرام شه کشور بود
 ستم در پرده نازان نگار دلربا دارد
 ناز را رام میتوانم کرد
 خاموشی بی می و ادای سخن
 بهر صید تو رشته جان را
 راه عشق از گداز تن چون شمع

۱- خوشگرو شمع انجمن دارد.

۲- خوشگرو مجمع النفائس و سرو آزاد و شمع انجمن دارد.

۳- مجمع النفائس دارد.

۴- خوشگرو شمع انجمن و مجمع النفائس و سرو آزاد و نافع الافکار دارد.

۵- خوشگرو دارد.

دل پر خون، ز بفل در ره یارم، افتاد
کسر نفس خود، اگر پیش نمای خوشتر
اینکه با بحث برای چو فلاتون چه کمال
منم از اسباب دنیا، سیر نتوانست شد
مردم و از جست و جوی او، نیا سایم هنوز
بسکه از نا محرمان، پوشیده دارم، راز خویش
نه بپند در دلم، صورت تمنای خط و خالش
دلم زان گونه گشته، محو حسن حیرت افزایش
فتد یاقوت ز آب و رنگ، پیش لعل می نوش
دل با دوست غوگر گشته، کی با غیر می سازد
بر دهن، دست گذارد ز ادب، گل بچمن
چسان بر خواند آن مه نامه مشتاق دیدارش
همتم بگذشت از مذموم و محمود آن طرف
رنگ صد بسمل طپیدن، ریختی در جان برق
سینه سوزان محبت را، به چشم کم، مبین
ظلمت زدای هستی من شد ضیای دل
بسکه بگذارد ز شرم حسن آن رخسار گل
زیب خوبان دگر، از زبور لعل و در است
کی شود، از ناز با ما خاکساران چار چشم
افسان من، خبر دهد از جان خسته ام
تا ز حرف جست و جویش، دم زدم
سکرت داد، نشاط دگر، درین چمن
ز بس سمی دگر هر کام در راه فنا دارم
ز بس شرم تو، ریزد رنگ خاموشی، بکام من
برق عارضی، یکدم مقابل، در چمن گشتم
راه، در خسلوت او، نیست مرا
افسوده غم عشق و همان در تب و تابم

میگیرید که! مینا ز کنارم افتاد (۱)
سرمه هر چند که باریک بسای خوش تر
راست گویم اگر از خویش برای خوش تر
آب گوهر را ز آب بحر دیدم شور تر
میدود چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز
همچو خط سر تا بپایم سرمه آواز خویش
ز شونی نقش بر آبست در آئینه تمالش
که خال عنبرین، گردیده بر عارض، سزیدایش
بود صبح شب مهتاب گوهر در بنا گوش (۲)
که گرید طفل، چون بیگانه گیرد، در آغوش
که بگوش تو کند عرض پریشانی خویش
که خط را، همچو ظلمت عو سازد نور رخسارش
آن چنان جسم که افتادم ز مقصود آنطرف
در گرفت از شعله شمع رخت دامان برق
هر شراری، دارد اینجا در بفل، سامان برق
گشتم نهان برنگ گهر، در صفای دل
عطر ماند بر کفش، چپند چو در گلزار گل
بر لبش پس رنگ پان و گوشه دستار و گل
آنکه میبوشد، ز گرد سبزه، در گلزار چشم (۲)
بر تیر آه نسامه احوال بسته ام
دولت کسولین را، بسرم زدم (۲)
سختن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم
چو برق، از گرمی رفتار، آتش زیر پا دارم (۳)
چو شمع، گر زبان چپند، عرق باشد کلام من
سراپا چون گل آغوش داغ خویشتن گشتم
از شکاف در لا، مینگرم (۲)
آتش شده خاکستر و خام است گیاهم

۱- نتایج الافکار.

۲- خوشگودارد.

۳- نتایج الافکار دارد.

رفت ز خرویش و حلقه بیرون در شدم
 بگذاشتم، چو نقش قدم، پیشتر شدم
 رفت ز خود، برنگ دگر جلوه گر شدم
 بیخود شدم از خبر شنیدن
 نشوان کف دست را گزیدن (۱)
 ای که میگفتی: فراموش بسازم! یاد کن (۲)
 هر قدر میخواهی اکنون! جور کن! بیدار کن! (۲)
 دور شو! بی صبر از پهلوی ما، فریاد کن
 بسوز اوراق دیوان را، چراغانی تماشا کن
 برنگ سرمه، نوری هست پنهان، در غبار من (۳)
 که باشد آستین چون غنچه، دامن بر چراغ من
 که ناخن جلوه ابرو کند بر چشم داغ من (۲)
 ز بار رنگ صبا، بشکند چون گل ایاغ او (۲)
 که برم میشود از قلقل مینا دماغ او (۴)
 که بر روی نمک، خوابیده همچون لاله، داغ او
 که از خود رفتن مجنون بسود ریگ روان او
 ریزد برنگ اشک، ز مؤگان ما نگاه
 چون نی بود بدیده زارم صدا نگاه
 چو بر طارم برآید شاخ تاک، آهسته آهسته
 درون بیه بلبل سوخت، چون شمع بفاغوسی (۴)
 ندانم شیشه صباست یا در جلوه طاؤسی (۵)
 میگری زافسوس لب، اکنون که بی دندان شدی (۵)
 چو داغ لاله در خون خفته هر سو چشم آهوی (۴)
 بساکشتی درین یک قطره آبست دریائی (۴)
 غریبم چو بر نسام درویش شاهی

در بیخودی، ز جلوه او، بیخبر شدم
 کونین را براه تو، در گام اولین
 چون قطعه بریده بود، نقش هشتم
 کویتاب جمال پار دیدن
 هموار ز کس نه بیند آزار
 مردم از حسرت، به پیغامی دلم را، شاد کن
 سرمه چشم، گلوی عاشقان، از ناله بست
 هرزه نالیهای ای دل سخت درد سر فزود
 چه در بند سخن ماندی، هوای عیش پیدا کن
 نباشد بی فروغ حسن جسم خاکسار من
 چه پروا عاشق وارسته را، از آفت دوران
 فزاید کاوش غم، حسن شورانگیز سودا را
 گرانت از نزاکت، نشسته می، بر دماغ او
 مزاجش، قاب شور نمره مستان، کجا دارد
 چه پرسى ظالم! از حال بخون آغشته تفت
 بصرای مرا افکند حسن بسی نشان او
 شد آب بسکه، پیش رخت از حیا، نگاه
 لبریز ناله گفت، ز پس پای تا سرم
 شدم بر چرخ، در مستی ز خاک، آهسته آهسته
 کشیدم در چمن آ، از غم آن گل، بافوسی
 فراب، از سرم لعلش بسکه، مردم رنگ گرداند
 حیف ای غافل! به پیری فادم عصیان شدی
 شکار انگن ازین صحرا گذر ناکرده گیلوی
 ز گرداب گهر نبود، رهائی اهل دنیا را
 درین عصر، خسارم ز بیدستگاهی

۱- شمع انجمن و سرو آزاد دارد.

۲- خوشگو و نتایج افکار دارد.

۳- نتایج افکار دارد.

۴- خوشگو دارد.

۵- مجمع التفات دارد.

خواهی که قدم، در راه حق، بگذاری
بی آئینه، پنبه در نگیرد هرگز
در اهل جهان بود قناعت کمتر
بنگر که، خورد طفل ز یک پستان شیر
هرکس که بود ز سیم و زر زب فروش
بنگر چو شود جامه زرباف کهن
سرخوش! کار اله فضل و کرم است
رخشیدن برق بسین و جوش باران
باید که، بکف دامن پیری آری (۱)
یک عمر اگر در آفتابش داری
مادر زاد است حرص در طبع بشر
در دست بگیرد سر پستان دگر (۱)
باشد پس مرگ ناگزیر از سفرش
سوزند در آتش، ز پی سیم و زرش (۱)
از معصیت و سیاه کاری چه غم است
رحمت چه فزون، غضب چه بسیار کم است (۱)
(۸۵-۱۰۰)

تاریخ مسجد زیب النساء بیگم که در کشمیر ساخته :

کبة حاجات شد مسجد زیب النساء

(ص ۲۰۳)

یافته ام .

تاریخ فوت والدۀ خود :

لی جنۃ عالیۃ

۱۰۵۲ھ

(ص ۱۹۸)

● مرأة الخيال : مجد افضل سرخوش، از مغولان عبدالله خانی است . و
در موزونان، مشهور بخوشگوئی و نیکو بیانی . راقم حروف را باوی صحبت
اتفاق نیفتاده ، و این چند بیت از روی - سفینه - دستخطش ، که نزد آشنائی
بنظر در آمده ، قلمی نمود :

بسر داریم سودای گل غورشید دیداری که چون شبنم همه چشم است بار کاروان ما
فسون حیرت حسن تو تا مہر خموشی شد بود از بسوی گل یک پرده نازک تر رفان ما
(ص ۲۹۰)

● خوشگو : افضل الشعراء حضرت میان مجد افضل سرخوش تخلص .
خلف مجد زاهد است ، که در سرکار عبدالله خان زخمی (۲) میر سامانی
داشت . و بعد واقعه خان مرحوم ، چون مردم آن دانهل نگران پادشاهی شدند ،

۱- خوشگو دارد .

۲- همان آله بیگ ترکمان مخاطب بمبداءه خان از عمدا و کبار امرای مجد اعظم شاه ، همراه شاه
مذکور (۱۱۱۹ھ) کشته شد .
(تاریخ هندی ص ۲۳)

هر پنج پسر مجد زاهد، نیز بخانه زادگی درگاه عالمگیری اشتہار یافتند. و میان سرخوش پسر ثانی مجد زاهد است. ولادت با سعادت او در سال هزار و پنجاه (۱۰۵۰ھ) به عہد شاہجہانی در جنت نظیر کشمیر بوده. عبارت — افضل اہل زمانہ — از میر معز موسوی خان، بنا بر رعایت نام خود،

۱۰۵۰ھ

جبراً گرفته، تاریخ تولد اوست.

آنچه مجد طاهر نصرآبادی در احوال ایشان نوشته کہ: لاهوری است، و در لاهور مییاشد! غلط کرده. بہر حال از آغاز شباب مشق و ذوق سخن دامن گیر طبع بلندش بود، و بہ صحبت استادان این فن رسیدہ، فائدہ ہا برداشت، تا از اسائد روزگار گردید. و سر رشتہ عالم معنی، کما حقہ بدست آورد. طرز میرزا صایب را بسیار پختہ کرد، و رسانیدن پیش مصرع کارستانی مینمود.

اوائل پیش منعم حکاک سبزواری مشق گذرانیدہ. بعد از آن بہ خدمت ماهر پیوست، و از صحبت آن نشاء فیض سرخوش کیفیت معنی گردید. از یاران قدیم میان ناصرعلی و میر معز فطرت بود. و با دیگر استادان عصر، صحبتہا مستوفی داشتہ. و اواخر عمر بمنصب و تحویل داری اجناس مندرس صوبہ سرفراز شدہ، بدارالخلافہ آمدہ در چوک سعداللہ خان حویلی ساختہ (۱) اقامت ورزید. بر ہر دو تختہ دروازہ حویلی، این دو فقرہ بخط جلی نوشتہ بود، کہ الیوم خواندہ میشود:

اگر بیائ در باز است! و اگر نای، حق بی نیاز است!

بدریافت حقایق و دقائق تصوف، توجہ تمام داشت، و خود از جماعتہ صوفیہ بود. وقتی این رباعی گفت:

۱- تاریخ دو حویل خود در یک رباعی پستہ است:

از لطف عیم اینزد عز و جل چون گشت ہمارم ہمہ مستکمل
شد سال ہنای خانہ سابق و حال آن، مسکن افضل، این، مقام افضل

چار اند، ز تحقیق کهای آگاه ابن عربی اول شان، در افواه
 پس مولوی و سحابی و ملا شاه پنجم سرخوش غریب، الله! الله!

این رباعی را پیش شاه گلشن (۱) خواند و گفت: عارف ما همین
 پنج چنین کس بوده ایم! و دیگران مثل خواجه قطب الدین و نظام الدین (۲)
 و غیرها عارف نبودند، بلکه زاهد اند! شاه در جواب به سختی پیش آمد
 و گفت: فخریه‌های بیمزه شما! تا حال میشنیدم و از آن در میگذشتم! اما
 الحال راه آسمان گرفتید، من بعد در میان ما و شما ملاقات نه خواهد شد!
 بیدماغ! به برخاست و ترک آمدنها کرد. بعد چند روز یکی از آشنایان
 شاه، بخدمتش رفته بود، پرسید که: گاهی با شاه گلشن ملاقات میشود!
 فرمود: من این رباعی پیشش خوانده بودم، بخاطرش بد گذشت و ترک
 ملاقات نمود. شما منصف شوید! اگر بر تقدیر، بی ادبی کرده باشم،
 من دانم و برادران فن! او را، ناخوشی کردن از چه راه میرسد؟ چون
 شاه این لطیفه شنید از خود بخدمتش رفت و صلح کرد. در اثنای آمدن
 از اجمیر چون بسرای منوهرپور رسید، بر سیر برآمد و در تکیه هندو
 فقیری وارد شد، و از سخنان باکیفیت او - که در میان آمد - از دست رفت.
 برای صحبت وی، بست و پنج روز، در آن سرای مقام فرمود. هر چند
 همراهان تاکید روانه شدن بیشتر میکردند، فائده نمی بخشید. لطیفه از آن
 صحبت این است که: آن فقیر موحد، در اثنای کلام بر زبان راند که:
 کفر و اسلام یکبست! میان سرخوش گفت: اگر چنین است! چرا مسلمان
 نشوی؟ فقیر گفت: چنین است تو چرا هندو نمی شوی؟ طرف به طرف
 دیگر قائم است و غرض من آنست که گاهی با هر دو نیست. بعد از آن
 فقیر این ابیات مثنوی بر خواند:

۱- شاه سداقه گلشن جهانآبادی. وفات ۸۱۱۴۰.

۲- خواجه بختیار کاک متوفی ۸۶۳۲ و خواجه نظام الدین دهلوی متوفی ۸۷۲۵.

چونکه ، نیرنگی اسیر رنگ شد موسی با موسی ، در جنگ شد
چون به بیرنگی رسی، کان داشی موسی و فرمون ، دارند آشتی
گر ترا آید ، برین نکته ، سوال رنگ خالی کی بود ، از قیل و قال

روزی میان مجد صادق القا (۱) که باوی مشاعره و معارضه داشت ،
بخدمتش آمد . چون ایشان ریش سفید و دراز داشتند ، القا ریش ایشان نموده
گفت : شما شاعرید ! این ریش زیب نمی دهد ! جواب دادند : که صورت
من در مردمان — که مرا دیده اند — به همین متصور است . اگر تفاوت شود
شناخته نگردم ! لیکن ، معلوم شد که شما ، از ریش نهایت آزرده اید ! این
قدر که ، بر رو دارید نیز حکم سبزه پیگانه دارد ، و همه را باید کند ! پشی
از خایه رندان کم ! بوقتی فقیر خوشگو ، شاه گلشن را وسیله بر انگیخت که :
ایشان را برین پله باید آورد که ، به خانه میرزا بیدل رفته صحبت دارند ،
که ملاقات هر دو صاحب کمال فائده ها دارد . چه از مدت ممتد بنا بر بعضی
اسباب ، در میان این هر دو بزرگ جدائی بود . شنیده فرمود : هوس تماشای
جنگ فیلان دارید ! این مطلع گفت و پیش ایشان خواند :

از فضل حق ، ز هر دو جهان ، رم گرفته ایم یک در گرفته ایم ، و چه محکم گرفته ایم
فرمود : فضل حق همه جای میباید الا درین بیت ! لیکن درین جا

۱- از یاران میان فاصرحل و اشعارش قریب به دو هزار باشد . در ممبا و تاریخ یافتن تاریخ گوی
وقت خود است . . . بعضی اوقات جنون بر مزاجش غلبه دارد . رو بسوی آسمان کرده
دشنامها میدهد و کفشی بر زمین میزند . غرض که دیوانه صاحب کمال است . . . وقتی فقیر
خوشگو که جمیع شعراء قرار داده بود ، بطلب ایشان رفت . فرمودند : شاعر فاصرحل بود ،
خود گذشت ! بیدل قدری وقوف سخن داشت ، او هم مرد ! حالا شاعر منم ! این زر که ناجق در
ضیافت خرج میکنی ! بمن ده که در شراب و شاهد صرف نمایم . . . ازوست :

القا تاک ، بشهر روده ، مستکنی در پند غذا و جسامه مخلفی
آتش خورو خنده زن چو بمشرت ، چون کبک در کوه نشین بربک ردائی النی
(خوشگو ص ۲۷۹)

خان صاحب (آرزو) حاشیه نوشته اند که : این اعتراض بیجا است .
 زیرا که ، در صورت نبودن فضل حق ، عبارت — یک در گرفته ایم — نشست
 پیدا نمیکند ! این قدر هست که لفظ فضل بیکار است . چنین میناید :
 با یاد حق ، ز هر در جهان ، دم گرفته ایم

حق تعالی جناب او را فیضی و برکتی بخشیده که ، هر که بخدا متش
 رسیده باوجود نقصان ، جوهر پایه سخن بدستش افتاد ، و قبول بهم رسانید .
 فقیر راقم خوشگو ، اول در عمر چهارده سالگی ، خاک آستان مبارک ، صندل
 پیشانی طلب ساخته ، مشق شکسته بسته خود را ، به نظر اصلاحش میگذرانید :
 روزی این مصرع گفته بودم :

بود غمخواری کسودک ، پس از مرگ پدر ، غم را
 بر این مصرع دستخط فرمود که : این مصرع از عالم معنی است ،
 بعد مشق بسیار دست میدهد ، ازین غافل نباشی ! و خود پیش مصرع
 رسانید :

کشیدم بعد مجنون ، تنگ در آفوش جان ، غم را

بعد از آن فقیر مصرع باین وضع رسانیده درست کرد :

چو مجنون داد جان ، من پرورش کردم بجان ، غم را

و همان روز از روی کمال عنایت تخلص — خوشگو — عنایت فرمود و گفت :
 لفظ — خوش — از تخلص خود بر آورده بخشیده ام ! چنانکه معظم بهادرشاه ،
 منعم خان وزیر را ، معظم خان خانانان خطاب داده . و بفقیر اکثر میفرمود
 که : فکر تو رفته رفته ، رفته و شسته خواهد شد ! و به سرحد معنی خواهد
 رسید ! بر فقیر حقوق پدران دارد . خداوند غفار در قرب و جوار خود
 جایز بخشاد . بالجمله سلخ محرم هزار و صد و بیست و شش (۱۱۲۶ هـ)
 در حالت بیماری سخت — که منجر بنزع شده بود — این رباعی فکر کرده

بدست میان فضل الله خوشتر (۱) تخلص پسر میانه خود — که خوش نویسنده مقرر بود — داد و گفت که : بر کفن من به خط جلی بنویسد :

سر خوش ا کار اله ، نصیبم کرم است از مصیبت و سیه کاری ، چه غم است
رخشیدن بسرق بپسین و جشوش بباران رحمت چه فزون ، غضب چه بسیار کم است
بعد از آن رو به طرف یاران حاضر الوقت نموده ، فرمود که : چون من
بجهان دیگر برسم ، از من سوال نمایند که : سرخوش ! از جهان چه آوردی ؟
جواب دهم : این رباعی نذر آورده ام ! اگر بخشید بهتر ، والا گویم : شعر فهمی
عالم بالا معلوم شد ! (۲) بعد یک پاس از این حالت بمر هفتاد و شش (۷۶) سالگی
آزادانه جان به جان آفرین سپرد (۳) . متصل قدم رسول مدفون گشت .
عفی الله عنه :

پاک بود و پاک ماند و پاک رفت !

لاله سکهراج سبقت (۴) تاریخ وفاتش عبارت — افضل دهور — یافته و

۸۱۱۲۶

۱- فضل الله تخلص خوشتر و هنر داشت مرحومی مذکور (سرخوش) تخلص خوش قلم
به فیض الله پسر کلان و تخلص خوشتر بفضل الله و تخلص خوشگو بفقیر عنایت کرده
بود در (۸۱۱۴۱) وفات یافت . (اختصار سرخوش رک : ۱۷۱)
۲- این ضرب المثل بفیضی منسوب است .

۳- اگر در سال ۸۱۰۵۰ تولد یافته باشد و بوقت رحلت عمرش هفتاد و شش بود ، پس سال
فوتش هزار و صد و بیست و هفت (۸۱۱۲۷) باشد نه که بیست و شش طوریکه سبقت گفته است .

۴- از قوم کاشته ، وطن اصلش در نواح لکهنو و در دهل زندگانی میکرد ، شاگرد میرزا بیسل
بود . در ماه شهبان (۸۱۱۳۸) وفات یافت . حکم چند ندرت این تاریخ یافت :

های سکهراج ز ما سبقت کرد

۸۱۱۳۹

خوشگو گفت :

کرد سکهراج ز ما سبقت ، های !

۸۱۱۳۹

(رک : خوشگو ۱۵۸)

حکم چند ندرت (۱) که از شاگردان اوست، ازین مصرع آورده :

از جهان رفت آه عارف پاک!

۸۱۱۲۷

کلیات آنجناب قریب به چهل و پنج هزار بیت است و صاحب چندین تصانیف. مثنوی — نور علی نور — در جواب — مثنوی روم — که مطلعش اینست :

شیشه از قلقل حکایت میکند غمزه ساقی روایت میکند
و مثنوی دیگر — حسن و عشق — نام مشمل بر، قصه سسی پنون، که آغازش این است :

الهی! سوزش دردم فزون کن نمک دانی، بداغم سرنگون کن

و — ساقی نامه — خوب رنگین دارد باین مطلع :

بود نامه نفا بخش ادا که بر سر کند جام حمد خدا

و این بیت بهاریه هم از همان جا است :

سر زلف را کرده سنبل بنواز شده از مریدان گیسو دراز (۲)

و — مثنوی قضا و قدر — و مثنوی دیگر در میان بعضی — خصوصیات هندوستان —

و — جنگ نامه محمد اعظم شاه — که در تعریف فیل. از آنجاست :

برنگ تن و هر دو دندان او بگویم چه رمز است ای راز جو

ظفر را پی دولت پادشاه دراز است در شب دو دست دعا

و در نثر نسخه — جوش و خروش — متضمن حالات و مراتب خود و تذکره

مسمی به — کلمات الشعراء — از زمان جهانگیر پادشاه تا عهد عالمگیر شاه،

که برای این، سقیفه خوش گوی، سر مشق است، و — دیباچه دیوان —

۱- لالا حکم چند ندرت تخلص. که — قانونگوی قهائیر داشت و از دوستان خوشگو بوده.

(رک : خوشگو ۳۵۲)

۲- مراد، از خواجه سید محمد حسینی گیسو دراز بنده نواز گلبرگه، دکن. متوفی ۸۲۵

مخدوم دین و دنیا

۸۲۵

به عبارت ظهوریانه (۱) دارد. و — دیوان اشعار — قدیم و جدید مملو به قصاید غرا و غزلیات شور انگیز و رباعیها مضامین تازه و اقسام شعر متفرقه و تارixهای نظم و نثر. اما حیف که به سبب کم توجهی و بیپروایی صاحبزاده‌ها، شهرت کم یافته. (۲) لهذا ملاحظه اطناب ننموده، از انتخاب اشعار آن منتخب نسخه لیل و نهار مینگارد و این بیت مطلع دیوان اوست:

چه خوش نامی بر آمد . الله الله از زبان ما
که بعد گشته شدن هم تلاشها باقیست (۳)
از زبان طفل، بنویسد به شوهر نامه را
خوانده یوسف زلیخا و سکندر نامه را (۴)
الله گر رود بزبانش زیاده گوشت
کرا، به صید که شه، بود مجال شکار (۵)
از اسپ، تازیانه آدم، کلان تر است (۶)
می دو آتشه ام رنگ شوخ گلناریست
دوای بین مزه جانکاه تر ز بیماریست
هم زبان لال را ناچار باید گشت لال (۷)
که آتش میزنند از بهر یک نخچیر صحرا را (۸)
تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلها را (۹)
پائی دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

بهم نابد چو گل، از غنچه شادی دهان ما
ز دست و پا زدن بسل تو دانستم
گفتگر، در پرده از اهل حیا باید، که زن
ملک گیری دیگر و شور محبت دیگر است
هر کس، بسوی خلوت توحید، راه جوست
بسیه ام نکند یاد حسن غیر گذار
تقریر، هم بقدر بزرگی، مقرر است
بدور حسن نگارم ز جام بیزاریست
ز پند تلخ، دل خسته ام، ملول شود
کار چون با ناقص افتد، دست بردار از، کمال
ازین خود کام یاران رنگ الفت میبرد ما را
به گلزاری که بیند ناز عرض لشکر حسنتش
قا مرا یک پای ثابت، در طریق باز گشت

۱- یعنی بطرز ظهوری.

۲- تصحیح نگار سرو آزاد، نوشته است که: دیوان سرخوش در کلکته بقالب طبع در آمده (۱۲۲) و مصحح کلمات الشعرا آقائی محمد حسین محوی در دیپاچه — کلمات الشعراء — نوشته است که: یک نسخه دیوان خطی در کتابخانه دولتی مدراس مضبوط است که بسیار خوشخط و زیبا است (دیپاچه ۲۱)

۳- سرو آزاد و نتائج الافکار و شع انجمن دارد.

۴- مجمع النفائس دارد.

۵- مجمع النفائس دارد.

۶- بینظیر دارد.

ز آرایش جهان، بتجرد توان گذشت
 پر از گره، همه سر رشته جهان دیدم
 شد خرچ به لہو، پند ناصح
 فروغ ناصیه دوست، از صفای دلست
 حذر دارد دل از چین جبینش
 سمره چشمت گلوی عاشقان را ناله بست
 چگونه تن* دهد آن نازنین بارایش
 یک پرده بیش نبود در فقر و سلطنت فرق
 ز آبادی فزاید شور، سودا در دماغ من
 بود زیبا ز خوبان صورت و سیرت بهم هر دو

رباعیات

شد کیفیت هدم و مونس معلوم
 بی زره نبود عزت کس، در دنیا
 حسن تو، بهرجا که شود، جلوه نما
 بخوبان جهان، ز غیرت رخسارت
 چون بر سر قامه — هو — نویسد دلدار
 کز: خود رفتن حرف دیگر، حاجت نیست
 سر خوش عجب اینکه، ز اتفاق بیحد
 ناز و محبوب و عاشقی و آفت
 سرخوش! اگر نشئه هوش و خرد است
 بر ذات رسول رهنمایی شده ختم

گردید تمام رنگ مجلس معلوم
 در خانه قعبه قدر مفلس معلوم
 پای انداز است برگ گلها آنجا
 چون لاله، بشام داغ بندند حنا
 قاصدا در خدمتش بگو از من زار
 هوی، دیوانه را پسند است، ای یارا! (۲)
 افتاده موافق حساب ابجد
 بی عقل و دراز و فتنه و کوتاه قد
 رو زود برای که، پیمبر بله است
 زانرو که، رسول و رهنا هم همد است
 (ص ۸۱ - ۸۲)

● حسینی: میکش میکده روزگار تیغش، مجد افضل سرخوش. از شعرای
 نیکو دستگاه بوده و بمنصب داران عالمگیر پادشاه. مدتی در طلب دنیا دویده

۱- مجمع النفائس دارد.

۲- دیوانه را هوی پس است. ضرب المثل است. مثلاً:

دماغم ز میخانه بوئی شنید حذر کن! که دیوانه هوئی شنید

اما بخت مساعد نگردیده . مدح اکثری که از اغنیاء نمود ، هیچکس بصله شایانش ممتاز نفرموده . بر شرای خوش نصیب حسرتها خورده ، بعضی از اغنیاء را هجا کرده . چنانچه درین باب گفته :

جز بهجا ، کلک سزاوار نیست مار، که زهرش نبود ، مار نیست

چون تعریف خسخانه همت خان نمود ، این دو بیت از آنست . مثنوی :

مر انگشتش ، نخود از یک اشارت دهد ، سرمایه دریا بفشارت

بدر کی ، همتش دستی رساند که آب بسته را ناپاک داند

خان موصوف فرمود که : یکدست خلعت و پیکرأس اسپ برای شما علحده کرده ام . چون متاع قلیل است بخانه شما خواهم فرستاد ، و باز بر در تغافل زد . سرخوش بیچاره بامید آن چند روز از خانه بیرون نیامد . آخر معلوم شد که : قول ظریفی بکار برد که : — مطربی پیش دمی میسرود و محظوظ شد ، فرمود که : فردا باربردار بیار و یک جوال غله بیا ! مطرب بسیار خوشوقت شده و صباح جاموسی و جوالی آورده سلام کرد و گفت : حسب الامر باربردار آورده ام ! حالا امید وارم که غله پیام ! گفت : ای نادان ! حرفی تو گفתי ، من خرسند شدم ! حرفی من گفتم ، تو خرسند شدی ! داد و ستد را اینجا چه دخلست ؟

نقلست : مغنی پیش دهقانی میسرود و دهقان سر بر آورد و گفت : آنچه من فهمیده ام اینست ! مرا بزغالہ یاد آمده که بالفت تماشش پرورده بودم ، همین طور او هم مینالید و دستش همین قسم می جنبید ! مغنی گفت : زهی فهمید !

القصه ، چون سرخوش دانست که همت بی همت قصور کرد و وعده غلط نمود ، این رباعی در هجایش طرح کرده رسوای عالمش نمود :

ای پنجه نسو، و دامن دولت دور بر دولت بی فیض، دماغت منور
بی همتی و نام تو - همت خان - است بر عکس نهند، نام زنگی، کافور

چون بختاور خان عالمگیری - بختاور نگر - نزدیک دهلی آباد کرد ،
سرخوش قطعه تاریخ گفته بگذرانید که مصرع تاریخش اینست :

گفت : بختاور نگرآباد بود ؟

و گفت : آنچه برین سرای خرچ شده ، ربع آن را البته سزاوارم که بیابم :
گفت البته ، مطلب از سرای نام است ، زر ما خرچ کردیم ! در نام ، شما هم
شریکید ! سرخوش گفت :

برآن گروه بیايد گريست ، کز پس ما حکایت کرم روزگار ما گویند
حاصل ، در نامساعدی طالعی شکی و شبهی نیست ، وگرنه در همان عهده
بعضی ارباب دولت ، صاحبان خود را نواخته اند . چنانچه نواب بخشی الملک
روح الله خان - که عبدالله نامی منصب دار از راه واسوختگی - نظر بر
اعتبار سکندر خدمتگارش کرده ، شهرت داد که : این مصرع ازانست :
بر سریش هر که بنشیند ، سکندر میشود

چون رفته رفته آن ابیات بنواب مشاراً الیه رسید ، ناوی را حاضر
آوردند . نواب آن ابیات را بدستش داد و گفت : این را شما گفته اید !
رنگش پرید و عرض کرد که : اینکه همین شخص خورده است ! نواب گفت :
پرشان حال خواهی ! گفت : نواب سلامت ! پریشان احوال ، من خراب را ،
باین سعادت رهبر گشته ! نواب ، بعنایت خلعت و اسب و دو چند اضافه و
خدمت واقع نگاری جای ، سرفراز کرده رخصتش نمود .

نقلست ، روزی پیری جاهلی این مثنوی ناصر علی سهرندی :

الهی ! ذره دردی ، بجان ریز شرر ، در پنبه زار استخوان ریز

خواند . سرخوش چون بشنید بطرز ریش خنده بر روی او خواند :
 چرا این حاجت ، از حق خواهی ای یار ! توانم کرد من هم اینقدر کار
 که ، مثنی حسن ، با آتش فروزم همه موی سر و ریشت بسوزم
 القصه ، سرخوش در آخر عمر بجمعیتی رسیده انزواء گردیده . — دیوانی —
 و — تذکره شعراء — دارد . فقیر این چند بیت از آن یادگاری مینگارد .
 (پنج بیت دارد ص ۱۵۸-۱۶۱)

● مجمع النفائس : میرزا محمد افضل سرخوش . از شعرای قرارداده هندوستان است . نسخه — کلمات الشعراء^(۱) — که مشتملست بر احوال شعرای عصر جهانگیر ، بلکه بعضی از شعرای اکبری نیز تا عهد مشارّ الیه ، تصنیف نمود . خیلی معنی یاب و انصاف گزین بود . فقیر آرزو ، اوائل سلطنت محمد فرخ سیر پادشاه شهید مرحوم ، در خدمت او رسیده ، و چون از حلیه بصارت دران وقت مردم چشمش عاری شده بود ، دیوان خود را بفضل الله نام پسر خود که — بعد از او شعر میگفت و هنر تخلص مینمود — و در عین شباب ، جهان گذران را وداع نمود ، داد که : پیش فقیر بخواند . فقیر گفتمت : میرزا صاحب ! نور چشم این معنی دارد ! باری از فراغ خواندن ، باین عاجز تکلیف شعر فرمود . چون نوجوان بودم از راه ادب عذر همراه نداشتن سفینه آوردم . آئورد بزرگ بجد شد ، ناچار این بیت خواندم :

افتادگیست ، مایه نشو و نمای من نخلم چو گرد باد ز خاک ، آب میخورم

و این رباعی نعت :

امی لقبی ، که هست دارای سخن از عجز ، کلیم شد بوصفش الکن
 از بسکه ، جهان کرد ازو کسب علوم گردید سواد سایه اش هم روشن

بمجرد شنیدن ، سر مرا در کنار گرفت و بر پیشانی بوسه داد و فرمود که :

۱- کلمات الشعراء که ملک خان آرزو بوده ، بقول مصحح سرو آزاد : در کتب خانۀ آصفیہ حیدرآباد هست .

تاحال فکر هیچ نوجوانی باین پایه ندیده ام ! بهرحال خدایش بیامرزد .
انصافی که در مزاج آن عزیز بزرگ دیده شد ، کم بنظر آمده . در طبع
میرزا بیدل ، خود عشرعشیر آن نبود .

شعرش بایران رسیده و نصرآبادی داخل تذکره نموده . هرچند شاگرد
محمد علی ماهر است ، اما استفاده تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب به
موسوی خان نموده — و کافی به شرفاء — با میرزا عبدالقادر بیدل معاصر و هم
طرح بود .

رباعیات او ، خیلی معانی تازه دارد و بسیار عارفانه گفته . سال سوم یا
چهارم محمد فرخ سیر پادشاه از جهان رفته (۱) رحمة الله علیه . مطلع غزل سر دیوان
او اینست و بسیار خوب و بادا گفته :

چه خوش نامی برآمد ، الله ! الله ! از زبان ما
چون پر ماهی ، بهم چسبید ، انگشتان ما
عبث ، در سایه بال هما ، جوی سعادت را
بزیر خاک میبرند چون قارون زر خوره را
شمع را آتش سر انگشت دارد در حنا
جام را کردیم میناکار ما
تازیانه مار میباید سوار شیر را
که گردد خشک ، دامان ترا آخر ، از فشاندها
نرفته است بجائی ز خویش رفتن ما
قد خم کار ناخن کرد بر داغ جنون ما (۲)
همچو شخصی ، کاید از دست چپ او ، کار راست
این بگفتا : آب حیوان ! آن بگفتا : آتش است
مصرف زر قلب را قهار است
دزد را خصمی بتر از گوهر شهوار نیست

بهم ناید چو گل ، از خنده شادی دهان ما
حرفی از شیرینی لبهای ماهی شد رقم
بتاریکی ، کسی گم گشته خود را ، نمی یابد
بخیلان را بزرعشق دگر میبود ، اگر باخود
دل ، ز عشق شعله خو ، آرایش دیگر گرفت
تا دوی بر خیزد از مینا و جام
نفس سرکش را توان با قهر آوردن براه
نیاید جز تجرد چاره آرایش عصیان
بوصل دوست ، محالست بر رسیدن ما
بجوش آورد پیری بیشتر در عشق خون ما
کفر کامل ، عین اسلامت ، در آئین عشق
دوش وصف باده را پرسیدم از موسی و خضر
شد مخرج بلمهو پند ناصح
پشت فطرت ، گر برد مضمون ما ، رسوا شود

۱- رک : تحت خزانه عماره .

۲- خزانه عماره و شمع انجمن دارد .

از اسپ، تازیانه آدم، کلان تر است
 میزند می، موج از رفتار مست
 که شعله که کار ز سوزن گذشته است
 گفتم پیام شوق تو، قاصد ز خویش رفت
 از بسکه چشم های عزیزان براه اوست
 کین دوا را، حاجت پرهیز نیست
 هم زره از آهن است و هم ز آهن خنجر است
 باده همچون ساغر تصویر در جامم گم است
 دود همسایه درین خانه حلاوت نگذاشت
 چون کتابی در غلطی تو زیباست
 میروم از خود نمی دانم که پادم کرده است
 بهین ز رفتن شب میدرد گریبان صبح
 بود بهیدن گل دست باغبان گشتاخ
 که چار ابروست حسش بر کمر شمشیرم دارد
 می بگشتی نشسته میگردد
 شب نهان چون چشم آهودر چراغی میشود
 بهر آب روان تخت روانی میشود
 استخوان ماهی آخر دست خنجر شود

تعلیرم، بقدر بزرگی، مقرر است
 عشق میجو شد ز لغزشهای من
 یکدشت خار، در کف پای هوس شکست
 حال دلم، بگوش تو غافل، چنان رسد
 روی زمین بادیه، پشت پلنگ شد
 چون خوری خون جگر، بگذر ز زهد
 یک حقیقت پیش حق بین منشاء خیر و شر است
 لذت عیش و طرب از بسکه در کامم گم است
 آه دل در تن ما رنگ فراغت نگذاشت
 دل که پر خطره دین و دنیا است
 شوق دیداری چو گل امروز شادم کرده است
 چو پر قدر جوانی کسی نمی داند
 زمانه رحم ندارد بدل شکستن ما
 بیاض دلربائی را محض گفته ترک من
 چشم او آبروی میبکده ریخت
 هر کجا آن زلف مشک افشان داغی میشود
 آشنای عشق را در وصل شان دیگر است
 صاحب جوهر، رفیق صاحب جوهر، شود

این مصرع بگمان فقیر آرزو بهتر است :

عاقبت دندان ماهی قبضه خنجر شود

خس پناه شیشه ها را سپ یکدیگر شود
 که روی اهل جهانیش دو بار باید دید (۱)
 که تیغ لاز را رطل گران سنگ فسان باشد
 اندک، بهشتم مفلس بسیار میناید
 در شراب ما، سواد شهر، افیون افکند
 خضر را چون سیزه بیگانه بیرون میکند
 هر کرا هست، سرکنج قفس، خوش باشد
 چو آن مرغی که، بیند مار را در آشیان خود
 خانه آینه شراب شود

باخسان آمیختن نازک دلان را راحت است
 مرا دریغ، بحال مسیح، می آید
 شود خورنیز تر، از نشه می، عشوه خوبان
 کافی بود بحالم، گاهی نگاه الفت
 نشاء سودا ز آبادی دوبالا می شود
 عشق در هر جا چمن پیرای مخلوت می شود
 بلبلان ! من بسوی دام، کشودم پر و بال
 خیال طره اش در سینه و دارد دلم شوری
 مائل خویش کرد یار مرا

۱- صائب: مرا ز روز قیامت، غنی که هست، اینست که، روی مردم دنیا، دوباره باید دید

کمر و دین، متفق بوحادث اوست
 ز بس گریخته زاهد ز میکشان، سرخوش
 گرفتیم آنکه کند ضبط ناله کس بیتو
 او گریبان چاک بود از مستی و من سینه چاک
 خانه جنگی های کفر و دین مرا دیوانه ساخت
 بغربت از سخنور نکته پردازی نمی آید
 بدل جا کرده عشقت، راند بیرون صبر و طاقت را
 بسکه مستان انتظار جلوه او داشتند
 ز بسکه عمر جدا از تو، بار خاطر شد
 هر که دل را، از غم دنیا سلامت میبرد
 نه تنها، گل درین گلشن هوای کوی او دارد
 بی جلوه تو، دل ز طرب نا امید شد
 در لباس فقر دل ز آلودگیها پاک شد
 دل آشفته ام، مشتاق خط عنبر افشان شد
 سلیمان نیز محتاج است، اینجا با همه دولت
 دل نگیرد ز خیال کس و ناکس مارا
 ما نمیگوئیم ساقی! می بجام ما بریز
 چمن را اضطرابی دست داد از سروبالایش
 عزت مستی مارا کن ازین کار قیاس
 قرار و صبر ز دل، یار همنشینم برد
 ز کم بصارتیم شد مال کار عیان
 دل بناچار کشد جانب هامون، چکنم
 ای که می پرستی، مکان روح، در قالب کجاست
 سکوت من نه از ضعف است در بیماری هجران
 دل از کف داده ام، اما نمیدانم کرا دادم
 گل بیخار، یعنی داغ عشق یار میجستم
 همه تن داشتم، شوق گل خورشید چون شبنم
 راه در خلوت او نیست مرا
 گدا و شاه برابر پله عشقند
 هموار ز کس نه بیند آزار

سخن هر دو لب، یکی باشد
 نمیرود بگلستان که بلبلان مستند
 علاج گریه بی اختیار را چه کند
 یاد ایامی که، درهای محبت باز بود
 کعبه و دیوار دو جانب سنگسارم میکند
 زبان گویاست، تا وقتی که جایش در دهان باشد
 چو منم، خانه سازد، مسکن همسایه ها گیرد
 دور بین از گردن مینا بچشم جام بود
 نفس چو آئینه مارا، غبار خاطر شد
 جنتی تا خود بصرای قیامت میبرد
 که نرگس هم نگاهی زیر چشمی سوی او دارد
 صبح امید، تیره چو چشم سفید شد
 خرقة پر بخیه ما کسیه دلاک شد
 خلل در ملک می خواهد سپاهی چون پریشان شد
 که دستش از نگین چشمی بدست دیگران دارد
 خانه از کثرت تصویر کجا تنگ شود
 جرعه بر خاک اگر ریزی، بنام ما بریز
 که شد پا در رکاب از طوق قمری سرور عنایش
 هر که شد پیخیز از خویش رود دوش بدوش
 اگر چه دزد، نذر دد متاع خانه خویش
 غبار در نظر آمد ز دور صورت خلق
 جای رحمت به تنهایی بخون چه کنم
 دیده باشد، کس مقام نغمه را، در تار هم
 که لبهایم بهم چسبیده از شیرینی جانم
 کسی این نسخه از من برده است و رفته از یادم
 بجیب خویش دیدم آنچه در گلزار میجستم
 سراپا چشم بودم، جلوه دیدار میجستم
 از شگاف، در لام میبینم
 چنین نوشت بخسرو جواب را شیرین
 نتوان کس دست را گزیدن

چون سرکشد ز خاک بگوید پیاله کو
صدای رفتن سیلاب عمر خویشتن بشنو
اگر هر لحظه جان تازه میخواهی سخن بشنو
که مرغان چمن، کردند پرواز از صدای او
چو دهقانی که، پاپد شاه را تنها بصحرائی
کم از نشترزدن در چشم نبود دخل بیجائی
که عمر خضر، نگردد کم از کهن سالی
آب بردارد، میان ما مگر چشم تری
بخود بجوی، چه در سنگ و خشت میجوی
که از ناخن بریدن کی کشد انگشت آزاری

رباعیات

در سر افزوده نشاء سرودا را
عین منقوش کرده طاهت ها را
جهل و نقصان بود عزیز هر جا
بیشتم ز مرد قیمت خواجه سرا
بی باطن پاک کی بحق راحت
هر چند برو سکه نام شامت
از گردش روزگار کی کج باز اند
شمیر اصیل را اگر خم سازند
در شوق سخن بجوش، چون خم نبود
کم از فرزندان دزد مردم نبود
مستقبل و ماضی از تو محسوب خرد
باشد یک روز از ازل تا به ابد
کو خفته بصد عیش در آغوش نگار
بیدار چو گشت بوده یارش بکنار
قائم شده چار رکن دین ابرار
بر اثبات خلافت این هر چار
تو حرف مزین ز حرف ظاهر زنهار
باران آمد کتاب ها را بردار
تا پا کی دامنت نگردد زائل
از غایط و بول آن نباشی غافل

مست آنچنان خوشست که هنگام صبح حشر
سرانگشتی بنه در گوش و غوغای بدن بشنو
سخن جز جان شیرین نیست پیش صاحب معنی
چنان بشکست رنگ گی، ز حسن دلربای او
دل در سینه دارد با خیالش همزبانیها
ز بحث کج، بجز آزدگی، حاصل نمیگردد
چه غم، ز گردش ایام، عشق باقی را
بینوا اثر در رهش از کاروان شبنم
گشش بکیمه و گه، در کشت میجوی
کجا از دوری کج طبع، رنجد راست گرداری

هرشان بریاد داده زهد ما را
تا زخمه، بتار ساز وحدت، زده عشق
از فضل و کمال کس نپرسد اصلاً
نقص افزون بود بقدر از کامل
گسر ورد تو، لا اله الا الله، است
صراف زر قلسب کجا بستانند
آنها که بهاک گوهری بتازاند
در راستیش خلل نه افتد هرگز
شاعر نبود، بفکر تا گم نبود
هرکس سرخوش! معنی مردم دزد
از تست شمار مه و سال تمتد
برخیزد ازین دائره چون نقطه خاک
ماند احوال ما بآن عاشق زار
در خواب جدا افتاده، بیند خود را
از چار خلیفه رسول مختار
دالی که بود آخر احمد دال است
عارف چون گشت درفشان اسرار
دفتر برچین، وقت نزول رحمت
با بیخبران مجوش از گرمی دل
ای تنگ گرفته در بغل، طفلی را

یساران جهان را همه از که تاسه
با یکدگر اختلاط، چون بند قیاس
گشتیم بهر کوچه و بازار بسی
سرخوش! چو کتاب هر کرامی بینم
دیدیم بتفصیل درین ویران ده
دارند، ولی نیند خال ز گره
در دهر نیافتیم یک همتی
گوید از خویش و نشود حرف کسی
(۱۵۸ الف - ۱۶۰ ب)

● سرو آزاد : سرخوش . از مردم سرکار عبدالله خان زخمی شاهجهانی بود . می فروش مصطفی معانی است ، و قدح گردان انجمن سخن دانی . عمرها در کوچه شاعری شتافت ، و صحبت جمعی از صاحب طبعان عصر خود دریافت . چنانچه از — کلمات الشعراء — که تالیف اوست ، سمت وضوح مییابد .

شاگرد محمد علی ماهر و موسوی خان فطرت است ، و از یاران شیخ ناصر علی : و در مدح او میگوید :

با شعر عل ، نمی رسد ، شعر کسی
زان سان، که خط کس، بخط میر عل
شخصی در مجلسی گفت که : رسد — بکلمه — با —
مسموع نیست . فقیر شاهی از کلام میرزا محمد قلی سلیم تهرانی گذارش نمود :
با لطف سعادت ، بد پیشانی نمی رسد پیش لب ، سخن به مسیحا نمی رسد
اواخر عمر در دارالخلافه شاهجهان آباد پا در گوشه قناعت شکست و
تزوج و تأهل پرداخت .

ولادت او در سن خمسين و الف (۱۰۵۰ هـ) واقع شد . عمری دراز یافت و در عشره ثالث بعد مائه و الف (۱۱۰۰ هـ) (۱) بخلوت کده خموشان شتافت : جام کلامش بگردش می آید . (هشت بیت دارد ص ۱۲۳-۱۲۴)

● تذکره بی نظیر: سرخوش، مجد افضل نام دارد. تلمذ او از میرزا مجد علی ماهر و موسوی خان فطرت است، و با ناصر علی برخورد بارانه داشت، و به بسیاری از موزون طبعان پیوست. و مدتها براه شاعری سلوک نمود. سرخوش خمخانه سخنوری و دماغ رسانی نشئه معنی پروری بود. ولادت او در سنه خمسین و الف (۱۰۵۰هـ) است. وفاتش در عشره ثالث بعد مائه و الف (۱). صهبای سخن را چنین می‌رساند:

از سنگ سرمه، شیشه کنید این شراب را
کو سیه مستی که گردد سرمه اواز ما
چو مینائی، پسر غلطیده، ریزد آب گوهر را
که از آئینه چشمش در قضا باشد سکندر را
گرم می سازد به تابستان چراغی خانه را
دزد از سنگ آزمایند خواب اهل خانه را
این فرش مگر دوخته، با دامن من بود
غریق مرده از آب روان تخت روان دارد
ناخن بی کین ما، از نسی گره وا میکند
این موی، از خمیر نیامد برون هنوز
(هفت بیت دیگر دارد ۲-۴)

منصور، سر بیاد ز افشای راز داد
فاش شد، از گفتگوی هوشیاری، راز ما
زند هنگامه هرم شوقی حسن تو زیور را
بمردن کم نه گردد مهر دنیا از دل شاهان
یک شرر سوز محبت پس دل دیوانه را
غفلت هوش و خرد، دلبر بسختی آزمود
برخواست جهان نیز، چو برخوایم از خویش
ز خود رفتن درین دریا شکوه خسروان دارد
صلح ما، آورد دشمن را، به گلپانگ نشاط
گشتم پیر و ظلمت طول امل بجاست

● خزانه عامره: مجد افضل از مردم سرکار عبدالله خان زخمی شاهجهانی بود، و سه بیٹی منصب عالمگیری و مشرفی بعضی کارخانجات داشت (۲). آخر در دارالخلافت شاهجهان آباد فروکش کرد. و در سنه سته و عشرین مائیه و الف (۱۱۲۴هـ) برحمت ایزدی پیوست. شعر بامزه میگوید مضامین تازه میندد:

و در — کلمات الشعرا — تألیف خود گوید که: روزی میر صیدی طهرانی

۱- رک: تحت خزانه عامره.

۲- تاریخ این مشرفی عدالت سرخوش از - اشراف عدالت - یافته است. (سرخوش ۲۰۳)

با ياران صاحب سخن، بربل جوی نشسته، تماشای ماهيان ميکرد. اين مطلع از طبعش سر زد :

ازين خود کام ياران رنگ الفت ميبرد مارا که بهر صيد ماهی خشک ميخواهند دريا را قضا را، ماهی برجست و در دامنش افتاد. آن را صله اين شعر من جانب الله انگاشته، شگون نيك برداشت. روز ديگر طرح ضيافت اين عطيه انداخت. فقير نيز مطلعي مطابق النعل بالنعل رساند :

ازين بيرحم صيادان، رهائی کی بود مارا که آتش ميزند، از بهر يك نخچير، صحرا را مقبول طبائع گشت (۱). مکرم خان خلف شيخ مير، سپه سالار شاه عالمگیر، بيک دست خلعت فاخره، اين منتظر فضل الهی را، فيز تسلي بخشيد.

مؤلف گوید: الاسماء تنزل من السماء — مقتضای اسم صيدی، هم ماهی را از دريا کشيده، در دامن او انداخت.

خان آرزو گوید: مطلع سرخوش بمطلع صيدی نميرسد، بلکه سخن در صحت مصراع دوم است. چه آتش زدن صحرا در شکار قمرغه باشد، و در آن انواع شکار بود، يك نخچير مناسب آن نيست.

مؤلف گوید: بعضی مردم صحرا را آتش ميزند تا شکاری بدست آيد. بی اراده شکار قمرغه و اين معنى در لشکرها اکثر مشاهده افتاد. درين صورت کلام سرخوش صحيح باشد.

گریه مستانه کلک سرخوش است :

عبت در سایه بسال هما جوی سادات را (۲)
همچو شخصی، کاید از دست چپ او، کار راست
از بسکه چشم های غزالان براه اوست

بتاریکی، کسی گم گشته، خود را نمی یابد
کفر کامل، عين اسلام است، در آئين عشق
روی زمین بادیه پشت پلنگ شد

۱- کلمات الشعراء (ص ۱۱۴).

۲- شمع انجمن دارد.

باشی بر حساب گری ای همدم وحدت نفورد ز جوش کثرت برهم (۱)
 در هندسه، نه را چو، مضاعف سازی هر چند که بشمری، نه آید برقم
 مؤلف گوید: علماء متفق اند که دانایان هند در علم حساب پیشقدم
 اند. و افلاطون در رساله خود که — در حقیقت نقش نوشته — میگوید:
 الرياضی فینا و فی الهند! یکی از موزونان، هندسه نه را، یافته بزبان هندی
 بسته و سرخوش آنرا بر بای میذکور آورده — بیت هندی اینست:
 قانو سروب سی. جاکت ایرم پار جیسی کو تهور تو وکی ناوی ناو بهچار
 (ص ۲۶۳ - ۲۶۴)

● صف ابراهیم: سرخوش، مجد افضل خلف مجد زاهد است. (۱) که منسلکان
 عبدالله خان زخمی بود. و او بهمد شاهجهان بسال یکهزار و پنجاه (۱۰۵۰هـ)
 در کشمیر متولد شد. و بعد از منعم حکاک شیرازی و
 مجد علی ماهر وقت یافت و فواید وافر از شرای معاصر خصوصاً از صحبت میرزا
 معز فطرت برداشته، در سلک سخنوران معتبر منسلک شد. و بهمد عالمگیر
 خلد مکان، بمنصب سه هزار کارخانجات سرفراز گشته، در دهلی رحل اقامت
 انداخت. شاعر لطیفه سنج و معنی یاب بود. تذکره مختصری متضمن احوال
 شرای شاهجهانی و عالمگیری نوشته به — کلمات الشعراء — موسوم کرد. و
 خوشگو که، از شاگردان اوست، در تذکره مؤلفه خود مینویسد که: کلیاتش
 متضمن مثنوی — نور علی نور — و — مثنوی حسن و عشق — و — ساقی نامه —
 و — شاهنامه مجد اعظم شاه — قریب چهل هزار بیت است. اما متداول نیست!
 و با شیخ ناصر علی و میرزا بیدل همصحبیت و همطرح بود. و زمان فرخ سیر

۱- شع انجمن دارد.

۲- تاریخ والده اش — که دختر مجد هاشم متخلص به هاشم هفت قلم بوده — گفته است:

— فی جنة عالیة —

پادشاه بمعر هفتادوشش (۷۶) سالگی ، بسال یکهزار و بست و هفت هجرى (۱۰۲۷هـ) رحلت نمود . و نزديک قديم رسول مدفون شد — آه افضل دهر —

۱۱۲۷

تاريخ اوست . (۱۸۱ الف)

● نتایج الافکار : سرخوش ، صاحب کلام دلکش مجد افضل سرخوش ، که از متوسلين سرکار عبدالله خان زخمى شاهجهانى است . ولادتش در خمسين و الف (۱۰۵۰هـ) بظهور رسیده . در مراتب سخن ، شانى عالى داشت ، و ذهن رسايش مشعوف بلند خيالى . نزاکت از کلام فصاحت نظامش آشکار ، و اشعار بلاغت آثارش پسندیده فصحاى روزگار . طبع موزونش خوش کرده تناسب الفاظ و لطافت مضامين و فکر متانت مشعرنش ، مشغول بآرايش عرايس معانى رنگين . با صاحب طبعان عهد خود گرم صحبت بودى ، و مشق سخن بخدمت بمجدلى ماهر و موسوى خان فطرت مينمودى ، و از ياران شيخ ناصرعلى است ، چنانچه در مدح او گفته :

با شعر عمل نمى ، رسد ، شعر کسى زان سان ، که خط کس ، بخط مير عمل
و از سرکار عالمگيرى منصبى مناسب داشت و بخدمت بعض کارخانجات مأمور
بوده . اواخر عمر در دارالخلافت شاهجهان آباد منزوى گشت ، و بتأهل
پرداخته درکنج قناعت نشست . صاحب ديوان است و تذکره — کلمات الشعراء —
از تصنيفات او . آخر الامر در سبع و عشرين و مائه الف (۱۱۲۷هـ) خاربدامن
هستى شکست . اين چند بيت از خيالات متينش ثبت افتاد :

قد خم ، کار ناخن کرد ، بر داغ جنون ما
بود از بوى گل ، یک پرده نازکتر ، فغان ما
زمين از بهر هر نقش قدم خالى کند چا را
مجر در هند شهر عافيت آرام گاهم را
نماید سايه بال ها روز سپاهم را
رگ خواب فراغت گشته بر تار کفن مارا

بجوش آورد پيرى ، بيشتر در عشق خون ما
فسون چهرت حسن قو ، تا مهر خموشى شد
ز پا افتاده ، پيش خاکساران ، آبرو دارد
ملات خانه زاد کوچه زنجير سودايم
دمى گر بر سرم آن شاه خوبان بگذرد سرخوش
برگ از دست تشويش جهان داريم آرامى

آوازه حسنت، شده از ناز، دوبالا
 تمکین تو، فریاد مرا داد رسائی
 سوزد ز داغ هجر تو، سر تا پهای من
 رودگر بر زبان موج، حرف شورش عشقم
 براه باد سازم خاک جسم بیقرارم را
 ای گل حسرت بچسب از شوق حسنت سینه را
 تا نمی بینم فروغ حسن ماه خویش را
 بیهوده، دل زهد کشان، وسوسه ناک است
 تخم در پیری چه می کاری که هنگام درواست
 رنگ خاموشی اسیر عشق را در کام ریخت
 ذره ذره جمع، در دل کرده ام سوز ترا
 افزون شود ز شوخی عشقم فروغ حسن
 او گریبان چاک بود از مستی و من سینه چاک
 ز بسکه، عمر جدا از تو، بار خاطر شد
 نه تنها گل، درین گلشن هوای کوی او، دارد
 بچشم مست ز مستی گلاب می باشد
 هوای سیر گلشن حسن عجوبش کجا دارد
 عذارش شعله گون آه از دلم خیزد چه ظلم است این
 کی پهلوی من زاهد مفرور نشیند
 غافلان را مالش ایام، هوش افزا شود
 ما نمی گوئیم ساقی! می بجام ما بریز
 یافتن از خاکساری ره بسوی یار خویش
 ز بیم محتسب کی جام می را پاک می ریزم
 ز آبادی، فزاید شور سوده، در دماغ من
 شگفت غنچه دم در چمن برخیز
 چنان بشکست رنگ گل، ز حسن دلربای او
 ندانم از کجا گیرم، سراغ جلوه گاه او
 ستم در پرده راهست شوخیهای چشت را
 گهی بکبه، گهی در کشت، می جوی
 خویش را خاک روی سازی و بر باد روی

چون نغمه، که لطفش شود از ساز، دوبالا
 در کسره بسود نشه آواز دوبالا
 گر حال ما، چنین گذرد بی تو، وای ما
 ز بیتابی ننگند بحر هر آغوش ساحلها
 رساند تا بدمانش مگر مشت غبارم را
 دی پری در شیشه از عکس رخت آئینه را
 چون نفس دزدیده می دزدم نگاه خویش را
 از یک قدح باده حساب همه پاک است
 داس کشت زندگانی صورت قد دوتا است
 سرمه، جای خاک صیادم، مگر بر دام ریخت
 خواهم این مشت شرر در خرمن آرام ریخت
 مقراض شمع او پر پروانه من است
 یاد ایامیکه درهای محبت باز بود
 نفس چو آئینه، ما را غبار خاطر شد
 که نرگس هم نگاهی زیر چشمی سوی او دارد
 بروی فتنه خوابیده آب می باشد
 که نرگس صورت چشم است از وی هم حیا دارد
 که آتش جای دیگر دود از جای دگر خیزد
 هشیار ز بدمست جنون دور نشیند
 چشم بی مالیدن از خواب گران، کی وا شود
 جرعه بر خاک گر ریزی بنام ما بریز
 در برویم و اشد از افتادن دیوار خویش
 که می ریزد دلم گر جرعه بر خاک میریزم
 سواد شهر مشک سوده افشاند پداغ من
 گره کشای فیض سحر تماشا کن
 که مرغان چمن، کردند پرواز از صدای او
 که در صد دل بود چون رشته تسبیح راه او
 بود چون تیر نازک در حیا پنهان نگاه او
 بخود بجوی چه در سنگ و خشت می جوی
 به ازان است، که بر تخت روان شاد روی

● شمع انجمن : سرخوش ، مجد افضل . از مردم سرکار عبدالله خان زخمی شاهجهانی بود . میفروش مصطفی معانی است ، و قدح گردان انجمن سخندانی . عمرها در کوچه شاعری شتافت ، و محبت جمعی از صاحب طبعمان عصر خود دریافت . چنانچه از — کلمات الشعراء — که تألیف اوست ، سمت وضوح مییابد . شعر بامزه میگوید و مضامین تازه میندد . شاگرد مجد علی ماهر و موسوی خان فطرت است ، و از یاران شیخ ناصر علی .

آخر عمر در شاهجهان آباد پا درگوشه قناعت شکست ، و بتزوج تأهل پرداخت . ولادتش در سنه (۱۰۵۰ هـ) واقع شد . عمری دراز یافت و در عشره ثالث بعد ماته و الف بخلوتکده خموشان شتافت . جام کلامش بگردش میآید . گریه مستانه کلک سرخوش ، چنین رو مینماید .
(یازده بیت دارد ص ۲۰۸-۲۰۷)

● آثار سرخوش :

- ۱- کلمات الشعراء . در سال (۱۰۹۳ هـ) تألیف کرد . دو مرتبه چاپ شده است . در لاهور باهتمام آقای صادق علی دلاوری در سال ۱۹۴۲ع و چاپ دوم در مدراس (هند) بتصحیح محموی لکهنوی در سال ۱۹۵۱ع .
- ۲- دیوان قدیم . مشتمل بر ۴۵ هزار اشعار بقول مصحح سرو آزاد در کلکته چاپ شده است (۱)

۱- آقای دلاوری نوشته است که: این اشتباه است . در کلکته دیوان میرزا یحیی خان سرخوش در سال ۱۹۰۶ع در چاپ خانه حبل المتین چاپ شده است ، نه دیوان مجد افضل سرخوش .
(دیباچه کلمات الشعراء لاهور ص ۹)

- ۳- دیوان جدید .
- ۴- روائح . در تتبع لوائح جامی .
- ۵- دیوان ناصر علی سرهندی را ترتیب داد (۱)
- ۶- مثنوی نور علی نور . در تتبع مولانا روم
- ۷- مثنوی حسن و عشق . (قصه سسی پنون)
- ۸- ساقی نامه .
- ۹- مثنوی قضا و قدر . (۲)
- ۱۰- مثنوی در خصوصیات هندوستان .
- ۱۱- جنگ نامه مجد اعظم شاه .
- ۱۲- جوش و خروش . (نثر)
- ۱۳- دیباچه دیوان ناصر علی
- ۱۴- مثنوی در تعریف خسخانه .

● شاگردان سرخوش : حافظ مجد جمال تلاش

بیغم بیراگی

شیخ سعدالله گلشن

عبدالرحیم کم کو کشمیری

حکم چند ندرت

مجد یوسف قدیم

میرزا فضل الله خوشتر پسر سرخوش

از شاگردانش بودند .

۱۰۸- سرور، پندت لجهمی رام لکهنوی

● نگارستان سخن : سرور، پندت لجهمی رام لکهنوی از زمره کشامره است

۱- رک : کلمات الشعراء مدراس (ص ۱۲۸)

۲- در تهران چاپ شده است .

و نقود خزینة خاطرش جید و سره :

بیتو جان بر لبم و ذوق تپیدن باقیست
یک نفس، فرقت صد نام کشیدن باقیست
(ص ۲۰)

● بهار گلشن کشمیر : سرور ، پندت لچهمی رام ها کسر ، اشعار ذیل در

فروری ۱۸۷۸ ع سروده بودند :

گاه به شیرین جلوه نیا ، گه عشوہ گری در صورت لیل
داده سری در راه غمت ، فرهاد به کوه و قیس به صحرا
ای دل و جان ، قربان سر تو ، بر سر دلها ، رحم کن آخر
شانه مکش ، ای وفاى خدا را ، زلف دو تا را ، شوخ خود آرا !

از روز ازل باده پرست است دل ما
دل خوش به غم عشق تو بست است دل ما
ز تو آموخت ، فن دلبرى را
کمر بسته بجان ، خدمت گرى را
به عالم تازه سحر سامى را
از تیغ ضمره که شهیدی چه شد ترا
بلبل ! تو ناله نه کشیدی چه شد ترا
چون من در عاشقی بدنام را
کن برون از سر خیال خام را
رنگ رخ تو گشت دگرگون چه شد ترا
خاموش از برای چه ، اکنون چه شد ترا
که تازین آب سازم سبز نخل زندگانی را
باده ما همه خون دل و دل شیشه ما
آهوان شیر شکار اند درین بیشه ما
محو دیدار کسی چون چشم قربانیم ما
رخست یک نگه بده نرگس سرمه ساي را
بده جمعیت خاطر ، پرویشان روزگاری را
فکن از آتش عشق خودم جان در شراری را

سر مست می جام الست است دل ما
وارسته ز بند غم و درد دو جهان است
ندانستی پری ، جلوه گری را
به پیش قد دلجوی تو ، شمشاد
نمود آن نرگس جادوگر تو
ای دل ! چنین بخون ، چه طبعی چه شد ترا
صد فصل نو بهار گذشت و درین چمن
چند گوئی زاهد از صوم و صلوة
من کجا آئین دینداری کجا
ای گل ! تو در چمن گل روی که دیده
کار تو صبح و شام دلا آه و ناله بود
بهار آمد ، بده ساقی ! شراب ارغوانی را
همچو زندان نبود باده کشی پیشه ما
دل ما گشته خراب از ننگه خوش نگهان
هر زمان عید دگر ، در دیده باشد ، جلوه گر
چند ز مینه برکشم ناله وای وای را
خداوندا ! بکن آباد این ویران دیاری را
دلم افسرده تر ، از سرد مهری های دورانست

راجع به حبیب الله میگوید :

حوریان در غلخ میخوانند دیوان مرا

گفته ام سرور ! سخن از بسکه در وصف حبیب

حبیب! عالمی از فیض عامت، بهره ور باشد چه باشد گر نوازی همچو سرور خاکساری را
(انتخاب از ۱۲۱ اشعار ۲: ۹۰۲)

● ادبی دنیا: پندت لچهمی رام ها کسر در اواخر عهد شجاع الدوله یا در شروع دور آصف الدوله، از کشمیر بلکنو رسیده سکونت کرد. در زمان سعادت علی خان وفات یافت. چندی در اندور نیز ماند. دیوانش دارای سه صد غزل و دو ترجیع بند و یک مثنوی و یک قصیده است. مثنوی و قصیده در وصف حبیب الله خان است:

با چشم کم بین، من ظاهر ذلیل را	بحث از غلاف کهنه چه تیغ اصیل را
فامح خسوش گوش فرامش مشو، که نیست	ره در حریم خلوت من، قال و قیل را
مفروش جلوه زاهد خشک از ارم بره	عاشق بچشم تر نفورد سلسیل را

(کشمیر نمبر ۲۲۲)

۱۰۹ = سعادت، پندت دامودر ترمل

● بهار کشن کشمیر: سعادت، در سال (۱۹۰۱ بکرمی) در سرینگر بدینا آمد. و در سال (۱۹۲۰ بکرمی) جهان را پدرود گفت. دیوان و شهر آشوب گذاشت که اکنون نایاب است:

ز بار رنگ حنا پنجه بتم خم شد	عرق به عارض آن گلزار شبنم شد
ز نیزه های مژه گر چه گشت تیر انداز	به عشوه های کمان سوز همچو مرم شد

در تعریف کشمیر میگوید:

خوشا سال نو دخل کرده بکشور	هوای زمستان بیرون شد ز کشمیر
شگوفه ز گلشن سرآورده بیرون	بهار این طرف با ارم گشته همر
به تالاب و آب و بشب ماه تابان	سفینه چو مرغاب آبش چو کوثر
همه گلرخان لاله قند و سمن بر	ز خوشبوی گیسو هوا پر ز عنبر
بقدر سرو پستان و شهبلا بچشمان	سریں همچو نسرین و لب همچو شکر
سکون داشتی گردین شهر، قارون	نمیکرد بد بخت اندر زمین زور

ترانه بهر سو و فرکانه هرسو کف و دف زنان گشته مردم به هر در
چه داند، سعادتمند! ببند از اجازت برون برده زین رخت خود را به دانترا (۱)
(۹۱۲:۲)

۱۱۰ = سعیدای گیلانی، ببیدل خان

● بادشاه نامه : سعیدای گیلانی ، ببیدل خان که منجمه از احوال او
بتقریبات گذارش یافت . از رسای طبع و روانی فکر ، اکثری بنظم معانی
میردازد . الفاظش هموار و دلنشین است ، و مضامین نو آئینش رنگین .
در عهد حضرت جنت مکانی ، از ولایت آمده به بندگی عتبه فلک رتبه
سرافراز گشته بود . چون در فنون هنر زرگری و خدمتکاری نیک ظاهر گردید ،
بداروغی زرگرخانه خاص و خطاب — بی بدل خان — سر عزت بر افراخت .
درین زمان محمود ، نیز بهمان خدمت بلند پایگی دارد . این چند بیت از اشعار
اوست — بیت (۲)

● قریه : (وقایع سال جلوس اول ۱۰۳۷ هـ) سعیدای گیلانی مخاطب به
ببیدل خان در تاریخ جلوس باین مصراع ملهم شده :
جلوس شاه جهان داده زیب ملت و دین .

۱۰۳۷ هـ

و — زینت شرع .

۱۰۳۷ هـ

و — خدا حق بحق دار داد .

۱۰۳۷ هـ

نیز یافته اند . و شیخ مذکور (سعیدای گیلانی) عبارت — دو شنبه بیست و پنجم بهمن

۱۰۳۷ هـ

- ۱- قصبه ایست در کشمیر که همانوقت سعادتمند آنجا سکونت داشت .
- ۲- پادشاه نامه و شاهجهان نامه اشعار مشترک دارند . برای اشعار رک : تحت هادی حسن .

را که ، مشتمل بر عدد روز و نام روز و ماه جلوس است . تاریخ سال فرخنده مآل
جلوس اشرف ، زیر و بینات کلمه — صاحبقران — را ، باز بر — شاهجهان —
موافق یافته .

۱۰۳۷

(الف ۱۸)

(وقایع سال هفتم ۱۰۴۲هـ) حقیقت تخت مرصع (طاووس) آنکه :
چون بمروور ایام ، جواهر بسیاری از هر قسم ، در جواهرخانه خاصه شریفه
جمع آمده بود ، در ابتدای جلوس بخاطر فیاض رسید که : هرگاه از داشتن
این قسم تحف ، بغیر زینت دولت غرض ملحوظ نیست ، پوشیده داشتن آنها
از نظرها خلاف مدعاست . پس در جایی بکار باید برد ، که هم خلایق از
تماشای آن محظوظ گردند ، و هم آرایش کارگاه سلطنت بيفزاید . لهذا از قسم
لعل و یاقوت و الماس و زمرد و مروارید قیمتی — آنچه در جواهرخانه بیرون
بود — از جمله آن ، هشتاد و شش لک روپیه جواهر کلان وزن گرانبها جدا
کرده ، حواله بیدل خان (سعبای گیلانی) داروغه زرگرخانه نمودند ، که
با یک لک توله طلا — که چهارده لک روپیه میشود — و مجموعه یکصد
لک روپیه — که آنرا یک کرور می گویند — شد ، تخت مسقفی — که
طول آن سه ذرع و یک ربع و عرض دو نیم ذرع و ارتفاع از پایه تا قبه پنج
ذرع باشد — سرکاری نموده بسازد . و فرمودند که : سقفش را از درون
میناکار و از بیرون مرصع کنند . و بر بالای آن بجای قبه ، دو طاووس مکمل
بزواهر جواهر قرار دهند . و سقف را بدوازده ستون زمردکار برافرازند ، و
نردبان سه پایه نیز مرصع بجواهر آبدار ، از برای برآمدن بر تخت ، بسازند . و در
مدت هفت (۷) سال بمبلغ یک کرور روپیه — که سی صد و سی هزار تومان
عراقی ، و چهار کرور خانی رائج ماوراءالنهر میشود — صورت اتمام یافت .

از جمله پازده تخته مرصع ، که بردور آن برای تکیه نصب نموده اند ، تخته میان — که وقت جلوس باشرف ذات همايون مزین میگردد — از جمله جواهر آن بلعلیست در وسط آن ، بقیمت یک لک روپیه ، که شاه عباس صفوی - انارالله برهانه - برسم ارمغان برای جنت مکانی ارسال داشته بود ، و برآن نام نامی حضرت صاحبقران و میرزا شاهبرخ و میرزا الغ بیگ منقوش بود . و بعد از آنکه بتصرف شاه درآمد ، آن جمجاه نیز نام خود بران مرتسم گردانید . چون برای جنت مکانی فرستاد ، آنحضرت نام نامی خود را ، با اسم سامی عرش آشیانی ، برآن نگاشتند . و حضرت شاهنشاهی نیز بعد از جلوس ، اسم مبارک خود برآن کنندند .

و حسب الامر ایسات مثنوی سبحان زمان حاجی محمد جان قدسی را که — در تعریف تخت مذکور مزیل بتاریخ اتمام آن گفته — از درون عینای سبز ، کتابه نمودند .

چندی از آن اشعار اینست : (۱)

و یکی دیگر از نکته سنجان :

سریر همايون صاحب قرانی

۸۱۰۴۲

تاریخ یافته . بالجمله حضرت شاهنشاهی روز جمعه از کهات (گهاث) سیامی بر سفینه دولت نشسته متوجه دارالخلافه گشتند . و از راه شاه برج داخل دولت خانه قلعه گردیده ، ابتدای گهري (ساعت) دوازدهم — که سعادت ساعت درجه کمال داشت — برآن تخت عالم آرای جلوس فرمودند . . . (ب ۲۰۷)

● بی بدل خان : بی بدل خان گیلانی ، داروغه زرگز خانه خاصه

اشریفه که — باوجود مهارت تمام در صنعت زرگری و حکاکی، خط خوشی و طبع قادری در سخن دارد. قصیده مشتمل بر، یک صد و سی و چهار بیت — که از هر مصرع دوازده بیت اول، تاریخ ولادت همایون. و از هر مصرع سی و دو بیت بعد از آن، تاریخ جلوس والا. و از هر مصرع نمود بیت دیگر، تاریخ توجه موکب معلی از دارالخلافة بدارالملک دهلی، و شکار پالم و از آنجا بدارالسلطنة لاهور، و نزهت آباد کشمیر، و معاودت بمقر اورنگ سلطنت و جلوس بر تخت مرصع مستفاد میگردد — گفته. درین وقت بعرض رسانید و شهنشاه هنر پرور اورا بپایه تحسین و احسانی — که شایان این قصیده مصنوع بود — نواختند و بجلد وی ساختن تخت، از اصل و اضافه بمنصب یکمزاری ذات و یکصد سوار نواختند.

● تاریخ وفات ممتاز محل: چهارشنبه هفدهم ذی قعد سال هزار و چهل و یک (۱۰۴۰هـ) از آن بلیس مکان (ارجمند بانو ممتاز محل) صبیّه متولد گشت و بعد از وضع حمل مزاج وهاج از مرکز اعتدال عدول نمود... سه گهری بصبح مانده، نداء راحت افزای 'والله یدعونی الی دارالسلام' را لیک اجابت گفت. در سن سی و نه سال و چهار ماه و چند روز قمری، از جهان گذشتنی گذاشتنی، بروضة رضوان شتافت.

بیدل خان (سعیدای*) گیلانی در تاریخ این رحلت پرکلفت، باین مصرع:

جای ممتاز محل جنت باد (۱)

۱۰۴۰هـ

(قرنیه ب ۱۰۲)

ملهم گردید.

● شاهجهان نامه : سعیدای گیلانی، ببیدل خان چون اختر سعد از گیلان طلوع نموده . در درجه سخن شناسی و تازه گوی رتبه والا دارد و طرز باستان را به نیکو طرزی میطرارد . هر بیتش بیت الشرف کواکب معالی و نگاشته کلکش زیور صفحه نکته دانست . چون در فنون هنرها و انواع بدایع و صنایع خصوص صناعت صباغت و حکاکی و خوشنویسی وحید عصر خود است . و بقایت خوش صحبت و نیکو سخن و متواضع و خلیق ، در زمان جنت مکانی بخطاب — ببیدل خان — و داروغگی زرگرخانه و منصب مناسب سرافرازی یافته ، در عهد مبارک نیز بهمان خدمت قیام مینماید . این چند بیت از اشعار اوست :

ز شوق دیدنش از پای تا سر دیده ام لیکن نه از بیداریم آگه نه گرد خواب میگردم (۱)

● نصرآبادی : سعیدا ولد حاجی خواجه علی لاهیجانی . داخل تجار معتبر بوده ، و مکتبی داشت . در فتوری ، که از آتش افتادن بلاهیجان رسید ، خانه او با بسیاری از اسباب سوخته . مجملأ حضرت سعیدا جوان آدمی دردمندیست . در فن نقاشی و طراحی طلا و نقره دست عظیمی دارد . و طبعش ، در ترتیب نظم ، خالی از لطفی نیست . شعرش اینست :

بدل بردن چنان گرم آمدی در چشم حیرانم	که شد دود سپند مردمک در دیده مژگانم
سرخ از خمار باده، نه چشم سیاه اوست	رنگ پریده ایست که صید نگاه اوست
از بوی گل ، بدل نفسی بیش راه نیست	هر جا ز خویش رفت دلم در پناه اوست

(ص ۳۷۷)

● خزانه عامره : سعیدا گیلانی ، مخاطب به ببیدل خان خوش فکر بود ، و در صنایع لاسیما ، حکاکی و خوشنویسی ممتاز عصر میزیست ، و از عهد جهانگیری تا زمان شاهجهانی بداروغگی زرگر خانه طلائی اعتبارش عیار کامل داشت .

شیخ عبدالحمید لاهوری مولف شاهجهان نامه (۱) گوید: و در اینجا خلاصه کلامش صورت نقل میپذیرد که: ~~شاه~~ شاه دوران اکثر پادشاهان جنگ اخیال مسرت می اندوختند. بست و نهم ذی قعدہ سنہ اثنین و اربعین و الف (۸۱۰۲۲) دو فیل کوه پیکر از فیلان نامی بجنگ انداختند. این دو عفریت منظر در عرصه کین گرم ستیز گشته بتصادم خارا شکن قوائم زمین را متزلزل گردانیدند، و عربده کنان از پیشگاه نظر شهنشاه دوربین لختی مسافت نوردیده باهم در آویختند. فرمانروای جهان بعزم تماشا قرین دولت سوار شده، باشاهزاده های والا گهر گامی چند بیش رانده، بدیدن این شگرف آویزه مشغول شدند. چون این دو پرخاش جو آتش خوار هم جدا شده، برجعت قهقری قدمی چند گذاشتند، و فاصله بهم رسید. فیل هم نبرد خود را و در دیده از وفور خشم و غضب هر لحظه حماسهای عظیم و حرکتهای عنیف میکرد. و در آن بدمستی، بجانب شهوار مضمار شجاعت مجد اورنگزيب، که در سن چهارده سالگی بود، دويد. آن رستم آثار پیل شکار عنان مرکب باد رفتار را بدست تهور استوار داشته، از جا بجنید:

بمردی ز یکجا سر مو نشد ز پیش چنان سیل یکسو نشد
بتکین سرشته ز بس جوهرش نجنید جز نبض از پیکرش

و چون فیل نزدیک رسید بازوی جلادت کشاده، بزخم نیزه آن دیو نژاد را مجروح گردانید:

بتکلیف فطرت دلیری نمسود بسنی که تکلیف بر وی نبود
درین سن، اگر بودی، افراسیاب همین گشتی از دیدن فیل آب

نظارگیان بحیرت در شدند و خفتگان گران خواب از غریو تحسین و

نعره آفرین بیدار گردیدند. آن خشمگین (۱) پس از جراحت، نزدیک تر شده قصد نمود، هر چند آتش افشانی چرخ و بان بکار رفت، سودمند نیامد، و بر اسب شاهزاده، دندان زده اسب را در غلطانید. آن شیر بیشه دلیری، از پشت زین بروی زمین آمد، و بجستی و چالاکی در دم دست بر قبضه شمشیر کرده برخاست. حضرت شاهنشاهی بذات اقدس بآن صوب توجه فرموده فرمان دادند که: گرز برداران و سائر سعادت گزینان، جلد خود را بیشتر رسانند، فیل بحال برگشتن در خود نیافته، روان گردید. فیل حریف او، سر در پی گریخته نهاد و هر دو باد آسا بدر رفتند. خدیو جهان شاهزاده را در آغوش شفقت کشید و بخطاب — بهادری — نوازش فرمود. و بعد سه روز، دوم ذی حج که روز ولادت شاهزاده و شروع سال پانزدهم از سنین عمر گرامی، بود آن اختر برج خلافت را بزر سرخ سنجیده، این مبلغ — که پنجمزار اشرفی بود — حکم فرمود که به مستحقین دهند.

سخن طرازان فارسی و هندوستانی بنظم و نثر داستان آن رستم آثار برگذاردند و دامن امید بجزائل عطایا برآموندند. سعیدا گیلانی (۲) نیز این ماجرای مرد آزما را، در سلک نظم کشیده بعرض رسانید. و بامر خاقانی بزر سنجیده آمد، و مبلغ همسنگش که پنجمزار روپیه بود، باو انعام شد. (انتهی) ازوست در مدح شاهجهان :

آنی که سریرت آسمان پایه بود بر ملک جهان عدل تو پیرایه بود
تا هست خدا تو نیز خواهی بودن زیرا که همیشه ذات با سایه بود (ص ۲۶۳)

۱- نام این هردو فیلان سدهکر و صورت سفدر بود.

۲- رک: پادشاه نامه ۱: ۴۹۳ - آنجا هست: سعیدای گیلانی مخاطب به بیندل خان که این ماجرای مرد آزما در سلک نظم کشیده بمرض مقدس رسانید. بامر خاقانی بزر سنجیده آمد و مبلغ هم سنگش — که پنج هزار روپیه بود — باو انعام شد.

● شمع انجمن : سعیدا گیلانی ، مخاطب به بیبدل خان . خوش فکر بود و در صنائع لاسیما، حکاک و خوشنویسی ممتاز عصر میزیست . و از عهد جهانگیری تا زمان شاهجهانی بداروغگی زرگرخانه طلائع اعتبارش داشت . ازوست . در مدح شاهجهان .

(یک رباعی که تحت خزانه عامره آمد ثبت است ۱۹۸)

● مجموعه مقالات هادی حسن : آیا قدردانی و قدرشناسی در حیات بیشتر است یا بعد از مرگ ؟ آیا اسم پادشاه بواسطه شاعر باقی میماند یا اسم شاعر بواسطه پادشاه ؟ برین دو سوال ، ما ترجمه حال سعیدای گیلانی ، که هیچ کس مبادرت نکرده آن را بنویسد ، جواب خوبی میدهد .

حکاک ، خوش نویس ، شاعر دربار جهانگیر و شاهجهان ، صانع تخت طاوس ، فرمانده قشون هشتصد پیاده و یکصد سواره ، داروغه زرگرخانه همایونی بیبدل خان سعیدای گیلانی ، همه اینها بوده است .

علاوه بر این او ، یکی از سه نفر شاعر دربار دهلی است که ، وزن جسم شان معلوم است — وزن سعیدای در (۱۰۲۲ هـ) همسنگ پنج هزار روپیه یعنی ۵۷ کیلوگرام — و وزن ابوطالب کلیم در (۱۰۲۴ هـ) — و وزن حاجی محمد جان قدسی در (۱۰۲۵ هـ) همسنگ پنج هزار و پانصد روپیه بود . بالاخره سعیدا یگانه شاعر و عالم است که ، او را حتماً دو مرتبه بسیم سنجیدند . در (۱۰۲۷ هـ) در زمان جهانگیر و در (۱۰۲۲ هـ) در زمان شاهجهان . معیناً امروز نه از آثار صنعتی آن صانع بزرگ شمه ای باقیست و نه از آثار ادبی آن نابغه ایرانی — غیر از آنچه که درین مقاله ثبت است — چیزی بمانده . و با آنکه ساختن ماده تاریخ شیوه خاص سعیدا بوده ، بضبط کردن سن تولد و وفات

آن ضابط سنوات ، هيچ کس مبادرت نکرده . چنانکه اطلاعات ما درين خصوص منحصر است بدو فقره . يکي آنکه سعيدا در (۱۰۲۷هـ) در دربار جهانگير بوده است و ديگر آن که در (۱۰۲۷هـ) در قيد حيات بود ، چه در اين سنه ماده تاريخ ذيل را :

قبله اهل زمان شد مسجد شاهجهان

۱۰۲۷هـ

ساخته است . بنا برين سعيدا ، اقلأ ده سال آخر سلطنت جهانگير و ده سال اول سلطنت شاهجهان را در يافته است : (از ۱۰۲۷هـ تا ۱۰۲۷هـ) جهانگير در نزک مينويسد :

معزی قصيده اى گفته بود در مدح سلطان سنجر بمطلع ذيل :
 اى ! آسمان مسخر حکم روان تو کيوان پير بنده بخت جوان تو
 سعيداى زرگر باشى — که طبع نظمى داشت — قصيده مذکور را
 قنوع نموده بعرض رسانيد . خوب گفته بود . اين چند بيت ازان
 قصيده است :

اى ! نه فلک ، نمونه از آستان تو	دوران پير ، گفته جوان در زمان تو
بخشد دل توفيق ، و نجويد سبب ، چومهر	جانها همه فدای دل مهربان تو
از باغ قدرت است ، فلک يک ترنج سبز	انداخته بروى هوا ، باغبان تو
يارب ! چه گوهرى توکه ، افروخت در ازل	جانهاى قدسيان همه ، از نور جان تو
بادا جهان بکام تو ، اى پادشاه عهد	در سايه تو ، خرم شاه جهان تو
اى سايه خدا ! ز تو پرنور شد جهان	بادا ، هميشه نور خدا ، سائبان تو

روز مبارک شنبه چهاردهم (شهر يور سنه ۱۰۲۷ هجرى) بصله
 اين قصيده ، حکم فرمودم که : سعيدا را بزر وزن کنند . (۱)

استعمال کلمه‌های — خرم — و — نور — در ابیات مزبور، از روی جناس گوئی است. چه اسم شاهجهان، شهزاده خرم و اسم جهانگیر، نورالدین بوده است. پس چه عجب که سعیدا را به زر سنجیدند.

اما زر اینجا بمعنی نقره است نه طلا. چه کلمه که در آن عهد برای طلا بکار میبردند زر سرخ بود، و علاوه بر این از عبارات ذیل پادشاه نامه عبدالحمید لاهوری — که معتبر ترین تاریخ عهد شاهجهان است :

۱- سعیدای گیلانی به زر سنجیده آمد و مبلغ همسنگش، که پنج هزار روپیه بود، باو انعام شد. (۱)

۲- طالب کلیم به زر سنجیده آمده بانعام مبلغ همسنگش، که پنج هزار و پانصد روپیه بود، کامیاب گشته. (۲)

۳- حاجی محمد جان قدسی را به زر برکشیده مبلغ وزن را — که پنج هزار و پانصد روپیه شد — باو مرحمت فرمودند. (۳)

ظاهر است که، مطلوب از زر فقط نقره بوده است و اگر مطلوب طلا میبود، چون در آن عهد، یک توله طلا ۱۴ روپیه قیمت داشت. یک لک توله طلا که مبلغ چهارده لک روپیه قیمت آن است (۴) بشعرای مزبور، مبلغ چهارده برابر پنج هزار روپیه، یا پنج هزار و پانصد روپیه، پرداخته میشد. پس پنج هزار روپیه انعام شاهی، از طرف جهانگیر بسعیدا رسید.

۱- پادشاهنامه جلد اول قسم اول ص ۲۹۳.

۲- پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۸۴.

۳- پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۱۴۲.

۴- پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۳۴۹.

بنابر ماده تاریخ که عبارت است از :

— شعله برق بادشاهی —

درس (۱۰۳۰) یک سنگ سماوی افتاد و جهانگیر امر فرمود که از آن سنگ سه حصه آهن برق گرفته و با یک حصه آهن دیگر آمیخته ، دو قبضه شمشیر و یک قبضه کارد و یک قبضه خنجر سازند . بی بدل خان رباعی که افاده این مضمون نماید ، گفته معروض داشت :

از شاه جهانگیر ، جهان یافت نظام افتاده بمهد او ، برق آهن خام
زان آهن ، شد بحکم عالمگیرش یک خنجر و کارد با دو شمشیر تمام

همچنین راجع بوقائع سنوات (۱۰۲۹ و ۱۰۳۱) جهانگیر مینویسد (۱) .
بیدل خان ، تاریخ فتح کانگره و تاریخ بنای مسجد — که در قلعه مذکور فرموده شد — معروض داشت . چون خوب یافته بود ، نوشته شد :

شهنشاه زمان ، شاه جهانگیر ، ابن اکبر شاه که شد بر هفت کشور ، پادشاه از حکم تقدیری
جهانگیر و جهان بخش و جهان دار و جهان دارا که از بخت جوان او ، جهان ایمن شد از پیری
بشمیر فزا ، این قلعه را بکشد ، تاریخش بخرد گفتا : کشود این قلعه اقبال جهانگیری

۱۰۲۹

تاریخ بنای مسجد را چنین گفته :

نور دین شاه جهانگیر بن شاه اکبر بادشاهی است که در دهر ندارد ثانی
قلعه کانکره ، بگرفت بتائید اله ابر تیش که کند قطره او طوفانی
شد چو ، از حکم وی ، این مسجد پرنور بنا که منور شود از سجده او پیشانی
هاتف ، از غیب بگفت ، از پی تاریخ بناش مسجد شاه جهانگیر بود نورانی (۲)

۱۰۳۱

برای اطلاعات مزبور غیر از — تزک جهانگیری — منبع دیگری در دست ما نیست .

عموماً شعراء اطلاعات از بادشاه میدهند ، اما اینجا

۱- تزک جهانگیری چاپ لکهنو ص ۳۳۵ .

۲- تزک جهانگیری چاپ لکهنو ص ۳۴۹ .

پادشاه است که اطلاعات از یک نفر شاعر میدهد.

در (سنه ۱۰۳۷ هجری) شهزاده خرم ملقب بشاهجهان بیادشاهی رسید و از وقایع عهد آن پادشاه یکی وفات ممتاز محل است در (سنه ۱۰۴۰ هـ). چنانکه از ماده تاریخ سعیدا بر می آید:

زین جهان رفت، چو ممتاز محل در جنت، برخش، حورکشاد
بهر تاریخ ملائک گفتند: جای ممتاز محل جنت باد

۱۰۴۰ هـ

و دیگری ثبات ورزیدن اورنگزیب است در سن ۱۴ سالگی در مقابل حمله فیل در (سنه ۱۰۴۲ هـ). چون پادشاه نامه عبدالحمید لاهوری صریحاً میگوید:

سعیدای گیلانی مخاطب به بیدل خان این ماجرای مرد آزما
در سلک نظم کشیده بعرض مقدس رسانید، بامر خاقانی به زر
سنجیده آمد و مبلغ همسنگش — که پنج هزار روپیه بود — باو
انعام شد. (۱)

و چون زحمت مفت کشیده، ابو طالب کلیم ملک الشعراى شاهجهان و حاجی جان مجد قدسی نیز واقعه مزبور را بطور ذیل منظوم ساخته اند:

از کلیم

من از دل شنیدم، دل از دیده ام	ز مردم من این نقل نشنیده ام
پی جنگ، خرطومها شد بلند	فتادند فیلان جنگی بهم
یکی سوی شهزاده اورنگزیب	دوید از قضا، زان دو فیل مهیب
ز راه چنین سیل، یکسو نشد	بمردی ز جا یکسر مو نشد
چو شهبازی از خانه زین پرید	چو در اسب سامان جوالان قدید
روان دست جرأت بشمشیر برد	همان دم که بر خاک، پا را فشرذ
همی گشتی از دیدن فیل آب	درین سن اگر بودی افرا سیاب

از قدسی

چو، نزدیک قر بود، اورنگزب	بر او حمله آورد آن پسر فریب
بمردانگی پای کرد استوار	بایستاد با فیل در کار زار
خدا! گفت وزد نیزه، بر روی فیل	چو، موسی عصا زد، بدریای نیل
چو شهزاده بر فیل میزد سنان	سر اسب گردید و شد پیش آن
بزد فیل دندان بیشت دمش	که شد خورده از آن کاسهای سمش
بنفطید اسب و سوار از شتاب	جدا کرد چون برق پا از رکاب
بجلدی سوی تیغ یازید دست	که یکسو کند کار، با فیل مست

بدیهی است که، سعیدای گیلانی علی رغم مسابقه سخت انعام شاهی را، کسب کرده بود، مع هذا یک بیت از جامه سعیدا بجا نرسید. اییاتی که لازم نیست، باقی است و اییاتی که لازم است، باقی نیست!

خلاصه، از هنر پروری شاهجهان، سعیدا بهره ای تمام داشت. و بفرماندهی هشتصد قشون پیاده و صد قشون سواره نائل آمد (۱).

او در فنون مختلفه و انواع صنایع، مخصوصاً صنعت حکاکی و خوشنویسی وحید عصر بود. و بهمین جهت، از طرف شاهجهان برای ساختن تخت طاوس، منتخب شد. بادشاه نامه عبدالحمید لاهوری مینویسد:

— در بدو سلطنت اعلحضرت، جواهر ثمینه موازی هشتاد و شش لک روپیه (یعنی هشت میلیون شش هزار روپیه) بوزن پنجاه هزار مثقال از لعل و یاقوت و زمرد و مروارید، که در سنگ و رنگ و قیمت امتیاز داشت، اختیار فرمودند. و با یک لک (یعنی یک صد هزار) توله طلا که، قیمت آن چهارده

۱- ببیدل خان گیلانی هشتصد سوار (پادشاه نامه ۱: ۲: ۲۱۶) نیز رک: تحت قرنيه.

لک (یعنی یک میلیون چهار صد هزار روپیه) هست ،
 تحویل سعیدای گیلانی نمودند ، تا تختی بطول سه گز و ربعی و
 عرض دو گز و نیم و ارتفاع پنج گز بسازد . و بجواهر مذکوره
 قرصی نماید . و مقرر شد که سقف آن را از درون بیشتر میناکار و
 لختی مرصع و از بیرون بلعل و یاقوت و جز آن مرصع مفرق
 ساخته ، بزمردین اساطین دوازده گانه افرازد . و بالای آن دو
 پیکر طاوس مکمل بزواهر جواهر و درمیان هر دو طاوس درختی
 مرصع بلعل و الماس و زمرد و مروارید تعبیه کند . و برای
 عروج سه پایه نردبان مرصع بجواهر آبدار ترتیب دهد — (۱)
 در مدت هفت سال ، این تخت (۲) بمبلغ یک کرور روپیه ، یعنی

۱- پادشاه نامه ۸۰:۲:۸۱ شاید این تلخیص است زیرا که عبارت پادشاه نامه به این عبارت
 هیچ مناسبتی ندارد . نیز رک : تحت قرنیه . (حسام الدین)

۲- در لغت نامه دهخدا شماره مسلسل ۳۴ صفحه ۹۹ مسطور است :

در بالای تالار موزه کاخ گلستان دو تخت مرصع در کنار هم گذاشته اند . بزرگترین این
 تختها — تخت طاوس — نام دارد ، که در زمان فتح علی شاه ساخته شده .

میگویند : فتح علی شاه زنی اصفهانی بنام — طاوس — داشت که او را بیش از دیگر زنان خویش
 دوست میداشت . و هنگامیکه خواست ، او را بمقد خود در آورد ، دستور داد این تخت را
 بسازند ، تا مراسم عقد در روی آن انجام گیرد .

سمت چپ این تخت بزرگ ، تخت دوپله دیگری قرار دارد که ، آنرا نیز — تخت طاوس —
 مینامند . این تخت را نادرشاه از سفر هندوستان آورده است و به — تخت طاوس نادری —
 معروف است . از حیث ارزش داشتن جواهرات گرانبها ، بر — تخت طاوس — که فتح علی شاه
 ساخته ، برتری دارد .

دوین تخت (۶۰۲ <) قطعه الماس و (۲۶۲ <) قطعه زمرد بکار رفته است . و این تخت
 دومی همانست که سعیدای گیلانی آنرا ساخته است . محتمل است بمبدأ در وضع و شکل آن
 (چهل مقاله نخبجویی ۲۸۲) تغییراتی داده شده .

(ده ملیون روپيه) صورت اتمام يافت. از جمله يازده تخته مرصع، که بر دور آن برای تکیه نصب کرده اند، تخته میانگی که اعلحضرت بر او مینشینند، ده لک روپيه^۱ (یعنی یک ملیون روپيه) قیمت دارد. از جواهری که در این تخته نشانده اند، لعلی است در وسط آن بقیمت یک لک (یک صد هزار) روپيه، که شاه عباس نزد جهانگیر ارسال داشته بود. نخست اسم تیمور و شاهرخ و الف بیگ بر آن منقوش بود. شاه عباس نیز نام خود را با نام پدر بزرگوار بر آن بنگاشت. اکنون باسم شاهجهان زیب و زینت بی اندازه پیدا کرده:

بر سطح اعلای این تخت دو طاوس زرین میناکار، که جا بجا بر پره‌های افراشته آنها، زمرد بکار برده، روبروی یک دیگر سمت وقوع دارند. و هر یک دانه لعلی که، هر یک همانا جگر پاره آفتاب تابان و ثمره الفواد کان بدخشان درست باخگر افروخته مینماید، مانند مرغ آتش خوار بمنقار گرفته. چنانکه نظاره آن بغایت دلکش و دلاویز افتاده. و بامر خاقانی این مثنوی حاجی جان محمد قدسی ختمش بر تاریخ است، بمینای سبز درون تخت کتابه نمودند:

که شد سامان بتائید الهی
زر خورشید را بگداخت اول
بمینا کاریش مینای افلاک
وجود بحروکان را حکمت این بود
لب لعل بشان را، دل بجای نیست
گهر افسر بسر خاتم بدیده
که شد، از گنج خالی، سینۀ خاک

زهی فرخنده تخت بادشاهی
فلک، روزی که میگردش مکمل
بحکم کارفرما صرف شد پاک
جز این تخت از زر و گوهر چه مقصود
ز یاقوتش، که در قید بها نیست
برای پایه اش، عمری کشیده
بخرجش، عالم از زر شد، چنان پاک

دهد خورشید و مه را رونمایش
ز گردون پایه از تخت افزود
پناه عرش و کرسی سایه او
چراغ عالمی پروانه آن
فروزان، چون چراغ از طور سینا
نگین خویش جم بر پایه اش بست
تواند صد فلک را داد اختسار
از آن شد پایه قدرش فلک سای
خراج عالمی را خرج یک تخت
تواند قدرتش تختی چنین ساخت
بود بر تخت جا، شاه جهان را
بگفت: اورنگ شاهنشاه عادل

۸۱۰۴۲

رساند گر فلک خود را پپایش
سرافرازی که سر بر پایه اش سود
خراج بحسروکان پیرایه او
ز انواع جواهر گشته السوان
در اطرافش بود گلبهای میثا
چو میکرد از فرازش کوتاهی دست
شب تا از فروز لعل و گوهر
دهد شاه جهان را بوسه بر پای
کند شاه جهان بخش جوان بخت
خداوندی که، عرش و کرسی افراخت
اثر باقیست، تا کس و مکان را
چو تاربخش زبان پرسید از دل

ابو طالب کلم چون قصیده رنگین در وصف تخت طاوس بعرض
اقدس رسانید، بحکم شاهنشاه دانش پرور به زر سنجیده آمد، و بانعام
مبلغ همسنگ، که پنج هزار و پانصد روپیه بود، کامیاب شد. (۱)

فشانده اند، چه گلبهای عیش، بر مه و سال
ضرورت است بی این دو عید را دو هلال
غبار موکب شاه جهان جهان جلال
که پادشاه نشیند به تخت استقلال
خدا نصیب کند عمر نوح و طول مقال
برو نمای گرفت است تا نموده جمال
چنانکه، عکس چراغان فتد، در آب زلال
که اجتماع نقیضین را شمرده محال
اگر نه قطره فشان میشدی زلال لال
ز شان وشوکت و فرو شکوه و حسن و جمال

خجسته مقدم نوروز و غرة شوال
ببزم عیش، دو جام است در کف ساقی
بچشم مردم دارالخلافت، عید نویست
شرف پذیرد نوروز در چنین عیدی
بوصف تخت مرصع، گهر فشان گشتم
هزار سیلان یاقوت و صد بدخشان لعل
فتاده پرتو یاقوت و لعل بر الماس
زمرد کهنش، تازه تر ز سبزه نسو
طلای تخت شدی آب ز آتش یاقوت
بها ندارد و دیگر، هر آنچه خواهی، هست

هم چنین در وصف قصیده ذیل ببیدل، ببیدل خان، میتوان گفت که تخت
طاوس منظوم است، بقلم صانع تخت طاوس. تاریخ معاصر صالح کنبوه که

به — عمل صالح — یا — شاهجهان نامه — موسوم است مینویسد :

— بنیامن دانش پروری اعلیٰ حضرت (یعنی شاهجهان) استعداد هنر بجائی رسیده که، داروغه زرگر ببیدل خان، قصیده مصنوع مشتمل بر ۱۳۴ بیت در سلک نظم انتظام داده، که ۱۲ بیت از اول آن، بر این نهج است که از هر مصرع تاریخ ولادت شاهجهان (یعنی سنه ۱۰۰۰هـ) مستنبط میشود. و از هر مصرع ۳۲ بیت بعد از ایات مذکوره، تاریخ جلوس فرخنده (یعنی سنه ۱۰۳۷هـ). و از هر مصرع ۹۰ بیت باقی، تاریخ نهضت آن حضرت از دارالخلافه بسوی لاهور و کشمیر که عبارت است (۱۰۴۳هـ) معلوم میگردد. و غریب تر آنکه مصرع — هزار بود و چهل سه سال از هجرت — با همین تاریخ بحساب جمل موافق می آید (۱).

بعد از این عبارت، شاهجهان نامه ۲۰ بیت از قصیده مزبور ایراد میکند، که اکثر آنها — بطوری که بما رسید — مشحون از اغلاط است و غریب تر آنکه، نسخه از شاهجهان نامه، که باهتام آقای غلام یزدانی در کلکته بطبع رسیده، اقل از آن نسخ قلمی — که بنده بزحمت در حیدرآباد پیدا کرده ام — مغلوط تر است، چه اغلاط چاپی نسخه مغلوط اصلی افزوده شده. چنانکه عدد مصراع مغلوط به ۱۵ میرسد!

باری از این قصیده بینظیر، بیست بیت بما رسیده، اما از یک بیت که در جمیع نسخ، که به آنها سراغ یافتیم، غیر خواناست، باید صرف نظر کرد. علاوه بر این، آنچه شاهجهان نامه مینویسد که: از هر مصرع نود بیت آخرین قصیده تاریخ (۱۰۴۳هـ) بر می آید، این قول درست نیست، چه تاریخی که

از آن مصراع بر می آید (۱۰۲۲) است . و ثبت کردن همین تاریخ — که تاریخ جلوس شاهجهان بر تخت طاؤس است — مقصد اصلی قصیده بوده . فقط بمناسب آن که ، شاهجهان در (سنه ۱۰۲۳) از کشمیر برای جلوس بر تخت طاؤس به آگره عزیمت کرده ، سعیدای گیلانی یک مصرع درخشان گفته :

هزار بود و چهل سه بسال از هجرت

۱۰۲۳ هـ

که تاریخش چه عبارت و چه بحساب ابجد (سنه ۱۰۲۳) میباشد . خلاصه چهار نوع سنوآت مختلفه در مصراع این قصیده مضمّن است .

تاریخ ولادت شاهجهان (سنه ۱۰۰۰) ۲۲ مصراع ابتدائی

تاریخ جلوس شاهجهان (سنه ۱۰۳۷) ۶۲ مصراع متعاقبه

تاریخ مراجعت شاهجهان از کشمیر (سنه ۱۰۲۳) ۱ مصراع

تاریخ جلوس شاهجهان بر تخت طاؤس (سنه ۱۰۲۲) ۱۷۹ مصراع باقی

خلاصه اینکه آن نوزده بیت که ، بزحمت بسیار بتصحیح آنها موفق شدم ، تصحیح بعضی از الفاظ بر اختلافات قرات مبنی است ، و تصحیح چهار اغلاط که عبارت از — ابرش بجای ابرشی — ز می بجای زمین — عنان تاب زود شد — بجای — عنان تاب زد و شد — و حذف یک واو بدیهی است و فقط تصحیح پنج مصرع که روی آنها نمره گذاشته ام حدسی است :

برای شاه جهان بادشاه کل جهان ۱۰۰۰	خدای واحد بیچون جهان نموده عیان ۱۰۰۰
علیم و عالی و دانا نواز و ملک ستان ۱۰۰۰	بداد و جود و باحسان شهنشه آفاق ۱۰۰۰
بود بدور جهان صد هزار جان شادان ۱۰۰۰	هزار ساله بماناد شه که هردم ازو ۱۰۰۰
ز قسمت ازل آورد از دلم بزبان ۱۰۰۰	بمدح شاه جهان طبع این دوازده بیت ۱۰۰۰

- ازان دوازده، هر مصرعی بگانه نگار ۱۰۰۰
 باکیر آباد، از چهل کامران بریر ۱۰۳۷
 هزار بود، چهل سه سال از هجرت ۱۰۴۳
 بنوبهار بیامد بگلشن سرهند ۱۰۴۴
 هزار گونه بود گل بکوه هر قدمش ۱۰۴۴
 ز کامرانی نوروز هزم کرده نمود ۱۰۴۴
 بسوی هند عنان تاب زود شد باجاء ۱۰۴۴
 بداد و جود بدارالخلافة آمده باز ۱۰۴۴
 هزار شکر که بفزود باز حسن جهان ۱۰۴۴
 بهر زمی که ازان سایه فتاده فلک ۱۰۴۴
 جمال و رنگ ز اورنگ پادشاه زمن ۱۰۴۴
 خدا نگان ز ازل، قبله گاه کل ملل ۱۰۴۴
 جهان پناها شاهنشهی و دریا دل ۱۰۴۴
 ز سهم گرز و سنانت دل عدو، جاوید ۱۰۴۴
 از آن بود سر دشمن بسان سنگ سیاه ۱۰۴۴
- کند تولد شاه جهان پناه بیان ۱۵۰۰
 جلوس گسرد ز تائید عالم منان ۱۰۳۷
 که شد بدلی باشاهی و سپاه گران ۱۰۴۴
 گل بهار ابد، با هوا، چو گل خندان ۱۰۴۴
 هزار چشمه ولی به ز چشمه حیوان ۱۰۴۴
 سوی مدینه لاهور، بر جهان شادان ۱۰۴۴
 جهانده برق نما ابرش چو باد وزان ۱۰۴۴
 فلک بدور رکاب و ملک پدر عنان ۱۰۴۴
 ز نوبهار سریر جواهر السوان ۱۰۴۴
 بداد تا باید دستگاه و سایه کان ۱۰۴۴
 بکار جلوه صد رنگ بر زمین و زمان ۱۰۴۴
 جهان گشاد بامداد قوت ایمان ۱۰۴۴
 عیسی از کرم و جان خوب بی پایان ۱۰۴۴
 شود بزی زمین چون رگ جهنده طپان ۱۰۴۴
 که از برای جسامت دهد مدام فسان ۱۰۴۴

بالاخره یک رباعی و ۱۶ بیت از غزلیات سعیدآ که در کتب تاریخی (۱)

ثبت است، ایراد میکنیم: (۲)

رباعی (در مدح شاهجهان)

آنی که سریرت آسمان پایه بود بر ملک جهان عدل تو پیرایه بود
 تا هست خدا، تو نیز خوامی بودن زیرا که همیشه ذات با سایه بود

غزلیات

از ناز چو آغاز کنی عشوه گری را آرام بری آدمی و حور و پری را
 شاید که بچین سر زلف تو برد راه بگرفته دلم دامن باد سحری را
 از جیب دلم تا نکنی دست ستم دور با ناله هم آغوش کنم بی اثری را

۱- پادشاه نامه عبدالحمید لاهوری ۱: ۳۵۶. ۲: ۳۵۶. و شاهجهان نامه معروف بمعل صالح تألیف محمد صالح

کنبوه طبع لاهور ص ۴۰۹-۴۱۱.

۲- باختصار این همه مطالب را، دانشمند محترم آقای حاج حسین نخجوانی از مقاله هادی حسن

اخذ کرده مقاله نوشته است که در چهل مقاله ایشان موجود است از ۲۷ تا ۲۸۲.

سواره آن مه زرین رکاب، می آید
 بآب تیغ تو، دل میکشد ز آب حیات
 کند هرق ریخت ای نازنین ز تاب نگاه
 نومست حسنی و من مست عشق، چیست عجب
 ای گلشن جمال ترا صد بهار گل
 مژگان چو سایه، بر گل روی تو افگند
 گر بگذری، ز روی نوازش، بگلستان
 ز تاب عشق، هر که پیش او بیتاب میگردد
 بروی چون رزم هرگاه خندد دستان من
 ز شوق دیدنش، از پای تا سر دیده ام، لیکن
 نسیمی گر وزد، بر تار زلف عنبر افشانش
 دارم اندر غنچه دل از خیالت، گلشنی
 تیر مژگان بسکه زد چشمت ز مستی بر دلم

بچهره، رشک هزار آفتاب می آید
 چو تشنه کو سوی آب از سراب می آید
 بدور حسن تو از آتش آب می آید
 چنین دو مستی، کی از شراب می آید
 یک گل ز حسن تو نشگفت از هزار گل
 ترسم شود فگار چو از نوک خار گل
 بلبل کند بسراه تو، ای گل! نثار گل
 گهی از شرم آتش میشوم، که آب میگردد
 بگردش مضطرب چون قطره سیلاب میگردد
 نه از بیداریم آگاه نه گرد خواب میگردد
 چو زلف مشکبویش گرم پیچ و تاب میگردد
 همچو گل، پوشیده ام از خون دل، پیراهنی
 سینه ای دارم که هر داغش بود پرویزی

(مجموعه مقالات ص ۲۲۲-۲۵۱)

● مقابله عالمگیر با فیل و سعیدای گیلانی : داستان این مقابله شاهزاده
 عالمگیر با فیل سدھکر، در بادشاه نامه (۱ : ۱ : ۲۹۳) و در عمل صالح
 (لاهور ۱ : ۲۲۸) مرقوم است .

در عمل صالح است که : بعد از فتح یافتن بر فیل ، جشن وزن
 قمری آن فرخنده اختر برج اقبال (عالمگیر) که روز بیست و یکم خرداد
 مطابق روز جمعه دوم ذی حجه سال هزار چهل و دو (۱۰۴۲هـ) روداد
 . . . درین خجسته روز عشرت آموز بزم خاص انعقاد یافته ، رسم طرب
 عام شده بود . سایر معنی طرازان پارسی زبان از نثار و نظام، و همچنین جمیع
 سخنوران این کشور، قلابد قصاید غرا و مثنویات و عقود داستانهای منظومه
 و مرسلات رسائل منثوره ، در سلک نظم کشیده تا روز نشور زینت اعناق و
 صدور ابنای روزگار ساختند از جمله شعراء سعیدای گیلانی
 مخاطب به بییدل خان - که در فنون استعداد خاصه و در فن شاعری از کل

اهل روزگار امتیاز کلی دارد چنانچه حقیقتاً درین مراتب بى بدل عهد خود ست — داستانى رنگین در رشته نظم انتظام داده ، بعرض عالی رسانید و از تحسین طبع همایون محسن آمده . خود بزر موزون و کلام گوهر نظامش با عقد لای منضود مقرون گردید . و مبلغ پنجهزار رویه ، که در کفه ترازو وزن موازی او شده ، با هزار رویه دیگر که گنجور از روی دور ینى بحضور آورده بود ، بدو مرحمت شد (۱ : ۲۲۹)

طالب کلم نیز یک قصیده مشتمل بر همین داستان همان روز گذرانیده بود ، که در دیوانش (طبع تهران ص ۳۵۱) موجود هست .

قصیده سعیدای گیلانی هیچ جا بنظر نه گذشته . و قصیده قدسی در دیوان ثبت است و نسخه دستنویس آن در پشتو اکادمى پیشاور موجود است .

۱۱۱- سکه جیون لال

● خوانه عامره : احمد شاه ابدالی بار هفتم در سته خمس و سبعین و مائة الف عنان عزیمت بجانب هند معطوف داشت در نواحى سرهند یازدهم رجب سته خمس و سبعین و ماته و الف (۱۱۰۵ هـ) جنگ روداد . . . قریب بست هزار بت پرست را طعمه شمشیر خون آشام ساختند . . . تاریخ این فتح شاه درانی میر اولاد مجد دکام . . . چنین یافت :

حبدا فتح شاه درانی بر گرومى جهنمى لقبى
سال تاریخ فتح ، گفت دکا : مژده طرفه نصرتى عجبى

بعد فتح ، هفتم شعبان سال مذکور شاه . . . داخل لاهور گردید . . . نورالدین خان درانی را که — از بنى اهام اشرف الوزرا شاه ولیخان است — بر سر

سکجیون صوبه دار کشمیر معین کرد.

سکه جیون از قوم کهتری باشندۀ کابل است، در ابتدا متصدی اشرف الوزرا شاه ولی خان وزیر درانی بود. یکمرتبه شاه درانی او را برای وصول زر از کابل نزد معین الملک (میر منو حاکم لاهور) فرستاده بود. چون شاه در سنه سبع و ستین و مائه و الف (۱۱۶۷ هـ) عبدالله خان ایشک آقاسی را، از کابل برای تسخیر کشمیر روانه کرد، و او کشمیر را از صوبه دار جانب عالمگیر ثانی انتزاع نموده و عبدالله خان عرف خواجه ایشک را با فوجی از افغانه نائب گذاشت، دیوانی را به سکجیون مقرر کرد و خود برگشت.

بعد چندی، سکجیون سردار افغانه را کشت و خواجه ایشک را اول قید کرد پس از کشمیر بر آورد، و از عالمگیر ثانی بوساطت عماد الملک وزیر، قدری زر فرستاده فرمان صوبه داری بنام خود طلبید، و خطبه و سکه بنام عالمگیر ثانی کرد، و تمام صوبه را خالصه و چه جاگیرات منصبداران ضبط نمود.

مشارا الیه جوان خوشروی متصف باوصاف شایسته قریب الاسلام بود. جمیع مزارات بزرگان و باغات کشمیر را ترمیم نمود. و هر روز بعد فراغ از دیوانی، دو صد کس مسلمین را روبروی خود الوان و اطعمه میخوراند. و در هر ماهی دوازدهم و یازدهم، طعام نیاز پخته بمردم تقسیم مینمود. وارد و صادر را، چه درویش و چه غیر آن، در خور حال هرکس مراعاتی میکرد.

و در هر هفته یکبار مشاعره مقرر کرده بود. جمیع شعراء کشمیر حاضر میشدند و در آخر مجلس شیلانی میکشیدند. و پنج کس از شعرای نامی را که — باهر یکی ازینها ده ده کس از مستعدان کمکی معین کرده بود — امر فرمود که تاریخ کشمیر از ابتدای آبادی تا زمان او تحریر نمایند.

سر حلقه آن پنج کس، محمد توفیق بود که توفیق تخلص میکند و نام اصلی او لاله جو است، و بزبان کشمیر امروز در موزونان کشمیر نظیر ندارد. این مطلع ازوست :

تیرت از سینه من، دل زده آید بیرون همجو آنکس، که ز ماتم کده آید بیرون
دوم محمد علی خان متخلص بمتین صاحب تذکره — حیات الشعراء — پسر حسام‌الدین خان قوم مغل ساکن کشمیر که در سلک منصبداران پادشاهی انتظام دارد. میرزا قلندر برادر خورده متین گاهی قلندر و گاهی قنبر تخلص میکند صاحب یک لک بیت است.

سوم محمد علی ملقب به پنبه. نام دو کس معلوم نشد (۱).
آدم بر سر اصل مطلب. شاه درانی نورالدین خان مذکور را با فوجی از خپیل درانی و قزلباش و ایلات خراسان و جمعی از راجه کوهستان جمو، بتسخیر کشمیر تعین کرد. سکجیون فوجی را فرستاد که شعاب جبال را مضبوط کرده بمدافعه قیام نمایند، و اینان بعد حرب و ضرب بسیار غالب آمدند، و کشامره را از شعاب جبال برداشته، بسیاری را سر مشق تیغ جلادت ساختند، و در عقب آن بر سر شهر کشمیر شتافتند. سکجیون، با جمعی که همراه بودند، صف آرا گردید و حسب‌المقدور دست و پای زد. آخر کشامره قاب مقاومت نیاورده هزیمت یافتند، و سکجیون با اهل و عیال دستگیر گردید. شاه درانی بعد فتح، نورالدین خان را به نیابت کشمیر مأمور ساخت. مؤلف گوید :

کشمیر گرفت بار دیگر سلطان احمد بزور شمیر
فرمود زبان تیغ، تاریخ اوفتح نمود، باز کشمیر!

۱- محمد جان بیگ سامی و رحمت الله نوید و عبدالوهاب شائق و ملا راجح نیز شریک بودند و این تاریخ بر هفت تن قسمت شده بود. (نگارستان کشمیر ۲۲۲)

و در سنه سبعین و مائه و الف شاه درانی لوای عزیمت بجانب کابل
افراخت . (۱۱۶-۱۱۷)

● نگارستان کشمیر : راجه سکه جیون لال (از ۱۱۶۷ تا ۱۱۷۵ هـ)
هشت سال یک ماه بیست و هفت روز بحکومت کشمیر فائز بود . این
تاریخ است :

در هزار و یکصد و هفتاد و پنج گشت سکه جیون تبه با مال و گنج
(۲۲۲)

● صوفی : سکه جیون لال بعد از کور شدن پیش احمد شاه درانی
آورده شد و بحکم او کشته شد . دو سه ماه قبل از این واقعه ، سکه
جیون لال ، که طبیعت موزون داشت ، اشعار ذیل را سروده بود که دلیل است
بر احساسات وی :

چشم از وضع جهان ، پوشیده به	سر بسر احوال آن ، نادیده به
هر که چون من ، داشت جا ، بر فرق گل	عاقبت در خاک و خون غلطیده به
چند روزی غصود تماشا کرده ام	زین چمن گلهای عبرت چیده به
گر دمی شیرش ، دهد زهرت عوض	زین ، سیه مار جهان ، ترسیده به
باز اگر ، چشم جهان بینم ، دهندد	چون گدایان در بدر گردیده به
هر چند گفتم : نفس دلی را	باید نکردن ! نسا کردنی را
این نفس سرکش ، نشنید از من	تا دید آغز ، نسا دیدنی را

بعد از کشته شدن سکه جیون لال ، نورالدین خان مصلح الدوله
بامیزی استاندار کشمیر شد (۱) . (۳۰۹-۳۱۳)

۱۱۲- سلیم، محمد قلی قهرانی

● شاهجهان نامه: شاعر سلیم طبع سلیم نخلص. صحیح فکرت سالم فطرت. ولادت گاهش طهران است. و الیوم از منسوبان وزیر صاحب تدبیر اسلام خان (۱). در خیال انگیزی و ادا پردازی با شیرین گفتار خجند (۲) پهلو میزند. و هیچ بیتی از اشعار او، خالی از ادائی نیست. و در انگیزخت تشبیهات ید طولی دارد، و در پرداخت ایهامات دست تمام حاصل کرده. هزاران معانی عجیبه و غریبه از او پدیدار گشته. اگرچه کم گو است، اما پاکیزه گفتار است، و بسیار رنگین سخن.

ازین رهگذر که باعتقاد بعضی عزیزان، گاه گاهی فرزندان طبع بعضی عزیزان را — که یتیم مانده اند — به پسر خواندگی برمیدارد و در تربیت آنها کوشیده لباس فاخره میپوشاند، بر زبانها افتاده. و اکثر ارباب سخن در فرزندان معنوی او نیز سخن دارند، و گمان شان بلکه یقین آنست که، آنها نیز پسر خوانده اند، که ایشان را زبان داده.

بالجمله اکثر از ارباب این فن با وی بی اعتقاد اند، و زبان به بیغاره او میکشایند. و بجز جمعی که، آئینه دار انصاف اند و صورت و معنی را بوجه احسن شناخته، هیچ یکی از نیکوخیالان را باو اعتقاد نیست. از اشعار آبدار او این چند بیت ایراد مییابد:

تنها، نه همین زلف تو، بسیار دراز است مژگان تو، هم چون شب بیمار، دراز است (۳)

۱- رک: تحت سرو آزاد.

۲- غالباً مقصود از کمال خجندی ست.

۳- تذکره نصرآبادی، کلمات الشمرای، تذکره شمرای متقدمین، تاریخ اعظمی، تذکره حسینی، نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

در خواب حیف باشد، چشمی که خوش نگاه است
 بر من نظاره گل، دیدار قرض خواه است
 ابر بر روی هوا دود چراغان گل است (۱)
 نامت نمی برم، که دلم گوش میکند (۱)
 آئینه هرچه دید، قراموش میکند (۲)
 بر سرم آمد، ولی بسیار زود، از من گذشت
 صورت آئینه را، نقاش کی پرواز کرد
 گر لب غنچه کشائی سخن آید پیرون
 چون حسابم نفس از پیرهن آید پیرون
 (۴۱۱-۴۱۲)

حاجت بگل ندارد، آن گل که کج کلاه است
 تا وجه می نباشد، نثوان سوی چمن رفت
 فوهار است، و چمن در پی، سامان گل است
 رشکم، ز گفتگوی تو، خاموش میکند
 نیک و بد زمانه، برون کرده ام، ز دل
 دولت تیزی که میگویند شمشیر تو بود
 جوهر ذاقی ندارد، احتیاج تربیت
 درغمت، فاله مرغ چمن، آید پیرون
 از وجود اثر، از بسکه ضعیفی نگذاشت

● تذکره نصرآبادی: محمد قلی، سلیم تخلص، از طهران است، من
 اعمال ری. طبعش لطیف و سلیقه اش درغایت لطافت انگیز است، مدتی
 با ملا واصبا و ملا صبحی با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان میبود. چنانچه
 در آنجا تأهل بهم رسانیده پسری ازو متولد شده. مشهور است که
 — مثنوی در تعریف لاهیجان — گفته، در هند که رفت، همان مثنوی را
 باسم کشمیر کرد.

غرضکه روانه هند شد و در خدمت اسلام خان وزیر اعظم قرب
 بهم رسانیده، در مدح او شعر بسیار گفته. اگرچه شهرتی در اخذ معنی مردم
 دارد، اما معانی غریب و لطیف هم زاده طبع خود دارد. چنین مسموع
 شد که بدخو بوده، و لطیفه های بیجا بیشتر از او سر میزد. چنانچه از
 راه شیراز روانه هند میشد، میرزا ابوالحسن او را بخدمت امام قلی خان برد،
 با اینکه تنباکو قرق بود، خان فرمود که: از برای او قلیان آوردند. آن

۱- کلمات الشعراء و تذکره شعرای متقدمین و تذکره حسینی و نتائج الافکار دارد.

۲- ریاض الشعراء و نتائج الافکار دارد.

قلیانچی بزرگ جثه بود. سلیمان فرمود که: در خانه بکد خدای ماند
 همه چیز! چون خان قوی جثه بود ازین حرف آزرده شد. دیگر توجهی
 باو نکرد. میرزا ابوالحسن خجل شد. باوجود این نواب صاحب همت
 بود، پنج تومان و خلعت سراپا باو شفقت کرده. روانه هند شد. بر مجموعه
 ملا قدرتی شعری نوشته بود، تاریخ آن سنه (۱۰۵۲هـ) بود. گویا در
 سنه (۱۰۵۷هـ) فوت شده. شعرش اینست:

تعریف راه کشمیر

رهی، برپای دل زنجیر اندوه رهی، همچون صدا پچیده در کوه (۱)
 سر تپش، بناف آسمان است شکم دزدیدن افلاک، از آنست (۲)

صفت شخصی

کشد شمشیر چون بر خصم خود کام زره ریزد عرق وارش ز اندام (۲)
 سرافتاد از جهان در عیش آزار چو سبزه پسای تا سر مهره شد مار (۲)
 ز شمشیر پاد اگر آرد پیاله بسوزد می، در آن چون داغ لاله (۲)
 گذر میکرد از شصت کمان گیر ز صد دل همچو تار سبزه یک تیر

مذمت اسب

کنند عمری ز ضعف و ناتوانانی بسبک جو، همچو نرگس زانداگانی (۲)
 پی درپوزه رفتار پیوست گرفته از سم خود کاسه در دست (۲)

صفت قحط

بستانه. هر که بوشد میهمان را خورد، در آستین چون فیل، نان را
 بصد تلخی چو دریا، کدخدائی بسجوش آورده دیگ شوربائی

مذمت شخصی

خاصه ام، بر خلاف عادت خویش سفلۀ را کشیده است پیش

۱- جنگ خطی دارد.

۲- ریاض الشعراء دارد.

هدهدو پشه فرو بستگ انگشت
خشک و پزخوار چون عصای کلیم
پنجه او بر او دم ماهیست
زنگه بنا کاسه نسبتی دارد
برده گوی کلاه او را آب
خام در دیگ محمه چون بنفرا
از سرش غلیبه کشته غلیبه کدو
دشمن لنگ بره همچون گرگ
مرغش از پنجه در قفس دارد
شیر دان داده جای پستانش
دشمن صد هزار خانه شود
بسگ پاچه گیر میماند

میبرد ویت ناخنک در مشت
همه تن، ضعف و مضطرب از بیم
هر کجا قاب خوشک راهیست
جوع هر گه گلویش افشارد
میدود بسکه بر قفای حباب
افگند نان همیشه بی پروا
میبرد سر پکاسه بسکه فرو
صحن ماهیچه را غنوم بزرگ
بطعمای که دست رس دارد
دایه در کودکی بدامانش
پی کپیا چو او روانه شود
سوی پاچه چو گوش خواباند

قصیده

بمدل او که ، بآفاق باد ارزانی
نهنگ چون کشف از ورطه‌های طوفانی
چو معنی آمده بیرون علی ز بیت الله

زبسکه دست حوادث ، شد از جهان کوتاه
سفینه را ، سوی ساحل به پشت خویش برد
غرض ز بیت ، بغیر از ظهور معنی نیست

تعریف خط شخصی

چو صفر، حسن خطش دل برد ز نقطه خال

بروی صفحه گزارد چو کلک مشک آلوده

تعریف مو

که واژگونه ببر کرده پوستین سمور
نهد بحرف من از خصم بی وقار انگشت (۱)
نهند بر دم شمیر آیدار انگشت (۱)
وقت خفتن هرچه اندیشد همان بیند بخواب
نشان خانه زنجور میدهد جوشن

ز بس ملایمت خسار پشت پنداری
بمعنی سخن نا رسیده نیست عجب
مقرر است که از بهر امتحان اول
در بهشتم بد مرگ از یادگوی او که کس
ز بس ز قیر تو پیکان دراست بر تن خصم

غزلیات

همچون کمان حلقه یکی کن دوخانه را (۲)

تا چند دیر و کعبه سخوان این فسانه را

۱- آتشکده و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد .

۲- سرو آزاد و شمع انجمن دارد .

برای قفسل جنون پرده بیابان را
 همچو نخل موم، با ما، ریشه در خاک نیست
 همچو کشتی گیر، دریائی سلاح جنگ ماست
 که باده آتش سوزان و کاسه چوبین است (۱)
 ز سگ، خلاص نگردید تا گدا نشست
 نشاید آئینه آب را، بموم گرفت
 یک کس درون نیامده و خانه پر شده است
 چون رگ لعل ز دانا رگ گردن عیب است (۲)
 راه پل دور است میباید مرا بر آب زد
 چون طفل خورد سال، که گریان بخواب شد
 اهل دریا، همه محتاج بآب نهرند
 گرد هر قطره چون دانه فار استخوان دارد
 یک سرمه دان شراب مرا مت میکند (۳)
 مرهم داغ دلم، برق سیاهی باشد
 بحر را، موج نه از جنبش ماهی، باشد
 چون قبضه کمان دل من درمیانه ماند
 همچون نشان دود بدیسوار خانه ماند
 از فمد آئینه ام، چون آب بیرون میرود (۴)
 چو گوش کر مشنوی، تا سخن بلند نباشد
 صد زبان چون جمع شد، یک گوش گردد همچو گل
 چسبون آب روان، بسایه گل
 من اندر راست گوی روی پیغمبر نمیبینم (۵)
 بگلوی شیشه می، نرود شراب، بیتو (۶)

بفکر عشق بنازم، که خوب پیدا کرد
 گر زمین، از جا رود، آزادگان را پاک نیست
 مفرو خفتان بمیدان محبت ننگ ماست
 گدای کسوی خراباتم و غم اینست
 بگوشه بنشین و ز نفس این شو
 ملایت، دل بیتاب را، چه سود دهد
 دل از هوای صحبت جانانه، پر شده است
 جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است
 تیغ او، پیش از اجل، میسازم از غم خلاص
 با چشم تو، بیاد تو، رفیقم زین جهان
 در صفاهان، نتوان پی می شیرازی، بود
 شکست پیکرم، از اشک خونین میشود ظاهر
 چشم توام، ز هوش تهی دست میکند
 سایه بخت مرا، افسر شاهی باشد
 فتنه دور جهان، نیست بتحریر کسی
 از دیرو کعبه، تا بدو جانب دوخانه ماند
 رفتم ازین خرابه و از ضعف سایه ام
 بر نمیتابد، تن آزادگان، بار لباس
 مرا معانی کوتاه، دلپسند نباشد
 از سخن بهتر که، کس خاموش گردد همچو گل
 عمرم همه، در خیال او، رفت
 میان یوسف و معشوق ما، نسبت نمیگنجد
 نخورند در گلستان، گل و لاله آب، بیتو

۱- کلمات الشعراء و تاریخ اعظمی دارد.

۲- سرو آزاد و شمع انجمن دارد.

۳- ریاض الشعراء و سرو آزاد دارد.

۴- ریاض الشعراء.

۵- ریاض الشعراء و مجمع النفائس دارد.

۶- مجمع النفائس دارد.

رباعی

مهری بدلم چو نور در باصرة شوری بسم چو دود در محمرة
در بزم زمانه بی نوایم ای کاش مطرب ز برای من کشد دالره (۱)
(۲۲۰-۲۲۷)

● کلمات الشعراء: سلیم ، محمد قلی سلیم در زمان شاهجهان (۳۷-۵۱۰۶۸)
از ولایت بهند آمده . داد خوش خیالی و معنی یابی داده . در ملازمت
اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید . اشعار خوب دارد :

دل چون شد گرم زمی ، جلوه معشوق کند	ماهی موم ، باتش چو رسد ، آب شود (۲)
در تلاش سوختن ، چون کاغذ آتش زده	داغهای سینه ام ، بام بجنگ افتاده است (۳)
توان ، از دانه های سبزه ، دانست	که دلها را ، بدلها هست راهی (۲)
بسته کمر کنیم ، از قبضه کمان او	در کشتن من تیفش ، افتاد سبک پهلوی (۴)
بیماری چشمش را ، تعویذ چو بنویسند	از پرده چشم آرند ، خوبان ورق آمو (۵)
بمیش آباد هندستان ، غم پیری نمیباشد	که مو، نتواند از شرم کمرها ، سد سفید اینجا (۶)

(۷۶ -)

● تاریخ اعظمی : محمد قلی سلیم ، در زمان شاهجهان از ولایت بهند آمده .
و از خوش خیالی و معنی یابی ، داد سخنوری داده . در ملازمت اسلام خان
وزیر اعظم میگذرانید ، و شعرهای خوب برجسته و فکرهای دست بسته ،
بر منصفه ظهور میرساند . از انجمله است . بیت :

کمتر نیم ، از قیصر و فقور ، که من در هند سیه بختی خود ، شاه سلیم

- ۱- ریاض الشعراء دارد .
- ۲- تاریخ اعظمی و تذکره شرای متقدمین .
- ۳- تذکره حسینی و تاریخ اعظمی و تذکره شرای متقدمین و شمع انجمن دارد .
- ۴- تاریخ اعظمی دارد .
- ۵- تاریخ اعظمی و تذکره شرای متقدمین و مجمع النفائس دارد .
- ۶- تذکره حسینی و تاریخ اعظمی و تذکره شرای متقدمین دارد .

مثنوی قضا و قدر (۱) را بسیار بتلاش گفته است ، و گوهرهای معانی خوشاب در آن سفته . زبان زد اصحاب کمال و سند ارباب خیال است .

۱- مثنوی قضا و قدر در تهران چاپ شده است و به این عنوان شعرای دیگر نیز مثنویات سروده اند بقرار ذیل است :

(۱) مثنوی قضا و قدر : از نورالله ضیا اصفهانی (معهده شاه عباس ۹۰۶-۹۳۰ هـ)

شنیدم روزی از بیخور و خوابی .

(۲) مثنوی قضا و قدر : از محمد سلیم تهرانی (متوفی ۱۰۵۷ هـ)

شنیدم روزی از خوننابه نوشی

چو گل ، از پاره تن خرقه پوشی

(۳) مثنوی قضا و قدر : طالب آملی (متوفی ۱۰۳۶ هـ)

شنیدم روزی از طرز آشنائی

عروس نکسته را برقمه کشائی

(۴) مثنوی قضا و قدر : از حکیم رکنای کاشی (متوفی ۱۰۶۶ هـ)

شنیدم روزی از پاکسوزه رانی

سرای عاریت را کد خدائی

(۵) مثنوی قضا و قدر : میر یحیی کاشی (متوفی ۱۰۷۴ هـ)

بخفت ایستکه رفته روزگارت

(۶) مثنوی قضا و قدر : محمد علی تسلیم (قبل ۱۰۷۷ هـ)

شنیدم روزی از خوننابه نوشی

(۷) مثنوی قضا و قدر : نا معلوم (قبل ۱۰۷۷ هـ)

شنیدم روزی از رعنا جوانی

(۸) مثنوی قضا و قدر : از تمکین (بعد از سلیم)

شنیدم روزی از دانش پژوهی

ز امواج سخن از ره شکوهی

(۹) مثنوی قضا و قدر : از عطار یزدی (قبل ۱۰۷۷ هـ)

چمن پیرای گلزار حکایت

بتقریب رفاقت بعضی امراء به کشمیر آمد و چون طبع سلیمش مستقیم شد، و از عالم فانی رحلت گزید، در صفت شعرای ماقدم (۱) مدفون گردید.

● تذکره شعرای متقدمین: محمد قلی سلیم، در زمان شاهجهان از ولایت بهمند آمده. داد خوش خیالی و معنی یابی داد. در خدمت اسلام خان وزیر اعظم میگذراند. شعرهای خوب دارد. (هشت شعر دارد ص ۴۲)

(۱۰) مثنوی قضا و قدر: از امیر بیگ واله
(۱۱) مثنوی قضا و قدر: از عابد (قبل ۱۱۲۱ هـ)

حکیمی از خردمندان حاذق
صحیح القول همچون صبح صادق
(۱۲) مثنوی قضا و قدر: از ملا سعید اشرف مازندرانی (۱۱۲۶ هـ)

شنیدم روزی از روشن روانی
چو گل، نازک خیال خرده خوابی
(۱۳) مثنوی قضا و قدر: از محمد افضل سرخوش (متوفی ۱۱۲۷ هـ)
(۱۴) مثنوی قضا و قدر: از میر سید محمد جعفر رومی (متوفی ۱۱۵۲ هـ)

شنیدم روزی از آتش فروشی
چو شمع از اشک حیران خرقه پوشی
(۱۵) مثنوی قضا و قدر: از مرزا علی نقی خان نقی لاهوری
شایسته ثنا است زان یگانه
دارد همه چیز در خزانہ (مطبوعه ۱۲۸۳ هـ)

(۱۶) مثنوی قضا و قدر: از نکهت شیرازی (قبل ۱۱۶۷ هـ)
(۱۷) مثنوی قضا و قدر: از علی شیر قانع توتی (متوفی ۱۲۰۳ هـ)

شنیدم روزی از آزاد مردی
پسای بیخودی صحرا نوردی
(۱۸) مثنوی قضا و قدر: از میر علی رضا تجلی

(اقتباس از مقدمه مثنویات و قصائد قانع توتی مرتبه نگارنده)

۱- مقصود از مقبره الشعراء است که اکنون هیچ نشان از او باقی نمانده است.

● ریاض الشعراء: مجد قلی سلیم، گویند طهرانی بوده. و در زمان شاهجهان پادشاه بهند آمده.

پادشاه تفحص احوال او را از ابو طالب کلیم فرموده. وی بعرض رسانید که: شاعر خوبست لیکن کم مایه است، و دلیلش اینکه، مثنوی در تعریف گیلان گفته بود، و در آنجا مثنوی را بنام کشمیر کرده است. اگر مایه در بوده مثنوی دیگر گفته. لهذا پادشاه تفقدی که بایست باحوالش فرموده. طبع سلیم از حرکت کلیم رنجید. چنانچه در غزل کنایه به ابو طالب گفته است:

بریده بود از آن طور پای همت من که گر عروج کند کار من کلیم شوم
بعد از آن، ترک آمد و شد از دربار شاهی نموده، در رفاقت و مصاحبت اسلام خان وزیر اعظم بسر میکرد که در دکن فوت شده و در برهانپور مدفون است. (۱)

گویند در اخذ معانی مردم ید طولی داشته، اما خود هم مضامین برجسته بسیار دارد. و در هنگام تحریر این اوراق دیوانش نظر نبود، که انتخابی از آن بنویسد، باین چند بیت که در خاطر بود اکتفا کرد:

بصورت تو، بتی کمتر آفریده خدا	ترا کشیده و دست از قلم کشیده خدا (۲)
ز شوق کرده ام از بسکه دست و پا را گم	عنان کجاست، نمیدانم و رکاب کجا
درین کشور چه میپرسی عروسی حسن سرکش را	که با شمشیر چوین میکشد اطفال آتش را
نمیکشد بچمن طبع پر غرور مرا	شراب میکشد آنجا گهی بزور مرا (۳)
ز شادی نیست دل منزل قرارم	که قاصد یار را در راه دیده است

۱- رک: تحت صف ابراهیم.

۲- تذکره حسینی و نتائج الافکار دارد.

۳- نتائج الافکار دارد.

تیغ ترا ز دیده من آب داده اند
 این طاق ابرویی که بحراب داده اند
 فتنه را شاگردی مژگان او، استاد کرد (۱)
 نوبت ها، عجب که درین آسیا رسد
 اگر خاموش میگردد چو آتش چوب میخواهد
 هرکه خواهد، ز دل مرغ چمن، خار کشد
 همچو چشم آشنا، کز آشنا روشن شود
 به بلبل، میدم گل را، اگر در دست من باشد
 کجاست خم که ز دست سبو نمی آید
 شاید، ای شیخ! که حق بر طرف او، باشد
 گره غنچه کشادیم درو بوی تو بود (۲)
 بگذارید، به بینم! ز کجا می آید
 ولی چه سود، اسیران نگاه میخوانند
 چو مفلسی، که بسودای کیمیا افتد (۱)
 چو سبزه که، بجای بلند میروید
 گفت: این بدبخت مشق عشق بازی میکند (۳)
 که از دل در بغل سنگی ندارد
 سلیم از ما کسی رنگی ندارد
 آئینه بدست است ترا آه نگهدار
 از لاله بچین برگی و همراه نگهدار
 آفرین گویند، بر هر زخم تیر یکدگر (۴)
 (چهارده بیت دیگر دارد)

خواهد بهانه، در پی خون ریختن مگر
 قطع نظر ز طاعت حق سجده کرده نیست
 گلستان را سرو نوخیز قدش، آباد کرد
 دور فلک، بکام حریفان دیگر است
 کسی را در فغان و ناله چون محبوب میخواهد
 ناخنی بایدهش از برگ گل آورده بچنگ
 لاله هرجا که بیند داغ ما، روشن شود
 بمشوق کسی، هرگز ندارم ذوق آمیزش
 خمار همچو من در شکستن آسان نیست
 برهنه را، ز پرستیدن بت، منع مکن
 آنچه در پرده گل، بود نهان، روی تو بود
 دوستان! میروم از خود که، صبا می آید
 ز ناز و غمزه، در آن چشم، هر چه خواهی هست
 بفکر وصل تو، شد صرف حاصل عمرم
 نصیب من، دم آبی نشد، ز حسنت من
 گرم آتشبازیم، چون دید در طفل، پدر
 برای شیشه من، هیچکس نیست
 بخون ما نگردد تیغ رنگین
 پر شکوه مکن، خاطر آن ماه نگهدار
 بیداغ برون رفتن ازین باغ، شگون نیست
 گلرخان، بینند هر که، بر اسیر یکدگر

● تذکره حسینی: سلیم، طهرانی. شاعر مستقیم بوده. اما بعضی لطیفه
 بیجا نیز ازو سر میزده. چون از راه شیراز روانه هند شد، میرزا ابوالحسن

۱- نتایج الافکار دارد.

۲- مجمع النفائس و نتایج الافکار دارد.

۳- مجمع النفائس و مرآة آفتاب نها دارد.

۴- مجمع النفائس دارد.

ویرا بخدمت امام قلی خان برد. با آنکه تنباکو قرق بود، خان مشاراً الیه فرمود تا قلیان برای وی آورند. اتفاقاً قلیانچی جسد بزرگ داشت. سلیم گفت: از خانه بکمتخدای ماند همه چیز! چون خان مومی الیه نیز قوی جسد بود، آزرده خاطر شد، و دیگر توجهی نکرد. با این همه از نقد و جنس رعایت کرد. سلیم از آنجا راهی هند شد و رسید.

دیوانش تخمیناً بیست هزار بیت بوده باشد، بسیار معانیهای تازه یافته. فقیر پانصد بیت ازو انتخاب برداشته در این جا باین چند بیت ازو اکتفا نموده می آید:

که احتیاج شگرف است شیر مادر را ز شمع پرس که، چون تاج میخورد سر را نماز بود، در و کار، دست بسته ما (۱) عقیق آسا بآب انداخت انوار سحیلی را بیاض دیده ما، پر ز خط یاران است که آفتاب قیامت، ستاره صبح است میدهند، آنچه کریبان بگدا، دشنام است چون به بینند ترا نام خدا میگویند (۲) بر اهل فتنه عید است روزیکه جنگ باشد (پنج بیت دیگر دارد ص ۱۵۶)	شراب نقل نخواهد، بگیر ساغر را سر برهنه خورشید را، روانی نیست نشد درست بهندوستان شکسته ما ز بس افسانه لعلش، جهان را دلنشین افتاد بخط رسانده بسی، عشق ما نکویان را شب وصال اگر روز کرده ای دانی ره و رسم کرم، از دور بر افتاده، سلیم! بت پرستان ز کمال تو که داری در حسن افلاک در شمارند از کینه جوی حق

● مجمع النفائس: محمد قلی سلیم، استاد محمد قلی سلیم از طهران ری است. طبعش بسیار لطیف و سلیقه شعرش در غایت درستی. مدتی او و ملا واصب قندهاری (۳) و ملا صبحی با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان بود.

۱- مجمع النفائس و شمع انجمن دارد.

۲- شمع انجمن دارد.

۳- رک: تحت واصب قندهاری در تذکره شمرای کشمیر محمد اصلح تحت شماره (۲۸۳).

چنانچه در آن جا تأهل کرده و ازو پرسی شده . از آن جا بهند آمده . مثنوی که در تعریف کشمیر گفته ، بعضی گویند در وصف لاهیجان گفته بود و آخر بنام کشمیر کرد . غرض که تا آخر عمر در خدمت اسلام خان وزیر اعظم هندوستان بوده . و در مدح او شعر بسیار گفته و صلات گران مند یافته . نصرآبادی گوید : اگرچه در اخلاص معانی مردم شهرتی دارد ، اما معانی غریب لطیف هم زاده طبع دارد . فقیر آرزو گوید : که این نسبت یعنی سرقه از جهت تلاش معانی تازه و مضامین غریب است ، و تنها این بیچاره بدین مبتلا نیست . بسا کس بدین بلا گرفتار شده اند . گواه عدم سرقه او پیدا کردن ، معانی و مضامین نو است . زیرا که هر کس این قدر داشته باشد که چشم بر مضمون دیگران هرگز ندوزد . چه بستن معنی گذشتگان از عالم خوردهن میسته است ، که مکروه طبع و شرع اهل غیرت است . و طرفه تر آنکه محمد قلی سلیم نهمت سرقه مضامین خود بر میرزا صائب بسته ، و حالانکه طفرائی مشهدی در حق سلیم گفته : کهنه دزد شاعران یعنی سلیم ! آری هر کرا تلاش بوی معنی و تازگی مضمون است ، از جهت اتفاق طبائع نوارد بسیار واقع شود . درین صورت کم فرصتان بیدرد نسبت دزدی و اخلاص کنند .

بهر حال ، سلیم گویند بسیار بدخو بود و لطیفه های بیجا ازو سر بر میزد و چنانچه ایامی که از راه شیراز عازم هند بود ، و در شیراز عزیزی او را بخدمت امام قلی خان برد ، با آنکه تنباکو قرق بود ، خسان فرمود که برای سلیم غلیان آورند . اتفاقاً غلیان چی بزرگ جسته بود سلیم گفت :

در خانه نگیند ای مالد همه چیز چون خان قوی جسته و مرطوب بود

ازین حرف آزرده شد ، دیگر ترجمی باو نکرد . و باوجود آن ،

قدری زر و خلعت سراپا باو بخشیده . و او روانه هند گردیده . قبر او در کشمیر است پهلوی قبر قدسی و کلیم .

فقیر مدتیست که تتبع دیوان غزل بلاغت بیانش در پیش دارد . بسبب قلت فرصت گاهگاهی میگوید . و الا دیوان شفیعای اثر را در چند ماه جواب گفته بود . و درینولا انتخاب کلیات سلیم نوشته می آید :

بخاک ریخته ابر ، آبروی دریا را
زدست خود ، نگذاری تذرو مینا را
دام پندارد ، ز شوق او ، کبوتر خانه را
ترجمان داری نهی گر بر زمین پیمانه را
میزند اکنون ، بچوب گل من دهبانه را
کاغذ بادی بکف ، هر طفل از مکتوب ما
بلبلان را چه بسائی شده دیوانه ما
من بلبل غریبم ، این باغ و بوستان را
ز انتظار او ، غبار آورد چشم دام ما
تسا کلید بخت بکشاید در زندان ما
که نام نیست در آن خاتم سلیمان را
همه از چشمه دام ، آب خورد ریشه ما
کنم چون مرغ پیغمبر ، زیارت شاخ سنبل را
ناله مرغ سحر بانگ نماز است مرا
چاره عریانی بود ، این خاک دامنگیر را
کز قفس بیرون نمیخواهم فغان خویش را
مشت خاک قابلم گر میکنی آدم مرا
بزیر پای نهی ، تخت پادشاهی را
چون ریگ روان تشنگی همسفران را
چون شهیدان سر ما بالش زیر سر ما
کند آن کسی که نسبت بگل بهشت ما را
دل خوش جهان نه بیند ، که چنین سرشت ما را
که از بهار نکردند باخبر ما را
ز تن کناره کنند چون علم لباس مرا

بگریه ، دیده از دل ، کریم تر دارم
گریز پاست ، نشاط جهان ، درین گلشن
دلگیری را ، تماشا کن که ، مرغ نامه بر
کار بر قانون ساقی کن ، در ایام بهار
آنکه گل بر من نمیزد ، پیش ازین از دوستی
رفته ایم از یاد یاران ، گرچه دارد در وطن
چوب گل ، بهر دوا در همه گلزار نماند
نی الفتی بمرغان ، نی رغبتی بافغان
تا یکی ، آن آهوی وحشی نگرود ، رام ما
چون کهن سالان برون آرد مگر دندان تو
به پیش باده فروش ، آن قدر گرد جمعست
سبزه دانه نخچیر گد عنقائیم
نگاه باغبانم ، میپرستم لاله و گل را
نیست چون شاخ گلم ، مانع طاعت مستی
از طلسم ، هند آزادی تجرد میدهد
کی بدام آرم ، هوای آشیان خویش را
ای که ! دست قدرت ، هم پنجه دست خداست
گدای میکده ، آرد فرو ، پوشیشه ز طاق
مارا غم خود نیست ، ولی چند توان دید
در سرکوی تو شب ، خاک بود بستر ما
ز کجا شنیده یا رب ! که غبار کوی یادم
نه سر نوای بلبل ، نه دماغ نکبت گل
ز بلبلان گلستان ، کلیم صد فریاد
ز بسکه ، جامه دریدم بمشق و رسوائی

عشق تراء، چو جامه فرسوده ایم ما
 پند پند بهمشق چو نشوده ایم ما
 وگر نه مست کجا، رغبت کباب کجا
 تبت واژون شود نقش نگین، جمشید را
 چو کرد پاد بمن شد حواله در صحرا
 نیم غلام که خوانند هوشیار مرا
 تا چند بهالم، تو زنی آتش و من آب
 بخاک برد غم گنج آرزوی شراب
 از در مسجد طلب نان، از در میخانه آب
 که بگذارند یوسف را بهمعقوب
 همچو برگ گل مرا، در پرده دل اضطراب
 مرا صد مصلحت در مرگ، همچون خواب سهاد است
 که طفلان هرچه میگویند فالست
 گوش ما بسر آخر افسانه است
 بر لب من، قفل آتش خانه است
 مدتی در هند بود، آخر پریشان باز گشت
 بند و زنجیرم، چو فیل مست، همراه مست
 که جان، عزیز ترا چون، چراغ بیوه زلست
 ساده لوحی بین که باور کرده است
 مجنون ز بسرای او، هلاکت
 روز آخر، یار ما با ما، چو روز اول است
 می آید از دهان تو، بوی پیاز خبث
 که چون میان دو مصرع میان ندارد هیچ
 در کشتن ما، حاجت شمیر نباشد
 پرسد، ز فروشنده، که این پیر نباشد
 روزی خود را، چرا باید باین امساک خورد
 از کف پیمانه را کافر گرفت و پاک خورد
 پیر میخانه که خوش باشد اگر جا باشد
 بگذارید که، در صومعه، تنها باشد
 حیف باشد که نباشی تو و دنیا باشد
 که تند و تلخ چو دور پیاله میگذرد

مارا، بمدهای غمت، آفریده اند
 از گفتگوی ناصح بیگانه، سود نیست
 اشاره است که از بساده سیر نتوان شد
 بخت چون برگشت در دفع کلاه سروری
 اثر نبود ز مجنون، که دشت پیدایی
 خوشم که، کرد بستی زمانه، مشهورم
 در دیده، ندارم دگر ای عهد شکن آب
 سلیم! چیز دگر جای می نمیگیرد
 در بدر افتاده رزق پریشانی، سلیم
 گروهی نیستند اینشای عالم
 از سر کوی تو، چون آید صبا، پیدا شود
 پس از مردن، مگر افتد گذار او، بخاک من
 سلیم! اشکم نوید وصل او، داد
 راز عالم را بهپایان کس نبرد
 در محبت مهر خاموشی، سلیم!
 از خم زلفش، دلم با آه و فغان، بازگشت
 نیست آزادی نصیب من، که هر جا میروم
 چگونه، در صف مردان عشق، پای نمی
 پیش زاهد، توبه کردم از شراب
 لیل هر چند آن قدر نیست
 عشق را آغاز و انجامی، نمیباشد، سلیم!
 نزدیک تو فرشته نگردد، بزیر خاک
 چه دست بر کمرش بردن و چه خمیازه
 آئینه بکف گیر، که از رشک بهمیریم
 افسوس جوانی که خرد هر که ستوری
 در تمام عمر زاهد، روزه نتوان داشتن
 جرعه گفتم مگر صوفی ازان خواهد کشید
 محتسب، چون بدر میکند آید، گوید:
 شیخ حیف است، که در حلقه مستان آید
 آفتابی تو و عالم بوجود تو خوشست
 ز چیست این همه تعجیل عمر حیرانم

هر طرف ، دیوانه زنجیر خود را ، بگسلد
 نمود مرگ هیچکس از بیم جان مرا
 قدمگاه قدح نوشان ، سرمست ست زان دائم
 محضردائم ، بر سر کوی مغان ، چون روزگار
 پای بوس تو ، کسی را که ، میسر باشد
 یار ما ، با همه جهان ، یکرو است
 چنان نوشته ام از پیخودی ، بنامه شوق
 در چمن ، دوش صبا ، بوی تو سودا میگرد
 سروقد تو ز بیرون ، چو خرامان بگذشت
 نستوان کام بزور از لب معشوق گرفت
 گوشت گیری چو من ، ایام ندیده ست کجا
 آنچه در حوصله گنجد بطلب گر موسی
 بیا زاهد که در ساغر شراپی هست مستان را
 بزاهد ، جام می را چون توان دادن ، ستم باشد
 هما سلیم مرا خشک و ناتوان دیده است
 معذوم اگر داغ جنون ، بر سر من نیست
 گریزش چون توان ، گسستن ، لثیمست !
 مستاده هر طرف خیال برویش
 ز عکس ماه و موج آب ، در شبها ، بجوش آیم
 همچون سپند دانه ما ، آه میکشد
 سلیم ! این قدر از توبه تو ، مه دالم
 آن خسته دلانم ، که ویرانی ما را
 کدام فیض ، که در محفل محبت ، نیست
 چو از برون چمن ، بگذری همه گلها !
 هر که میخواهد ، به تنهای کند شهرت سلیم
 مریض عشقم و دائم اجل به بالینم
 درد ما خسته دلان ، تن بسد او ندهد
 دائم شریک عشرت این بناغ بوده ایم
 می حرام محسوب بادا ، که بی ما میخورد
 از پریشانی ، نباشد اضطراب عاشقان
 دیده بودی هرگز ای زاهد ! می گلگون بخواب

گر چو ماه نو کند ابرو بایمان بلند
 اوقات عمر من ، همه چون روز جنگ بود
 چراغ لاله در شبها ، بپای خاک میسوزد
 جاهلان را ، آورد در مجلس و کامل برد
 یا رب ! آن را ز کجا تا بکجا میبوسد
 شمع را ، پشت و رو ، نسیم باشد
 خدا کند که ، بدست نگار من ، نرسد
 گل بکف داشت ز او غنچه غره را میگرد
 چمن از رخسار دیوار تنها میگرد
 گر میسر شدی این کار زلیخا میگرد
 آنکه دائم هوس صحبت عشقا میگرد
 زود بسپوش نمیکشت تنها میگرد
 که کوثر ، آب نتواند بدست خاک او ریزد
 که بعد از مرگ هم کس جرعه برخاک او ریزد
 هنوز لذت این استخوان نهداده
 گل ، بر سر مسالم زندگان ، غصوب نباشد
 گنه را ، هر که نتوانست بخشید
 بر لگ لفظه ها بر حرف خورشید
 که پنداری بت من ، چهره زرتار میبچد
 هر جا حادث ابر بسیاری بلند شد
 که از دهان تو ، بوی شراب ، می آید
 همسایه دیوار بدیوار ندانند
 چراغ کشفه این انجمن شهید بود
 پس نظاره ، بسالای شاخسار رولند
 همچو علق ، دخل در کار خدائی میکند
 نشسته و مسکس از من بخواب میراند
 صندل آن به که ، دگر درد سر ما ندهد
 گلشن کنون به بلبل تنها نمیرسد
 دارد آب زندگی چون غصه و تنها میخورد
 شعله گر لرزد ، نه پنداری که ، سرما میخورد
 هر که با ما میشود همراه این ها میخورد

ز قمری کن که در گلشن لباس گلشنی دارد
گر چه سرو است، ولی عادت طوبی دارد
در کنار بام، سستی چون کبوتر میکند
پرویز خود گذشت اگر تپشه بگذرد
چشم من از طبعانچه مژگان کبود شد
بیشتر دستار اینجا از سرگل میبرد
سیر چمن نصیب همه دوستان شود
که میفروش گردد و گه باغبان شود
خوش آن شراب که، در خانه کریم خوردند
آتش له خوری کسه آب دارد
که پسر لب کند اینجا و پدر میارزد
که هست هر که در شکوه از فلک دارد
گفت: این گل کدو ز کجا آب میخورد
که جای در دل مردم کسی بزور کنند
هر که دارد تیر و شمشیری بدشمن میدهد
چون لاجورد، سوده بود، خاک من کبود
کلید میبکشد را نیز، باغبان دارد
گل این باغ نبوی که، جنون می آرد
مرغ ما خورده ز پا رفته برون می آرد
که سر از کوچه زنجیر برون می آرد
که از قبیله ما، هر که بود، مجنون شد
نیفتد بر کناری تا خریق بحر جان دارد
لشندیم که برد دل ز کسی سوی سفید
ز شاه زلف او، هندوی ترکش بسته را ماند
بلبل از پرواز اگر بنشست رنگ گل پرید
بسارخانه غمل که خواب میبافد
ترجمت بسحالت ورق چسب بر گردد
بیمزه چون آب ایران بی نمک چون نان هند
هر جا که فتنه ایست، ازو آشکار شد
چو میفروش، که همسایه حس باشد
تاگ تا از دودمان خود بار دختر نداد

غلط انداز شد در عاشقی، تحصیل این معنی
خانه نیست، که بی سایه قدش، باشد
آنکه در پیری، می عشرت بساغر میکند
لرهاد را بگو که، ز جرم وفای تو ا
از بسکه، منع دهن پاران، کند مرا
عیب پوش چشم نتوان داشت، از اهل جهان
صد برگ شد، ز فیض هوا، هر گل زمین
در هر مقام خضر ره ما بصورتیست
یکمبه باعث صد فیض گشت مستی ما
زلسار کسه از دکان ایسام
چه هوائیست که اقلیم محبت دارد
زمانه مکتب اطفال گشته پنداری
زاهد بخانه، جام شرابی بطق دید
بلیسر بساده گلگون ندیده ام هرگز
در دیار ماست، از پس بدشگون اسباب کین
گر بعد مرگ بنگیری از سنگ حادثات
بهار آمده، بی گل، شراب نتوان خورد
عشق، آسوب دل و جوش دورن می آرد
داره آبی چنین عشق، که یک قطره او
هر سرموی از آن زلف پریشان، راهی است
رسیده کار، بسجای ز عاشقی ما را
پس از مردن سلیم، از عشق آزادی مگر یابد
غیر من کسز کسر نازک او بیتابم
بدست آینه از عکس رخس، گلدسته را ماند
در سفر دائم عزیزی هست، این گلزار را
بمفق، خواب هوس میکند، بسرو خائل
پنهن که محو تابشای صورتی چشون گل
از شراب و از گیاه بزم عاشق ما، مبرس
می را بسود، بخون سیاقش، نسبی
ز بخت خویش، چه نقصان که نیست در کارم
استباری دولت جمشید را، پیدا نشد

دماغ آشفته، ببیارند در کتمان شوق، اما
 ز بس در هر دیاری، یار دور افتاده دارم
 سلیم! آن بیوفا آخر وفا بر وعده خواهد کرد
 از بختان هند بر تحقیق ره بردم، سلیم!
 چنین کز روی بیمبری و بی پروائی بدشو
 از شراب کهنه شد، آخر علاج درد ما
 هلاک مشرب صیاد، دام بر دوشم
 در آفتاب، مرا سوخت انتظار کمی
 از ناله در غمار بتنگ آمدم کجاست
 بر یاد ما پیاله بنوشید همدمان
 جلسوه گر گشت دختر رز باز
 صاف سرچشمه حیوان، تپتی از دردی نیست
 آنکه منعم کند از باده، گلگون، دائم
 خنده مستانه حد کیست در باغ جهان
 بوصل نسبه، جان دادن، صلاح سینه پشان است
 روزگارم قدر نشناسد ز ناهانی، که طفل
 هرنفس، در صحبت احباب، عید دیگر است
 ما اسیران محبت، وارث یکدیگریم
 جهان سفله، اگر داد جرعه آبی
 آنکه، هر دم پسر خرمن ما، میتازد
 عنقا که، بمن بر سر دعویست، بپرسید
 هر مرغ، که از دام خود، آزاد نمودم
 عیش این گلشن پیرس از گل، که تجلیل خزان
 سنگ بر شیشه ما، چند زنی عیبی نیست
 عاشقان، یک دو قدم رفتن و برگشتن را
 میروی مست تغافل، ز سر خاک سلیم!
 در آستان، قیصر و خاقان، کسی نماند
 رفت ایامی، کز آسائش نصیبی داشتم
 صحبت امشب، من ندانم در گلستان چون گذشت

نسیم پیرهن میگردد و یعقوب میخواند (۱)
 بهر سو، میرود مرغی، ز من مکتوب میخواند
 ولیکن عمر نوح و طاقث ایوب میخواند
 این سیاهان، سرمه در چشم خدا بین کرده اند
 تو حالم را نمیدانی، خدا داند! چه خواهد شد
 حکمت خم، گر نمیشد، کار افلاطون نبود
 که جای گل ز چمن بلبل انتخاب کند
 که شب بسایه گل سیر ماهتاب کند
 یکسرمه دان شراب که بیهوش آورد
 اما نه آن قدر که، فراموشی آورد
 کهنه، با صفای نسو، آمد
 خضر کوتاهی یک دست سپویم بیند
 نتواند ز جسد رنگ برویم بیند
 محتسب اینجا دهان پشته را بو میکند
 که از سودای نقدا نقد، بوی مشک می آید
 گنجنامه گر بیابد، کاغذ بادش کند
 موج هر دم زان بغلگیری بدریا میکند
 با فلک دعوی خون کوهکن، خواهیم کرد
 همان نفس چومی آن را بروی ما آورد
 کاش! از برق پیرسد که : چه حاصل دارد
 روزی که من آواره شدم، او بکجا بود!
 معلوم شد آخر که همان، مرغ هما بود
 فرصت یک آب خوردن در گلستانش نداد
 گر پیرسیم که این را چه ادا میگویند
 در ره کوی تو خمیازه پا میگویند
 خاکساران تو، ای شوخ! دعا میگویند
 غوغای خلق، از در میخانه کم نشد
 صرف داغ عشق شد، گر پنبه در گوش بود
 باغبان در خواب و بلبل مست و گل بیهوش بود

سماں روزگار پریشانی آورد
 بگذارید ز دستش که سرخم خورده است
 در قضای زلف مشکین تو، عنبر میدود
 ندلا دل که، کسی بگذرد از کوچه ما
 بداغ رشک آن افتاده، همچون لاله میسوزم
 شراب، باعث تسخیر، خوب رویان است
 جان فراوان است، مگر جانانه پیدا میشود
 از شگفت پرده فانوس، شمع انجم
 گویند: عافیت نام، در این چمن، گلی هست
 در سرکوی تو، جهمند پریشانی چند
 ز چوب عود بسود، کشتی فنا طلبان
 کرم بوصل رساند، سلیم نیست عجب
 یاد میخانه، که آنجا بگدائی شراب
 کس نداند که، میان گل و بلبل، چه گذشت
 اگر یک عقده از کارم کشاید
 ترک عالم، لازم مستی است، میخواران از آن
 چو گل بآب روان شد، چو می بتاب آمد
 سلیم! میرم امشب بپای خم شمی
 از بسکه گل، ز کثرت مستی، شگفته است
 تیغ بردار، که چون حوصله بیتاب شود
 نصیب نیست بقای، شگفته طبعان را
 شمع بتخانه، بستم سر خود جنباند
 یاد آوارگی ای دل، که خدا میخواهد
 انجام این جهان، چه تمنا کنی، سلیم!
 از آن، چون مرغ بسمل میطیم در خاک و خون دائم
 حرم از پیش راه عاشقان، گو یک طرف بنشین
 من کجا و سفر از کوی خرابات، سلیم
 دل اگر همه یار است، خدا یارش باد!
 غبار غم، ز ابر نو بهاری، در جهان گم شد
 ز شور عدلیان، سرو گل، در رقص می آیند
 طلبگار سخن، عشق و زبان از شرم خاموشست

افتد گره بکار چو ناخن دراز شد
 جام را چست و گرنه دهن خون آلود
 در رکاب حلقه گوش تو، گوهر میدود
 سیل اینجا هوس خسانه خریدن دارد
 که نتواند زمستی، در چمن چون تاک برخیزد
 بپوی باده گلگون، پری بشیشه رود
 خانه بسیار است، مگر همخانه پیدا میشود
 چشم بر راه است، تا پروانه پیدا میشود
 یارب! چه بوی دارد، آیا چه رنگ باشد
 بنده بر بند، قبا بسته عریانی چند
 که هر چه غرق شود آن بکار می آید
 که هر چه بسوی ازین روزگار می آید
 همچو آئینه، سکندر ز نمد پوشان بود
 هر که امشب بچمن بود، ز بیهوشان بود
 نسخ خواهد گرد دست آسمان درد
 وقت جام می کشیدن چشم برهم مینهند
 چو اشک رفت ز چشم من و چو خواب آمد
 که پیر دیر، شب رفته ام بخواب آمد
 آواز خنده بر سر بازار میرسد
 کشتن ما، بتو دشوار چو سیلاب شود
 رسد بعر طبیعی، چو می دوساله شود
 چون ره کعبه بمن، قبله نما بنماید
 وسعت ملکوت خویش بما بنماید
 طفل، انتظار آخر افسانه میکشد
 که بعد از مرگ، هم آسوده ام، قاتل نمیخواهد
 که چون ریگ روان این کاروان منزل نمیخواهد
 چه توان کرد چو تقدیر الهی باشد
 سر اگر در قدم اوست، سلامت باشد!
 قدح را بر زمین بگذار ساقی کاسهان گم شد
 چمن رنگ دگر پیدا کند، چون باغبان گم شد
 چو پیدا شد خریداری، کلید این دکان گم شد

نیست رسوای جهان مانند ما زاهد، سلیم
تبسم چون کند آغاز، جان بخشد جهانی را
فغان که، هر که قدم در حریم عشق نهاد
چو طفل گریه ما شرح درد پنهان است
بسکه رسوائیم، آورده قیامت، پسرش
دوید سوی محبایان، بدیدنش گلها
ز باد صبح، محیط کرم بجوش آمد
بهار رشت و دل از ابر کامیاب نشد
ساقیان دغیر پیری که بجا مانده ز تساک
ایمن بود ز مژده سی جواهر سخن
عیسی، اراده داشت که، اصلاح آن کند
لزول حادثه است، این خرابه نیست عجب
چو سوی صیدگاه آید ز ذوق و غزالان را
ز بس لبریز دردم، گر کسی دستی زلف بر من
هر کجا، نزمه مرغ سحر خیزی، ساخت
ابر از سایه دران دام چون افکنده است
کی تأسف، سود دارد، کار چون از دست رفت
چه چاره، کلفت ایام را، پذیر از صبر
روزی که من، بسلسله زلفش آدم
کشتی شکست، و از سر من، آب هر گذشت
بر در هر کس، درین معموره رفتم، بسته بود
مگذار می ز باطن اهل صفا پتوس
راه شوقست، به سردم افسوس
شب بساقی، نگهبان داشتم از عجز، سلیم
باده لایب، چه خاصیت خاصی دارد

آتش سنگش خدا سارا شمیم گل نمود
ز تمکین، گرچه همچون صبح محشر، دیر میخندد
چو شمع، زلف برون ز انجمن، نمی آید
سخن پتوس که، از ما سخن نمی آید
چون بری نام مرا، خاک وطن میلرزد
چو کوچه که ازو، پادشاه میگذرد
پیاله گهر که، وقت گناه میگذرد
پیاله نگرشتم، که آفتاب نشد
خوب کردند که بر گردن منا بستند
مضمون تازه کهنه چو دعوی نمیشود
خندید زخم تبیع تو، یعنی نمیشود
اگر بطافه ما آسمان فرود آید
صدای خنده زخم از شریک تو می آید
همه اعضای من، در ناله چون زنجیر می آید
نیک چون گوش نهادیم، دعاگوی تو بود
کز ز من میشنوی سوی گلستان مگذار
ریختنی در قلم، اول از پشیمانی بگیر
همیشه روز شب و همچو روزه داران بر
بهت نکرده بود، بدستش جنا هنوز
بر سر هزار منت از ناسخدا هنوز
ای خوشا ویرانه و از هر طرف درهای باز
فصل بهار، توبه مکن از خدا پتوس
خجیل از پای خودم، چو طایس
مدعای توبه بود ندانم ما پس
که حلال تو شد ای شیخ و حرام همه کس

و بگمان فقیر آرزو، بجای، خاصیت خاص، کیفیت خاص مناسب
است. اگرچه در واقع مصداق حکم میباید فتأمل :

برون خاله بود آب و اندرون آتش
واقف ز جام باش چو جم، از لگین مباح
در رقص، روا همچو علم، بر سر دوش

ز اشک و آه، خرابست حال من که مرا
بگذار، هر چه هست، بجز ساهر شراب
برستی صولی نگرند جوش و غروش

زاهد چه کند، گر نکند روی بستی
کردیم ترک، این چمن، از دست باغبان
گر به بینی عارفی زاهد، بکوی می فروش
همچو شاخ گل، طبیب هر دماغ آشفته شو
شد دماغم، از می گلگون، دکان می فروش
چمن دوستی آن گونه نزاکت خیز است
بنوبهار رخ او، اگر نه بیمار است
قبول راهزن عشق نیست، مایه مسا
که گفته است: گدایان عشق محتاج اند
همچو آن منعم، که او از بر سر زر مینهد
بر سر هرکس، گلی دیدم، در ایام بهار
کردند بحث شیخ و برهن، به پیش عشق
شمسرم بموشگافی ادراک مدعی
بهار شد، که زمیخانه باده نوشان را
همه شب تا صبح، ای زاهد!
عشق را شرط نیست، رعنائی
چیت دانسی، جوانی و پسیری
عمرم همه، در خیال او رفت
سلیم! او را چو استغنا بلند است
گشت پر آشوب دوران، مصلحت در مرگ بود
چون شیشه روی صحبت احباب، با منست
جام می درکف، ز کوفی او، جدائی میکنم
دانم آزرده جدا میشوی از من، باری
نیست مقرض بدستم، ز برای مکتوب
غریبی آن چنان دارد، مهیا برگ عیشم را
ز مهد، نقل مکان کرده ام، بخانه زین
غم زمانه خورم، تا بچند پنداری
ز عشق، بسکه پریشانم اهل عالم را
گهی با وصل و گهی با حسرت دیدار، میسازم
کار من، باریک و من باریکتر، از کار خود
شد بهار و چو سبزه صحرا را

از میکده، کرده است برون باده فروشش
ای عنایب! بشنو و ای گل! گواه باش
بی سبب منعمش مکن، شاید که کاری باشدش
هوشمندان را گل و دیوانگان را چوب باش
باغبان کو، تا زخم گلهای او را بر سرش
که غبار دل احباب بود دیوارش
در آفتاب چرا، خفته است آهوش
کنیم چیز دگر، از که در بیابان قرض
غسلت رسیده بخسدام پادشاه غلط
در محبت میگذارم داغ بر بالای داغ
در سر شوریده من، تازه شد سودای داغ
دعوی این خلاف شد و حرف آن دروغ
خندد چو نو عروس، بداماد بیوقوف
بسوی باغ برد، چون تذر جام از کف
میکشی جام می، زهی توفیق!
همچو مصحف بخط نستعلیق
اول نیک و آخر ترساک
چسون آب روان بسایه گل
تو هم او را چو مبینی تفافل
فتنه شد در انجمن، خود را بخواب انداختم
هر جا دو کس نشسته، من آنجا، نشسته ام
بر سر خود خاک با دست حنائی میکنم
بنشین، یک دوسه حرفی بگو، دیگر دارم
بگف این راز پی بال کبوتر دارم
که می افتم بروی گل اگر از آشیان افتم
زمانه کرد چو یوسف بزرگ در سفرم
که این خرابه بمیراث مانده از پدرم
تمام موعظه همچون حدیث داسانم
چو آئینه بهر صورت، که افتد کار میسازم
عشق، ازین معنی، چو سوزن من چو آب سوزنم
کوه تا کوه میرسد بنگم

در بیابان شوق چون مسجون
خون اگر گریه، کسی بر حال زار من، کم است
خوش آن مستی که، گل در گلستان چهره بکشد
دامن صحرا ز موج گریه ام، شد لاله زار
محبت گرد از بس تلخ، بر من زندگانی را
کریم را، نظری با گدای خاموشیست
نهییم تهمت خندیدنش، درین گلشن
سلیم! از اعتقاد خویش، هر کس میزند حرفی
صفر اول شوقست بکسویت مارا
چون جرس، بیضه فولاد، بفریاد آید
در باغ نشد فرصت نظاره سرورم
در قفس، از هر نسیمی عیش گلشن میکنم
کجاست، تاب تغافل زدن مرا، به بتی
برای آنکه، فصل گل دران باغم، بیاد آرند
نی دام سلیم! و نه قفس بود، در ایام
گر نامه و قاصد نه فرستیم چه پاکست
برای عاشق آزاری، ترا عذری نمیباید
همچو بادام اگر، بر چشم صد سوزن زند
هر چه بادا باد، تنها میروم این راه را
چو محنون، من بکوی عاشقی، میآیم از صحرا
ز بیپروائی چشمت، دل آزرده دارم
امیت، نیست غیر از خاک این گلشن، که بسپارم
جهان از گرم خوی الفتی، با نیک و بد دارم
چون کنم، اصلاح کار عشق، کز دهشت مرا
بگو سلیم! تواز من، چه چیز میخواهی
همچو توبه، با صلاحیت بمجلس آمدیم
تا بداند باغبان، کز باغ او، چون رفته ام
ز من، حکایت مجنون و کوهکن، بشنو
ز قید چرخ، بمستی کنیم، فکر گریز

گرد بساد است میسل فرسنگم
داغها دارد دلم، از خنده بیجای زخم
در آیم غافل از دنبال و چشم باغبان بندم
رنگ میریزم بهرسو، طرح طوفان میکنم
اگر زهرم نمیداد آسمان، تریاک میخوردم
به پیش دوست چه اظهار احتیاج کنیم
فواق شیشه می را، بدین علاج کنیم
تودل را، کعبه میخوانی، و من بتخانه میگویم
صید ما زود توان کرد که نو پردازیم (۱)
گر زلب سرزند آن فاله، که در دل داریم
مشغول طواف قفس فاشته بودم
چشم یقویم، چراغ از بساد روشن میکنم
که در نماز اگر بینش، سلام کنم
بهر انگشت شاخی رشته همچون کدو پیچم
آن روز که، ما دامن صیاد گرفتیم
این راز فراموشی او، یاد گرفتیم
چه خواهد شد، اگر گوئی که دلداری نمیدانم
چشم نکشایم زهر، بس کز جهان رنجیده ام
نکبت پیراهنم از کاروان رنجیده ام
تبسم را نمیفهم، تغافل را نمیدانم
لبت هرگز نمیگوید نمک پرورده دارم
بدامان، همچو گل، مشت زری نشمرده دارم
که هر کس، تپ کند چون نبض من، در اضطراب آید
دست میلرزد، که خار از پای شیرین میکشم
و فاسد کار من و مزد کار میخوام
لیک، رسوا تر ز بوی می، به بیرون میرویم
پنجه بخونین خود را، بر در گلشن زنم
که، ما فلک زدگان، طفل یک دبستانیم
که باده پرتو ما هست و ما غلامانیم

چه حکمتست ! فدای تو، ای حکیم ! شوم
 این قدح، دارد ز ما دریا کشان، چون طاس نام
 بمادوش که : بگو من چه چیز میخوام
 از آن چو لاله و گل آب در شراب کنم
 تمام عمر نمیگردد آن فراموشم
 سری دارم، اما ! گران میفروشم
 باطفال تیرو کمان میفروشم
 شاطر چه میکنیم که ما، خود پیاده ایم
 نقش پای هرکجا بینم، زیارت میکنم
 بود تبسم هر غنچه، یک کتاب سخن
 همچو شمشیر، از برای جنگ می آید برون
 چون چراغ کشته، نتوان دید روی کشتگان
 اگر غلط نکنم طائر بهشت است این
 بخوان، بر خاک من آن را، چو قرآن
 مقام خانه است آفاق، زر پنا و زرستان
 ما دم نمیزنیم، تو خود امتیاز کن
 میراشد کوهکن، سنگ مزار خویشتن
 هرکه، چون آب روان، زین چمن آید بیرون
 در بیابان جنون، ای خضر! آوازم مکن
 جز بچوب بید چون آئینه پردازم مکن
 درویش ! هرچه هست ترا، نذر شاه کن
 کنجی نشین و مشوره با کلاه کن
 بت گوید از عتاب، که بر من نگاه کن
 خوشست، گل ز گلستان بدست خود، چیدن
 خوابان گره زدند به بند قبای تو
 بدر میگویم ای دیوار، بشنو
 خون شیران میخورد آهوی او
 چو کودکی، که کند در قفای لنگ، نگاه
 بره هند، شدند این دو پریشان، همراه
 گرد بادی، که مرا شد به بیابان، همراه
 این قدر کس را کسی، بر در نمیدارد نگاه

گدائی را بگدائی دگر، شدن محتاج
 ظرف هرکس، بر نتابد ساغر عشق ترا
 مثال ماست، که میگفت کودک گریان
 نهفته آتشی، از عشق در جگر دارم
 ز دست هرکه، دم آب خورده ام، چون تیغ
 مرا هرکسی، کی تواند، خریدن
 سلیم، از عصا و قد خم گرفته
 در راه او، بمسر نداریم احتیاج
 هست میدانم، درین وادی، گذاری خضرا
 اگر زبان خموشان این چمن، فہمی
 ترک من، کز بزم می، گلرنگ می آید برون
 گر ز دامان تو، دست آرزو، گوته کنند
 بحیرتم که، دلم زنده چون کیاب شده است
 ز ذوق نامہ، ای قاصد ! چو میرم
 مردم عرض جمعیت کن از ایشان دگرستان
 آن روی از کجا و توای آئینه بیا
 آخر کار محبت، جان بحسرت دادن است
 طرفہ حالیت کہ، دیگر نکشد رو بقفا
 دو قضای رهروان، فریاد کردن شرط نیست
 صیقل دل، صحبت آزادگان باشد، سلیم
 خواهی اگر، گزند نه بینی، ز روزگار
 بی ترک سر، چو عشق میسر نمیشود
 هرگاه، برہمن بخدا، روی آورد
 ز دست ساقی، تاکی پیالہ نوشیدن
 ماند بسببہ بسکہ پی وعدہ وصال
 ندارم، اختییار گریہ، امشب
 میتوان گفتش غزال شیر گھر
 تمام حیرتم، از عذر بیوفای او
 دل، چو میرفت سوی زلف، شدش جان، همراه
 اولین کام، برہ ماند، چو میل فرسنگ
 و خمش ده، تا بر آید کیقباد، ای پیر دیر

ز دست و پا زدن ما، درین محیط، چه سود
 وطن خوشت اگر تنگنای زندان است
 در چشم من، چو آتش دادی، شب وصال
 دلم بی نفسمه، ذوق از می ندارد
 بهنگام رهائی، عذر بپخواهی، غواه ای دل!
 در ره عشق، ای دل! از سحر و فسون غافل مباش
 ساقی سباه زهد و ورع را، چو بشکنی
 هر پر بساله چند بود گنجنامه
 یک نفس بگذار، تا آسوده باشد در قفس
 فغان که! ساقی ما، در بفل دل دارد
 حیرتی دارم که، هر شب از چه، در مسجد سلیم!
 ای فقر خوشست کسوت تو
 برم از ابرهای خشک ایران
 در کوی بیوفایان، دانی سرشک، چیست
 بود در کشت باغ آشنائی
 براه شوق ما را، غمخسردالم
 ز زاهد آنکه، ذوق عشق خواهد
 در میان شاهدان دلفریب روزگار
 شد بهار و گل شگفت و می نمیشد سلیم
 صبا! بسوی چمن رو، دعای من برسان

فتاده ایم، بگرداب، چون شناور چاه
 بود غریب فضای چمن کبوتر چاه
 نزدیک مینهای و دوری چه فائده
 گل ما آب از دولاب خورده
 که گاهی با صغیری زحمت صیاد میدادی
 خانه هر مور این صحراست چاه بابل
 اول بگو که: توبه ما را چه میکنی
 ای خائمان خراب! هما را چه میکنی
 بوی گل داری صبا نزدیک بلبل نگذاری
 چو شیشه نازک و همچون پیاله، هرجائی
 حاضری، اما شب آدینه، پیدا نیستی
 ما را هم ازین نمسد کلاهی
 خوشا هندو هوای برشگال
 چون پیش اهل کوفه، تسبیح کربلائی
 گل دست من آن دست خنائی
 ز پی آیه چو عقل روستائی
 کنند می از در مسجد رسائی
 نیست همچون دختر از یک صراحی کردنی
 در جبهان، هرگز ندیدم همچو زاهد، کودنی
 بگو ز مرغ قفس: چیست این فراموشی!

فقیر آرزو گوید که مصرع دوم چنین مناسب است ع

بگو که چیست ز مرغ قفس فراموشی

اگرچه بآن رتبه نیست اما قباحت دور میشود :

دنبال آنکه دست بوصلش نمیرسد
 عجبی نیست، ازو گر بگریزند، سلیم!
 آب آتش تلاش یعنی می
 حسن را جلوه ظهور دهد
 عقل مردم بگوش، میگوید:
 تاکی رود چو سایه مرغ هوا کسی
 سبزواری است خط و سوالهوسان قزوینی
 شمله خوش قماش یعنی می
 آذر بست تراش یعنی می
 بخور و شاد باش یعنی می

● سرو آزاد : سلیم ، میرزا مجد قلی طرشتی از طبقه اتراک و نکته سنجان بلند ادراک است . صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم . در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز . ابتداء حال با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان بسر میبرد . و بمزید مصاحبت امتیاز داشت : در آن ایام مثنوی رنگینی در تعریف لاهیجان انشاء کرد .

آخرالامر در عهد شاهجهانی سری بهند کشید و مثنوی مسطور را تغییر داده بنام کشمیر ساخت . از آن است در صعوبت راه کشمیر :

چنان معلوم می گردد ، که این راه	ره سوران بود ، بر خرمن ماه
زیس رهرو ، درو سنگین خر آمد	زپایش رشته پنداری برآمد
همانا کافر است این کوه خونخوار	که دارد بر کمرزین راه زنار
مفلطان سنگ ، ازو تا میتوانی	که باشد بد بلای آسمانی
بسامان رفتن این راه ، زشت است	مجرد شو که ، این راه بهشت است

بعد ورود هندوستان ندیم میر عبدالسلام مشهدی شد . و در مدح او قصائد بلند پرداخت . میر عبدالسلام از عمده امراء شاهجهانی است . در عهد شاهزادگی بمنصب شایسته و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت . و بعد سریر آرائی سلطنت ، اول بخشی دوم شد ، پس از آن ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگاله . سپس بخطاب اسلام خان ، و والا پایه وزارت مباحی گشت . و چون نوبت وزارت به سعدالله خان رسید ، پادشاه اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود . و هم در آن زمان حکومت دکن سنه سبع و خمسين و الف (۱۰۵۷ هـ) جهان فانی را وداع نمود . مقبره او در سواد اورنگ آباد معروف است . عمارتی دلنشین دارد .

مجد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر میبرد . و در سالی که اسلام خان فوت کرد — یعنی سنه سبع و خمسين و الف (۱۰۵۷ هـ) — او هم در کشمیر رخت

سفر ازین عالم بر بست : و در دامن کوهی که مشهور به — تخت سلیمان — است مشرف بر تالاب دل (دل) خلوت نشین خاک گردید . براین چند بیت

دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض میشود :

- مگذار ز دستم ، که گل باغ وفایم
بدست آئینه، از عکس رخس گلدهسته را مانده
ای تازه روز زخم خدنگ تو، داغ ما
در قفس رفت ، چو قمری چمن از یاد ما
مدهی گر نکند بحث ، سخن دیگر است
تا سحر، امشب شراب ناب، میباید گرفت
نارسائی بهنر در همه جا همراه است
همانصیب تو، از من چنانکه خواهی، نیست
امشب که ز بختم بسوی بزم تو راه است
صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است
ساقی گلفام، صحن باغ را ، میخانه ساخت
واقف کسی ، ز شیوه آن کج کلاه، نیست
نیم بلبل، که فصل گل بگلشن آشیان گیرم
چو بلبل، باعث شوریده گفتاری، نمیدانم
با وجود صد هنر ، لافم ز شعر دلکش است
بهر کدام، نمک لطف میکنی ، خوب است
راحت مردان، هم از سر پنجه مردانگی است
ذوقی ، از دیدن معشوق، بدلیگری نیست
نگسردد ، گریه مستانه ام ، کم
نتوان نمود نقش ترا آن چنانکه هست
خنده بر سرو ممکن ، این همه در محفل خویش
سلیم ! از مه نو، حال آسمان پیدا است
چون تذروی کاشیان تبدیل سازد ، میشود
به بزم بساده مرو، بی صحیفه غزل
مهمان بخانه، دیر چو ماند ، عزیز نیست
- بر دست تو ، شایسته تر از برگ حنائیم (۱)
ز شاه زلف او هندوی ترکش بسته را مانده (۱)
از روغن کمان تو، روشن چراغ ما
بهتر از سرو بسود سایه صیاد مرا (۱)
در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است
خونبهای شمع ، از مهتاب می باید گرفت (۱)
جامه سرو ز موزونی او کوتاه است (۱)
که استخوان مرا مغز همچو ماهی نیست
چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است (۱)
ناوک او را مگر چون شمع پیکان آتش است (۱)
از طرب چون صبح، صوفی سبزه را، پیمان ساخت (۱)
چون صورت فرنگ ، نگاهش نگاه نیست
دم صدف، که همچون شمع یک برگ خزان گیرم (۱)
چو گل، تقریب این آشفته دستاری، نمیدانم (۱)
خامه در دست هنرور تیر روی ترکش است
که داغهای دلم را ، ز هم جدائی نیست
شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکاست
غنچه در چاک قفس، قفل در زندان است
که این باران شب ، سینه گرفت است
آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است (۱)
جامه کوتاه اش اولی است که خدمتگار است
نشان مرکب طفلان رکاب کوتاه است (۱)
قالب مجنون تهی، لیل چو در محمل نشست (۱)
سفینه بطلب تما توان در آب نشست (۱)
کوتاهی زمانه ، ز عمر دراز ماست (۱)

منعمش نتوان کرد ازینها که جوان است (۱)
 عالمی را چشم همچون صبح بر دستار ماست (۱)
 ملک سخن، چو بیش ز یک گوشواره نیست
 هیچ سازی ماهیان را، چون صدای آب نیست (۱)
 راه پل دور است، می باید مرا بر آب زد
 چون دف، بحلقه ما، دیوار گوش دارد (۱)
 با نمده آئینه را، نتوان بدست شاه داد
 بخنده گفت که: هندو زبان چه میدانند (۱)
 شوق مکتوب تو پیران را کبوتر باز کرد
 آب و آتش را خصومت بر سر خاشاک شد (۱)
 تاک، تا از دودمان خود، باو دختر نداد (۱)
 تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد
 تا نیامد، سوی هندوستان، حنا رنگین نشد (۱)
 از خموشی، حلقه در گوش سخن چین، کرده اند (۱)
 همان نفس چو می، آن را بروی من آورد (۱)
 کاهل، همیشه خواهد، همراه لنگ باشد
 آشنایان را، در ایام پریشانی پرس (۱)
 پناه مردم بی دست و پا چو مژگان باش (۱)
 در میان خانه همچون تیر میدان میکشم
 ماکه معشوق پیران همچو کبوتر بازیم
 که چون حباب، شوم فربه از هوا خوردن (۱)
 سرمه دیده کنم سایه دیوار ترا (۱)

مخفی نماند که در تتبع فقیر، اول کسیکه تضمین چسپان، در مقطع

غزل طرح انداخت، سلیم است. میگوید:

الایا ایها الساقی ادر کاساً و نسا ولها (۱)

سلیم امشب، بیاد تربت حافظ، قدح نوش است

و میگوید:

بلبل برگ گل خوشرنگ، در منقار داشت

گفت حافظ، دید چون کلک بیانم را، سلیم!

زبان زد خلق است که او معانی بیگانه را با خود آشنا میساخت . چنانچه
ملا وارسته گوید :

دخلی که نکردی ، بکلام الله است بیتی که نبرده تو ، بیت الله است

طرفه این که سلیم از دست دیگران مینالد و میگوید :

دیوان خود ، بدست حریفان ، مده سلیم ! غافل مشو که ، غارت باغ تو میکنند (۱)

و نیز میگوید :

دیوان کیست ، از سخنانم تهی ، سلیم ! تنها نه برمن این ستم از دست صائب است (۱)

نام میرزا صائب را تصریح کرده ، اما بالغ نظران میدانند که میرزا
صائب خیلی صاحب قدرت سیر بضاعت است . حاشا که باخذ و جر پردازد ،
و متاع بیگانه را دستمایه خود سازد . مضامینی که از سلیم و صائب همسایه
یکدیگر واقع شده ، و بنظر تتبع این نارسا رسیده ، درینجا ثبت مینماید .
و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است ، اول شعر سلیم مذکور میشود .

سلیم :

مشاطه را ، جمال تو ، دیوانه میکند کآئینه را غیبال ، پری خانه میکند
صائب :

دل را نگاه گرم تو ، دیوانه میکند آئینه را رخ تو ، پری خانه میکند
غنی کشمیری نیز این مضمون را میندد که :

هر کس که دید روی تو ، دیوانه میشود آئینه از رخ تو ، پری خانه میشود
سلیم :

چشم قوام ، ز هوش تهیدست میکند یک سرمه دان شراب مرا مست میکند
صائب :

از چشم نیم مست تو ، با یک جهان شراب ما صلح کرده ایم بیک سرمه دان شراب

سلیم :

صدا چگونہ برآید، کہ این سیہ چشان | بسنگ سرمہ، شکستند شیشہ مارا
صایب :

نماند نالہ، دل درد پیشہ مارا | بسنگ سرمہ، شکستند شیشہ مارا
ملا طاهر غنی نیز این مضمون بستہ است :

ز بیم آنکہ، مبادا صدا بلند شود | و سنگ سرمہ، شکستیم آبگینہ خویش
سلیم :

ز آشفگی طرہ مقصود، خبر داد | هر فال کہ از شانہ شمشاد گرفتیم
صایب :

خواهد فتاد دامن زلفش، بدست من | این فال را ز شانہ شمشاد دیدہ ایم
سلیم :

زیفت ارباب معنی، جوهر ذاتی بس است | لالہ در کوه بدخشان گر نباشد گو مباح
صایب :

شمع بر خاک شہیدان، گر نباشد، گو مباح | لالہ در کوه بدخشان گر نباشد، گو مباح
سلیم :

اگر بچشم حقیقت نظر کنی، دانی | کہ طوق فاخه، بر پای سرو، خلخال است
صایب :

حسن بالا دست را، آرائشی چون عشق نیست | طوق قمری سرو را بہتر ز خلخال زر است
سلیم :

سلیم ! ہند جگر خوار خورد، خون مرا | چہ روز بود کہ رام باین خراب فتاد
صایب :

صایب از ہند جگر خوار، برون می آید | دستگیر من اگر، شاہ نجف خواہد شد
اما ملا نوعی خوبشانی پیش از ہر دو میگوید :

گداخت ہند جگر خوارم، ای اجل مہند | کہ استخوان ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز هند را باین صفت یاد میکند و میگوید :
 دلم در آرزوی هند ، خون شد که خون بادا ، دل هند جگر خوار
 مقتضای حسن ظن آنکه ، اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند ، و تا که
 حمل حسنی داشته باشد ، چرا در پی حمل دیگر روند .

علامه تفتازانی در مطول نقل میکند . ملخص کلامش اینکه : (۱)

و اگر کسی بنظر تفتیش ملاحظه کند ، کم شاعری را از توارد مضامین
 خالی یابد . چه احاطه جمیع معلومات خاصه حضرت علم الهی است
 — تعالی شأنه — خامه معنی نگار تیری بتاریکی می افکند ، چه داند
 که صید وارسته است ، یا بال و پر بسته . ابو طالب کلیم خوب گفته و
 گوهر انصاف سفته :

منم کلیم ، بطور پستندی هست که استفاده معنی ، جز از خدا نکم
 بخوان فیض الهی چو ، دسترس دارم نظیر یکاسه در پوزه گدا ، نکم
 دل علاج توارد ، نمیتوانم کرد مگر زبان بسخن گفتن آشنا نکم (۲)

فقیر جزوی از اشعار توارد فراهم آورده . چند بیت از تواردات
 سخن سنجان متأخرین ، بر سبیل استشهاد عرض میشود :

امیر خسرو :

بستم دل اسیران ، بکجا گریزد از تو بحوالی دو چشمت حشم بلا نشسته
 صیاب :

بحوالی دو چشمت حشم بلا نشسته چو قبیله گرد لیل ، همه جا بجا نشسته
 بنائی :

قضا که ، بر لب او ، خط عنبرین دارد برای کشتن من ، زهر در نگین دارد

۱- اینجا قول علامه راجع به توارد و سرقه ثبت کرده است .

۲- شیخ النجم دارد .

صایب :

ندانستم که ، از خط زهر در زیر نگین دارم

امید جان شیرین داشتم ، از لعل سیرابش

میر سنجر :

که به جذبۀ محبت پسر از پدر گرفتم

دم واپسین زلیخا ، بهمین ترانه ، کن زد

نقی :

بکفایت نهانی پسر از پدر برآرد

چه غم از فریب دشمن ، که محبت زلیخا

سلیم :

سبب این است جلای وطن آئینهٔ ما

شوق رویش ، همه کس را بفریبی دارد

کلیم :

زین ستم ، آئینه در فکر جلای وطن است

چند در خانه اش آتش افتد ، از پرتو تو

سلیم :

نگه خود نتوانم ز ریخت بردارد

چون کشم بارگران غم دوری ، کز ضعف

کلیم :

که از ریخت نتوانم که ، دیده بردارم

ز ناتوانی خود ، این قدر شهر دارم

اسیر :

بهر قتل نام نوشتی دارد

نیست جوهر به تیغ ناز اسیر

میر صیدی :

رقم قتل جهانی است ، که تحریر شده است

نیست جوهر ، که به شمشیر تو ، تصویر شده است

ملا غربتی :

مگر ز دست قضا این قدر نمی آید

قضا جدا ز تو غنم چرا نمی ریزد

اسیر :

از قضا این قدر نمی آید

یار هرگز بهر نمی آید

سلیم :

که شبهای سیاه ابروی پیوسته را مانند

مگر از صبح محشر روزن من روشنی پاید

واعظ :

چون دوا بروی سیاحت، که بهم پیوسته است

حزنی :

مرا بر، ساده لوحیهای حزنی، خنده می آید

فطرت :

مرا بر ساده لوحیهای فطرت، خنده می آید

سلیم :

آنکه پیغامی برد، از ما بسوی او، دل است

فطرت :

میتوان، از دل طپیدن یافت، احوال مرا

صایب :

سرچشمه حیات لب میچکان اوست

فطرت :

میش ابد، بکام دل دردمند تست

صایب :

صحبت نا جنس، آتش را بفریاد آورد

علی :

آب چون در روغن افتد، ناله غیزد از چراغ

مشرقی :

برگ حنائیم، و بامید رنگ و بسو

خالص :

مارا خبر، ز شادی و غم نیست، چون حنا

واعظ :

مدعا، از دل برون کن، تا بر آید، مدعا

بی تو شبهای درازم همه برم بسته است

که دارد چشم لطف، از دلبر نامهربان من

که عاشق گشته و چشم وفا از یار هم دارد

نامه بی طاقتان، بر بال مرغ بسمل است

نامه بی طاقتان، بر بال مرغ بسمل است

عمر دوباره سایه سرو روان اوست

عمر دوباره سایه سرو بلند تست

آب چون در روغن افتد، میکند شیون چراغ

صحبت نا جنس را، باشد ثمر آزارها

در دست دیگری است، خزان و بهار ما

در دست دیگری است، بهار و خزان ما

شد نگین با نام، تا افگند از خود نام را

وحید :

دورنگن نام را که نام فگنندن
صاحب نام و نشان نمود نگین را
ناظم در معراج :

چنان بگذشت زمین نه سقف شفاف
که سیلاب نگه از عینک صاف
وحید :

ز چشم مه ، سوی بالا سفر کرد
چو نور دیده ، از عینک گذر کرد
فیاض :

بیاض ، بسکه ز شرم رخت ، گل آب شود
غلاف غنچه ، گل شیشه گلاب شود
وحید :

بگلشنی که رخ دوست ، بی نقاب شود
ز شرم غنچه گل ، شیشه گلاب شود
دانش :

لب تشنه تینم ، بگو قاتل مارا
کو آب که شیرینی جان زد دل مارا
قاسم دیوانه :

دم آبی ز تیغ متمنمدم
دلسم می سوزد از شیرینی جان
صایب :

همیشه صاحب طول امل غمین باشد
که چین بقدر بلندی در آستین باشد
بیدل :

دستگاهت ، هر قدر پیش است ، کلفت بیشتر
در غور طول است چینهای که دارد آستین
وحید :

بال مرا شکستگی پر بسته است
پرواز ما چو رنگ ببال شکسته است
بیدل :

مالاف هست از مدد عجز میزنیم
پرواز ما چو رنگ ببال شکسته است
صاحب گلشن راز :

عدم آئینه ، عالم عکس و انسان
ازین پاکیزه تر نبود بیانی
چو چشم عکس در وی شخص پنهان

انسان :

هستی شخص و عدم چو آئینه به پیش عالم بمثال عکس بی خویش و بخویش
انسان بمثل چو چشم عکس است درو آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش
این مضمون توضیحی می‌خواهد لهذا بشرح رباعی پرداخته می‌آید... (۱)
(ص ۶۳ - ۶۴)

● آتشکده : سلیم ، اسمش مجد قلی از اویاق شاملو است . و در طهران
و قزوین ساکن بود . صاحب دیوان است ازوست :

مکن بحلقه آن زلف تابدار ، انگشت	که هیچکس ، نکند در دهان مار ، انگشت (۲)
گره کشای کار مرا هنوز گم است	بسان شانه اگر باشم هزار انگشت (۲)
میکنم چند آنکه فکر از آفتابان وطن	نیست در پادم کسی ، گو را توانم یاد کرد (۳)
رشکم ، ز گفتگوی تو ، خاموش می‌کنم	نامت لمیرم که دلم گوش می‌کند (۳)
رنجیده میروی ز سر کروی او ، سلیم !	چون میشود نیاید اگر از قفا کسی (۳)

مثنوی در مطایبه گفته این سه بیت که در وصف خیر گفته ازو نوشته شد :

از فرس صبر سبک نماز تر	از غیر طنبور خسوش آواز تر
بانگ ز راگب نشنیده است سخت	چوب ندیده است مگر بر درخت
کار نه با نسیم و بسد مردمش	به بود از ریش منافق دلش
ای آنکه مدح تو ز من آنچه سزا بود	راضی نشدم تا همه را ذکر نکردم
تا چند کنی فکر پی جائزه دادن	در گفتن شعر این همه من فکر نکردم

(ص ۱۲)

● صاحب ابراهیم : مجد قلی سلیم تهرانی . از مشاهیر شرای و ندمای میرزا
عبدالله وزیر لاهیجانی بود . اوائل زمان شاهجهان پادشاه (۱۰۳۷ هـ) از ایران
وارد هندوستان شد و فائز بملازمت پادشاهی گردیده . چون پادشاه استفسار

۱- اینجا از این رباعی شرحی کرده است و مطالبی تحقیقی و علمی آورده است که تعلق به

شرح حال سلیم ندارد . (از ص ۲ تا ۴)

۲- نتایج افکار و شمع انجمن دارد .

۳- شمع انجمن دارد .

کمال و تفحص احوال او، از ابوطالب کلیم فرموده، بعرض رسانیده که :
 شاعر خوش کلام است، اما کم مایه. بدین جهت که، مثنوی در تعریف
 لاهیجان گفته بود، همان مثنوی را درینجا بنام کشمیر مشهور نمود. مجد قلی
 سلیم، مقوله طالب کلیم را استماع کرده ترک آمد و رفت دربار پادشاهی
 کرد. و انسلاک بسرکار نواب اسلام خان وزیر اعظم هندوستان ورزیده،
 مصاحب و محترم گردید. و در رکاب وزیر معظم له سیر و سیاحت بلاد دکن
 نمود. و اکثر در مداحی او داد بلاغت داد، و بجائزه های گران قدر بهره ور
 گشته. تا در سال هزار و پنجاه و هفت (۱۰۵۷) بعد فوت اسلام خان،
 ازین دار بيمدار گذشت. — رضوان — تاریخ رحلت اوست.

۱۰۵۷

بقول صاحب — ریاض الشعراء — مدفنش برهانپور دکن است. و
 بروایت صاحب — مجمع النفائس — مضجع وی پهلوی مزار قدسی و کلیم
 در کشمیر واقع شده. و بقول مؤلف — سرو آزاد — در کشمیر بدامن کوهی
 که مشهور به — تخت سلیمان — است، مدفون شده. اما قول ثانی صحت
 دارد.

و طاهر نصرآبادی و ملا طغرا اورا سارق مضامین دیگران نوشته اند.
 اما اینحرف... از قلت ایقان ایشانست. چه سلیم از شعرای عالی دستگاه
 است، و بسیار معنی تازه و مضامین جدید در دیوان او یافته میشود، که
 ملک خاص او توان گفت. راقم الحروف، انتخاب مثنویات سلیم را، خاصة
 — ظفرنامه اسلام خان — که در نهایت بلاغت بسلک نظم کشیده، در تذکره
 موسومه — بخلصة الکلام — درج کرده است. (۱۸۲ ب)

● سراً کتاب نما : سلیم، نامش مجد قلی اصلش از طهران ری است.
 اول همراه میرزا عبدالله خان وزیر لاهیجان بود. و آخر در هندوستان بملازمت

شاهجهان رسیده . پادشاه استفسار حالش از کلیم نمود ، عرض کرد که :
شاعر خوبست لیکن کم مایه ! دلیل آنکه ، مثنوی تعریف گیلان را در اینجا
بنام کشمیر خوانده ! لهذا اعتبار نیافت . سلیم ترک دربار گرفت بخدمت
اسلام خان وزیر بسر میرد . معاصر ملا صبوخی . مزارش در کشمیر متصل
قدسی و کلیم است . و علی قلی خان بغلطی در برهانپور نوشته .

(یک شعر دارد ۱۸۳)

● نتایج الافکار : سلیم ، صاحب فکر مستقیم میرزا محمد قلی سلیم . که از
طبقه اتراک است و در طهران سکونت داشته : سلامت طبع در سخن پردازی
یگانه ، و بمتانت کلام در نظم طرازی ممتاز زمانه بوده : اشعار دلپذیرش گرم ساز
بازار سخن و خیالات بینظیرش مقبول ارباب این فن .

اوائل حال با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان بفرط مصاحبت اختصاص
داشت . در آن هنگام مثنوی رنگین در توصیف لاهیجان نگاشت . پس ازآنکه
در عهد شاهجهان متوجه بهارستان هند گشت ، به تبدیل آن مثنوی پرداخته
بکشمیر نامزد ساخت . و بعد فوز هندوستان یکی از ندمای میر عبدالسلام
مشهدی — که اول بخطاب اختصاص خانی و بعد ازآن با سلام خانی و پایه
بلند وزارت کل امتیاز داشت — گشته . عزت و احترام مالاکلام بهم رسانید .
و در مدح اوقصائد غرا نوشت . آخر الامر در سنه سبع و خمسين والف (۱۰۵۷)
در کشمیر ازین جهان فانی درگذشت . این چند بیت از طبع سلیم اوست :

من قصیده :
باین جهان ز عدم آمدن پشیمانست از آن همیشه گزد طفل شیرخوار انگشت (۱)
تنگدستی چن نیندازد به پیشانی مرا زلف معشوقم که میزیسد پریشانی مرا
(سیزده بیت دارد ص ۲۲۲)

● **شمع انجمن:** سلیم ، میرزا محمد قلی طرشی طهرانی از طبقه اتراک و زمره نکته سنجان بلند ادراک است . صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم ، در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز . در عهد شاهجهانی سری بهند کشید و ندیم میر عبدالسلام مشهدی مخاطب با سلام خان شد . و هر دو در یک سال یعنی (۱۰۵۷هـ) یکی در دکن و دیگر در کشمیر رخت سفر بربستند .

دیوانش هشت هزار بیت باشد . حسین دوست (۱) پانصد بیت از آن انتخاب کرده . در اینجا این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض میشود :

حزیر شعله مارا، بسآب میافند	کشان ماء، بشب ماعتاب میافند
بمشق خواب طلب میکنی، پروای دل	بکارخانه تحمل که خواب میافند (۲)
سلیم را نبری نام پیش او، قاصدا	بگو: کسی بتر بسیار آرزومند است

در سرو آزاد نوشته : در تتبع فقیر اول کسیکه تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم ست . (۳)

● **جنگ خطی:** یک سفینه خطی در ذخیره نگارنده است که در آن مثنوی ذیل ثبت شده است ، و این غالباً همان مثنویست که در باره لاهیجان گفته بود و در هند رسیده بتغیر اندک بکشمیر نسبت داد .

در تعریف کوه کشمیر و راه آن وسائر اماکن آن دیار

سخن هر جا ز صنع کردگار است	گواه پای بر جا کوهسار است
خصوصاً کوه گردون قدر کشمیر	که تیغش می زند بر ابر کشمیر
نگویم کوه شد	تومند
سپهر سرفرازش کرد تقدیر	درو تابان نجوم از چشم نخبیر

۱- میر حسین دوست سنهیل صاحب تذکره حینی .

۲- سی و دو بیت دارد که پیشتر درج شده .

۳- اینجا مطالبی در سلسله توارد و سرقه از سرو آزاد آورده است .

فلک نیلوفری از چشمه سارش
تواند کرد با او تیغ بازی
درو بادام کوهی چشم (اختر)
شکم در دیدن افلاک از آنست
ز انگشتش چو غنچه پر شود مشت
شده از ابرمه هرسو کف افشان
ز آب زر دو نقطه بر سر قاف
درو افتاده نعل ابرش برق
ستاره پنبه داغ پلنگش
بخونریزیست تیغش تیغ جلاد
سوار شیر بر فیل است خورشید
بیکپا ایستاده همچو پرکار
بساط عشق بین از قاف تا قاف
ره باریک همچون سنگ خارا
که دارد بر کمر زین راه زفار
بهم پیچیده مسار و سنگ پشته

زمین طفل بدامن دایه دارش
عجب گر آفتاب از سرفرازی
ز رفعت سبزه از چرخ اخضر
سر تیشش بناف آسمانست
بتیغ او نهسد گر برق انگشت
بود بختی مست کوه کوهان
بفرقش مهر و مه در چشم انصاف
هلال او را نمایان نیست بر فرق
شکسته شیشه افلاک سنگش
شهادت او چه پرویز و چه فرهاد
درو از گرم رفتاریست نسوید
پی خدمت به پیشش چرخ دوار
ز عشقش قاف دائم میزند لاف
درو گردیده از سنگ آشکارا
همانا کافر است این راه خونخوار
ره بر این چنین کوه درشتی

در تعریف راه گوید

مشقت خیز چون ایام افلاس
ازین ره گشته کج رفتار گردون
درو رهرو چو مرغ رشته برپا
بقصد آشیان نسر طائر
درو خورشید همچو مهره مسار
ز باریکی و سختی چون رگ سنگ
رگ سنگش نگویم موسی چینی
ره موران بود بر خرمن ماه
طلسمی چون نگین سنگ
که بی آهنگ باشد ساز بیتار
که بی رشته نباشد کاغذ باد
درو تیر شهاب آمد چو بر سنگ
ز راه کوه رفتن تسویه داده

رهی پیچیده همچون قفل وسواس
رهی از زلف خوبان پیش افزون
رهی در سنگ همچون موج خارا
ز پیچ و تاب ماری گشته ظاهر
بود در قید پیچ و خم گرفتار
براق برق در معراج او لنگ
وقوفی دارم از باریک بینی
چنین معلوم می گردد که این راه
ز پیچ و تاب این
صدای کوه شد زین ره بدل بار
فلک از قید این ره نیست آزاد
چو خواهد کرد برق سست آهنگ
بی کس را جهان زین سنگ جاده

که باشد مرغ واهم از پریدن
 ازین ره رفته پیغمبر بممرج
 که می باید درین ره نردبانی
 خطرها باشدش چون آسمان باز
 که مد باشد بلای آسمانی
 ز جاده پا برون رفته پریده
 که کس نتواند او را بردن از راه
 ز برفش در نمد آئینه یخ
 برات لاله را بر یخ نبشته
 کسی تما چند کو بد آهن سرد
 چو طفلان می رود راه شسته
 مژه بر دیده بر آن راه بار است
 ز دامن ریخت تا گردد سبکبار
 برو از دور خندد کبک قهقهه
 دماغش را تواند برد بالا
 ز حل چون نافه از آهوی افلاک
 تو بلبل مشربی این راه گلزار
 مجرد شو که، این راه بهشت است
 برو کشمیر خصال سبز لیلیست

درین ره چون تواند کس دویدن
 بیرهان نیست دیگر عقل محتاج
 دریغ از همدم افسانه خوانی
 درین ره میکند هرکس تگ و تاز
 مفلطان سنگ ازو تا می توانی
 اگر مرغی بآن تنگی رسیده
 درین ره خوش بود معشوق دلخواه
 شهید سردیش گرمی دوزخ
 هوا از برف نرسینش سرشته
 ز برف و یخ نمیگیرد لکه کرد
 شد از لغزدنش غورشد خسته
 بسامان رهروانش را چکار است
 درین ره ابر گوه‌های شهوار
 خضر خواهد برد گر جان ازین راه
 عجب دارم که نخوت پیشه آنجا
 درین راه از جفا افتاد بر خاک
 مثال ای دل! ز رنج راه بسیار
 بسامان رفتن این راه که، زشت است
 خیال هند گلزار تجلی است

در تعریف کشمیر

که گل را کرد صاحب زر چو اکسیر
 گل سوری بفسرق اهل سامم
 گلش گلهای بسوی مادرانست
 چو موئی در میان کاسه شیر
 درو تاریکی شب داغ لاله
 که نخل موم دارد ریشه از خاک
 پر طوطی درو برگ درختان
 روان گردد ز چشمه سار غربال
 ز موج سبزه باشد بیم سیلاب
 ز پای خود بر آرد کشفش آهو

تعالی الله ز خاک پاک کشمیر
 درو دلها همیشه فارغ از غم
 ز بس خاکش بمردم مهربانست
 شب کورا بصبوح هست تأثیر
 بصبوح صبح دیگر هم پیاله
 چنانش دلنشین این روضه پاک
 فضایش چون بساط نیک بختان
 چو پیری خاک اورا آب در حال
 ز شبنم بسکه سرسبز است و شاداب
 نه هر گه قدم بر سبزه او

بباغش، سرو سبزه جوش بر جوش
 رطوبت، آبیار باغ و بستان
 فلک شد سر بر چشم از ستاره
 چراغان مینماید خوشتر از دور
 که گوئی شد زمین از سبزه اش گم
 چونر گس شد عصایش سبز در دست
 ز شبنم صبح داده آب در شیر
 بجای چغند در ویرانه بلبل
 نگویم سبزه خواب شال کشمیر
 کمانش کند این موج حصیر است
 بود سازنده در کشمیر بسیار
 برو خورشید هم چون مرغ زرین
 فلک یک نخل زرد آلوی باغش

بصحرائش، گل و لاله هم آغوش
 نراکت، نخل بند هر گلستان
 کند تا لاله زارش را نظاره
 بنزدیک آرنیامد، هست معذور
 فلک افکنده چوگان تحکم
 قدم تا خضر در این راه پیوست
 همه فصل درو چون اهل تزویر
 چو گلشن پر گل
 پهای گل ز موج سبزه زنجیر
 ز موج سبزه زاهد در غدیر است
 غروشان هر طرف رودی ز کهسار
 شگوفه کرد هر نخلش پروین
 ز لاله روز و شب روشن چراغش

در تعریف چنار

اگر سیل زده دستش پر ریزاد
 قوی تر ساقش از بازوی همت
 ز ماه نو پیا افکنده خلخال
 بشاخش بسته عنقا آشیانه
 خضر در سایه او پنا چناری
 چو بازرگان بصندوق جواهر
 ایازی بر سر پا پیش محمود
 ستاده بر سر یکپای طاوس
 که یک طاوس چندین بیضه داده
 ستون خیمه اش ابر بهاران
 چو سایه در کمین ز انداز شمشاد
 کشیده قمری از شوقش فغان را
 صدای خوش، چو خوبان قصب پوش
 از آن سازی که باشد دور ره باد
 چه باک او را جوانست و دلاور
 یکی از عاشقان بید مجنون

ز رعنائ چنار او، به شمشاد
 چناری خورد آب از جوی همت
 فلک را، رفعت او کرد پامال
 برون رفته ز سرحد زمانه
 مسیحا از نسیم خسته باری
 ساقش باغبان از شوق ناظر
 به پیش اوست سرو عشوه آلود
 چو سرو از حسن او طوبی در افسوس
 زیارش عقل در حیرت فتاده
 چو خضرش جا بطرف جویباران
 گهی خم میشود گه راست از باد
 نهاده بر سرو و خانمان را
 بوقت رقص آید از پرو دوش
 صدای دلکش او می دهد یاد
 خزان گرمی کشد در باغ شکر
 چو لیل عشوه پرداز و پر افسون

ز بندی محانه چمنی که چمنه
 شده از شاخسارش آشیانه
 بدستش چون شد از غرم سرشتی
 زده غرم چو در صحن گلستان
 نگویم بید منجون زین میانه
 زمستی، کرد کج آهنگ خود را
 که زنجیرش سراپا رنگ بسته
 بمرغان چمن زنجیر خانه
 چو سبزه در کف حور بهشتی
 هوای خوشه چینی کرد رضوان
 گرفته بر سرش مرغ آشیانه
 بریده تارهای چنگ خود را

در تعریف زر

زین مستانه رقص در چمن زر
 ندارد تاب دوری از بر او
 رود از چشم غورشید آب چون جو
 ز شورش جامه چاک و موفتله
 فتاده شاخها بر بار بالا
 چو از سر برگ چیزی بر سر او
 روان چون کارهای نیک بختان
 بر آید تازه برگ او ز کوره
 چه شد شاخش اگر در پیچ و تابست
 دهد شاخش نشان از مار ضحاک
 کند چون خیره بر مستان نظاره
 سلیم! از کف زمانی خامه بگذار
 چنار و سرو بید آزادگانند
 چو دارم نسبتی من هم بایشان
 چه شد در وصف شان گوهر چو ستم
 که دارد دختری در پرده پنهان
 سزد گر عارفان از اهل کار اند
 ز جای خود جهد از شوق زرگر
 بر اندامش ازان چپیده گیسو
 ز شوق طوطیهای غوره او
 درختان گرد او اهل قبيله
 چو چین دامن خوبان رعنا
 مهین بانوی شیرین دختر او
 دوان چون بار بر شاخ درختان
 ز خاکش آینه نوره
 کمند سرخ عیار شراست
 که سر پرفر ژند از دوش افلاک
 نشاند غوره در چشم ستاره
 که سازم نکته پیش تو اظهار
 تهی دستان باغ و بوستانند
 نمودم یباد آن جمع پریشان
 اگر اوصاف زر را نیز گفتم
 که باشد آن مرا شیرین تر از جان
 درین معنی مرا معذور دارند

در تعریف باغ

تعالی الله ازین باغ خدائی
 بهار از سبزههای دلکشایش
 درو قمری نوا آید ز بلبل
 بجوش از جوش گل بلبل ز باغان
 که گردد دست در خاکش صنایع
 چو طوطی ریخته پر در قفایش
 چراغ لاله دارد روغن گل
 چو پروانه به شبهای چراغان

گلشن از بسکه شادابست و رنگین
خزان را تا نباشد دست برگ
بیاض برگ نسرین گلشن راز
چراغ غنچه چون چشم غزاله
چو مجنون پرده لیل دریده
شده از پای سنبل پا بکوهان
فراوان دیده ابر فو بهاری
هوای خود گلشن را در دماغ است
درو یک شاخ سنبل هر که چیده

شود گلبن ازو دامان گل چین
شده پر چین گلشن دامان بلبل
ز سطر موج عنبر سینه باز
فروزان گشته ز آتش برگ لاله
ز رقص آهوان دم بریده
چو سایه پائمالش زلف خوبان
درین گلشن نسیم پا چناری
ز عشق خویش لاله تنگ داغ است
بممنی زلف حوری را بریده

در تعریف نهر

درو نهری روان چون بحر سیراب
گهر می خواهد از لطف الهی
صدای آب او از دوو و نزدیک
بروی لاله و گل، بسکه غلطید
زلالتش همچو خوبان سمن بو
کند آب حیات از سستی پای
دو ابرو یکدگر گشته موافق
چو حوض از پرتوش در باغ مهتاب
در آتش پا نهد چون سایه بید
مگر فوق سمن دارد بسینه
ز رنگش آب گوهر در سیاهی
شده فواره مار گنج خورشید
ز قرب کوه این باد بهاری
سر لیل است در دامان مجنون
چو کوه طور کرده قبله گاهش
ز سبزه سنگ را تاب زرد
ز خوبان ز بس معشوق پیشه
زالال رنگ او چو لعل رخشان
بود از بسکه هر سنگش مصفا
زند قهقهه درین کهسار گلرنگ

خوش آوازان ز شرم آب او آب
پی احراز آتش گوش ماهی
برد چون موج از دل رنج باریک
چو می از آبرو گل میتوان چید
پریشان میکند از سوج گیسو
ز فواره عصا تا خیزد از جای
دو حوض آب چون چشمان عاشق
لطافت شسته آتش را بصد آب
درو لرزد ز سروی عکس خورشید
که دارد در میان خود سفینه
زدن کوثر بخود خنجر ز ماهی
برقص از جوش او نا رنج خورشید
.....
.....
نوشته آسمان رفعت پناهش
ز هر چشمه روان آب زرد
سوی سنگش دود چون آب تیشه
بکشمیر آمده کوه درخشان
درو آتش بود چون می به مینا
بط می همچو کبک از خوردن سنگ

بود از سبزه ابدال نمد پوش
 بسر از لاله داغش در سیاهی
 کشیده دامن از این عالم خاک
 بسی گردد کسی در هر دیاری
 بود هر پاره سنگی را در آنجا
 ز هر چشمه روان نهر خروشان
 یکی تنالاب در دامان کوهش
 بهر سو موج زن چون بحر سیماب
 حبابش از شفق چون چشم مخمور
 چنان تنگی درو از جوش ماهی
 تماشا دارد این دریای جوشان
 شده کشمیر را زین حسن پر جوش
 ز بس عکس چراغ کوکب افروز
 صف مرغابیان در آب رقاص
 هوای رقص عیش زهره در اوج
 حباب افروخت همچون جام جنشید
 و بس افروخت دریا در تب و تاب
 کشاید هردم از تاثیر گرما
 گهر افروخت همچون گوهر سرخ
 شد از عکس چراغ عالم آرا
 در آب از شمع انجم فوج در فوج
 پی تمیاد آن انجم بگرداب
 تماشا کن مه نو را بدریا
 که گوی زین عروس پر مقطع
 شده شمع و چراغ از موج دریا
 غلط کردم که دریا را بدامان
 چراغان نیست کشتی را بمعنی
 گرفته آتش و خود را مشوش
 فلک کشتی چنان رنگین ندیده
 چراغ و شمع گوشه تا بگوشه
 چون ماه نو ز تاب شعله رخشان

ز ماه نو کشیده حلقه در گوش
 صاحب او را کلاه گاه گاهی
 کمند وحدت او دور افلاک
 که بیند چشمش در کوهساری
 هزاران چشمه همچون سنگ سودا
 باین سردی که دیده آب جوشان
 که لرزد بحر چون بیند شکوهش
 سراسر فیض همچون عالم آب
 سواد موج او چون طره حور
 که نبود جای در در گوش ماهی
 خصوص اکنون که کردند چراغان
 چراغان گل و لاله فراموش
 شده دریا پر از در شب افروز
 صدفها کف زنان گرداب رقاص
 دف خود را بر آتش داشته موج
 فروزان شد صدف چون عکس خورشید
 برای ماهیان شد تاب گرداب
 گریبان بر نسیم، از موج دریا
 زر ماهی شد از آتش زر سرخ
 چو عکس کهربا هر موج دریا
 در آن چون کهکشان هر کوچه موج
 صدف شد موج را در کف سطرلاب
 که با عکس چراغانست پیدا
 در آب افتاد خلخال مرصع
 پریشان همچو پر آئینه سیم
 گنسته رشته تسبیح مرجان
 که کوه طور از برق تجلی
 در آب انداخته از آب آتش
 کس آتش خانه چوبین ندیده
 عیان زان خرمن آتش چو خوشه
 ز لعل آتشین کوه بدخشان

خرامان هر طرف از روی تمکین
ستاره پیش مستان نظاره
ازین مجلس خلک از بهر خورشید
بدریوزه ز هر زرین ایاغ
چراغ دودمان گورگانی
شهاب الدین عهد شاه غازی
مرصع پوش چون بهرام چوبین
فلک خوانی پر از نقل ستاره
گرفته کاسه در دست از مه عید
به عشق شاه می خواند چراغ
که بروی ختم شد صاحبقرانی
گهر افروز تاج سرفرازی
(۶۱ الف و ب)

۱۱۳ - سیف، سیف خان

● مائراامراء : سیف الدین محمود معروف بفقیرالله پسر تربیت خان بخشی شاهجهانی ست . همواره در حضور پادشاهی دولت بار می اندوخت ، و بدوام روشناسی خود را در خور نوازش میساخت . در سال سیم داروغگی قورخانه والا و منصب هفتصدی صد سوار امتیاز یافت .

و هنگامی — که مهاراجه جسونت با کروفر زیاد تعین مالوه گردید — بر منصب او باضافه مناسب افزوده بهمراهی آن عساکر متعین شد . و چون راجه جسونت از جسارت و نخوت آرائی ، سنگ راه موکب عالمگیری گشته ، آماده رزم و پیکار گردید ، و آخر الامر جمعی از سران نامور را بکشتن داده ننگ فرار بر خود پسندید ، بسیاری راه گریز سر کردند . گروهی برهنمونی بخت از خیل مخالف جدا شده بتقییل عتبه عالمگیری فائز گشتند . خان مزبور ازین جماعت بود . مشمول الطاف خسروانه گشته ، بمنصب هزار و پانصدی هفتصد سوار و خطاب — سیف خان — مباحی گشت .

و در جنگ دارا شکوه تلاشهای سپاهیان نموده بمزیت اعتبار مورد نوازش گردید ، و بخدمت داروغگی جلو و آخته بیگی امتیاز یافت . و در جنگ شجاع چون راجه جسونت سنگ — که سردار فوج برانگار عالمگیری بود — از خلاف منشأ روگردان شده عنان بوادی خدیعت تافت ، و اسلام خان بدخشی

— که هراول برانغار بود — بجای او مقرر گشت، سیف خان را با کرام خان هراولش ساختند .

اتفاقاً در عین گرمی هنگامه ستیئر و آویز، فیل سواری اسلام خان، بصدمه بان ، رم کرده، انتظام آن فوج برهم خورد . اکثر مردم از جای خود رفته توفیق ثبات و قرار نیافتند . سیف خان با اکرام خان و غیره معدودی ، قدم همت افشوده کوشش های مردانه نمود . و پس از این فتح — که درخور حسن تردد و مطمح امید رعایت نیافت — با بجهت دیگر اراده گوشه نشینی نمود . عزل منصب و خدمات بمیان آمد . و پس از چندی بمنصب دو هزار و پانصدی هزار و پانصد سوار مطرح انظار عاطفت شد .

و چون سال دوم، دارا شکوه با پسرش سپهر شکوه بدارالخلافه رسید، سردن نقش هستی^۱ او باهتمام سیف خان، بیست و یکم ذی الحجه سنه هزار و شصت و نهم (۱۰۶۹هـ) واقع شد . و روز دیگر سپهر شکوه را بر طبق حکم بقلعه گوالیار برده ، بحارسان آن قلعه استوار سپرد . و خود بمستقرالخلافه معاودت نمود . و بفرمان پادشاهی بصوبه داری آنجا ، از تغیر مخلص خان ، — که به بنگاله تعین یافته بود — قیام ورزید .

چون تند مزاجی و استغنائی فطری با نازش کارکردگی و پندار سپاهگری داشت ، اعتنا بشان عمدها نا کرده از خلاف مرضی پادشاهی نمی اندیشید . بنا بر تقصیری از نوکری برطرف شده در قصبه سرهند زاویه نشین عزلت گشت . و در سال پنجم بتازگی مشمول آثار مرحمت شده ، بیحالی منصب سابق چهره افروز طالع گردید .

چون سال ششم عرصه دلکشای کشمیر از فر نزول پادشاهی فیض آگین گشت . خان مذکور بایالت آنجا از تغیر اسلام خان منصوب شد ، و از

فرط کار طلبی و خدمت دوستی، ایام حکومت را ببطالت و بیکاری نگذرانیده
 یساقها برای خود بهم رسانید. و به نیروی پر دل و دلاوری ولایت اردو را
 — که از دشواری راه چند جا بدون نردبان عبور متعذر است بل متعسر —
 تا بیست روز جنگ گنان رفته بحیطة تسخیر در آورد. و پس از آن ملک
 گلگت و برشال را نیز ضمیمه ممالک محروسه ساخت. و سپس تر در اشاعت
 آثار اسلام و اخذات نور مسلمانی در ساحت ولایت ثبت بزرگ — که از قدیم
 الا یام ظلمت آمود کفر و بطلان بود و هیچگاه حکام آنجا سر بر بقیه اطاعت
 فرمانروایان اسلام نیاورده — تدبیر دست اندیشید.

در سال هشتم، فرمان بادشاهی بنام دلدل بیمحل زمیندار آنجا، متضمن
 ترویج معالم حق پرستی، از حضور رسید. مصحوب مجد شفیع منصبدار با
 چندی از نوکران خود روانه ساخت.

مرزبان مذکور، در مقام اطاعت و انقیاد استاده، خطبه بادشاهی خواند
 و طلا و نقره بسیار بسکه عالمگیری زینت بخشید، و بنای مسجد اشاره نمود
 و پیشکشی با کلید طلا — که اشارت بسپردن آن ولایت است — ارسال نمود.
 و چون دوراندیشی خان مذکور کرسی نشین شد، از پیشگاه خلافت باضافه
 سواران و منصب اعزاز اندوخت، و در سال نهم بحضور رسیده، بنظم صوبه
 ملتان مأمور گردید. و سال دهم معزول گشته ادراک دولت ملازمت نمود.

و در سال دوازدهم مجدداً بصوبه داری کشمیر تحصیل کامیابی کرد،
 و در سال چهاردهم بنابر بی اعتدالی — که لازمه مزاجش بود — از منصب
 برطرف شده انزوا گزید. و در سال پانزدهم باستعداد ملازمت و بحالی
 منصب چهره اعزاز افروخت. اورا بیاوری طالع طرفه نقش نوکری درست
 نشده بود، که با حرکات خلاف مرضی عالمگیر پادشاه — که از فرط غیرت غیور

پسند بود، چه امرای قدیم و جدید باندک خویشتن داری و خود بینی از رتبه افتاده از عرصه کارزار بدر رفتند — او را بعزل منصب متنبه ساخته بدان حال نمی گذاشتند. عجب نیست که، خان مزبور اگر این اوضاع رندانه نداشتی، بمنتهای مراتب امارت، فائز شدی.

بالجمله، بعد چندی باز مورد عنایت خسروانه گشته، گوشه گرفت. و در سال بیست و یکم بصوبه داری بهار، رخس عزیجت راند. و بعد از آن بصوبه داری اله آباد مأمور گردید. و در آنجا در مبادی سال بیست و هشتم سن هزار و نود و پنج هجری (۱۰۹۵هـ) بساط هستی در نوردید.

رند مشرب و پییم وضع بود. اما قابلیت و مساس شعر و سخن داشت. ناصر علی — با آن همه آزادی و استغناء — مدتها بهم صحبتی او شیفگی داشت. چنانچه می گوید. بیت:

گفت و گری طوطی، از آئینه میخیزد، علی! گر نباشد سیف خان، مارا نفس درکار نیست
در فن راگ و نغمه بسیار ماهر بود. رساله مسمی — براگ درین — (که بیشتر ترجمه مانک سوهل که نایکان سابق نوشته اند) نموده، با فوائد دیگر در تقسیم و قواعد آن تألیف کرده.

متصل سرهند — سیف آباد — مکانی آباد نموده، وطن خود قرار داده. مدفن او آنجاست.

پسرش، هم در اواخر خلد مکان بخطاب پدر سر امتیاز بر افراخته، بفوجداری تل کوکن، و قلع داری اعظم نگیر و مل گاون، و نهانه داری ساتگاون امتیاز یافته. چون خدمات مذکور ضمیمه صوبه داری بیجاپور بچین قلیچ خان بهادر متعین شد، بخدمت نیابت صوبه مزبور تعین گردید. و در آغاز سال چهل و نهم همان خدمات، از تغیر چین قلیچ خان، باضافه

پانصدی هزار و سه صد سوار، بمشارهٔ الیه قرار گرفت.

بعد از ارتحال خلد مکان، با شاهزاده مجد کام بخش بعلاقهٔ استادی (که در فن تیر اندازی داشت) رفیق شده، صاحب طبل و علم گردید. و چون آن شهزادهٔ دیوانه و شش، از تبه هوشی و بیخردی، بسعایت بدگویان خود غرض، از برخی امرای فدویت کیش، خصوص احسن خان میر ملنگ (که سر فوج و صاحب اختیار بود) بد مظنه گشت و بتعذیب و عقوبت هریکی وبال و نکال اندوخت، سیف خان را بعلت اخلاص مقید نمود. و بدستاویر رقعۀ او — که در وقت آمدن حیدرآباد در جواب رستم دل خان ناظم آنجا نوشته بود که: آنچه از طریقهٔ سلوک با همراهان ولی نعمت استفسار رفته مستلزم استرضای خاطر احسن خان است — بحضور خود قطع بد فرمود. آن بیچاره هرچند بعجز ظاهر کرد — که مضمون این رقعۀ دلالت بر هواخواهی حضرت دارد — فائده نه بخشید.

بعد بریدن دست، آن ستم رسیده بی تحاشا زبان بر کشاد: کم اصلی ست که از جانب مادر داری! بهمین دست — که بی تقصیر بریدی — تعلیم تیر اندازی نموده ام! آن سفاک بیباک گفت: زبانش نیز بر آرند! بهمان زخمها درگذشت. (۲: ۴۸۵-۴۸۹)

● صبح کشتن: سیف خان خلف تربیت خان بخشی سوم شاهجهان پادشاه است. و ممدوح شیخ ناصر علی و بانی — شهر سیف آباد — متصل سهرند.

همین امیر عالیجاه در سنه یکهزار و هفتاد و نه (۱۰۷۹هـ) از حضور عالمگیر پادشاه بصوبه داری کشمیر مأمور گشت بعدش زمانی بتعطّل و خانه نشینی رفت و گذشت. باز در سنه ست و ثمانین و الف (۱۰۸۶هـ) مشمول عواطف

سلطانی گردید ، و بمنصب و خطاب و خلعت سرفرازی یافته بصوبه داری
اله آباد رسید .

در موسیقی و مقالات هندی مهارتی تامه داشت — رساله راگ درپن —
و — رقص هندی — یکمال تحقیق نگاشت . و سنه خمس و تسعین و الف
(۱۰۹۵ هـ) بست و پنجم ماه مبارک رمضان ، تاریخ وفات سیف خان است :
یار احوال دل از من پرسید غنچه لاله بدستش دادم
شیخ ناصر علی در مرثیه اش گفته :

سیف از سرم گذشت دل من دو نیم شد (۲۱۵)

۱۱۴ - سیف ، آخوند سید سیف الدین کشمیری

● اتمی : آخوند سید سیف الدین سیف کشمیری ، شاعر فارسی و زبان
کشمیری بوده . در سال (۱۲۷۰ هـ) در لدیان (پنجاب) زندگانی میکرد .
در کلیات ، منظومات بزبان کشمیری نیز دارد . و نسخه کلیات که
در دیوان هند است (شماره ۱۷۳۳) در شوال سال (۱۲۷۰ هـ) مصنف خود
اورا استنساخ کرده است . و دارای تمام اصناف شعری ست . مثلاً : قصیده ،
غزل ، قطعات ، معمه ، قطعات تاریخ و غیره . نظم و نثر غیر منقوط هم دارد
که برای شاه شجاع الملک (متوفی ۱۲۵۸ هـ) والی افغانستان گفته شده
است .

— مثنوی و امق و عذرا — دارد که در زبان کشمیری سروده و الفاظ
فارسی بکثرت در آن بکار آورده است . این مثنوی ، و قشیکه سیف جوان
بود و در کشمیر زندگانی میکرد ، سرودن آغاز کرد و در لدیان بتکمیل رسانیده
است . ابتدا به این شعر است :

خداوند! بکن شهائی عشقم نگردان و امق عذرائی عشقم

در همین مجموعه یک رساله در قواعد زبان کشمیری نیز شامل است .
(۱ : ۹۲۲)

۱۱۵- شاد ، پندت دیارام رینه

● بهار گلشن کشمیر : در قصیده سپیدن — که از مضامینات برگام است — در سال (۱۸۹۵ بهمری) بدلیا چشم کشود . و در سال (۱۹۶۰ بهمری) حیات را بدرود گفت . زندگانی بفراغ خاطر و در اکتساب علوم بسر کرد . ازوست :

امروز ، اگر می بخوری ، کی بطوری کی
از شوق دلف و چنگ ، غم زلف ، لم می
یکسو صبا ، یکجا خزان ، یکسو گل و یکجا سن
بعضی زرو ، چندی زمو ، جمعی زلب ، من از دهن
سوسن زبان ، قمری فغان ، طوطی نوا ، بلبل سخن
(۲ : ۹۱۵)

ممشوق و گل و باغ و ابلخ است و میل و لی
شد خشک چو طنبور ، رگ و ریشه زاهد
از حیرت شمع رخت ، افتاده در طرف چمن
برقع ز عارض بر فغن ، تا عالی شیدا شود
چون در تکلم میروی ، از حیرت گم میکنند

۱۱۶- حقائق آگاه ملا شاه

● شاهجهان نامه : اصل آن جناب از بدخشان است و بارقه انوار عرفان ، از جبین مبین ایشان ، چون لوامع آفتاب از پیشانی صبح دم ، رخشان بود . بحکم آن که ، سالک طریقت را از سلوک مسالک شریعت ، گریز نیست ، و وصول بسر منزل حقیقت ، بدون عبور بر شریعت ، تیسیر پذیر نه — چه علم بی عمل دستخوش ابلیس و بازیچه شیطان است — لا جرم در حیات والدین ، در طلب علوم مشغول گردیده .

بعد از کسب علوم رسمی و اخذ فنون عقلی و نقلی ، و اکتساب معالم فن توحید ، سالک مسالک طریقت شده ، پیوسته در پی مطلب اصلی میبود .

چون در مدرسه ، بهیچ باب در نمیکشود و از هیچ راه فتوحی رو ننمود ،
بتحریریک سابق تائید و تحریریک قائد توفیق ، در سال هزار و بیست و سه
(۱۰۲۳ هـ) راه هندوستان پیش گرفته ، بمجرد رسیدن لاهور ، خود را بمنزل
شیخ الطائفة میان میر رسانیده (۱) بدریافت ملازمت آن حضرت استسعاد یافت.

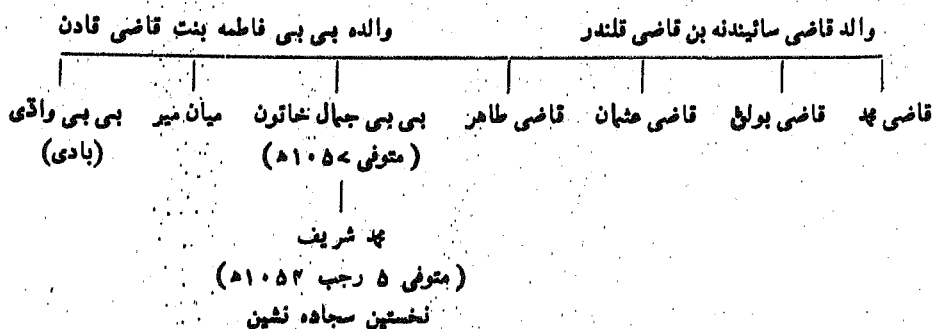
۱- میان میر : دارا شکوه ، مرید ملا شاه بدخشی بود ، و وی مرید حضرت میر هد ،
معروف به میان میر ، ابن قاضی سائیدله ، ابن قاضی قلندر فاروقی ، سیستانی السندی
است .

میان میر ، در سیستان ، سال (۹۳۸ هـ) تولد یافت . (سکینه الاولیاء اردو ص ۱۹)
در تحفة الکرام ثبت است که : — تولد او در سال (۹۵۷ هـ) شد . — زیاده از شصت
سال در بلدة لاهور اقامت کرد . مرید شیخ خضر قادری (سیستانی ، المتوفی
(۹۹۴ هـ) ، شده . (رک : خزینة الاصفیاء ، تحفة الکرام ، سفینه الاولیاء ، سیرة القادریه)
وفاتش ، در عمر هشتاد و هشت سالگی ، در سال (۱۰۴۵ هـ) هست . قبرش در موضع
هاشم پوره (لاهور) . از مریدانش جماعه کثیر صاحب کرامات و رسیدگان حق اند .
صاحب تحفة الکرام ، در شرح حال پدرش نوشته که : — قاضی سائیدله ، از اولاد
حضرت فاروق ، و از اجلة علماء و اقیای روزگار بوده ، شریعت را یار طریقت و
طریقت توأمان حقیقت داشته . در سیستان ، نامی بل در تمامی سند گرامی زیسته — .
(۱۸۳:۳) دارا شکوه ، در سکینه الاولیاء ، تاریخ ولادت ایشان ، از زبان برادر زاده اش
سال (۹۳۸ هـ) ضبط کرده (ص ۱۹) و در جای دیگر نوشته ، که : — از بعضی راویان ،
شنیده ام (۱۰۷) سال زیست کرده ، و از بعضی مروی ست که : ۹۷ سال زندگی کرد .
ولاکن ، یک محضری که محمد امین سیستانی (برادر زاده میان میر) از سیستان
تصحیح کرده آورده بود ، دیدم که ولادت ایشان در (۹۷۵ هـ) بود ، و مطابق این ،
عمر شریف ایشان ۷۰ سال میشود . (سکینه اردو ص ۷۵)

در باره وفات ایشان دارا شکوه گفته که : حضرت ایشان ، قدری زیاده از شصت
سال در لاهور اقامت فرمودند و آخر الامر به عارضه اسهال پنج روز بیمار شده
بتاریخ هفتم ماه ربیع الاول سنة (۱۰۴۵ هـ) بروز سه شنبه ، بحله — هاشم پوره —
در حجره که مسکن ایشان بود ، طائر روح مطهر ایشان از قفس وجود خلاصی
یافته بمالم لاهوتی - که وطن اصلی آن بود - شافت و قطره به بحر شد .
(سکینه الاولیاء ص ۷۵ و تاریخ لاهور ص ۱۷۵ و سفینه الاولیاء ص ۷۰)

و مدتی مدید آمد و شد مینمود و از ایشان رو نمی یافت ، بلکه ایشان ، راه نزد خود نمیدادند . و عاقبت ، که ثبات قدم و صدق طلب مومی الیه

دارا شکوه سلسله خورشاوندان وی را به این قرار ضبط کرده است :



ملا فتح الله ، یکی از مریدان میان میر : این تاریخ گفته که بهر دروازه گنبد کنده است :

میان میر ، سر دفتر عارفان	که خاک درش ، رشک اکسیر شد
سفر ، جانب شهر جاوید ، کرد	ازین محبت آباد ، دلگیر شد
خرد ، بهر سال وصالش ، نوشت	بفسردوس والا میان میر شد

۸۱۰۴۵

(تاریخ لاهور عبداللطیف ۱۷۲ - تحقیقات چشتی ۲۵۱)

در مخبرالواصلین تاریخ ثبت است :	
عارف راه حق ، بصدق و یقین	شیخ میر ، آفتاب کشور دین
قادری بود ، آن خدا آگاه	از مریدان اوست ، ملا شاه
خواجه ملا ، و احمد سنام	هر یک از دولتش ، رسیده بکام
در همه عمر خود ، نشد پابند	بخيال زن و غم فرزند
از ربیع نخست ، هفتم بود	در دل هفته ، رحلتش فرمود
عمر ، هشتاد و هشت سالش بود	کآزمان ، کرد سوی خلد صعود
سال نقلش ، ملک باوج فلک	زد رقم : میر چشتی بی شک

۸۱۰۴۵

بحسب ظاهر نیز سمت ظهور یافت ، مهربان شده از در ارشاد در آمدند ، و تلقین طریقه انیقه خویشتن نموده ، در اندک مدت ، بنهایت مرتبه سعادت ، رسانیدند . و از آن باز ، باشاره آنحضرت مشارالیه ، بکشمیر رفته در آنجا اقامت نمودند . و تا فرجام روزگار ، تابستان در کشمیر و زمستان در لاهور ، بسر برده . در سال هزار و هفتاد و دو (۱۰۷۲ هـ) سفر عالم بالا اختیار نمود .

گنبد مرقدش ، به لاهور است همچو ، بر چرخ چارمین ، سوار است
(مخبرالواصلین ص ۸۲ و مفتاح التواریخ ص ۲۴۴)

مفتی غلام سرور لاهوری گفته :

واقف راز و محرم اسرار
هم - میان میر چنگه انوار

۸۹۵۷

عقل ، تولید او بصد تکرار

سال تولید ، آن شه ابرار

وصل ، آن شاه زبده الاخیار

هم - میان میر دستگیر - ای یار

۸۱۰۴۵

میان میر ، آن ولی اهل توقیر
کئی ، قاریخ تولیدش ، چو تحریر

ز - تاج الاصفیاء عابد میان میر -

۸۱۰۴۵

میر دنیا و دین ، میان میر است
هست - میر بهشت - تولیدش

۸۹۵۷

باز فرمود : - شیخ والا جاء -

۸۹۵۷

- بنده مقتدا میان میر - است

۸۹۵۷

- هادی صدق میر اشرف - خوان

۸۱۰۴۵

نیز - فیاض حق ولی - آمد

۸۱۰۴۵

دیگر :

شه دور زمان فضل الهی
ز - رهبر متقی - پیداست سرور

۸۹۵۷

بجو ، تاریخ وصل آن شه دین

اغلب اوقات ، از آن عرفان مآب ، اشعار آبدار سرزده . ابداع و انواع معانی ، و انشای اقسام سخن ، از مثنوی و قصیده و غزل و رباعی ، مینمود . درین مقام ، بایراد بیتی چند از آن ، اکتفاء مینماید :

آن ابروی کجش را ، تیغ خمیده گفتم زان تیغ اشاره کرد ، بالای دیده گفتم (۱)
چشم و ابروش ، چو باهم پیوست در میان ، شرح اشاراتی هست (۲)

رباعی

از بستگی خویش ، اگر وا کردی بر دار رسن خویش ، مهیا کردی
وا کرد ، بگرد خویش مانند حباب تا وا کردی ز خویش ، دریا کردی (۳)
از شش جہتم روی نمودی ، آخر از هر طرفی ، دام ربودی ، آخر
پیرون و درون ، جلوه گری میدیدم بر تحقیق آمدم تو بودی آخر
رفتیم بهر جا ، که در و بستان است خفتیم بهر جا ، که گل و ریحان است (۴)
چون طفل رضيع ، رو بخویش آوردیم دیدیم ، شیر در همین پستان است (۵)
ای بند پای و قفل بردل ، هشدار وی دوخته چشم ، پای دوگل ، هشدار
عزم سفر مغرب و رو به مشرق ای راهرو پشت بمنزل ، هشدار
(۳ : ۳۶۴-۳۶۵)

● تذکره نصرآبادی : ملا شاه ، از ولایت هندوستانست ، باعتقاد خویش از جمیع علوم — خصوصاً از علم جلب قلوب — بهره وافی دارد . چنانچه شاهجهان را — که شیطان از راه نمیتوانست برد — معتقد خود ساخته ، و

۱- همیشه بهار و صبح گلشن دارد .

۲- همیشه بهار دارد .

۳- مرآة الخیال ، ریاض الشعراء ، تذکره شمرای متقدمین ، ریاض العارفین و نگارستان سخن دارد .

۴- نصرآبادی دارد .

دیدیم بهر جا که ، ده و بستان است

۵- نصرآبادی و همیشه بهار دارد .

شاهزادها ، از ذکور و اناث ، اعتقاد باو داشتند . و چنانچه ، جهان آرا بیگم (۱) از مریدان صاحب ارادت او بود ، و او را از اولیای کبار میدانست . اما اعتقاد درستی نداشته ، چنانچه از این بیتش ظاهر است :

من چه پروای مصطفی دارم پنجه در پنجه خدا دارم (۲)

این رباعی هم ازو مسموع شد . (۳)

● مرأة الغیال : ملا شاه ، عارف دل آگاه ملا شاه بکمال فضل و دانش و تمامی عقل و کیاست آراسته بود . مولدش بدخشان است . گویند : در اثنای تحصیل علم ، درد طلب دامنگیر او گردید و در جستجوی آن سلطنت بی زوال ، از وطن آواره گشته . بهر شهری که رسیدی ، چند روز جزو کشی نمودی و با گوشه گیران آنجا صحبت داشتی . لیکن چون تسکین طیش ، منحصر در دارالشفای دیگر بود ، بمداوا نرسیدی ، تا آنکه بکابل آمد و از آنجا برفاقت یکی از تجار ، به هندوستان افتاده ، در شهر لاهور بخدمت میان شاه میرک — که حالات ایشان بر صغیر و کبیر هویدا ست — اعتقاد بهم رسانید . اما مدت سه ماه ، پروانه وار بگرد آن شمع جهان افروز ، میگردید و بجز

۱- جهان آرا بیگم در زمان برادر خود عالمگیر پادشاه بتاریخ سوم رمضان المبارک سنه هزار و نود هجری (۱۰۹۰ هـ) در خلوت سرای جاودانی آرمیده . و در صحن روضه نظام الدین اولیاء (دهلی) مدفون گردید . (دختر سومی شاهجهان ولادت چهارشنبه ۲۱ صفر ۱۰۲۳ هـ) و جهان آرا بیگم در حین حیات محجر خود را تعمیر نموده . بر لوح مزار او این بیت بخط نسخ مرقوم است :

هو القیوم

بفسیر سبزه ، نپوشد کسی مزار مرا که قبر پوش غریبان ، همین گیاه بس است
الفقر الفانیه جهان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاهجهان پادشاه غازی انارالله برهانه
سنه (۱۰۹۲ هـ) . (مفتاح التواریخ ص ۲۴۸)

۲- ریاض الشراء و تذکره حمینی دارد .

۳- رک : تحت شاه جهان نامه — رفتیم بهر جا . . . الخ

شعله جان سوز عنف و درشتی، هیچ نمیدید، تا کارش باضطرار رسید. و در آنحال نسیم راحت از مهب عنایت درموزیدن آمد و ظلمت یأس بضیاء امید مبدل شد. روزی میان شاه میر مهربان شدند و بر زبان مبارک گذشت که: ملا! مدتی جفا کشیدی و در کوره امتحان خالص گردیدی! اکنون وقت آن است که، طلای کامل عیار شوی، برو پارچه خود را نهازی کن! ملا بدل خوشی تمام، بر لب دریا رفته، بشست و شوی پارچه مشغول گردید.

درین اثنا شخصی را دید، که تا سینه در آب ایستاده است، میگوید که: پارچه خود بمن بده، تا من بشویم! ملا، چون او را نمی شناخت، التفاتی نکرد. چون بخدمت میان شاه میر رسید، تبسم کرده فرمودند که: جامه ترا خضر برای شستن می طلبید، چرا ندادی؟ و از آن روز، بتربیتش توجه فرمودند. و ملا نیز، ریاضات شاقه اختیار کرد. چنانکه گویند: تا سی سال علیالاتصال، خواب نکرده بود (والله اعلم بالصواب) و بعد از وصال حضرت شاه میر، بکشمیر رفت. در آنجا دولت ظاهری نیز روی نمود، و اسباب جمعیت صوری دست داد. صاحبقران ثانی شاهجهان پادشاه و سلطان دارا شکوه، با اکثری از خوانین معتقد شدند، و در کمر کوه ماران — که یکی از جبال نواحی کشمیر است، و در برابر کوهی واقع شده که آن را — تخت سلیمان — گویند — باغی در نهایت وسعت و تکلف، بنا نهاد، و در آن باب گفته:

کوه ماران بکمر، لعل بدخشان دارد این چنین بخت، کجا تخت سلیمان دارد (۱)

و آن باغ را — چشمه شاهی — نام کرده. اگرچه در آنجا، هرطرف آبشارها از کوه می افتد، اما چشمه واقع شده است ته جوش، که بروی

آن حوضی ساخته اند ، مثنی از سنگ سیاه ، و از بالا سقف کرده اند ، تا در سایه باشد . آبش از برودت بمثابه ایست که ، در عین تابستان اگر لمحه دست در وی گذارند ، مثل اعضای ریشه دار بلرزه در آید و چون روی پیران سالخورد ، پر از اربک (۴) گردد . و ملا شاه در آن طرح اقامت انداخته ، بتحمل تمام زیست می کرد . و دستور چنان داشت که ، هرگاه خبر تشریف آوردن پادشاه میشنید ، عصا در دست گرفته بسیر خیابان مشغول میگردید ، و ایستاده ملاقات میکرد . و همچنین در وقت برخاستن همراه پادشاه بر میخواست و ساعتی دیگر سیری میکرد . در این صورت هیچگاه ، بحسب ظاهر ، تعظیم پادشاه از وی بوقوع نیامد . بارها حضرت صاحبقران ثانی میفرمود که : در هندوستان دو شاه اند ، یکی شاهجهان و دیگر ملا شاه . اما حضرت عالمگیر شاه ، بعد از انزوی شاهجهان و قتل دارا شکوه ، ملا را بحضور طلب فرمود و وی از کشمیر بر نمی آمد ، تا آنکه صاحب صوبه آنجا بعنف برآورد . ملا در اثنای راه ، یک رباعی ، مشتمل بر تاریخ جلوس گفته ، بداد السلطنة دهل فرستاد . چون مطالبه ظل الهی در آمد ، تکلیف حضور موقوف گردید ، و حکم شد که در لاهور باشد .

رباعی :

صبحی دل من ، چون گل خورشید ، شگفت حق ظاهر شد ، غبار باطل را ، رفت
تاریخ جلوس شاه اورنگ مرا - ظل الحق - گفت ، الحق این را حق گفت (۱)

۱۰۶۹

رمز شناسان خطه سخنوری را برکمال فضل و بلاغت او دلیلی بهتر ازین در کار نیست ، چه اگر بنظر تعمق نگاه کنند در یابند که ، فی الحقیقه تمام رباعی در توصیف خود گفته و ضمناً پادشاه را ممنون ساخت . گویند :

روزی ملا شاه در لاهور بر اسب عربی سوار بود و نیمه آستین زرباف بوم طلا در بر داشت، بر در حجره ملا خواجه — که او نیز از خلفای میان شاه میر بوده و بنهایت تجرید میگذرانید — بگذشت. ملا خواجه بجهت ادای سنت سلام بر آمده بود، چون نظرش بر نیمه آستین افتاده، بغایت تلخ شد دامن بگرفت و گفت: حضرت این چه چیز است؟ ملا شاه نگاه کرد و گفت: ملا خواجه! والله من نمیدانم که بر من چه انداخته اند! مؤلف این اوراق را درین مقام حیرت دست میدهد که، ملا شاه با آن همه کمال قسم بدروغ یاد نکرده باشد، اما این چنین لباس در خانه نگاهداشتن و استعمال در آوردن و از آن بیخبر بودن محل تعجب است، همانا که در اول حال تغافلهای حضرت میان شاه میر در تربیتش ازین راه بوده باشد که، از وی راحه تعلق دنیا یافته بود. رحلت وی در سنه هزار و هفتاد (۱۰۷۰هـ) در لاهور واقع شده و مرقدش در آنجاست.

ملا در زمان اقامت کشمیر تفسیر قرآن بربان اهل تصوف شروع نموده بود، و مدار آن را مطلقاً بر تأویل گذاشته. اما زیاده از یک پاره اول نوشتن فرصت نیافت. از آنجمله، شرح یک آیه که از عجائبات توان گفت، بر سبیل نقل درین اوراق ثبت میگردد. — (ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصارهم غشاوة و لهم عذاب عظیم) — ظاهر معنی این آیه، که جمهور مفسران نوشته اند آن است که: نزول این آیه در شان مشرکان است. یعنی مهر نهاده است خدای بر دلهای ایشان تا بیان حق فهم نمیکند، و بر گوشهای ایشان تا سخن حق نمیشنوند، و بر دلهای ایشان پوششی هست تا راه حق نمیبینند، و مر ایشان راست از روی استحقاق عذابی بزرگ. و ملا شاه در تأویلات خود آورده که: این آیه میباید در شان اولیاء الله باشد و معنیش چنین بود که — (ختم الله علی قلوبهم) — مهر نهاد خدای تعالی بر دلهای اولیاء خود، تا ساحت آن فضای با صفا که بحکم: قلب المؤمن عرش الله

تعالی، که هر یکی بارگاه کبریائی است، از خس و خاشاک و ساوس نفسانی و غبار کدورت هوا جس شیطانی پاک میباشند. - (و علی سمعهم) - و بر گوشه‌های ایشان که، در بچه‌های شهرستان قلعه تن اند، تا از دخل کلمات لاطائل مسدود مینمایند. - (و علی ابصارهم غشاوة) - و بر بصرهای ایشان پرده است از سراق عظمت و جلال و جلاب حسن لایزال، که در تماشای آن بجمال ناسوت و ملکوت نظر نیگمارند. - (ولهم عذاب عظیم) - و مر ایشان راست شربت‌های بزرگ در مزه و حلاوت - انتهی کلامه - درین مقام ملا شاه عذاب را از عذب گرفته که بمعنی آب صاف شیرین آید. توضیح در بیان معنی تفسیر و تأویل و تفریق میان اینها. بدان، - (ایدک الله تعالی وایانا بدرک الغوامض) - تفسیر در لغت روشن کردن است و پیدا و هویدا ساختن و در اصطلاح عبارتست از کشف وجوه و شرح معانی قرآن، و واضح گردانیدن اخبار و قصص آن، و باز نمودن اسباب نزول آیات و سور و آنچه متعلق باشد بدان. اما تأویل در لغت باز گردانیدن است و بمعنی راست کردن نیز آید، و باصطلاح علماء صرف سخن است از ظاهر بباطن و راست کردن آن بوجهی از وجوه معتبره و بزرگان را در فرق میان تفسیر و تأویل سخن بسیار است، بعضی مختلف بمجرد عبارت و بعضی متغیر بحسب معنی و ایراد خلاصه شطری از آنها بموجب روایات بزرگان مناسب نمود. امام ابو منصور ماتریدی (رحمة الله علیه) در تأویلات آورده که: تفسیر اخبار است از کسی که قرآن در شان وی فرود آمده و از سببی که نزول بدان سبب واقع گشته، و این علم جماعتی است که مشاهده نزول اسباب آن فرموده باشند، یعنی صحابه کرام. و درین باب جز بنقل و روایت سخن نتوان گفت، اما تأویل و توضیح آن چیزی است از معانی که قرآن محتمل باشد، و این علم اهل فقه و کلام است. پس

تفسیر از آن صحابه باشد و تأویل از آن فقهاء و متکلمین. و ازین کلام چنان مفهوم شد که، تفسیر را همین وجهی واحد باشد و تأویل احتمال وجوه کثیره دارد. و در کتاب — درة التاج — مذکور است که: تأویل صرف کلام باشد از صورت و باز گردانیدن آن بمعنی که صورت بدان دال نبود. چنانچه، مثلاً از ظاهر نفی اراده اثبات کنند، مثل — (لا اقسام بهذا البلد) — یا از لفظی عام شخصی خاص طلبند چون — (قال لهم الناس) — مراد از ناس یک شخص معین است، یا برعکس چون (فاعلم انه لا اله الا الله) که مخاطب خاص است، در لفظ و خطاب عام در معنی. و علی هذا القیاس، علماء را در امثال این تصرفات نمودن تجویز کرده اند و چون تفسیر امری توقیفی است، در آن برای عقل خود خوض کردن نشاید. امام کیا دیلمی در — فردوس الاحادیث — باسناد خود آورده که: سید عالم فرموده: — (من فسر القرآن برأيه و اصاب كتب عليه خطيئة لو قسمت بين الخلائق لوسعتهم!) — هر که قرآن را برای خود تفسیر کند، و فی نفس الامر سخن وی مطابق واقع افتد، و سهم اجتهادش به هدف مراد رسد، کاتبان دیوان عمل بدانگونه گناهی برو نویسند که اگر آنرا بر تمام خلائق قسمت کنند، همه ایشان را فرا رسد. این تهدید عظیم در شان کسی است که اصابت قول را چنین عقوبتی مترتب باشد. کسی اگر برای خود گوید و خطا کند (عیاذاً بالله) تباهی حال او بر چه منوال خیال توان بست. از مثل این گستاخیها پناه بحمایه عصمت الهی باید آورد، و قدم از دائرة آداب بیرون نباید نهاد:

از ادب، پر نور گشته است این فلک	و از ادب، مصوم و پاک آمد ملک
هر چه بر تو آید از ظلمات و هم	آن ز بی باکی و گستاخی است هم
بی ادب، تنها نه خود را، داشت بد	بلکه آتش در همه آفاق زد

این همه تهدید که بر تفسیر خود رایان متفرع است، بر تأویل راهنمایان و مشکل کشایان نیست، چه اینجا بجهت باز نمودن معانی محتمله استنباط احکام

فقه و کلام بنای کار بر تفکر و تدبر نهاده اند، و آن نسبت قرآن مرضی و مسموع باشد نه مردود و ممنوع. و در - ینابیع - فرموده که: از معانی قرآنی آنچه در آن برای خود خوض نتوان کرد نزول آیات و اسباب آن است که، عقل در آن راه ندارد، و آنچه سخن از آن توان گفت، استخراج حقائق و احکام است. - (کما قال الله تعالى وان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله ای الی کتاب الله) - و رجوع بکتاب خدای مبسر نشود جز باستدلال و استعمال. چنانکه خلفای راشدین و باقی آئمه دین (رضوان الله علیهم اجمعین) کرده اند. و اگر روا نبودی برای آن اقدام نکردندی. و دعائی که از حضرت نبوی در شان عبدالله بن عباس بنقل صحیح روایت کرده اند - (اللهم فقهه فی الدین و علمه التاویل استدلی) - تمام است جهت تجویز تأویل. و در - عین المعانی - آورده که: تفسیر عبارت است از بیان لفظ چنانچه - (لاریب فیه ای لاشک فیه) - و تأویل اشارت است به بیان معنی. چنانچه گوئی - (لا شک فیه عند المؤمنین) - و در - احقاف - آورده که: تفسیر کشف ظاهر است و تأویل کشف باطن. و در تفسیر آورده که: تفسیر روشن کردن روی سخن است و تأویل پیدا کردن مغز سخن. پس تفسیر کشایش را باشد و تأویل نمایش را. در - معالم التنزیل - آورده که: تأویل باز گردانیدن کلام است از صورت بمعنی محتمل بدو شرط. یکی موافقت سخن بمقابل و بعد و دیگر عدم مخالفت با کتاب و سنت. و معنی هر سخن که بزبور اتفاق با کلام الهی و زینت و اعتصام با حدیث رسالت پناهی آراسته نباشد، عین ضلالت و محض غوایت خواهد بود. و لهذا علمای دین در ابتدای تلاوت قرآن ترک استعاذه را مجوز نگردیدند، تا یمن حمایت آن هم در تلاوت و هم در تدبر و تفکر که - اصل تأویل است - از خطا محترز توانند بود. - (من الله علینا بنیل المقصود) - (۱)

الحال چون از اشعار ملا شاه غیر از مثنوی و رباعیات مسموع نشده،
و مثنوی مشهور و متعارف است، تیمناً بتحریر چند رباعی اکتفاء مینماید.

رباعی

ای طالب ذات از چه رو در پردی جویای خدا چرا از خود بی خبری
عین هم و جملگی عین تو الد این است حقیقت ار بخود در نگری (۱)
راه دل خویش را کن و عیشی کن درد دل خود دوا کن و عیشی کن
از خلق بهیچ رو رهائی نبود خود را بخدا رها کن و عیشی کن (۱)
(ص ۱۲۴-۱۲۹)

● همیشه بهار : حقائق و معارف آگاه ملا شاه بدخشانی، در حیات
والدین بطلب علوم مشغول و بعد تحصیل علوم عقلی و نقلی، سالک مسالک
فقر و فنا شده، راه هندوستان پیش گرفت. بمجرد رسیدن لاهور خود را بمنزل
عارف حقائق الهی میان شاه میر قلندر رسانید.

و ایشان از اکابر مشائخ عصراند و طریقه قلندریه داشتند. ملا شاه
مدتی در خدمت میان شاه میر آمد و شد مینمود، و ایشان اکثر رو مییافتند بلکه
راه نزد خود نمیدادند. عاقبت که ثبات قدم مومنی الیه ظاهر شد، مهربان
شده در اندک زمان بنهایت مرتبه عرفان رسانیدند.

و باز باشاره آنحضرت، ملا شاه بکشمیر رفته در آنجا اقامت ورزید. و تا
آخر عمر ایام تابستان در کشمیر و زمستان در لاهور بسر برده. و در کمر
کوهی نواح کشمیر، باغی بنهایت لطافت و نزاهت بنا نهاده بود. و آن باغ
را — چشمه شاهی — نام کرد. اگرچه در آنجا آبشارها از کوه آیند لیکن چشمه
ته جوش نیز واقع شده است. و بالای آن چشمه حوضی ساخته مثنی از
سنگ سیاه و از بالا مسقف کرده. آبش در برودت بمثابه ایست که در عین

تابستان اگر لمحه دست در وی گذارند مثل اعضای ریشه دار بلرزه در آید :
شاه مذکور در آن باغ بتحمل بسیار و فراغت تمام میزیست . و هرگاه خبر آمد
پادشاه میشنید عصا در دست گرفته بسیر خیابان میرفت و ایستاده ملاقات میکرد .
و همچنین در وقت برخاستن همراه پادشاه برمیخواست و ساعتی دیگر سیر
میکرد .

گویند شاهجهان پادشاه بارها این حرف را بر زبان آورده که : در
هندوستان دو شاه اند ، یکی شاهجهان و دیگر ملاشاه . و در سال هزار و هفتاد
و دو (۱۰۷۲هـ) سفر عالم بالا اختیار نمود .

و شاه بلند اقبال دارا شکوه قادری تخلص ، از مریدان ایشان بود : اغلب
اوقات آن عرفان مآب طره اشعار را بشانه قلم می آراست ، و بخیال شعر
مبهرداخت . لهذا درین مقام بایراد بیتی چند از دیوان ایشان اکتفاء مینماید .

رباعی

عمری که بلند و پست بودم بودم در مرثیه سوچ و هست بودم بودم
خود آمده ام بخسود پرستی اکنون آن دم که خدا پرست بودم بودم (۱)
تاریخ جلوس پادشاه عالمگیر بدین گونه در سلک نظم کشیده (۲) .

و ولادت با کرامت آن پادشاه در سال سیزدهم جهانگیری شب یکشنبه
یازدهم ذی قعدة مطابق سنه هزار و بیست و هفت (۱۰۲۷هـ) از دختر
یمین الدوله آصف خان (۳) در حوالی اجین است . تاریخ تولدش ابو طالب
کلیم چنین گفته :

۱- صبح گلشن دارد .

۲- رک : مرآة الخیال .

۳- ارجمند بانو بیگم ممتاز محل (تولد ۱۰۰۳هـ وفات ۱۰۲۰هـ ذیقعد ۱۰۲۰هـ) مدفن تاج محل
آگره دختر میرزا ابوالحسن یمین الدوله آصف خان (متوفی ۱۰۵۱هـ شعبان ۱۰۵۱هـ مدفن لاهور) .

داد ایزد پیدادشاه جهان	خلفی همچو مسهر عالمتاب
تاج صاحبقران ثانی یافت	گوهری بحر ازو گرفته حساب
نماش اورنگزیب کرد فلک	تخت ازین پایه گشت عرش جناب
چون باین مژده آفتاب انداخت	افسر خویش بر هوا چو حباب
طبع دریافت سال تاربخش	زد رقم: آفتاب عالمتاب

۸۱۰۲۸

در روائح مینویسد که: چون بعضی از اعضای جهان آرا بیگم خلف شاهجهان پادشاه بسوخت، رجوع به ملا شاه با صفا کرد. چند خوان پر از اشرفی فرستاد و درخواست دعا کرد. پیر صادق فرمود که: وقت رجوع بطبییان است از دعا چه میکشاید. نذر خود را بیرید که حیل و تزویر از من نمی آید.

از شمع بسوخت ضعیف والا جاه
گفتا: چه کشاید از دعا غیر دهن
درخواست دعا به نذر از ملا شاه
زین حال طبیب را بکن زود آگاه

نه این است که دعای مقبولان را اثر نیست، عارف را جز حق توجه بسوی دیگر نیست. بنده در مانده دعا پیش خدا کند، عارف عین ذات است، پیش که دعا کند. (خطی)

● تاریخ اعظمی: غرق بحر توحید اله حضرت آخوند ملا شاه. شاه مجد نام داشت، از مردم بدخشان است. از خوردی آثار علوم استعداد از باطنش ظاهر بود. در ایام تحصیل قرآن در علوم غریبه و شعر بسبقت اقران ید بیضا مینمود، چون براه فقر و انقطاع آمد و در اکثر عالم سیر کرد، آخر الامر تربیت از خدمت حضرت میان شاه میر لاهوری قادری قدس سره— که از محبوبان مجذوب نما بود— یافته. و مدتها بسیاحت قلندر وار میرفت. و در سطوات توحید سوز و گداز عجب داشت.

در همان حالات بکشمیر رسید، و دامن کوه ماران کشمیر را، معبد و مسکن

ساخته . صیت شیخی و آوازه بزرگی او اشتهار یافته ، شاهزاده دارا شکوه و بیگم بارادت آمده خدمت مالی و بدنی بسیار بکار برده اند ، و تعمیرخانه و خانقاه سنگین و اماکن معروفه بعمل آوردند .

هنگام سکونت بکوه ماران ، برادرانش پرسیان و جویان احوال ، بکشمیر رسیدند . و اتفاقاً بخدمت ایشان آمده چون نام و نشان وطن و آباء و اجداد بیان کردند فرمود که : منم آن شاه که الحال مرا ملا شاه میگویند ! اخوان و سائر خویشان چون برادران حضرت یوسف علیه السلام بایشان پیوستند . بعد ازین ، دیگر خویشان و اقارب آمده در دامنه این کوه جای گرفتند .

حضرت آخوند مسند تجرید را آراسته و هرگز تأهل را نخواسته . امراء و فضلای عصر و بعضی مشائخ در خدمت ایشان اکثر میرسیدند .

طبع موزون داشته و نشأة وحدت را در کثرت یافته ، قریب لک بیت محتوی بر لطائف و در بیان حقائق و معارف تصنیف نموده .

باوجود کمال عرفان ، لطیفه گوئی را از دست نمیداد . مشهور ست که :

شاهجهان پادشاه پیش از ملاقات خود ، موسوی خان صدر را برای امتحان در خدمت آخوند فرستاده . چون بصحبت رسید آخوند اصلاً تن به تعظیم و تکریم نداده . خان مذکور حمل بر ناشناخت نموده ، گفت که : من موسوی خانم ! آخوند جواب داد که : ما مهدیانیم موسوی و عیسوی را نمیدانیم !

ازین دست ، حکایات و لطائف ازو مشهور و بر زبانها مذکور است .

غرق بحر توحید بود و کثرت موهومه مزاحمت حال باطنش نمینمود .

روزی ، کناره حوض غلو مردم بسیار دیده ، از سبب پرسید . کسی گفت :

خدمت بابا نصیب ، بزیارت حضرت مخدوم شیخ حمزه (قدس سره) تشریف

آورده . چون آخوند شوق دیدن بابا نصیب ، از مدت داشتند ، عزیزان خدمت

بابا را مرغب شدہ ، بخدمت ایشان آوردند . مکالمہ و مذاکرہ بمیان آمدہ .
آخوند از بابا پرسیدند کہ : این کثرت ضد وحدت است ! بابا فرمودند کہ :
وحدت در کثرت است .

چون تخت و تاج سلطنت در سنہ (۱۰۶۹ھ) پادشاہ جہان پناہ اورنگزیب
عالمگیر رسیدہ ، مخالفان دارا شکوہ ، سعی کردہ آخوند را بہ حکم پادشاہ بحضور
طلبانیدند . لاچار بلاہور رسیدہ در آنجا چند سال زیستہ . ایام بغربت
بسر بردہ در خوف و رجا میگذرانید ، و میفرمود : الحمد للہ ! اول و آخر
من ، بغربت گذشت !

چون ایام مفارقتش از دار فنا نزدیک رسیدہ ، متوجہ شدہ در ہالکی نشستہ
در جوار مزار مرشد ، زمینی از مالکان خرید و وصیت نمود کہ : مدفن من
اینجا باشد ! (۱) . دیگر بیمار افتادہ . شب رحلت ، آخوند ملا محترم و
میان اسمعیل لاہوری آمدند . و ایشان را مطلع از وفات خود ساختہ تاکید بہ
تکفین و تجهیز خود نمود . و این نقل را بلا واسطہ محرر از زبان مرشد خود شنید
کہ ایشان شافہۃً از جناب حضرت میر محترم استماع نمودند . و تاریخ وفات
خود را وقت نزاع خود گفتہ . تاریخ :

داد در توحید ملا شاہ جان

-
- 1- His tomb is situated in a central position at the present village of Mian Mir, west of the Multan Railway Line. Dara Shekoh embellished tomb of his pir with Marble stones and other precious materials, the Arches being of marble Lattice work; but these were all removed by Ranjitsingh to decorate the Ram Bagh at Amritsar. The village which is surrounded by high walls of solid masonry, was originally the garden attached to this tomb, with a splendid gateway to the North, which still exists. The quarters were known in old times as Alamganj. The garden was converted into a village by Mehdi Shah, Sajjadah-Nasheen of Mian Mir, about 125 years ago. (Lahore by Latif. 178)

مقبره او بمقام — دارا شاه پوره — من مضافات لاهور مشهور است .
الحق که در فن تاریخ گوئی بی نظیر وقت بود، بعضی اشعار آخوند، مذکور
میشود . رباعی مشهور است .

از علم نظر ، اگر کسی با خبر است قطع ره یارش به پسر شاه پرست
از ذکر و فکر او جهان را اثر است قربان نظر دوم که کار دگر است
در مقام فنا گفته است :

شاه ، جهان آفرین ، جای مرا برگزید گشت : تو بر خیز شاه ! جای تو شد جای ما
صاحب دیوان و مثنویات است و اکثرش در توحید و معارف و بتقریب
حالات سرگذشت خود هم موزون کرده است . (ص ۱۶۱-۱۶۲)

● رباعی الشعراء: عارف ربانی ملا شاه بدخشانی . از اوایل جوانی کمر
خدمت فقراء و اهل الله بسته ، از هر نعمتی خوشه و از هر سخالی گوشه برداشته ،
تا آخر برهنمونی قائد توفیق و هادی طلب ، بهندوستان شتافته ، در دارالسلطنه
لاهور بشرف ملازمت قطب الطریقت حضرت میان شاه میر لاهوری (قدس الله
سره) را دریافت . و دانست که ، دوی او در دارالشفاء توجه باطن فیض
مواطن آن ذات مقدس خواهد بود .

گویند : مدت سه چهار ماه جبهه نیاز بر آستان سدره نشانش میساید
ولیکن از آنجانب بغیر از بی التفاتی و خشونت حاصلی نمیدید . بعد از آنکه
نیازش از حد گذشت و مدلتش بنهایت انجامید ، و امیدش بیأس مبدل شد ،
و آه حسرت از کانون سینه اش بفلک الافلاک رسید ، نسیم عنایت ایزدی در
اهتزاز آمده ، مژده الطاف رسانید . یعنی حضرت میان شاه میر نظر شفقت در
وی دیده فرمودند که : ای بدخشانی ! در آفتاب امتحان گداختی و سنگ سیاه خود را

لعل بی بها ساختی ! اکنون وقت آن رسید که بتراش تربیت در آمده لائق
افسر شهر یاران گردی ! بر خیز و لباس خود را بکنار جوئی — که در پیرون
شهر واقع است — از چرک و خاک شوئی ، و بیا که با تو صحبت داریم !
مولانا مکرم بگرمی آتش از خاک جسته روان بکنار آب روان گردید .
شخصی را دید که ، در میان آب ایستاده بمولانا گفت : لباس خود را بده
تا بشویم ! مولانا التفاتی بوی ننموده مشغول شستن رخوت خود گردید . بعد
از فراغ بخدمت حضرت میان صاحب (قدس سره) شتافت . همین که
از دور نظر مبارکش بمولانا افتاد ، تبسم کرده فرمودند که : ای ملا شاه ! حضرت
نخضر طلب شستن رخوت و لباس میکرد ! چرا ندادی که بشوید ؟ از
همان وقت متوجه تربیت مولانا شده ، بریاضات شاقه و اشغال ضروری و خلوات
و غیره امر فرمودند . در اندک زمان بکمال مراتب سلوک عروج فرمودند ،
و از واصلان کامل و کاملان واصل گردید .

بعد از رحلت مرشد کامل خویش ، بکشمیر تشریف فرموده در دامن کوه
ماران — که در برابر کوهی واقع شده که آن را تخت سلیمان گویند —
باغی و مسجد و خانقاهی در نهایت صفا و خوبی بنا فرموده ، که تا حال
آن مکان تماشگاه خلق آن دیار است . چنانچه در آن باب خود فرموده اند . (۱)
در زمان شاهجهان پادشاه علماء دهلی محضر نمودند که : ملا شاه درین
بیت ، که گفته است :

پنجه در پنجه خدا دارم من چه پروای مصطفی دارم

اهانت بحضرت پیغمبر نموده ، و باین جهت واجب القتل شده . بادشاه
محضر فضلاء را گرفته نزد خود نگاهداشته عزیمت کشمیر فرمود . روزی بمکان

ملا شاه رفته با وی ملاقات کرده محضر را بوی نموده گفت : که این شعر فی الحقیقت از شماست ! مولانا فرمودند : که ازین شعر بوی شرک می آید ، چه صاحب شعر در خود و خدا و مصطفیٰ تفریق کرده و این در مذهب من شرک است ! شاهجهان پادشاه را صیقل عرفان مولانا ، زنگ شک از خاطرش زدوده ، معتقد وی گردانید :

همه کفر آمده بودم همه ایمان رفتم

بعد از آن هرگاه بسیر کشمیر میرفت ، مکرر در خدمت مولانا سعادت حاصل میکرد . و پیوسته غاشیه طاعت و انقیادش بردوش جان میکشید . و همچنین خلف امجدش شاهزاده مجد دارا شکوه و صبیبه پادشاه مزبور جهان آرا بیگم ، و باقی شاهزادگان و خدمه و حرم قاطبه مرید و معتقدش گردیدند .

بعد از رحلت پادشاه از آنجا فضلاء و مردم کشمیر اجماع نمودند که : ملا شاه پادشاه را مسحور نموده ، معتقد خود ساخت ! چون دعوی الهویت میکند بحکم شریعت خونس هدر و قتلش لازم . باین اراده جمعی کثیر بمکان وی شتافتند . مریدانش خواستند مدافعه پیش آیند ، ایشان را منع فرمود و خود رفته در اندرون حجره نشسته و گفت : این جماعه را به اندرون حجره راه ننماید ! مریدان بر فرموده عمل نموده بآیندگان نمودند که : در آن حجره نشسته ! هر کس که بدروازه حجره آمد و نظرش بمولانا می افتاد ، الله ! گفته سر بسجده می آمد . باقیمانده با اعتقاد تمام بیاس ایمان هزیمت نموده رفتند .

خلاصه کرامات و عظمت شان آن قطب زمان از آن بیشتر است که بحاصله تقریر و تحریر در آید . از جمله کرامات غریبه او یکی این است که ، در ضبط احوالش میرزا طاهر نصرآبادی — که از مشرکان امت مجددی بوده و کمر محاصمت باولیای حق بسته میداشته — در تذکره خود چنین آورده که : شاهجهان را

که — شیطان از راه نمیتوانست برد — معتقد ساختند و همان بیت را که در صدر مذکور شد. دلیل ملعونیت او کرده از آنجا که :

با صاف دل، عبادله با خویش، دشمنی است هر کس کشد به آئینه خنجر، بخورد کشد اثبات کمال مولانا نموده، و خود نفهمیده چه اگر پادشاه شاهجهان را شیطان نمیتوانست از راه برد، کجا معتقد او میشد! چون نمیتوانست برد معتقد وی شد.

روزی در حضور پادشاه عالم پناه مذکور این بیت بود. جمعی از علماء مسعود بیگ نسبت میدادند، و برخی ملا شاه، و گروهی بدیگری، و همگی در کفر قائلش اتفاق داشتند.

راقم حروف بمقتضای ارادت، خاموش بود تا آنکه بنی مروئی از حد گذشت! حمیت اولیای حق گریبان گیر خاطر شده، بعرض رسانیدم که : اگر از ایستادگان پایه سریر اعلیٰ، کسی زبان طیور و وحوش میفهمیده باشد، اشاره رود که بنده را پاور سخنی هست : بندگان اقدس و ایستادگان پایه سریر مقدس، متفق اللفظ فرمودند که : از نوع بشر هم کسی زبان وحوش و طیور میتواند نمود که بفهمد ؟ فقیر بعرض رسانید : هرگاه لغت وحوش و طیور — که در جنس حیوان در مرتبه پستی واقع شده — نمیتوان فهمید، زبان اولیا چگونه توان فهمید ؟ که در میان کل موجودات بعد از انبیاء بمرتبه فائز گردیده اند ! نفهمیدن عوام دلیل کفر خواص نمیتواند شد. آنچه مردم از این بیت میفهمند، که — العیاذ بالله — قائل آن، اهانت پیغمبر نموده است، غلط محض بل ضد آن مطلب است. چه در طریق صوفیه از مقررات است که، مرید را باید در شیخ فنا شود، بعد در پیغمبر و بعده در ذات حق مستغرق شود، و در آنجا هم فنا در فنا باید حاصل کرد. پس باقی ببقای

الله، که سرمدی است، شده. حقیقت حدیث قدسی - (ما تقرب الی المقربون بافضل من اداء ما افرضته علیهم ولا یزال عبدی یقرب الی بالنوافل حتی اجتبیه فاذا اجتبیه کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده الی یتیض بها الخ) - تجلی نماید. پس این شخص شاعر خبر از مقام خود میدهد که، او در ذات مجددی محو شده او را بمصداق شریف - (من رأی فقد رأی الحق) - عین حق دیده ام، و پرده تعین مصطفویت او، از نظر من برخاسته. پس درینصورت اگر تمام این فرقه را جرح نمایند، مختارند! والا بصاحب این شعر، موافق طریق ارباب سلوک، کفری و غلطی لازم نمی آید.

از شنیدن این سخن، بندگان اقدس و بعد از آن ارباب فهم و انصاف زبان بتحسین کشودند. خلاصه کلام آنکه: اورنگزیب پادشاه عالمگیر بعد از جلوس خود، بسنایت بعضی از ارباب عناد، مولانا را از کشمیر بحضور طلبیده بود، . . . ملا قوی قاضی القضاة بود، در دهلی بعالم دیگر رفت. و ملا شاه این رباعی را در تاریخ جلوس عالمگیر پادشاه گفته بوی فرستاد (۱).

پادشاه او را از سفر دهلی معاف داشت: در لاهور توقف نمود و در سنه (۱۰۶۹هـ) بفریت در لاهور بسرای سرور شتافت. در همانجا مدفون شد:

و در تذکره شیرخان لودی بنظر رسیده که: ملا در زمان اقامت کشمیر تفسیر قرآن بطریق صوفیه شروع نموده و مدار آن را مطلقاً بر تاویل گذاشته، اما زیاده از یک باره اول فرصت نوشتن نیافت. از آنجمله شرح یک آیه

از عجائبات است - (ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصارهم غشاوة و لهم عذاب عظیم) - ظاهر عامه مفسرین نوشته اند که در شان مشرکان است. و ملاشاه در تأویلات خود آورده که : این آیه در شان اولیاست. و معنی آنست که ، مهر نهاد خدای تعالی بر دلهای اولیای خود، تا ساحت فضاهاى با صفا که بحکم - (قلب المؤمن عرش الله) - هر یکی بارگاه کبر یاست، از خس و خاشاک و وساوس نفسانی ، و غبار کدورت، و هواجس شیطانی پاک می باشد. که بر گوشهای ایشان - (که دریچه های شهرستان قلوبند) - تا ازو حل کلمات لا طائل مسدود نماید. و بر چشمهای ایشان پرده است ، از سراق عظمت جلال ، که جلباب حسن لا یزال که در تماشای آن بجمال ناسوت و ملکوت نظر نمیگمارند. و مر ایشان راست شربتهای بزرگ در مزه و حلوت. در این مقام ملاشاه ، عذاب را از عذب گرفته ، که بمعنی صاف و شیرین است. و حضرت شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی در کبریت احمر نیز تفسیر این آیه را بهمین قسم فرموده :

یک نغمه تراود ز لب قمری و بلبل قنانون ونا مختلف آواز نباشد

مولانا را چند مثنوی است، مشتمل بر حقائق و بیان معارف ، بنظر راقم حروف رسیده. لیکن در هر چند ورق انتقال بیبحری فرموده، و بعد از چند ورق باز بیبحر دیگر توجه فرموده، و در رعایت قافیه نیز چندان مبالغه ندارند. دیوان غزلیات و رباعیات هم ترتیب داده اند. اگرچه گاهی - ملاشاه - نیز تخلص میفرماید، لیکن چون اغلب و اکثر - شاه - تخلص میکرد، لهذا تابع کثرت شده. در روضة الشین ذکر یافته. این اشعار حقائق آثار از نتایج طبع آن قرب حضرت کردگار است :

بنده خورد و خواب را نرسد وصل خدا حرفیت بود ز شرط عقل جدا
آری شود، این نظر آن سردی که اندر ره دوست، جان خود کرد فدا

پرواز بهر بلند و پستی هیچست
پیش ایشان خدا پرستی هیچست (۱)
بر شرع خواص کی نهی کام ای دوست
زین هردو برون درست آرام ای دوست
در صومعه آنچه بر گرفتاران است
اینها همه کارهای پیکاران است (۲)
آه سحری ترانه نامرد است
زن تن ندهد بهانه نامرد است
بی بهره کسی است، کوز پینانی دور
بیشک باشد لباس آئینه و طور
لعل نمکین او مکیدیم تو دان
ما خود براد خود رسیدیم تو دان
این هستی ما بگوشه ای شوار افتاد
مانند سگی که در نمک زار افتاد (۳)
چیزی که حقیقی است مجازی نبود
اینها جی زمانه سازی نبود
تخمی که بجا فساد آخر روید
نی نی، غلط است! هرکه یابد گوید (۴)
آتش باید کنی ته دیگ طعام
آتش به دیگ، حرام است حرام
خالیت ترا ترازوی و پیمانه
آن خرمن گاهی که ندارد دانه
مقبول طبیعت شه و درویشی
چیزی دیگری و بیخبر از خویشی
او او اگر است یاد، اینست خطا
او او نبود، اگر تو دانی و خدا

در پیش فسرده شور و مستی هیچست
با هیچ پرستان، ز خدا هیچ مگو
تا نگذری از شریعت عام، ای دوست
آنجا که، شریعت اخصلخاص است
در مدرسه آنچه مبحث یاران است
آنگاه که مهر تو گزیدم، دیدم
ممسوره زهد خانه نامرد است
فتح دل خویش کن، تصرف این است
از جلوه آفتاب خالی ز قصور
با نا اهل حکایت از راه ظهور
ای دور از یار، یار دیدیم تو دان
خواهی تو برو باش بما یا بقیول
مائی و منی ما چو از کار افتاد
مارا چو ز خود ساخت زما هیچ نماند
بی بازی باش و جای بازی نبود
توحید اناللق که بناسچار آرد
آخر یابد هر که بصدقش جوید
گویند که: هر که یافت، حرفی نزن
تا آنکه شود پخته طعام است انجام
هر که که طعام خام، شد پخته تمام
گر نیست ترا آرزوی جانانه
گر جذب و سلوک همه بی توحید است
در دانائی، اگرچه بیش از بیشی
از سر حقیقت، نتوان گفت بتو
او او گفتن تعارف این نیست روا
او او بود، ذات کسی او او باشد

۱- تذکره حسینی دارد.

۲- تذکره حسینی و ریاض العارفین دارد.

۳- ریاض العارفین دارد.

عارف چه اگر بند دوتی را بگسیخت
 بگذاشت تمام زندگی را در طاق
 آنکس که ز سر معرفت آگاه است
 دردش همه، لاله الا الله است
 شک نیست که بایزید مرد راه است
 در زیر لوی تن، همه عالم گفت
 دریا چو رود خس نرود پس چه کند
 عرفان سر نیست بایدش پوشیدن
 بیرون مرو از خانه ویرانه خود
 ای خواجه! برو بکعبه زان رو که، خدا
 حق را نبود که رهنمائی باشد
 بعد از عرفان بندگیت صاحبی نیست
 از زاهد دل فسرده، مستی ناید
 عارف شده از هستی موهوم، خلاص
 معروف توئی بهر چه تعریف بود
 تا ینده بجا است همه تکلیف بجاست
 هر چند، بیاد خود نشستن، همه وقت
 غافل شدن خلق ز حق از حق است
 بسیار آمد بجای خود کم کم شد
 عرفان برسید شرع محکم کم شد
 مست دیدار طالب ختم نشود
 عارف نشود تابع عام و خواص
 ای آنکه خدای بجوئی همه جا
 این جستن تو، یقین بدان، میماند
 عارف نکند بخلق پیکرو چه کند
 یک ذره مشک را نهفتن نتوان
 ای طالب آن ذات خداوند عزیز
 کو گوهر معرفت بدست افتد

چون شیر و شکر بوحادث ذات آمیخت
 هر کس که آرد پخت غربال آویخت
 شک نیست دوتی که، عارف بالله است
 الا الهش تسمام بالله است
 مردیست تمام عارف بالله است
 با این همه، در زیر لوی شاه است
 پس با دریای بیکران خس چه کند
 میپوشم، لیک مشک را کس چه کند (۱)
 در خانه بجز تو نیست جانانه خود
 هرگز نکند زیارت خانه خود (۲)
 با امید و التجای باشد
 این نیست خدای را خدای باشد
 ز اهل وسواس، حق پرستی ناید
 هست است، ازو سوزی هستی ناید
 دریاب که این کمال توصیف بود
 چون بنده نماند با که تکلیف بود
 خوبست، چه لازم است بر من همه وقت
 خود را لقب است یاد کردن همه وقت
 سلطان نشاط آمده و غم کم شد
 دریا آمد قطره و شبنم کم شد
 ره یافته را راه ازو گم نشود
 یعنی که خدا تابع مردم نشود
 تو عین خدائی نه جدائی بخدا
 قطره بمیان آب جوید دریا (۲)
 از یک روی چو شد همه او چه کند
 آنکس که تمام ناله شد کو چه کند
 بهتر ز همه چیز عزیز است تمیز
 چون طفل مده ز دست با جور و ستیز

۱- ریاض العارفين دارد.

۲- تذکره حسینی دارد.

آن را که، بهاست بر سر ایوان، جنگ
 مومن نشود تا نشاهد یکسان
 تا خود نکنی ز معرفت حاصل کام
 حلوا خلوا اگر بگوئی صد بار
 صوفیست که، محرم است در خانه شه
 صوفیست که، ز هفتاد و دو ملت آگه
 احکام شریعت همه بودی معمول
 سلطان حقیقت چو بملک دل شد
 نی بسنده کسفر و نی بسته ایوانم
 شمع، استاده ام میان بد و نیک
 کی حرف ز هجران جگر سوز کنم
 در ظلمت شب هر که بود او داند
 شک نیست که اسم با مسمی مائیم
 گر گفت کمی بهای بدی، رنجه نه ایم
 از هستی خویش تا خبر شد مارا
 ایام مفارقت بسر شد مارا
 مستانه شدم بصحبت جانانه
 هشیاران را بخانه رخصت فرمود
 دریاب متاب رو ازین قول صواب
 بس غولانند در ره تشنه آب
 مجموعه با جمعی دلخواه است
 این مصحف نیست این کلام شاه است
 آن ذات که وحدتش همه لاریب است
 هستند جماعتی چه گویم ز ایشان
 باید طلب اندر ره دلدار درست
 اخلاص درست صبر ناچار درست
 خوابست که، او سد همه ابوابست
 تا چند، خروشیم که بیدار شوید
 چون هست بیان حال توحید محال
 از دولت خدمت میان حضرت میر

او مؤمن وز ایمان من، او را صد فنگ
 با بانگ نماز بانگ فاقوس فرنگ (۱)
 حاصل نشود کام تو از نقل کلام
 از گفتن حلوا نشود شیرین کام (۱)
 صوفیست که، دارد خبر از منزل و ره
 خود گفت که: الصوفی لا مذهب له
 گشتیم بساحکام طریقت مشغول
 حاکم سابق بیک قلم شد معزول
 شک نیست درین که، کامل انسانم
 در رحمت و فیض بر همه بکشانم
 در وصلم حرف از دل افروز کنم
 شب نیست مرا حکایت از روز کنم
 مفهوم تمام زشت و زیبا مائیم (۱)
 چون با صدق تمام اشیاء مائیم
 روی گل دوست در نظر شد مارا
 القصه که، احوال دگر شد مارا
 جانانه مرا دید بسی مستانه
 پس دست مرا گرفت و شد در خانه
 این قول صواب را بخوبی دریاب
 هشیار که، غولت نه فرید بسراب
 مجموعه چه دل خواه دل آگه است
 سوگند بمصحف که کلام الله است
 در جبه نبیند آنکه سر در جیب است
 پیش ایشان خدا شناسی عیب است
 همت درکار باید ای یار درست
 زین کار درست گرددت کار درست
 خوابست که، او مانع فتح الباب است
 بیدار شوید، دشمن دل خوابست
 پس قال و مقال را در آنجا چه مقال
 القصه، نهالیم نهالیم نهال

بابو طالب کلیم بدیبه خوانده :

طالب ! در ره در آ ! و مرد راه شو طالب هستی تو طالب الله شو
 دانم که کلیمی نه کلیم اللهی با ما بکلام شو کلیم الله شو
 (غلطی)

● تذکره حسینی : ملا شاه ، عارف ربانی ملا شاه بدخشانی . در اوائل کمر فقر بسته از هر خرمنی خوشه و از هر خوانی توشه برداشته . آخر برهنمونی قائل توفیق و ملاذی بخت دقیق ، در دارالسلطنه لاهور بخدمت شاه میر (قدس سره) رسیده . تا مدت چهار ماه جبهه ارادت بخاک میمالید شاه مذکور چون طلبش چست دید فرمود که : ای بدخشانی ! در آفتاب امتحان گذاختی و سنگ سیاه خود را لعل بی بها ساختی ! حالا برخیز و کناره دریا برو و لباس از چرک پاک بشوی ، که با تو صحبت داریم .

ملا چست برخاست و برکنار دریا رفت . شخصی دید که میان آب استاده . وی بملا گفت : لباس خود را بده تا بشویم ! ملا التفاتی نکرد و مشغول بشت و شوی رخت خود شد . چون فارغ شده بخدمت شاه میر شتافت ، همین که نظر مبارکش بملا افتاد ، تبسم کرده گفت که : خضر طلب شستن لباس تو میکرد ، چرا ندادی ؟ و از همان وقت متوجه تربیت شد و در اندک مدت بمدارج کمال سلوک رسانید . ملا بعد رحلت پیر بکشمیر رسید و اقامت ورزیده . در زمان شاهجهان پادشاه علمای دهلی محضر کردند که : ملا شاه درین بیت که گفته (۱) اهانت به حضرت رسول کرده واجب القتل است ! پادشاه محضر فضلاء گرفته عزیمت کشمیر کرد ، و بملا شاه وا نمود گفت که : این بیت از شما است ! ملا فرمود که : ازین شعر بوی شرک می آید که درمیان خود و خدا و مصطفی تفریق کرده است ، و این در مذهب ما شرک است ! شاهجهان

معتقد گردید. و اهل کشمیر اجتماع کردند که، ملا شاه پادشاه را سحر کرده است. چون دعوی الوهیت میکند خویش حذر و قتلش لازم است. جمعی انبوه شده بهمین اراده رفتند. چون روبروی ملاشاه شدند بسیاری سر بسجده گذاشتند و اکثری گریخته افتند. کمالات آن قطب زمان خارج از انداز تحریر و تقریر است. در سال هزار و هفتاد (۱۰۷۰هـ) بحق پیوسته من کلام رباعی (۱) و (۱۶۵-۱۲۶)

● مقالات الشعراء: ملا شاه محمد بدخشی، شاه محمد بدخشی بن قاضی ملا عابدی پیر و مرشد دارا شکوه و مرید میان میر برد. در موضع ارکساء (علاقه روستائی بدخشان) تولد یافت (سکینه ص ۱۱۷) و بقول سید عبداللطیف، در سال (۱۰۲۳هـ) در لاهور آمد (ص ۵۹) سی سال در خدمت پیر خود ماند و کشمیر را وطن ثانی کرده در آن توطن اختیار کرد. (سکینه ص ۱۱۹) در فارسی شعر خوب میگفت، دارا شکوه در سکینه الاولیا (۱۵۲-۱۵۸) اشعار او را درج کرده است و میگوید: یک دیوان ترتیب داده بودند. صاحب تاریخ لاهور سید عبداللطیف سال رحلت او را (۱۰۷۱هـ) ضبط کرده است (ص ۱۷۸) و صاحب - مفتاح التواریخ - بحواله - مرآة جهان - نها - نوشته است که بسال (۱۰۷۰هـ) در لاهور وفات کرد. مرقدش در آنجا است و تاریخ فوتش بر لوح قبرش مکتوب شده است (ص ۲۶۸).

خان بهادر عبداللطیف صاحب تاریخ لاهور وفاتش را در یک جا (ص ۵۹) نیز ضبط کرده (۱۰۷۲هـ) صاحب - مخبر الواصلین - (۲) تاریخ گفته که از آن سال (۱۰۶۹هـ)

۱- چهار رباعی دارد.

۲- مخبر الواصلین؛

مقتدای زمانه ملا شاه نورالله قهره و ثراء
پیشوای محققان برده رهنمای مدققان برده

استخراج میشود (مفتاح ۲۶۸) و مفتی غلام سرور تاریخ گفته که (۱) محتوی سال (۱۰۶۹هـ) است (خزینة الاصفیاء ۱۷۲)
(حواشی حسام الدین ۵۰۳-۵۰۴)

● **صحف ابراهیم :** ملا شاه بدخشانی ، صاحب کرامات و خرق عادات و از مقربان حضرت ربانی بود . در راه خدا طلبی سیاحت کنان بهند آمد . و دست ارادت بشاه میر لاهوری داد . و درد طلب بمداوا رسانید . و بفرمان پیر در کشمیر جنت نظیر اقامت ورزید .

شاهزاده دارا شکوه پسر شاهجهان مرید ایشان بوده . تا آخر عمر زمستان در لاهور و تابستان در کشمیر میگذرانید . شاهجهان پادشاه هرگاه تفرج کنان به کشمیر میرفت ، بدیدن ملا شاه تشریف میرد . اما آن عارف از خود گذشته ، وارسته قبل از محاذات شاه ، از جای خود برخاسته سیر خیابان مینمود . و در اثنای گشت چمن ملاقی میکرد ، و همچنین بوقت

از مریدان شیخ میرش بود	جای عزلت بکاشمیرش بود
پاس انصاف کسب او بوده	بنفس عرش نرش پیسوده
عقل تاریخ آن خدا آگاه	گفت : محبوب خلد مولا شاه

- ۱۰۶۹

(ص ۱۱۳ ر مفتاح التواریخ ص ۲۶۸)

۱- خزینة الاصفیاء:

شیخ حق آگاه عالیجاه ملا شاه دین	هرکه روی روشن او دید، رشک ماه گفت
شد چو از دنیا سوی جنت، خرد تاریخ او	زاهد پنجاب قطب وقت ملا شاه - گفت

دیگر :

شه چد که عارف حق بود	عالم و عامل و خدا آگاه
گفت سال وصال او سرور	که : عجب قطب وقت ملا شاه

(نیز رک تحقیقات چشتی ۱: ۳۳۲)

رخصت لمحہ پیشتر از پادشاه برخاستی و شرط مراخصت بجای آوردی .
شاهجهان اکثر میگفت که : در هند دو شاه اند ، یکی شاهجهان ! و دیگر
ملا شاه !

تا اوائل عهد عالمگیر در قید حیات بود و بسال هزار و هفتاد و دو
(۱۰۷۲هـ) انتقال نمود . رباعیات بسیار بمذاق صوفیه گفته و گاهی به نظم
غزل نیز توجه مینمود . (۳۲۲ ب)

● تذکره شعرای متقدمین : حضرت ملا شاه ، مولدش بدخشان است و
در شهر لاهور بخدمت حضرت میان شاه میر اعتقاد راسخ بهمرسانید ، و
منظور و مقبول گردید . گویند تا سی سال علیالاتصال خواب نکرده بود ،
و بعد وصل حضرت شاه میر ، بکشمیر رفت . و شاهجهان پادشاه و سلطان
دارا شکوه معتقد شدند . و بعد از آن عالمگیر پادشاه او را بحضور طلبید . ملا در
رباعی (۱) مشتمل بر تاریخ جلوس گفته فرستاد و تکلیف حضور موقوف شد .
چون از اشعار ملا شاه غیر از مثنوی و رباعیات مسموع نشده ، چند
رباعی نوشته شد .

کی رفتن ره ز رفتن خواب شود کی دفع عطش ز گفتن آب شود
کی از زاهد کشایش بساب شود کی پشت کسی گرم ز مهتاب شود

رحلت وی در سنه هزار و هفتاد و دو (۱۰۷۲هـ) در لاهور واقع شد .
و مرقدش در آنجاست . (ص ۱۹)

● ریاض العارفین : ملا شاه بدخشی ، نامش ملا شاه و عارفی است آگاه .
بعد از مجالست بسیار با عرفاء و فضلاء طالب خدمت پیری کامل و شیخی

واصل شد، برهنمایی هادی سبیل سعادت و عنایت و قایده طریق رشد و هدایت، در لاهور بخدمت میان شاه میر لاهوری از سلسله قادریه رسید. چهار ماه در کمال ادب و نهایت طلب، بر آستانش معتکف بود و بوی التفانی از گلزار توجهش نشنود. آخر الامر گفت: ای بدخشانی خارۀ خود را لعل ساختی و در کوره امتحان گذاختی! برخیز و غسل کرده بیا تا صحبتی بداریم. وی غسل کرده باز آمد، اجازه ذکر خفی گرفت و بدان متوجه شد. در اندک وقتی ترقی کلی در احوالش ظاهر شد. بعد از رحلت شیخ خویش، در کشمیر توقف کرد. در دامن کوه ماران در مقابل تخت سلیمان باغی و خانقاهی بنا نمود. بالاخره در زمان دولت شاهجهان علمای دهلی او را تکفیر نمودند و مطعون ساختند و لوای قتلش بر افراختند.

شاهجهان فتوای علماء را گرفته بمنزل وی رفته با او صحبت داشت. همت بر ارادش گماشت. علماء گفتند که: او شاه را مسحور نموده است! بحکم شریعت خونس هدر و قاتلش را اجری جزیل و ثوابی جمیل است. هر که بحجره وی رفته نظرش بر او افتاده، الله! گفته روی بر خاک نهاده. غرض پنجاه هزار بیت دیوان دارد. مثنویات بسیار و غزلیات بیشمار ولیکن رعایت بحور و قوافی را — چنانکه باید — ننموده است. وفاتش (۹۱۰۷۲).

رباعیات

ای بیخبر از یک نگه رحمت ما تا چند همی خصومت و زحمت ما
چندی دهدی نتیجه صحبت غیر یکبار بین نتیجه صحبت ما (۱)
(۱۵۲-۱۵۳)

● نگارستان سخن: شاه، معروف بملا شاه بدخشی. عارفی بود

با کمال صاحب وجد و حال . بخدمت شاه میر لاهوری (قدس سره) نیاز و ارادت داشت، اشعار عارفانه یادگار گذاشت (۱). (ص ۴۴)

● صبح گلشن : ملا شاه ، ملا شاه بدخشانی از اکابر محققین صوفیه بدخشان است و عهد شاهجهان پادشاه زمان ورودش بملک هندوستان . شاهزاده دارا شکوه را ارادتی خاص باو و اکثر مردم عصر را در حق وی اعتقاد نیکو بود . کلیاتش از هرگونه نظم و نثر پنجاه جزو کلان کما بیش است . و سنه تسع و ستین و الف (۱۰۶۹هـ) وصال آن ملای شاهان صفاکیش . و این بیت :
عقل تاریخ آن خدا آگاه گفت : محبوب خلد ملا شاه

شعر تاریخ وفات آن درویش خوش اندیش است .

مرده ایم و چو زنده میگردیم به ازین چیست خرق عادت ما
در زیر پل تا ک نهال از چه گرفت است بی تکیه بجای نهد ست قدم را
شود ، ز یک دل زنده ، هزار دل زنده ز یک چراغ ، توان صد چراغ روشن کرد (۲)
(ص ۴۴۴)

● روز روشن : ملاشاه ، ملا شاه بدخشی ، استاد دارا شکوه و مرید شاه میر لاهوری (قدس سره) بود . از علم ظاهر و باطن حظی وافق داشت . تفسیر چند جزو قرآن مجید بطریقه اهل تصوف نگاشته . شاهجهان پادشاه را باوی اعتقادی خاص بود . میفرمود که : درین ملک دو پادشاه اند . شاه صوری منم و شاه معنوی ملا شاه است . و ملا در کشمیر عمارات عالیه بنا کرده و پادشاه هرگاه بکشمیر نزول فرمودی در منزل ملا رفتی و تعظیم بسیار کردی .

وفاتش در سنه اثین و سبعین و الف (۱۰۷۲هـ) بقولی تسع و ستین و الف (۱۰۶۹هـ) واقع شده :

تازه میسازم درون سینه ، داغ خویش را خانه تاریک ست میسوزم چراغ خویش را
راز ما ، کی فاش گردد گر همه از خود رویم نشکند بدمست می ، هرگز ایام خویش را

ای پسای بجای رسیده ما
دوست میدارند اهل دین، شب آدینه را
از خود خلاص یافتن اینجا گرامتست
روئی که تو خواهی، همه بیرون ز نقابت
درویش نام اوست ولی شاه کشور است
زاهد خلوتی، از روی مصلای برخاست
شوروغوغا زدرو بام مسیحا برخاست
همه یک حرف و همان حرف کز و گفتار است
همه یک چشم، که دلها همه زو بیمار است
دل از دیده، در جامه خون برآید
کجا قطره ز آغوش جیحون برآید

جای تو کجاست دیده ما
هر شب آدینه دارم، التزام میکشی
رفتن بروی آب و هوا، هیچ نیست شاه
گر چشم تو بی پرده بود، نیک نگه کن
درویش را که، گنج قناعت میسر است
ساقی ما، ز پی ساغر و مینا، برخاست
چشم بیمار تو ناگشت طیب دلها
همه یک لعل و همان لعل، که لعل لب اوست
همه یک ناز و همان ناز که، جانها پی اوست
چو از خانه، آن جامه گلگون برآید
برون از کنارش، محال است، شه را

رباعی

کاریکه ز تو هیچ نماند، دگر است
زاهیسکه بمقصود رساند، دگر است
در ساغر از کف بنهی می میرم
پیمانه من چو شد تهی می میرم

باریکه ترا ز خود رهاوند، دگر است
ما منکر راه سجده و کعبه، نه ایم
ساقی! اگر می ندهی می میرم
پیمانه هر که پر شود می میرد

(۲۳۶-۲۳۵)

● بیاض آذر: ملا شاه کشمیری، در تعریف شالامار باغ گفته:

هوای سیر باغ شالامار است
بهر شادخشی دل چون غنچه در بند
که باد، از ارتفاعش چشم بد دور
خیم طاقش برنگ کهکشان است
گریبان میکشد از رشک پاره
که طاق ابروی خوبان شکسته
بلندی را نشانیده بسکری
مه نور است کرد آلوده ابرو
بسود حوضی بعینه کوثر آئین
شود کیفیت شیرین دوبالا
چو در آئینه، حسن روی شیرین

بیاض ساقی که فصل لاله زار است
تعالی الله! زهی فردوس مانند
در او عالی بنا قصری است پر نور
برفرفت، آسمان آسمان است
کند چون صبح طاقش را نظاره
چنان ساعی صنعتش رنگ بسته
دگر از رفعت شانش چه پرسى
ز بس مالیده بر خاک درش رو
به پیش این مزین قصر رنگین
درو افتد چو عکس قصر والا
چنان باشد، درو این قصر رنگین

در آتش کرده سردی بسکه طوفان
سخن از آتشارش چون طرازم
الهی! تا که عالم هست و کشمیر
بود یخ بسته وحشی همچو سوهان
صباحتهای عالم را گدازم
مبادا این بنا، محتاج تعمیر

۱۱۷- شرف الدین سید کشمیری

● القعداری: شرح حال در دست نیست. آقای احمد حسین قلعداری
چند اشعار نعتیه وی ارسال فرموده اند:

سلطان دین، ایمان دل، جانان جان، برهان تن
بگذر ز تقصیرات ما، بکشای هر حاجات ما
یا رب! شود روزی که من، از جذبه شوق درت
جز ذکر تو، آرام جان! کامم مبادا در جهان
بادا تحیات و ثناء، بر روح پاک مصطفی
صدرالعل، بدرالدجی، شمس الضحی، کشف الامم
دست عطا، ذیل کرم، فضل رجا، باب نعم
خیزم بذل، آیسم بجان، پویم بسر، راه حرم
روز و شب و شام و سحر آنآ و فانا دمیدم
بر آل و اصحابش ز ما، براهل بیت محترم

۱۱۸- شعری، خواجه حسن

● صوفی: خواجه ابو محمد حسن شعری بن خواجه صدرالدین از خانواده
عنایت الله خان کشمیری بوده، و در سال (۱۲۲۳هـ) چشم بدنیا کشود:

نهای باغ اقبال

تاریخ است. در سرینگر زندگانی میکرد و در آنجا در سال (۱۲۹۸هـ) این
جهان را پدرود گفت. تاریخ است:

جست تاریخ فوت خود، شعری شد نبدا: رحمت خدا آمد

شعری در عهد کهرک سنگ (۱) کشمیر را ترک گفته بسلسله تجارت در

۱- پسر رنجیت سنگ، در سال (۱۸۰۳ع) بدلیا آمد و در سال (۱۸۳۹ع) پند وفات پدر بتخت
نشست و در (اکتوبر ۱۸۳۹ع) پسرش فونهای ویرا معزول کرده تخت را بدست آورد. ❦

پنجاب وارد شد و از آنجا بدلهی رفت.

در دهلی با میرزا اسدالله خان غالب مشاعرات داشت. از دهلی بینارس و از آنجا بکاکنه رفت. در مدح سلطان ترکی قصیده‌ها گفت و صله و خطاب - فخرالشعراء - و - آفتاب هند - یافت.

از - مثنوی لعل و گوهر - اوست :

نقش یمن است بر نگینم شمیری ز سهیل خروشه چینم
نامم به زمین حسن، عیان است شمیری لقبیم ز آسمان ست
نکته پرداز اگر هست فقیر است امروز پیش ازین عهد شنیدم که غنی هم بود ست
(۲۸۲ : ۲)

● ادبی دنیا : اشعار ذیل از شعری است :

بسکه رنگین بهار کشمیر است	سوزن لعل و بخار کشمیر است
در دماغ جیسان لیم بهار	از گل شالساوار کشمیر است
رنگ معجز طراز خامه صنع	حرف نقش و نگار کشمیر است
از سواد و بهاض دیده حور	رنگ لیل و بهار کشمیر است
خم صد ساله را، ز دل بردن	به یکی جلوه، کار کشمیر است
شاهد حسن را، خط مشکین	عکسی از سبز زار کشمیر است
صید عشرت که از جهان رم کرد	به نسیمی شکار کشمیر است
آب نشوونای هالسم حسن	مایه برگ و بار کشمیر است
فکر جنت، بدل نمی گذرد	در جهان ثاء، دیار کشمیر است
وصفش این بسکه، میرزا شمیری	بلسیل نور بهار کشمیر است

کهرک سنگ در لومهر (۱۸۴۰ع) مرد. و روزی بعد نولهای سنگ نیز در جهان نمایانده. شاعری گفته :

از نولهای عمر، ثمرم نخورد و رفت در بوستان حکم گذرم نکرد و رفت
با ماه پیکران مجلای به لعل و در از حسرت و دریغ نظرم نکرد و رفت
(نگارستان کشمیر ۲۴۴ بحواله تذکره بهشل و مکمل تاریخ کشمیر حصه سوم ص ۵۰ - ۵۱)
و تاریخ پنجاب سید لطیف ۲۳۹ - ۲۴۱)

در مشاعره امرتسر میرزا محمد اکبر خان خاور غزلی سرود که مطلع است :
خداوندا سوزان از کرم رند شرابی را مروت نیست در آتش فگدن مرغ آبی را

شعری دو غزل درین زمین بدیهه رسانید : این چند شعر از آنست :

بدوزخ چون سزا ندهد خدا، رند شرابی را که هرکس میکند بریان با آتش مرغ آبی را
مروت نیست گفتن با خدا شرط ادب نبود خطا لازم بود اندیشه‌های فاسادویی را
جواب اهل منی، راه بندد بر سوال اول که غایت نیست اظهار سخن حاضر جوابی را
شعری بقول خود، پنجاه هزار شعر داشت، ولی بیشتر از آن ذخیره در سفر ضایع شد، و هرچه باقی ماند باسم — مرآة الخیال — که پنج صد صفحه دارد چاپ شده است و دارای تمام اقسام نظم میباشد.

— مثنوی لعل و گهر — نوشت که در زندگانی خود کسی دزید،
— قصه چهار درویش — را نیز منظوم کرد که دارای یازده صد بیت است.
(کشمیر نمبر ص ۲۴۱)

۱۱۹- شیخ محمد سرائی

● تاریخ اعظمی : در تذکره سید علی همدانی گوید که : ایشان سنه
هفتمصد و هشتاد و شش (۸۸۶هـ) ششم ذی الحجه، چون وقت انقطاع نفس :

بسم الله الرحمن الرحيم

۸۸۶

بر زبان رانده بودند، همین تاریخ شد.

شیخ محمد سرائی که از صلحاء و بلغای وقت بود چنین گفت :

مفخر عارفان، شه همدان	کز دمش، باغ معرفت بشگفت
مظهر نور حق، که رویش را	عاقبت از جهانیان بنهفت
هقل، تاریخ سال رحلت او	سید ماحل ثانی - گفت (ص ۳۷)

۱۲۰- شیدا، ملا شیدای نکلو فتح پوری

● مآثر رحیمی : ملا شیدای نکلو (۱) از صاحب طبیعتان و نو آمدگان ابن روزگار است . طبعش بلندی طلب و فهمش عالی نسب افتاده . هنگام فکر تلاشها میکند و مضامین بکر بدست می آرد . و لیکن در تنظیم آن نکاهل طبع و تساهل ذهن مرعی میدارد . و اصل وی از طائفة جلیل القدر نکلوست ، و پدر او از مشهد مقدس بهندوستان افتاده و مولانای مؤملی الیه در هند متولد شده ، و نشو و نما یافته . الحق خالی از فهمی و تازه گوئی نیست . و در سلک احدیان پادشاه ظل الله نورالدین مجد جهانگیر انتظام دارد و بدستور سائر احدیان بعلوفه و جاگیر سرفراز است .

درین وقت که ، اردوی گیهان پوی آن خدیو مملکت ستان ، در ولایت مندو بجهت تسخیر دکن تشریف داشتند ، این قصیده که ثبت خواهد شد ، در مدح این سپه سالار گفته . دیگر اشعار خود بدست یکی از مترددین بملازمت این سپه سالار ارسال داشت . و آن قصیده و دیگر منظومات مبنی بر طلب ملازمت و خدمت این قدردان بود . الحق امروز در هند چه که ایران و توران نیز قدردانی مثل این سپه سالار نیست . و این بیت مولف دال برین معنی است :

هندست وجود خانخان چون خانه کمه در بیابان

مسوده این قصیده ، ابن دانشمند صوری و معنوی ، براقم بتاریخ غرة رمضان سنه یک هزار و بیست و شش (۸۱۰۲۶) دادند که درین ثروت نامه ثبت نماید . و قرارداد ایشان شد که ، این سخنور را از پادشاه التماس نماید که آمده بدستور

۱- بقول مصحح مآثر رحیمی در نسخه (ب) مولانا عارف مجد شیدا مرقوم است .

مستعدان در ظل مرحمت ایشان بر آساید (۱). و احوال خیر مال این فصاحت
شعار، زیاده ازین بر راقم ظاهر نبود، بدین اختصار نمود.

قصیده

چشم خورشید چو ابرو کند از شاخ حمل
زلف شب پیچد و چون خال شود بر رخ روز
شب یکی غالیه دانست همه خال نگار
این یکی سرمه چشم آمده آن گونه روی
روز در جلوه چو طاووس بر آرد پر و بال
شب چو گرداب بخود رفته فرو ز اندیشه
آن یکی، چون کچه مشکین افگشت نگار
بی خلاف از عمل کاهش و افزایش روز
کز نگاهش نظر از شوق، نگنجد در چشم
روز و شب لاله و داغ جگر لاله بود
فی چو شمع است و گل شمع بنقص و بکمال
یا مگر از اثر شوق تماشای بهار
یا عروسانه خود آرای شده زال فلک
یا سپند است پرویش، که بر آراست بهار
زین سپس تیز کند باد صبا آتش گل
این همه معنی رنگین، که سراید بلبل
زین رطوبت که جهان راست ز تأثیر بهار
بسکه عام است طرب دور نباشد ز نشاط
فیض پابوس بهارست که شد غنچه و خار

شب شود مردمک و روز بیاضش بمثل
نقطه و دائره باشد چو کشتی در جدول
روز آئینه همه چهره طرازش عمل
این حسابست مفصل بشمار آن مجمل
شب چو زاغی که سر از خواب کشد زیر بغل
روز چون موج برون تاخته از خود بجدل
وان یکی، پساره زر ساعد پیرا بمثل
روز و شب گشته بدان گونه بدهراند مثل
وز خیالش گهی اندیشه نه کاهد ز خلل
که شگفته است کنون تازه ز آثار حمل
گسر باندازه هم بنگری از قدر و محمل
بهر نظاره گل چشم جهان شد احوال
این بود خال رخ و آن بعبین بر صندل
نو عروسان چمن را بحلی و بحلل
چمن از گل شود افروخته همچون مشعل
گوئی از دفتر گل نغمه کند قول و غزل
چیست خورشید گل سر زده از شاخ حمل
طفل اگر زاید چون غنچه، صراحی به بغل
این چو نشتر به زبان وان بشکر خنده عسل

۱- بقول مصحح مآثر رحیمی در نسخه (ب) است: آساید، چون چندین برین بگذشت ترک
ملازمت جهانگیری نموده به پرهانپور آمده خدمت سپه سالاری اختیار نموده و در بندگی ایشان
بر آورده صاحب علوفه و جاگیردار گشت. و در قصائد غرا در مدح این سپه سالار بر
نسب و حسب سپه سالاری و حالات و فتوحات ایشان را و آباء و اجداد کرام ایشان را بنظم
آورد. و مایه قدر و منزلت خود بمداحی و ثنا گستری ایشان میافزاید. و سپاهی پیشه نیز
واقع شده. و الحال در بندگی این سپه سالار است. امید که توفیق مداحی زیاده ازین
یابد و موفق گردد.

بسکه سیراب شد از فیض هوا جرم زمین
در نگر انجمنی وصف بهار اندر گوش
چه عجب بر مژه گر خنده زنده غنچه اشک
هر کجا چشم کشائی نگری صورت خویش
بسکه از خنده گل، گشت هوا شمله فشان
دل که آن نشگفتد از فیض چنین تازه بهار
زین سپس، سرمه تماشای چمن باشد و بس
نیشتر بسکه ملایم شده چون سبزه تر
چاک دامان گل از مرهمی باد بهار
ریشه در سنگ دواند بانثر سوده او
گل ز بس نعمت دنیا بجهان کسرد فراخ
گاه آنست که، از خانه شوی سوی چمن
تاکی از دفتر حکمت سخن و مرکز و خط
دور ساغر طلب از دور فلک، راز مجوی
برگ عشرت طلب و ساز می و رامش و رود
دور اول چوکشی، ساغر می نوشت باد
ای هوای رخ و زلف تو، همه علم و عمل
سخن از نقش دهان تو بود راز نهان
پای اندیشه ز جولان خیالت شده لنگ
تا نگارین خط تو دیده ام از خط سرشک
بس که هر لحظه دل من بکف سیم بریست
همه در دور غم حلقه زلف تو اسیر
تا برم سجده بمحراب غم ابروی تو
به بنای تن من، گر خلل افتد، چه عجب
من نپردازم از اندوه تو، هرگز بکسی
قبیله اهل خرد، حامی ارباب هنر
ای نزول تو، درین جلوه گاه عنصریان
شاهد قدر تو، گسر باز کشاید، آغوش
تا مگر نام زد داغ تو، گردد سایه
روژ بازار، بهر جا که بود، رای ترا

مایه ابر بود حشو تراشی بمثل
حرف مفلس چه بود پیش توانگر مهمل
که - نهانده بجهان عقده مالاینحل
بس که گردیده هوا آئنه گون بی صیقل
چشم کور از مژه، بر دیده فروزد مشعل
نزد دانا سزد ار چاک زنی چون دهل
که زخم سرمه بود غالیه اندر مکحل
نکشاید بدو صد زخمش فصاد اکحل
نبود دور که چون زخم نبالد بمثل
گر بسایند پی دفع صداعی صندل
زاهدان دولت عقبی نه پزیرند بدل
خواهی از بلبل و گل، جام می و قول و غزل
دفتر گل نگرده آب روانش جدول
کان تهی دایره بر دایره بینی چو بصل
که دمی عیش روان را نتوان یافت بدل
گوش دل تازه چو گل ساز باین تازه غزل
کفر و دین را نتوان یافت بر این هر دو بدل
نکند باز کسی این عقده مالاینحل
دست امید ز دامان وصال شده شل
تن من صفحه تقویم شد است از جدول
ماند از ارزش خود با درم سیم دغل
کز ازل تا بساید، وز ابد آید به ازل
بوضو چشمه خورشید کنسم مستعمل
کی به بنیاد هوای تو بود راه خلل
جز بوصف اثر رحمت حق عز و جل
خانخانان، که بود قدرش خورشید محل
هم چو، پیراستن مهر شهبان حمل
نه فلک گیرد چون دسته سل به بسل
هر سحر رخس صبا بر جگر لاله کفیل
زر خورشید بسود ناسره چون سیم دغل

ای تو تفصیل جهان را بحقیقت مجمل
 داغ گردد بجبین گرچه بمالد صندل
 در خیال تو، دو یک باز شمارد احوال
 آب حیوانش در آید بنظر، مستعمل
 هم چو آن موم کز آتش بکند ترک عمل
 گوشت افسر تمت آنچه بنام است ازل
 نوش داروست هلاهل بتمنای اجل
 گردد از خیرگیش دیده خورشید سبل
 دفتر قدر ترا روز و شب اندر جدول
 عقده روح قدس پیش ضمیرت چه مثل
 چشم خصم تو چو تشبیه کم با سرکل
 که کند طی منازل ز ابد تا به ازل
 رود از خویش برون همچو شمار از اول
 عین آن میشود از معنی بی نقص و خلل
 و ر هوا تاب هوا جوهر او بی غش و خل
 نتوان کرد ز ناراسی داغش بکفل
 تا تن کوه شود توی بتو همچو بصل
 در خیالش شود اندیشه ز سودا مختل
 زود برگشتن آن مانند با سیم دغل
 ورنه چون ماضی او حال بود مستقبل
 که برآید ز زمین بر فلک او مستعمل
 بی گیان از سر بازی شکند شاخ حمل
 زان قهور که بود در دلش از قدر و محل
 بشکند، نه سبوی چرخ، با سبب کفل
 وصف پاک تو، که پاکست و تشبیه و مثل
 بزم پیرای حریفان معانی بمثل
 گر بر خواره خورشید بمال صندل
 ژند پیرای مغان گردم از لات و هبل
 سر بدامان ثری پای در آغوش زحل
 که نیم غائبه بر دوش جریر و اخطل
 سخن خاص نباید که بود عام مثل

هنر تست که آمد ز عدم هستی زای
 گشته با خصم تو اشیاء همه واژون بمزاج
 نبود دور ز یکتائی قدر تو اگر
 هر که زد بوسه، بخاک درت از روی نیاز
 کند از هیبت تو جسم عدو ترک روان
 نقش پای تو بود آنچه بنام است ابد
 بر لب و کام عدوی تو ز ناکامی دهر
 بر درخشان دم تیفت کند از گرم نگاه
 خانه امر سرا، نه فلک اندر پرکار
 لوح محفوظ ز علم تو، چه باشد ابجد
 گر کف دست بود موی بر آرد فاجار
 لوحش الله! ز صوفی منش آن راهروی
 گم شود از خود اگر چشم کشاید بر خویش
 لاف وحدت رسد او را که بهر گونه مزاج
 گر در آبت بود موج و ر آتش چون دود
 گرم خونست، چنان کز اثر خنده برق
 گز رسد صدمه ستان سم او، بر کوه
 پس که هر لحظه بجائی است چو انداز خیال
 گرچه چون نقد سره در همه جاهت روان
 کرده تسخیر کواکب مگر از طی زمان
 نفس از سینه بسی دیر برآید بر لب
 بچرا گر بسوی سوز چرخ آرد روی
 گر بداند که بود زیر فلک در گردش
 تا سفال ره باز پیچ طغیان گردد
 کام بخشا! سخن چند سرایم بگزاف
 چند از باد بر افروزم شمسی که بود
 کی قتل شود از تاب حرارت بمثل
 نه من آن انوری سحر بیانم، که بمدح
 یا چو عرفی که ز فوطرز دگر تازه کنم
 ترهای است که، باور نکشی گر گویم
 من چه گویم که سخن خود دهد انصاف سخن

هر که از مدح تو در وصف کسان آویزد
چشم انصاف، اگر کور بود، باکی نیست
پایه بر پایه شناسم، سخن اندر معنی
آن که غیر از کسول آرد نستانم به پرند
چشم آنست، که از راه کرم (شیدا) را
همه تا ثار تهی کیسه منضوله بدان
من چه باشم چه کنم حرف کسانم ز چه روست
تا عروسی ز سر آغاز کند زال جهان
باد طبعم بمعانی چمن فیض آرای

هست زآن گونه که میسازد از مشک جمل
زان که هرگز نبود دیده آئینه سبیل
از ثری تا به ثریا، ز قمر تا بزحل
آن که خویش ارچه پرند است بگیرم بکول
لطف عامت بشناسد ز حریفان دغل
جمع گردیده به هنگامه بامید سطل
بدعا دست بر آرم که دعا راست محل
از خرام شه سیاره بشکوی حمل
از بهار اثر وصف شه دین و دول

(۱۲۸۷-۱۲۹۷)

● شاهجهان نامه: دیوانه حسن معانی، شیفته طرز سخن دانی، واقف رموز نهان و پیدا، ملا شیدا. فکرش نکته طراز و طبعش معنی پرداز است. و منشاء و مولدش فتح پور اکبر آباد. هر لحظه طبعش در انگیزخت معانی تازه آبدار، چندین خیال نو آئین بر روی کار می آورد. و خاک زمین سخن را — که از گرد کساد خاک مال خورده بود — بکیمیای فکر زر مینمود. و در سخن، طرز باستان گزیده بر متأخران، پیوسته زبان طنز میکشود، و یک قلم این جماعت را از سلسله ارباب سخن خارج دانسته، از خطه سخنوری اخراج مینمود. و از بس که اندیشه رسا و فکر درست داشت، در مجلس فکر سخن مینمود، و پیوسته در انجمن با شاهدان معانی خلوت میداشت. و با طرز تازه خصم دیرین بود، و شعر تازه گویان را بد تر از تقویم پاریته میداشت. اگرچه از مراتب علمی بیگانه بود (۱) اما در قوانین سخن آفرینی یگانه وقت خود است، و رسائی فکر بی پایه ایست، که در یک ساعت، بخوبی قصیده غرا — که نظم ثریا را نمونه تواند

بود — بکلاک شعری میپرداخت. و طره اشعار را از دستی پیرایش میداد که هیچ سخن دستگاهی شانه وار در وی ناخن بند نتواند ساخت.

و در برابر مخزن گنجور گنجه — که صاحب پنج گنج است — طبعش با حور هم پنجه، قریب بدوازده هزار بیت مثنوی منظم ساخته، مشتمل بر سخنان حکمت آمیز و معانی دلاویز، و آن را — دولت بیدار — نام نهاده، و سر آغاز آن این بیت است:

بسم الله الرحمن الرحيم آمده سر چشمه فیض عیم (۱)

و در آن کتاب داد سخنوری بنوعی داده، که هر نکته از آن، یک کتاب سخن است. بلکه هر نقطه از آن، خال رخساره شاهدان این فن.

و از برای حاجی محمد جان قدسی — که سر دفتر قدسیان است — به تیزی تیغ زبان قطع اللسانی کرده، و بر قصیده او که مطلعش این است: عالم از ناله من، بی تو چنان تنگ فضاست که سپند، از سر آتش نتواند برخاست (۲) نکته‌های رنگین گرفته، و بعضی جا کلکش از دستی ناخن بند کرده، که جای انگشت نهادن نیست. و بعضی جا بر طره اشعار، شانه وار بیجا پیچیده.

و در سال هزار و چهل و هفت هجری (۱۰۴۷ هـ) این قطعه — که بر تیز زبانی او برهان قاطع است — در هجو میر الهی (۳) گفته:

ای میر من! که کرده (الهی) تخلصی از مرد لاهی ار چه الهی شدن خطاست
زین رطب و یابسی که، بود در کلام تو گهر منکر کلام الهی شوم بجاست (۴)

۱- سرو آزاد دارد.

۲- کلمات الشعراء و مرآت الخیال دارد.

۳- رک: تحت الهی ص ۱۱۲.

۴- گل رضا دارد.

میر مذکور از استماع این قطعه بسیار بر آشفت ، و چندین رباعی در هجو او انشاء نمود ، اما هیچ تلافی آن نکرد .

و مولانا در اوائل ، ملازم سرکار خان خانان عبدالرحیم بود ، پس از آن بسططان شهریار مخصوص گشته ، و بعد از آن داخل بندگان در گاه عالم پناه گردید . و در آخر حال گوشه گزین خطه کشمیر و خوش نشین آن مکان دل پذیر گردید : و بمواجبی که از سرکار میافت ، خورسند بود ، و باقی عمر آن جا بسر رسانید .

و بعضی از ابیات بلند آوازه آن بالغ نصاب کمال بلاغت کلام — که آویزه گوش بنات گردون و ابنای روزگار گشته و باشنا روی غراب معنی در صدر انجمن دلها جا گرفته — درین اوراق پذیرای تحریر میگردد :

(۱) شانه را دست دعا ، در شب زلف تو دراز (۲) ور بدریا مو بشوید ، خار ماهی گل شود (۳) شکر خند تو ، مور جوهر ، از خنجر برون آرد (۴) چو شمع ، از جیب خود هر دم سر دیگر ، برون آرد (۱) ز آنکه این معنی چو زلفش ، پیش پا افتاده است (۵) و گر رخساره بنمائی ! شب مادر سحر پیچی (۶) شناسم بوی زلفت را ، اگر در مشک تر پیچی که چون من بیشتر پیچم ، تو بامن بیشتر پیچی که گاهی سائبان رخ کنی ، که بر کمر پیچی	ای بروی تو گرو ، آئینه را چشم نیاز گر بصحرا مو فشانند ، دشت پر سنبل شود هوای شست زلفت ، ماهی از کوثر برون آرد هوایت در سری گنجد ، که در زیر دم تیغت زلف او را ، رشته جان گفتم و گشتم عجل اگر گیسو بر افشانی ! هوا در مشک تر پیچی فسونگر داند آن خاکی که ، از وی بوی مار آید نه من دودم ، نه تو باد می ، نه من زلفم ، نه تو شانه بدین حسن تو نگر ، زلف چون دلق گدا داری

-
- ۱- گل رعنا دارد .
 - ۲- نصرآبادی ، گل رعنا ، خزانه عامره دارد .
 - ۳- نصرآبادی دارد .
 - ۴- سرو آزاد و شمع انجمن دارد .
 - ۵- نصرآبادی و کلمات الشعراء دارد .
 - ۶- نصرآبادی ، کلمات الشعراء ، سرو آزاد و شمع انجمن دارد .

که این تمام بود روشن، آن سیاه تمام
توئی، و روز وصال بیک نگاه تمام (۱)
که نا نوشته، کند دست را سیاه تمام
کز جور تو، چشم گزد انگشت بدندان
هر لحظه بر آرد سر دیگر، ز گریبان
از خط و دهان شوکند، حجت و برهان
چون صبح تونگر بود، و شام غریبان
که در هر نمودی، نمایش تراست
سخن را، زبان و زبان را سخن
که کس تشنگی ز آب گهر سر نبرد
چه پرورده گوید، ز پروردگار
بچندین زبان، عذر خواه آمدم
بجرم از تو باشم، چرا نا امید
(۳۹۹-۳۹۶)

زهی بزللف رخی، طاعت و گناه تمام
من و شبی، که نه گردد سال و ماه تمام
ببوی زلف سیه طالع، چو نوشقی
اشکم، نه ز خون است، گره بسته بزرگان
از لذت آب دم تیغ تو، سرشکم
از وحدت و کثرت، چو سخن گوید عارف
از روشنی و تیرگی، آن عارض و گیسو
ستایش سراپا، نمایش تراست
دهد ذوق توحید تو، در دهن
بانده، راه تو نتوان سپرد
سخن چون ز حمد تو، بندد نگار
چو چشم، ارچه خود رو سیاه آمدم
چو چشم سیه، بهتر است از سفید

● نصرآبادی: شیدا، اصلش از ولایت هند است. خیالش غریب و
افکارش لطیف است. شعر بسیاری گفته، چنانچه مسموع شد که: پنجاه
هزار بیت گفته. اما از بی دماغی، تمام را بهاره کاغذها نوشته. در اشعار او
به ندرت، شعر بلندی بهم میرسد.

بسیار تند خو بود، کم الفت مردم میگرفت. وضعش هم کثیف بود،
چنانچه ملا رشدی باو شباهتی داشت. پیوسته بمحض توهمی، از اقران و
امثال، مثل حاجی محمد جان و طالب کلیم — که هر یک بصفات حمیده یگانه
آفاق اند — میرنجیده. قصیده حاجی محمد جان:

عالم از فالتنه، بی تو چنان تنگ فضا است که سهند، از سر آتش، نتواند برخاست
مصراع اول را بیمعنی بر آورده، قصیده بهمان بحر و قافیه گفته، نا انصافی

چند کرده که شرح نتوان داد. یکی آنکه حاجی محمد جان گفته :

مهر و مه را نبود، بی مدد رای تو، نور بنگاه دگری، دیده عینک بیناست
او اعتراض کرده که: دیده عینک، که بینا میشود؟ غرضکه همه ازین بابست.

چند سال قبل ازین فوت شد. شعرش اینست :

روی او آب دهد، جوهر بینائی را موی او سر به کشد، چشم تماشائی را
نیود باد، اگر بوی تو یک صبح، بباغ گل طنبجه زند و غنچه کند، جنگ بهشت
در مصحف جمالت، چندان نظر که کردم جز نقطه دهانت، یکحرف شک ندارد
آگه نشد، کسی ز بهار و خزان ما مانند گلبنی، که بوی پیرانه گل کند (۱)
مژگان از ستیزه، دل خاره شق کند از گرمی نگاه تو، آتش عرق کند
ز شوق بسکه سراسیمه ام، چو خانه چشم گمان برم، در و دیوار بال و پر دارد
منه، بترک دو عالم، کلاه فقر بسر کزین دو ترک، نمیگردد این کلاه تمام
کشاده چشم، تا در بند آن زلف پریشانم گره از چند جا، چون بند انگشتت مژگانم
سراپا جوهرم چو ن تیغ، اما در کف گیتی ز من کاری نیاید، حسرت نامرد را مسام
چیست، دانی باده گلگون؟ مصفا جوهری ! حسن را پرورد گاری، عشق را پیمبری (۲)
ز گریه در نه آبسم، چو مردم آبی بسروی آب سنگر بعد مردم یابی

صفت تفنگ

ای راست رو تفنگ شهنشاہ کامران ! در راستی و پر دلی خود، یگانه
روشنلی و راست نهادی و فتنه جو ماری، و مهره داری، و صاحب خزانه
در پایه ارجستند و در آوازه بلند زان دست بسر گرفته شاه زمانه
خامنه من، تیر شد از راستی دور، از ننگ کجی و کاستی
تیسر، چو بی پر نشود، کارگر گشت سر انگشت بر آن تیر پر
(۲۲۲-۲۲۵)

● کلمات الشعرا : شیدا، در عهد جهانگیری (۱۰۱۴-۱۰۳۷هـ) بعرضه وجود آمده. هنگامه سخنوری را گرم داشته. شاعر پخته رو پرگو و در زمان خود یگانه بود.

۱- قزلباش خان امید گفته :

مانند سبزه که، بروید بزیز سنگ آگه نشد کسی، ز خزان و بهار من
۲- کلمات الشعرا، سرو آزاد، گل رعنا، مرات الخیال و شمع انجمن دارد.

روزی در مجلس سخنوران ذکر این مطلع او در میان آمد. همه یاران خوش کردند :

بسکه بنگاشته اشکم ، رخ کاهی از خون مژه ام بسته بهم ، چون پر ماهی از خون (۱)
فقیر گفت : پیش مصرع خوب نرسیده ، بدیه مطلع ساخته خواندم :

بسکه می ریزد سرشک از دیده گریان ما بسته از خون ، چون پر ماهی بهم ، مژگان ما (۱)
باز همین معنی را در همین غزل ، قسم دیگر بستم :

حرفی از شیرینی لبهای ماهی شد رقم چون پر ماهی ، بهم چسبید انگشتان ما
وقتی که این مطلع قصیده را گفت : چیست دانی

همه عزیزان خوش کردند و در ترانهها بستند ، چون بسمع مبارک
پادشاه دین پناه رسید ، بی دماغ شد ، زبان بتکفیر او کشود ، که : در
تعریف ام الخبائث — که حرمت آن بنص قرآنی ثابت است — چنین گفته !
از ملک ما بر آید ! چون حکم محکم باخراج او صادر شد ، قطعاً گفته ،
بوسیله یکی از مهربان گذرانیده ، پادشاه را بر حال خود مهربان ساخت :

جهان پناه ! ملاذا ! بقدر جاه و جلال (۲)	نیا فریده خدا ، چون ترا عدیل و نظیر
بوصف می زده سرازمن این دومصرع جوش	که گشته ، ورد زبان همه صغیر و کبیر
اگرچه لطف تو خاصست ، معنیش عام است	بنخاص و عام بود شهره همچو یدر منیر
چنین که ، میکش اسرار مولوی (جامی)	که هست گفته او ، دور از در تقصیر
بوصف می ، ز صراحی دو بار قلقل می	به از چهار قلش گفته ، فارغ از تکفیر
را بکفر چه نسبت بود ، که به ز منی	سخن چنین کند و هیچ ناپدش بقصیر
را ، چو شاه براند ، کجا توانم رفت	بگاه راندن از کسف ، کجا رود شمیر (۳)

بر قصیده حاجی محمد جان قدسی ، ملک الشعراى عصر ، که گفته :

عالم از ناله الخ

۱- گل رعنا و خزانه عامره دارد .

۲- گل رعنا دارد : جهان پناها شاها بقدر جاه جلال .

۳- خزانه عامره همه اشعار دارد .

مشاهده کرده ، که همه ضاحب سخنان پسندیدند ، مشهور است .
شاعر ظریف طبع ، و هجو گو و حاضر جواب بوده . هجو استاد زمان
طالب آملی (۱) — که از امراء بود — چنین گفته :

شب و روز ، مخدم ما طالبا پی جیفه دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجا که: دنیاست مردار و طالب سگ است (۱)

هجو ممسکی حکیم حاذق (۲) چنین بیان کرده :

بر کیر نویسی ار تو ، حاذق حاجت نبود دوی امساک (۱)
هجو مرزا امرالله ، پسر خان خانان — که بعلت مشایخ مشهور بود — چنین
گفته :

نه تنهان می گویم ، که: امرالله مفعول است خدا فرموده در قرآن که : امرالله مفعولا (۱)
روزی ملا اظهري کور ، بتقریبی این دو بیت ، پیش یاران خواند :

دیده را بر رخ زیبای تو ، حیران کردم عشق داند ، که برین دیده ، چه احسان کردم
خواه با اظهري و خواه به بیگانه نشین من همی شرم ترا ، بر تو نگهبان کردم (۳)
ملا شیدا سر از میان یاران برداشته گفته : اندھے کی جو رو کا الله نگهبان !

گویند ، وقتی که رایات عالیات ، بسیر کشمیر جنت نظیر عشرت اندوزی
داشت ، در آنجا شالی کهنه ، در سرکار عالم مدار جمع شده بود . حکم شد
که : چهارم حصه بشاگرد پیشه تنخواه دهند ، برات این نیز بند شد . پیش
اسلام خان ، دیوان اعلی ، رفته اظهار ابرام نمود . پسا اولان بی حرمتش کردند .
و از پیشگاه نظر راندند ، چنانچه دسقارش از سر افتاد . بانگ برداشت که :
نواب سلامت ! عرضی دارم برای خدا بشنوید ! چون نزدیک بردند ، گفت :

۱- گل رمتا مرآت الخیال بر مرآت آفتاب نما دارد .

۲- حکوم حاذق متوفی (۱۸۱۸ هـ) پسر حکم شاه و راد . لایحه حکم از فتح پور ،

۳- گل رمتا دارد .

عزتی که من در دیوان شما یافتم! شما نیز در دیوان من خواهید یافت! بواب
تبسم نمود. بر براتش دستخط معافی کرد. این چند بیت از فکرهای اوست:

مرا نیاز، ترا نیاز، هر دو می زبید
چون غنچه، دل ز دوست جدا شد گره مرا
پنجه اهل سفا، در جانب دست گدا
مرد غم را ز طرب، تازه دماغی نبود
ساده لوحی، که بیک غمزه دلم شیدا کرد
تو از تمکین، من از حیرت، نه ایمانی نه تقریری
خوادم ز دست غمت، خون ناب را، تنها
کسی بروی تو و گه بسوی گل نگرم
چو عندلیب بخواند، کتاب خنده گل
جفا نگر، که بدیوان عشق می طلبند
شبه حسرت آشوشت، ای نازک، بدن! گفتم
عشق با حسن است در هر جا بهر صورت که هست

چنانکه، زیرو بم ساز، هر دو می زبید
مژگان بهم، چو بند قبا شد گره مرا
وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است
خانه آتش زده، محتاج چراغی نبود
آن قدر مشق ستم کرد که، خط پیدا کرد
بدان ماند که هم بزم است، تصویری به تصویری
چنانکه میکش مفلس، شراب را تنها
کند مقابله کس چون، کتاب را تنها
تبسم تو بود، انتساب خنده گل
ز آب دیده بلبل، حساب خنده گل
بجای موی سر در ماتم بند قبا بکشا (۱)
حلقه کرده طوق قمری، گر شود در چوب سرو
(۱۰۱-۱۰۵)

● مرآت الخيال : ملا شیدا بر متکای بی تعینی تکیه زده، روزگاری مهنا و
عاقبتی گوارا داشت. از شیخ زادهای فتحپور است که در حوالی اکبرآباد
واقع شده. گویند: در بدو حال، بخدمت یکی از خوانین — که با سخن
و ارباب آن التفاتی تمام داشت — قیام مینمود. و بجدوت طبع و صفای ذهن،
شنیده ها را در دل جا میآورد. تا آنکه روزی غزلی طرح شده بود و بر یک
مصراعش جمیع حضار بند شده. ناگاه بداهت بخاطر شیدا رسیده، بعرض خان
مذکور، رسانید. او پسند کرده، نظر تربیت بروی گماشته. هر روز بر
منصب و قربش می افزود، تا از مصاحبان خود و با بایان جناب سلطان
گردانید.

شیدا بسیار شوخ طبع و بیباک بود، و شعرای پای تخت را بطعن زبان میرنجانید. چنانچه بر یک قصیده حاجی محمد جان قدسی، از اول تا آخر اعتراض کرده، و هر بیتش را جداگانه جواب گفته است. و آن در زمره اهل استعداد مشهور است. در اینجا یک بیت مطلع، مع ابیات اعتراضی، قلمی گردید. قدسی گفته: عالم از ناله . . . الخ.

شیدا بعد از تمهید فراوان مقدمات، در اعتراض میگوید:

ای سخن سنج! هنرمند! باندیشه بسنج	نقد هر حرف بمیزان خرد بی کم و کاست
ناله در سینه هوای است، که بی قصد رود	چونکه از سینه هوا گیر شد از جنس هواست
عالم از وی نشود تنگ، و لیکن ز ملال	خلق عالم گر از و تنگ نشینند بجاست
خود گرفتم که جهان تنگ شد از ناله تو	که ز تنگی نظر از چشم نیارد برخاست
نیست ترتیب دو مصراع بهم ربط پذیر	که سیاق سخن از هر دو باندیشه جد است
تنگی عالمی از ناله نه کیفیت اوست	که جهان تنگ ز اندوه شده بردلهاست
تنگی جا ز کجا، تنگی اندوه کجا	بیشتر از تن و جان تفرقه هم پیداست

باقی ابیات را بدین دستور قیاس باید فرمود.

و در هجو طالب کایم (۱) این قطعه نظم کرد و چون خالی از ادای نبود شهرت تمام یافت: شب و روز . . . الخ.

و نیز در خائمه نثری — که مشتمل بر تعریف کشمیر و نهضت رایات جهانگیری صاحبقران ثانی بسیرآن حدود نوشته است — ثبت گردانیده که:

ایرانیان مرا بهندی نژاد بودن مقداری نه نهند. غافل از اصل کار که، چون حضرت آدم از بهشت دنیا وارد شد زمین سرانداپ را بمقدم شریف گرامی نمود. برین قول ارباب تاریخ اتفاق دارند. پس آدم هندی است، و نسبت آدمیت بنشو و نما یافته کان هند. ثابت تر آن است که، ایرانی و هندی بودن فخر را سند نگردد. پایه مرد بسبب پایه ذاتی باشد. و اگر

ایرانیان زبان طعن بکشایند که فارسی زبان ماست ، زبان را بکام نیابند .
و اگر زبان بکام باشد بمذاق سخن آشنا نبود . چون دستگاه سخن ندارند .
لاجرم دست و پای همزنند . ظاهر بینان که از صورت پی بمعنی فبرده
اند ، و جز بر ظاهر حال من چشم نگارند ، معنی رنگین من چون خلعت
ایشان نگارست ، و سخنان ایشان چون جامه من کم بها . و بد قماش
ایشان ، بر جامه من چشم بدوزند ، من بر ایشان معنی رنگین عرضه دارم .
آنچه از پی تکلفی گفته شد ، همه از روی راستی است و رنجیدن از
راستی کار اهل دانش نیست .

تا اینجا سخن شیدا بود . آورده اند که چون این مطلع شیدا :
چیست دانی . . . الخ .

بسم مبارک صاحبقران ثانی رسانیدند . حکم شد که : او را از
ممالک محروسه اخراج نمایند . شیدا این قطعه در معذرت گذرانید و آن حکم
موقوف گردید :

بلند مرتبه ، چون آفتاب عالمگیر اگرچه سحر حلال است و دور از تقصیر را از آن چه گریز و مرا از این چه گریز بشعر درج نمودم بفکرت و تدبیر چنانکه ، پرورش طفل داد دایه ز شیر بود چو دور ز معشوق کس نشاط پذیر بگفت در صفت می چو کردگار قدیر بچشم مردم معنی پرست عبرت گیر (۱) اگرچه اش نبود در نظر شراب هوس (۱) بحکم قادر بیچون بی همال و نظیر خلاف قول خدا چون کند کسی تفسیر که هست موج می پای هوش را زنجیر بخواب هرچه کند می نباشدش تقصیر	فراخ حوصله ، چون دور آسمان بلند چو شاعری نبود غیر ساحری بهیمن چو سحر حق بود و ساحرش بود کافر بدین دو لفظ که پروردگار و پیغمبر نه باده ، پرورش حسن میدهند یکسر نه باده ، میدهد از نشأ عشق را پیغام حرام کرد خدای منافع للناس همین نه تنها می حرف آب انگور است بهرچه کس شده سرمست ، هست بساده او چو در کلام الی چنین شده نازل بمعنی است اله سما هوای شما در اصطلاح بزرگان تعلق آمد و می چو شعر و سحر نباشد بغیر خواب و خیال

چه بودی از ز سخن پروران یکی بودی
 بمهد من که از آن قدر من بیفزودی
 ز شاعران، شهنشاه! کیست همسر من
 کدام شاعر و گو شاعر و کجا شاعر
 ز شاعران چنین، گر حساب بر گیرند
 کنون ز قوبه، بعد از خطا پذیرانم
 همیشه ثانی صاحبقران باحسان باد
 ز بندگان بکرم جرم بخش و عذرپذیر

حق آن است که، این همه طعن و استهزاء که از شیدا بر معاصران
 میرفت، محض از راه سبک سری و زیاده گوئی نبود، بلکه فضل و بلاغت (۱)
 شیدا، مقتضی آن شد که، هیچ یکی از شعرای عصر را در نظر اعتبار نیاورد،
 و احدی را در پله میزان هنرمندی با خود نسنجید. چه در علم عروض و
 قوافی ضرب المثل بود، و برآداب و دستور سخنوری و ادای مراتب آن،
 کما ینبغی اطلاع داشت.

ازین است که، سخنوران ایران و توران — که در پای تخت صاحبقران
 ثانی بیاوری طالع پایه امتیاز داشتند — بازوی استعداد خود را، قابل هم پنجگی
 وی نیافته، بطعن و هجایش نه پیچیدند، و گرنه زور طبعش سد راه نمیگردید.
 چه گنجایش داشت که، این همه خشونت از وی بر میداشتند. و همین دلیل
 بر علو فکر و بلندی طبع وی، کافی است. (۹۱ - ۹۳)

● ریاض الشعراء: مولانا شیدا، در زمان جهانبگیر پادشاه، در فرقه احدیان
 پادشاهی نوکر بوده: مولدش قندهار و اصلش از مشهد مقدس است و نشو و نما
 یافته هندستان.

بسیار بلند طبیعت واقع شده، لیکن پست فطرت بوده است، زیرا که

اکثر اشعارش مأخوذ از مضامین دیگر است. نه اینکه بعنوان توارد واقع شده بلکه درین امر عامد و مصر بوده. چنانچه روزی شیخ فیروز منشی را با وی محالست واقع شده، و نقل آن صحبت را که، شیخ فیروز بخط خود در بیاض نوشته بود، تحریر مینماید آن اینست که :

در شهر سینه رابع و عشرين و الف هجرى (۱۰۲۲هـ) که اردوی گیهان پوی جهانگیری در خطه گجرات (صائنهما الله تعالى عن الفتن والآفات) رخت اقامت انداخته بود، اکثر فضلاء امصار و شعراء هر دیار در آن ایام خجسته آغاز و فرخنده انجام — که نو بهار روزگار و نو عروس اعصار توان گفت — بموکب همایون مجتمع شده، هر روز در خانه صحبتی ازین جماعه و در هر کاشانه جشنی ازین طائفه، روی میداد. روزی باتفاق حسنه، بعضی از اعزه مثل ملا منیر لاهوری صاحب این شعر :

درین حدیقه، بهار و خزان هم آغوشت ز مانه جام بدست و جنازه بر دوش است

و ملا عطار جونپوری قائل ابیات :

مرگ آمد و بی هیچ، بدر رفت ز کاخم چون غارتی، از خانه ارباب توکل
هر لحظه خطش غریتر اندر نظر آید همچون خط استاد که بینی بتأمل

و ملا مخترع صاحب این بیت :

در شکستم چند کوشی، ای بت نا مهربان! من پریشان خاطر م زلف پریشان نیستم

و ملا طفیلی فتحپوری مصنف — مهر و ماه — وغیره فضلاء، در بنده خانه، گرم صحبت بودند. ناگاه ملا شیدا از دور پیدا شد. چون از لاف بی معنی و گراف لا یعنی او، دل پری داشتند و میدانستند که، اکثر مضامین مبتذل را، مانند فرزندان مینا بلباس زیبا آراسته در نظر مردم جلوه میدهد،

قرار دادند که استدعای شعر از او نمایند و بنده — که پاره شعر از شعرای حال و قدمای صاحب مال بخاطر دارد — باو همزبانی کند . وقتی که قریب بزم گاه — که فی الحقیقه رزم گاه قرار یافته بود — رسید ، اعززه از جای خود انتقال و از حاشیه بساط استقبال نموده ، باعزاز و اکرام تمام او را بالای دست نشاندند ، و هر یک از یاران ، سخن شروع در تعریف ذهن او کرده ، التماس کردند که : چند شعر از واردات طبع سلیم و ذهن مستقیم خود فرمایند ! گفت :

چیست؟ دانی! باده گلگون مصفا جوهری حسن را پروردگاری! عشق را پیغمبری!
گفتم: این شعر که از شعر رودکی است :

عشق را فنی پیمبر ولیکن حسن را آنریدگار توئی
روی در هم پیچیده مطلق باین حرف التفات نکرده ، خواند :

ز بسکه کرد غمت بند در جگر ناخن چو پشت ماهیم از پای تا بسر ناخن
گفتم: مضمون این مطلع از غیاثای حلوائی شیرین زبان است :

از بسکه سینه کندم و ناخن درو نشست چون پشت ماهی است سراپای سینه ام
بسیار برهم خورد و طعنه بر شعر فهمی فقیر زده خواند :

گر بصحرا موفشانی! دشت پر سنبل شود ور بدریا رو بشوئی! خار ماهی گل شود
گفتم: ملا کاتبی دو بیست سال پیش ازین ، بمولوی نیاز کرده :

گر بدریا ، افتد از عکس جمال او ، فروغ خار ماهی آورد در قعر دریا ، بار گل
تا این بیت از زبان من بر آمد ، شروع در هرزه گوئی و لاطائل شده گفت :

اگر ستم ظریفی میکنید در برابر این بیت بیتی بخوانید :

ذات تو بود صحیفه کون ، که کرد از روی ادب مسهر خدا بر پشت

گفتم: یاران انصاف دهید! هر گاه هاتنی صد و پنجاه سال پیش ازینکه ، این گوهر آبدار در خزانه گفتار مولوی در آمد ، دزدی کرده برده باشد .

گناه مولوی چیست :

نسبت را تویی آن نامه در مشت که از تعظیبت آمد مهر بر پشت
 باران بی اختیار در خنده قهقهه آمدند . از آنجا که — زشت گوئی جبلی
 او بوده — بر سر دشنام و فحش گفتن آمد . اعزه استدعای انشاء مینمودند
 تا این بیت را خواند :

زلف او را رشته جان گفتم و گشتم عجل زآنکه این معنی چو زلفش پیش پا افتاده است
 گفتم : از فرط ادب و مهمان آزاری ملاحظه میکنم ! و الا میخواندم شعر
 عزیزی را که ، گفته است :

کس نیابد معنی پیچیده زلف کجاست گرچه این معنی ترا در پیش پا افتاده است
 القصه چند بیت دیگر خواند که مأخذی برابر هر کدام خوانده شد . بعد
 از آن هر چند اعزه درخواست شعر مینمودند غیر از سکوت جوابی نمیداد ،
 تا مجلس بآخر رسید ، و صحبت منقضی شد . بعد از آن تا مدت عمر در محفل
 — که بنده حاضر میشود — شعر خود نمیخواند .

مگر روزی که خود در کشمیر بخانه بنده آمد ، سر حرف وا کرده
 گفت : هیچ بینی از اشعار من پسند طبع افتاد ؟ گفتم آری :
 ای بروی تو گرو آئینه را چشم نیاز شانه را ، دست دعا در شب زلف تو دراز
 دست بدعا دراز کرد و گفت :

عمرت دراز باد که این هم غنیمت است !

این ابیات نیز او راست :

بزلف او نرسد شانه ، گر صبا گردد
 چو حرف ، در شکن نامه ، از سیه بخنی
 به چشم او نرسد سرمه ، گر حیا گردد
 سپهر زننده به پیچید در کفن مسارا
 تا مگر چون شانه دست من بزلف او رسد
 از دو دست خویشتن یکدست خواهم ساختن

بگذرد بر سخن خوب، تأمل نکند
وقت رفتن غنچه است و وقت برگشتن گل است
که هرچه نیست برای تو؛ آن سزای تو نیست
که میزنند سر بزرگانش شانه ابرو را
که قطره قطره توانم شمرد دریا را
شکر خند تو مور جوهر از خنجر برون آرد
ترسم که رازم از لب پیمانه گل کند
که بر خاک افگند آن را که کشتی گرد بردارد
ز رشک زلف تو شب، چون چراغ میسوزد
شب زلفش بگردد روی او چون پاسبان گردد
همچو نامه، ز غشویش بیخبر اند
وگر گیسو بر افشانی هوا در مشک تریپچی
که گاهی سایبان بر سر کنی که بر کمر پیچی
شناسم بوی زلفت را اگر درشکر تریپچی
(خطی)

بگذری بر من از آن گونه که نادان ز غرور
پنجه اهل سخاوت، سوی دامان گدا
غمین مباد! چو کاری بمدعای تو نیست
درازی مژه بین آن دو چشم جادو را
چنان، ز اشک شکاری، حساب دان شده ام
هوای شست زلفت ماهی از کوثر برون آرد
از زهد خشک نیست اگر می نمیخورم
بر آرد گر ترا گیتی بکام دل، مشو خرم
ز جور مهر رخت، ماه داغ میسوزد
اگرچه پاسبان، شبها بگرد آستان گردد
همه صاحب خبر چو نامه، ولیک
اگر برقع بر اندازی شب ما در سحر پیچی
باین حسن تو نگر زلف چون دلق گدا داری
فسونگر داند آن خاکی که ازوی بوی مار آید

● تذکره حسینی : شیدا مولد و منشای وی فتحپور سیکری است ، من
نواب اکبرآباد سرعت سیکری است . اندیشه اش بجائی بوده که در یک
ساعت بخوبی قصیده طولانی در سلک نظم میکشید . اما از جاده خلق
بعید افتاده بود ، اکثری را هجا کرده . چنانچه این قطعه در هجای میر
الهی همدانی گفته :

ای میر من! که کرده (الهی) تخلصی از مرد لاهی ار چه الهی شدن خطاست
زین رطب و یابسی که بود در کلام تو گر منکر کلام الهی شوم رواست
میر نیز رباعیها در جواب گفته اما هیچ یک تلافی آن نکرده . و ملا در
هجو طالب آملی گفته :

شب و روز، مخدوم ما! طالبا پی جیفه دنیوی، در تنگ است
مگر قبول پیغمبرش یباد نیست که: دنیا ست مردار و طالب سگ است

و در هجای میرزا امرالله (۱) — که بعلت مفعولیت مشهور بوده است — گفته :

نه تنها من همیگویم که : امرالله مفعولست خدا فرموده در قرآن که : امرالله مفعولا
و بر قصیده حاجی محمد جان قدسی تا آخر اعتراض کرده . در اینجا مطلعش
مع ابیات بحیطة قلمی میگردد . قدسی گفته :

عالم از ناله من بی تو چنان تنگ فضاست که سپند از سر آتش نتواند برخاست
شیدا گویند :

ای هنرمند ! سخن سنج باندیشه بسنج نقد هر حرف بمیزان خرد بی کم و کاست
فاله در سینه هوائست که بی قصه رود چونکه از سینه هواگیر شد از حسن هواست
عالم از وی نشود تنگ، ولیکن ز ملال خلق عالم گمرازه تنگ نشینند بجماست

روزی در بلدة طیبه اجمیر (۲) باردوی جهانگیر پادشاه بخانه ملا فیروز استاد
لطف الله خان ، که اکثری از شعرای معاصر مجتمع بودند . مثلاً ، ملا انوار
لاهوری (۳) صاحب این مطلع :

درین حدیقه ، بهار و خزان هم آغوشت زمانه جام بدست و جنازه بر دوشست
و ملا عطای جونپوری قائل این دو بیت :

مرگ آمد و بی هیچ ، بدر رفت ز کاخم چون غارتی ، از خانه ارباب توکل
هر لحظه خطش در نظرم خوب تر آید همچون خط استاد که بینی بتأمل
و ملا مخترع مصنف این بیت :

در شکستم چند کوشی ای بت تا مهربان من پریشان خاطرم زلف پریشان نیستم

و ملا طفیلی صاحب مثنوی — مهر و ماه — و دیگر فضلاء که ناگاه ملا شیدا
از دور پیدا شد . چون از لاف و گراف بی معنی او ، خاطر برداشتند و می دانستند
که ، اکثر مضامین دیگران را مانند فرزندان متلبسی ، بلباس زیبا آراسته در نظر
جلوه میدهد ، قرار دادند که : استدعای اشعار تازه ازو نمایند و ملا فیروز

۱- بن عبد الرحیم خان خاٹان .

۲- ریاض الشراء گجرات دارد .

۳- ملا منیر لاهوری .

که — بسیاری از اشعار متقدمین و متأخرین بخاطر دارد — همزبانی نماید .
 وقتی که قریب بزم گاه که فی الحقیقت رزم گاه قرار یافته بوده رسید ، همگی
 تعریف و توصیف ذهن او کرده التماس نمودند که : چند شعر تازه و برجسته
 از واردات طبع سلیم و ذهن مستقیم خود بخوانند . ملا شیدا اول این بیت
 بر خواند :

چیت دانی باده گلگون مصفا جوهری حسن را پروردگاری ! عشق را پیغمبری !

ملا فیروز گفت : این شعر رودکی است که گفته :

عشق را نئی پیبر و لیکن حسن را آفریدگار تویی

شیدا باین حرف اکتفاء نکرده این شعر بر خواند :

ز بسکه کرده غمت بند در جگر ناخن چو پشت ماهیم از پای تا بسر ناخن

ملا فیروز گفت : این مطلع از شعر غیاثای حلوائی چرب و شیرین تر است
 که گفته :

از بسکه سینه کندم و ناخن برو نفست چون پشت ماهی است سراپای سینه ام

شیدا برهم شد و طعنه بر شعر فهمی ملا فیروز و دیگر اعزّه کرده این
 بیت برخواند :

گر بصرا مرفشانی ! دشت پرسنبل شود و در بدریا رو بشوئ ! خار ماهی گل شود

ملا فیروز گفت : که : ملا کاتبی دو بیست سال پیش ازین بمولوی تو آزرده :

گر بدریا ، افتد از عکس جلال او ، فروغ خار ماهی را وزد در قمر دریا ، پایه گل

همینکه ، این بیت از زبان ملا فیروز برآمد ، شروع در هرزه گوئی کرده گفت :

اگر هم طریقی میکنند در برابر این بیت بخوانید که در نعت گفته ام :

ذات تو بود صحیفه کونین ، که کرد از روی ادب مهر خدا بر پشت

ملا فیروز گفت : ای یاران انصاف دهید ! هرگاه هاتنی صد و پنجاه سال

پیش از آنکه این گوهر آبدار ، در خزانه گفتار مولوی در آمده ، دزدی کرده باشد ، گناه مولوی چیست :

نسبت را تسوی آن نامه در منت که از تنظیم آمد مهر بر پشت
یاران بی اختیار بقمقه در آمدند . از آنجا که بد خوئی و درشت گوئی
سرگذشت او بود ، بر سر دشنام و فحش آمد . هر چند وی ناسزا میگفت ،
یاران عذر ها خواسته استدعاء شعر تازه ازو میکردند ، تا این بیت خواند :
زلف او را رفته جان گفتم و گشتم خجل زانکه این معنی چو زلفش پیش پا افتاده است
ملا فیروز گفت : از فرط مهمان آزاری اندیشه میکنم و الا عزیزی شعر گفته :
کس نیابد مصرع پیچیده زلف کجست لیک ، این مضمون ترا در پیش پا افتاده است
القصه ، چند بیت دیگر خواند که فیروز در برابر هر بیت ، بیت استاد
رسانید . ناچار مهر خموشی بر لب زده بنشست . هر چند اعزه درخواست
اشعار تازه ازو نمودند ، غیر سکوت جوابی نداد ، تا مجلس آخر شد و صحبت
منقضی گشت . بعد ازین تادم زیست — در محفل که ملا فیروز میبود — شعر
خود نخواند .

روزی در کشمیر ملا شیدا بخانه ملا فیروز آمده سر حرف وا کرد که :
از اشعار من هیچ بیتی پسند خاطر عالی افتاد ؟ ملا فیروز گفت : این یک شعر !
ای بروی تو گرو آینه را چشم نیاز شانه را دست دعا در شب زلف تو دراز
ملا شیدا دست دراز کرده گفت :

عمرت دراز باد ! که این هم غنیمت است

و ملا منیری لاهوری (۱) نیز از لاف و گزافش برداشته این رباعی در حق
ملا شیدا گفت :

شیدا گوید که شعر من لک بیت است هر نقطه من بصفحه بیشک بیت ست
یک بیت درست نیست در دهانش از جفت پروت صاحب یک بیت ست

چون آن مطلع ملا شیدا در صفت شراب که - در مناظره ملا فیروز مقدم بر همه اشعار مرقوم شد - بگوش پادشاه رسانیدند، و به کلمه کفر نسبت کردند، حکم شد که: ملا را از ممالک محروسه اخراج نمایند! چون این حرف بملا رسید، قطعه در معذرت گفته بگذرانید و عذر مسموع افتاد و آن این است (۱):

خورم ز دست غمت خون ناب را تنها	چنانچه میکش مفلس، شراب را تنها
درازی مژه، بین آن دو چشم جادو را	که میزند سر مزگانن شانه ابرو را
چنان ز اشک شماری، حساب دان شده ام	که قطره قطره توانم شمرد دریا را
غمین مباش، چو کاری بمدعی تو نیست	که هرچه هست برای تو، آن سزای تو نیست
درین چمن نه گل و لاله شبنم اندودست	که خنده گل این باغ، گریه آلودست
مرا نیاز و ترا ناز، هردو میزیبد	چنانکه زیر و بم ساز، هردو میزیبد
ساده لوحی که، بیک غمزه دلم (شیدا) کرد	آنقدر مشق ستم کرد که، خط پیدا کرد

(۱۷۸-۱۸۲)

● مجمع النفاس: مولانا شیدا. تقی اوحدی گوید که: در مندو و اجمیر سنه (۱۰۲۵هـ) اورا دیدم، الحق قدرتی تام دارد. اصلش از مشهد مقدس است و تولدش در قندهار، اکنون در طبقه احدیان جهانگیری منسلک. شعر بسیار گفته و میگوید، و بر همه قسم سخن دسترس دارد. و در اشعار چیزهای نفیس بهم میرسد، اگر تربیت یابد شاعر خوب میشود. میگوید: اشعار من از پنجاه هزار متجاوز است. فقیر آرزو گوید که: از ثقات مسموع است: غریب حالتی داشت، مزاجش خیلی ناساز واقع شده بود، با شیعی سنی و با سنی شیعی سر کردی. شعرای عصرش، حاجی محمد جان قدسی و طالب آملی و میر الهی همدانی، همه از دست او بجان رسیده بودند، و در اکثر ابیات قصیده از قدسی، دخل کرده بهمان وزن و قافیه قصیده گفته. اعتراضات

مذکور را موزون نموده. و ابوالبرکات منیر همین قسم اشعار گفته محاکمه نموده و مردم دیگر نیز بجواب آن پرداخته اند. و میرزا جلالای طباطبائی جواب یکی از اعتراضات نوشته، قطعه در هجو شیدا گفته، و او را فقیر آرزو شرحی بطریق نثر مشتمل بر ابیات هر سه قصیده شرای مذکور سگانه، نگاشته و مسمی به — داد سخن — نموده. بعد مطالعه حقیقت هر سه ظاهر میشود. از جمله هجو اوست آنچه در حق طالب آملی گفته:

شعب و روز، غلوم ما! طالبا پی جیفه دنیوی در تگ است
مگر رسول پیغمبرش یاد نیست که: دنیاست مردار و طالب سگ است

و در هجو میر الهی همدانی گفته:

زین رطب و یابی که بود در کلام تو گر منکر کلام الهی شوم بجاست

و بسبب بد خلقی، او را با هر نوع مردم خصومت اتفاق می افتاد: و مناظره که در میان شیخ شیدا و شیخ فیروز — منشی سعدالله خان وزیر اعظم شاهجهان پادشاه — واقع شده، در سفائن اهل سخن مسطور است، و بر السنه ارباب معنی مذکور، و نوشتن آن طولی دارد. غرض خیلی شوخ طبع بود و زبان گزنده داشت. در هجو امرالله پسر خانخانان مرحوم گفته:

نه تنها من هیچگویم که: امرالله مفعول است خدا فرمود در قرآن که: امرالله مفعولا
و در مذمه حکیم حاذق گفته:

بر کبر نویسی از تو، حاذق حاجت نبود دوی اساک

گویند در وقتی که این قصیده گفته:

چیت دانی؟ باده گلگون مصفا جوهری حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

پسند عزیزان افتاده و در ترانه ها بستند. و چون گوش زد شاهجهان پادشاه شد، زبان بتکفیر او کشود که: تعریف شراب — که بنص قرآنی حرمت آن ثابت است — چنین کرده! باید که از ملک ما برآید! و چون حکم

باخراج او شد ، بقوسل یکی از مقربان ، این قطعه گلدوانیده . بادشاه رحم را کار فرموده از گناه او درگذشت .

بسکه بنگاشه اشکم رخ کامی از خون مژه ام بسته بهم ، چون پر ماهی ، از خون صاحب — کلمات الشعراء — گوید که : پیش مصرع خوب فرسیده است ، بدیهه مطلمی گفتم و آن اینست :

بسکه مهریزد سرشک از دیده گریبان ما بسته از خون چون پر ماهی بهم مژگان ما فقیر آرزو گوید : این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد ، بلکه فیما بین هیچ نسبت نیست . زیرا که ، در زمین مذکور چنین مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس . در مطلع سرخوش مصرع اول وجه علیت مصرع ثانی نمیتواند شد فتأمل :

پنجه اهل سخاوت ، جانب دست گدا	وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است
مرد غم را ، ز طرب تازہ دماغی نبود	خسانه آتش زده ، محتاج چراغی نبود
ساده لوحی که بیک غمزه دلم (فیدا) کرد	آن قدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد
گاهی بروی تو و گه بسوی گل نگرم	کند مقابله چون سس کتاب را تنها
جفا نه کرد که بدیوان عشق میطلبند	ز آب دیده بلسیل حساب خنده گل
حریر شعله ما را بسآب میبافند	گشتان ما بشب ماهتاب میبافند
بمشق ، خواب طلب میکنی ، پرو غافل	بکارخانه مخمل ، که خواب میبافند
یک ابر ، بر نیامده باچشم تر ، که ما	یک لاله سر نکرد بداغ جگر ، که ما
گل خنده آن قدر نکند روز و شب ، که تر	بلبل ناله این همه شام و سحر ، که ما
عشق باحسن است در هر جا بهر صورت که هست	حلقه گردد طوق قمری گر شود در چوب سرو
شهید حسرت آغوش ، ای نازک بدن گشتم	بجای موی سر در ماتم بند قبا بکشا

فقیر آرزو گوید : دیوانش در اکثر جاها تا ردیف دال بنظر آمده . چنانکه من هم داشتم کسی برد و نداد (عفی الله عنه) در قافیه و ردیف که غزل گفتن مشکل است ، دو قصیده دارد :

خط نیست دیده تازہ بر عارض بار	کز موج بحر آمده عنبر بکنار
از صافی جوهرش توان دید بهش	سنگین دل او چو تخم از دانه نار
من از خیال وصالت ، بخواب شادانم	چو مفلسی که ، بخواب نکو بود ، خورسند

بزلت او نرسد شانه، گر صبا گردد
ز حسن روز فروزش بصره میگویم
بچشم او نرسد سره، گر حیا گردد
که رفته رفته میبادا بتی خدا گردد

چند بیت از آن قصیده (۱) که مطلع او سابق گذشت :

رنگ او صورت گداز و بوی او معنی طراز
گل بر ابراهیم دانش شعله بر نمرود جبل
در حقیقت مؤمنی و در شریعت کافری
م نگاه از وی نگارین هم نفس زو عنبرین
عاقبت را دوزخی و معرفت را کوثری
تا بود اندر صراحی، ماه چاه نخشب است
رای را خضری و روز رزم را اسکندری
فیشه و طاسی است زرین بال مینا بال و پر
هاله پرور گرده ارناید برون از ساغری
صد پری از جلوه ویزد کز بیفشاند پری
(۱۸۹ الف - ۱۹۰ الف)

● سرو آزاد : شیدا، مولد و منشای او فتحپور از توابع اکبر آباد است . صاحب ذهن رسا و فکر آسمان پیمای بود . شعر را بسرعت تمام میگفت و بهچشم زدن جواهر فراوان میسفت . طبعش در سلک سخن طرازی اگرچه راست میرفت ، اما از جاده حسن خلق انحراف داشت .

قصیده اعتراضاتی ، که در مقابله قصیده حاجی محمد جان قدسی بنظم آورده ، شهرت تمام دارد . و طالبای آمل و میر الهی و دیگر مردم را هجو کرد . چون شیوه هجا ، شعار خود ساخته بود ، خود نیز هدف ناوک حریفان میشد . مناظره شیخ فیروز با شیدا مشهور است .

صاحب - تاریخ صبح صادق (۲) - روایت میکند : عدد اشعارش بمصد هزار رسید .

در اوایل حال چندی رفیق خانخانان بود ، و ایامی ملتزم آستانه شهریار بن جهانگیر پادشاه ، بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاهجهان

۱- چیست دانی باده گلگون مصفا جوهری .

۲- تألیف میرزا محمد صادق بن میرزا صالح اصفهانی در دوره شاهجهانی نوشته شده است .

(انارالله برهانه) منخرط شد. و در زمرة احدیان سرکار والا داخل گردید. و چون مطلع او: چیست دانی... الخ.

بسم پادشاه رسید، در غضب آمد، بجهت آنکه، ام الخبائث را در لباسی که نباید، وصف کرد. و حکم صادر شد که: از ممالک محروسه اخراج نمایند. شیدا قطعه عذری املاء نمود. و قول عارف جامی قدس سره استشهاد آورد که:

از سراسی، دو بار قلقل می پیش جامی، به از چهار قل است (۱)

پادشاه از سر عتاب درگذشت.

الحق، در عهد اکبر پادشاه و جهانگیر پادشاه، وهنی در بنیاد اسلام راه یافته، صاحبقران ثانی از سر نو مؤسس قوانین شریعت شد، و سلطان اورنگزیب عالمگیر مستمم. و این هر دو پادشاه غفران پناه، حق عظیمی بر اسلامیان هند ثابت کرده اند.

شیدا آخر حال در خطه کشمیر گوشه گیر شد و بمواجبی از سرکار صاحبقرانی موظف گشت.

از منظومات اوست مثنوی مسمی به — دولت بیدار — در برابر مخزن اسرار. مطلعش این است:

آمده سر چشمه فیض صمیم
که خنده گل این باغ، گریه آلود است
که نوان هر دو دست خویش در یک آستین کردن
با خضر کس نگفت که: عمرت، دراز باد
(سه بیت دیگر دارد ۸۲-۸۴)

بسم الله الرحمن الرحيم
درین چمن، نه گل و لاله شبنم اندود است
بیک دل کی توان اندیشه دنیا و دین کردن
گفتن دعا بزلت تو، تحصیل حاصل است

● خزانه عاصره : شیدا ، دیوانه گرفتار زنجیر سخن و شیفته رنگ و بوی این چمن است . حکیم رکنا کاشی (۱) که معاصر است او را باخلاص یاد میکند و میگوید :

میخا را، بشیدایان عالم، الفتی باشد
بجز (شیدا) نگوید شمرگوکس در زمین من (۲)
از طائفه تکلو بود . پدرش از مشهد مقدس بهند افتاد ، مولد و منشا
شیدا فتح پور از توابع اکبرآباد است .

ابتدای حال در سلک احدیان جهانگیر پادشاه انتظام داشت و معلوفه و اقطاعی کامیاب بود . هنگامیکه رایات جهانگیری باراده تسخیر دکن لمبند و ارتفاع یافت ، شیدا قصیده در تتبع — قصیده لامیه انوری — که تشبیب آن در افزونی روز و کمی شب است ، موشح بمدح خانخانان گفته ارسال داشت ، و بجائزه گرانمند فایز گردید . قصیده مذکور پیش ازین در — مآثر رحیمی — دیده بودم .

بعد ازان چندی رفاقت خانخانان اختیار کرد و ایامی ملازمت شهریار بی جهانگیر پادشاه برگزید . و در عهد صاحب قران ثانی شاهجهان در ذیل بندگان پادشاهی در آمد ، آخر مستعفی شده در کشمیر گوشه گیر گشت و بمواجبی از سرکار صاحبقران موظف گردید . و در عشره ثامن بعد الف همانجا شربت ممات چشید . و قتیکه قصیده خمربه گفت ، که مطلعش این است : چیست دانی ... الخ

۱- حکیم رکنا کاشی کافی مسیح تخلص داشت و در عهد اکبر از ایران وارد شد و بر مراتب بلند سرفراز گردید . در سال (۱۰۶۶هـ) وفات یافت . تاریخ است :
رفت بسری فلک باز مسیح دوم

علماء بنا بر آنکه، الفاظ شریف را در توصیف ام الخبائث صرف کرد،
تکفیر کردند و بسمع صاحبقران رسانیده، غضب سلطانی را در اشتعال
آوردند. حکم شد که: او را از ممالک محروسه اخراج نمایند. شیدا قطعه
عذری املأ کرد و قول عارف جامی (قدس سره) استشهاد آورد که:
از صراحی، در بسار قلقل می پیش جامی، به از چهار قل است
این ابیات از آن قطعه است:

همین نه تنها می صرف آب انگور است بچشم مردم معنی پرست عبرت گیر
بهر چه کش شده سرگرم هست باده او اگرچه آن نبود در نظر شراب فصر
این قطعه بوسیله یکی از مهربان از نظر شاهی گذشت و موقوفی اخراج، که
بالاخر از صله زراست، بعمل آمد. سرخوش گوید: روزی در مجلس
سخنوران ذکر این مطلع شیدا در میان آمد، همه یاران خوش کردند:

بسکه بنگاشته اشکم رخ گاهی از خون مژه ام بسته بهم، چون پرمای، از خون
فقیر گفت: پیش مصراع خوب نرسیده بدیه مطلع گفته برخواندم:

بسکه میریزد، سرشک از دیده گریان ما بسته از خون، چون پرمای، بهم مژگان ما
خان آرزو گوید: این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد، بلکه فیما بین هیچ
نسبت نیست، زیرا که در زمین چنین مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس. و
در مطلع سرخوش مصراع ثانی نمیتواند شد: فتأمل. مؤلف گوید: مصراع
ثانی مطلع شیدا میخواهد که، در مصراع اول مدعا همین قدر باشد که:
چشم من از بسکه خون ریخت! این مدعا، بعبارتی که بیان کرده، بر نقاد
سخن ظاهر و لفظ بنگاشته بر بیگانه افتاده، که سامان نگاشتن هیچ ندارد.
کاش! چنین میگفت:

اشک در دیده من نافه راهی از خون

از اینجا واضح شد که تزییف سرخوش مصراع اول شیدا را بجاست و نیز

مطلع سرخوش صاف و شیرین واقع شده . و قول آرزو که : مصراع اول علت مصراع ثانی نمیتواند شد ، محل قال . زیرا که ، مصراع اول او لفظ بسکه و لفظ خون - که علت بستگی - مژگان است - دارد . ظاهراً برای همین آرزو فتأمل گفته . و در کلام آرزو دلیل علت مدعا نمیتواند شد ، مدعای او این که این مطلع ، بمطلع شیدا نمیرسد ! این مدعا دلیل چنین میخواهد که حسن تعبیری که سابق دارد ، لاحق ندارد . و دلیلی که گفته یعنی زیرا که در زمین چنین مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس ، بکار مدعای مذکور نمی آید . و انحصار گفتن مطلع در قدرت شیدا غیر مسلم . فقیر در وقت تحریر این غزل ذو مطلعین گفتم :

تو عیث منکری ای طفل سپاهی از خون	بر زبان تیغ تو آورد گواهی از خون
تا شود کشته آن شوخ مهابی از خون	دامش رشک چمن یاد الهی از خون
صد من تشنگی حضرت صیاد نبرد	چه قدر مایه بود در تن ماهی از خون
گل سیراب شود نیزه به پیش رخ او	رو نماید بطریقی که سپاهی از خون
قل عشاق باین حد ، چه قیامت باشد	سپها شد بسرکوی نوراوی از خون
سر خود نذر دم خنجر والا کردم	چشم پوشیده چرا خدمت شاهی از خون
آب زر یافتم (آزاد) ز چشم تر خود	سرخ گردید مرا چهره کاهی از خون (۱)

و میر اولاد مجد ذکاء (طال عمره) هم این غزل انشاء کرد :

کرده دامن خود سرخ گماهی از خون	باز ای قاتل بی رحم چه خواهی از خون
مدتی شد که تماشای شهادت دارم	میکنی دست چرا طفل سپاهی از خون
خون خورده طوطی بیچاره ز خوش حرفی خود	میده سرخی متقار گواهی از خون
لبس ما در هوس زخم ، طپدن دارد	تر شود نقش فساد الهی از خون
نیست اندیشه اگر قتل (ذکاء) میخواهد	ترسم آلوده شود دامن شاهی از خون (۱)

میر عبدالقادر مهربان اورنگ آبادی نیز این دو بیت بنظم آورد :

چمن ساخته آن شوخ سپاهی از خون	همچو گل داد مرا خلعت شاهی از خون
بسکه چون خنجر خود ، زود گلشت از سرما	تر نقد دامن آن شوخ سپاهی از خون (۱)

خان آرزو گوید : دیوان شیدا در اکثر جاها تا ردیف دال بنظر آمده .

مؤلف گوید: فقیر را هم در عین تحریر این صحیفه، دیوان شیدا تا ردیف دال بدست آمده. این نسخه قدری از ردیف نون و واو و ها هم دارد. صاحب تاریخ — صبح صادق — روایت میکند که: عدد اشعارش بصد هزار رسیده! خدا داند دیوان مرتب او کجا باشد. اما او خود گفته رفته است:

شعر برجسته (شیدا) همه جا مشهور است نیست حاجت که بدیوان مرتب نگرید

نسخه که بدست آمده، مشتمل بر چهارده قصیده، هر کدام طولانی. از آنجمله یک قصیده در توحید و هفت قصیده در منقبت امیر المؤمنین (رضی الله عنه) و یک قصیده در مدح امام علی نقی (رضی الله عنه) و یک قصیده در مدح امام موسی کاظم (رضی الله عنه) و یک قصیده مطلق در مدح آل عبا (رضی الله عنهم) و یک قصیده در ستایش خانخانان و دو قصیده عاری از مدح و یک قطعه مشتمل بر بعضی محسنات فن بدیع. و او در قصائد زمینهای مشکل پیموده. با وصف آن، قصائد را بسرحدا طناب رسانده و در غزلیات هم زمینهای سخت طی میکند. باعتقاد فقیر، اختیار زمین سخت هیچ نیست که در سنگلاخ معانی تازه کم میروید. اگرچه در تنگنای لفظ معنی را بزور گنجانیدن هنری است، اما در زمین شگفته، ایجاد مضامین رنگین، عالم دیگر دارد.

فقیر انتخاب از نسخه مذکوره برای این صحیفه برداشت. و بعد از آن، کتاب فروشی دیوان غزل بی نقطه دیگر از شیدا تا ردیف دال آورد، و در چترا شترا در آمد. یکقلم این نسخه غیر نسخه اولی است. اما مزاج آرام طلب از مشقت انتخاب رمید، که با این همه تحریراتی که در پیش است، تنها بذات خود کار کرده میشود، استمداد از کسی اصلاً دخل ندارد. مع هذا، انتخاب نسخه نخستین کم نیست، بلکه بیش است و این صحیفه را کفایت میکند:

انتخاب

- بی تو روزی سوی گلشن گر گذر باشد مرا
تازه سازم هر سحر چون صبح داغ خویش را
لاله در گلشن سیه مست است و تر گس در خماری
گر ترا تکلیف نمی خوردن کنم عییم مکن
ز حسن دلستان با آن خط مشکین شدم قانع
جوهر یا قوتم و بر چهره ام رنگ و فاست
کیمیا گر میسکند افزون عیار زر برنگ
سالمها شد صحبت ما گرم در میخانه است
ترا بیوسف و گل، نسبتی کنم، لیکن
زر که در دست لثیم افتاد، ننماید بکس
میشود از شانه (شیدا) زلف را آرائشی
گر ترا مادر ایام نه زادی چه شدی
همچومی، هر چند تلخ و آتشین خوئیم ما
نماز را بگذار و نیاز پیش آور
شب، به چشم من خیال چشم مست او، گذشت
کی بود آمیزش کج فطرتان آسان بهم
کدام مرغ اسیر از قفس صغیر کشید
مکان بسایه دیوار بود دولت را
شیشه ساعت جدا و شیشه پر می جداست
بی او لبم بلب دم شمشیر میشود
صد چاک، دلم گشت زانده، چوشانه
جان من! دست من از زلف تو، کوتاه بود
میرود سر زده اشکم ز در خانه چشم
بسکه با چشم غزالان سروکار است مرا
چو صبحم جان بلب از مهر دمسازی چنین باید
یک بوسه بمن بخش که، گویم بحلاوت
ترا قدم چو بکشتنی میان دریا شد
ملال خاطر عصارف کجاست شود گردان
- (۱) سبزه و گل تیغ و طشتی در نظر باشد مرا
(۱) تاقیامت زنده میخوام چراغ خویش را
(۱) تاپکی از می تهی بینم ایام خویش را
(۱) باغبان از آب دارد تازه باغ خویش را
که شه بگذشت و دارم در نظر گرد سپاهش را
تیره کی کردم در آتش گس بیندازی مرا
پرتو خورشید سازد روی او مهتاب را
از می و گل به نغیدانیم شیخ و شهاب را
کجا چو یوسف و گل میتوان خرید مرا
این جهان تنگدل بنگر که چون دارد مرا
زیر دست ناکسان بودن شگون دارد مرا
(۱) ای که درد دل، غم شیرین پرسی نیست ترا
(۱) از صفا مشاطه هر روی نیکوئیم ما
دوگانه را چه کنی، آن یگانه را، دریاب
ناکشادم چشم، از پیش نظر آهو گذشت
زان سر مزگان او از گوشه ابرو گذشت
(۱) که بلبان همه منقار از نوا بستند
(۱) چه تهمت است که بر بازوی همابستند
نیم ساعت شیشه پر می اگر شد بس بود
ساغر به چشم من دهن شیر میشود
(۱) هر دست که محتاج بدست دگری بود
(۱) چه کند آه! اگر سوی گریبان نرود
(۱) ذوق آزادی اطفال، ز مکتب نگرید
شهر در چشم تماشاخانه من صحرا بود
چو شمع پایجا در سوز سر بازی چنین باید
(۱) این میوه تر نخل برومند که دارد
یوسف روی تو، ماهی زبان دریا شد
که پل بدوش نه بار گران دریا شد

بوالهوس در بزم اوبی من دلیریا کند
ای آفتاب رو تو کجائی که صبح شد
یک غنچه ناشگفته نموده است در چمن
نکو عاشق که هردم طره یار دگر گیرد
شب سیاه دمد همچو ناخن از انگشت
تو از هر حال خود رسم جدائی از چه آموزی
سر زلف تو ناگه آنچنان گیرد دل عاشق
بمژگان اشک من طفل بود نو پا بره مانده
منم آن طفل تهی باز که از نرد مراد
ز دست خار خار دل ز مژگان سیه چشمی
بی رخت در گریه ام چشم از سیاهی شد سفید
گرچه نتوان شست هرگز نقش دفتر شد بباد
ترا ز سنگدلیها چگونه ننگ بسود
حدیث شوق بجائی نمیرسد هرگز
می پرستان که بدریوزه دل و دست هم اند
همه چون خوشه گندم گره از حسرت هم
بحال دوستان پرداختن اولی است در محنت
مرد آزاد بقم راستی از دست نداد
عذرخواش صفر باشد بر رقم در چشم هوش
مرا چون بوالهوس بیند نماید رنگ بر رویش
زلف گر زنجیر عدل آمد چرا
در افتد گر ز روی جہل نادانی بدانائی
آزادگان، اسیر تو گشتند، سر بسر

- بیشه چون خالی شود روباه شیریا کند
آخر چگونگی رونمایی که صبح شد
ای دل تو ناشگفته چرائی که صبح شد
بسان مارگیران هر نفس مار دگر گیرد
(۱) کسیکه در غم گیسوی یار پنجه زند
بین برابری خود چون بهم پیوستگی دارد
که مه را ابریا در خواب کس را سایه میگیرد
که تاخیزد زجا انگشت دست دایه میگیرد
حاصل با ختنش مهره شردن باشد
چوماهی، خرقة دیرینه من، پرز سوزن شد
سر بسر مژگان من چون خارهای شد سفید
نامه اعمال ما از عذر خواهی شد سفید
که کعبه گرچه بود محترم ز سنگ بود
زبان براه تو، مارا چو پای لنگ بود
چشم یارند که مخمور هم و مست هم اند
نیزها خورده به پهلای همه از شست هم اند
چو باشد خشک لب از غم ز چشم آب روان آید
(۱) سرو، هر چند که شد پیر قد او نخمید
مقلی گر خنده بر حال تونگر میزند
که بر صراف چون چشم افکند قلاب می لرزد
(۱) نیست جز پیداد در دیوان حسن
بآن ماند که مژگان میزند بر مردمک پهلوی
بر ران آهوان حرم داغ کرده

قصیده منقبتیه

نوئی گل نه بلبل غزل چون سرائی
ندارم سر خویش از بی نوایی
فدایت همه شهری و روستائی
که در چشم آبی و در دل هوایی

بیا ای غزل گو غزال سرائی
نوی لبست تما بگوش من آمد
ز خوبان شهر و غزالان صحرا
چو آب و هوا، ناگزیر است وصلت

بهار زندگی، تو به از کیمیا
 ز کسوران نباشد عجب بیحیائی
 دگر فیز خوابی بچشم نیائی
 بسجز تو کسی در خور آشنائی
 تو پایندگیو چرا دلکشائی
 چو حرف سفیهان، بخو جانگزائی
 چو از انگین موم یابد رهائی
 به پیروی را سببه و هم عصائی
 چو از ناز با غوثی خود بر نیائی
 بدین سخت روشی عجب ست رائی
 نگوئی که، با من تو دشمن چرائی
 که دانسته افتاده در تنگنائی
 مگر فائز شاه فرمان روائی
 بزرگی و قدرت بسو جز خدائی
 که چرخش ستاید بآن کبریائی
 کند هر سر مو بتن اژدهائی
 کسی را دل دوست زور آزمائی
 کسی از سنگ آید برون مومیائی

بهار زندگی، من به سحاب مانم
 اگر نرگس از چشم مست تولا فند
 تو گر آفتابی که بر من بتابی
 تو بیگانه غوثی و هرگز ندانم
 ز زنجیر کار کلید ار نیابد
 چو پند حکیمان، برو دل نوازی
 جدا از تو میسوزم آری بسوزد
 بزلت گره گیر و بالای سرکش
 مده وعده وصل، دیگر بشوخی
 بدین پختگیها عجب خام کاری
 نبرسی، چرا من چرا دوست دارم
 نیائی برون از دل تنگ عاشق
 بفرمان تو، سر نهاند یکسر
 جهان بادشاهی که باشد مسلم
 علی ولی سرور هر دو عالم
 ز بیم دم تیغ او کینه جو را
 بر پنجه زورمندش نباشد
 اگر عدل او نشکند دل ستم را

دیگر

تا بسهر کار کاران بودی
 پشای انصاف درمیان بودی
 زین خزان با که همزبان بودی
 سرد چون آب جو روان بودی
 مغز بیرون استخوان بودی
 دل آسوده در جهان بودی
 تا خردمند خرده دان بودی
 گاه راه، نرخی زعفران بودی
 مار راه، خانه اصفهان بودی
 از چه در پند امتحان بودی
 پیل، چون رام پیلبان بودی
 گر نه، در سایه شبان بودی

کاشکی دست من زبان بودی
 چه شدی هر کجا سخن رفتی
 گریز رفتی بر آسمان عیسی
 راستی گریز روایتی میداشت
 گریز نیامیختی بدون عال
 فلک از جنبش ار بیاسودی
 گل شدی بلبل از بغورده زور
 گریز نبود، تیز ناگس و کس
 نشدی هند، مکن طافس
 جوهری گریز نداشتی شمیر
 گریز رفتی، ز که جفا بر مه
 رنه راه، گریز میزد ز میبرد

بو تراب آنکه قدر و تمکینش
پسانیداری و سرفرازی را
عدل او، گر جهان پرورده
گر به رزمش فلک نهاده پا
کلک او شد کلید، ورنه خرد
مهر او گسر نداشتی در دل

گر نه سرمایه جهان بودی
نه زمین و نه آسمان بودی
مهر پیر و ستم جوان بودی
سر خورشید بر سناخ بودی
تا ابد قفل بر دهان بودی
دل کس از چه شادمان بودی

دیگر

ای لعل جان فزای تو سرمایه گهر
گوئی که: جوهری ز شکر خنده تو یافت
نقش دهان تو، بدلم کارگر بود
دشنام و بوسه در دهن تو سرشته اند
یاد میان تو ز دل صاف عاشقان
قدرت براستی همه قول پیمبر است

در خنده داد پرورش گوهر از شکر
از روی امتحان بشکر شستن گهر
چون نقش خاتمی که بموم است کارگر
لیکن که آگه است ز تقدیر خیر و شر
هرگز چو سوی کاسه چینی نشد بدر
خط تو چون کلام الهی است معتبر

این بیت را غاویانه گفته است عفا الله عنه :

تا دیده ام سواد خط هنرین تو
عشاق را ز جور تو مانند برق و ابر
از بسکه خشک گشته تن من بروی زرد
هر کس که، لب ز صاغر لبریز، تر نکرد
حسن فتود و آب دو چشم فتود ازو
از زلف تست پیش بدل مهر ابروت

هرگز چو خامه روز سیاهم نشد ز سر
هم خنده بی نمک شد و هم گریه بی اثر
نقش چنین چو سکه بماند بروی زر
بی بهره ماند از اثر فیض چشم تر
افزاید آب بحر ز افزایش قدر
چون تیغ از عل بسود و دره از عمر

این بیت دلالت میکند که شیدا مذهب تفضیلی داشت :

از حسن یار، نکته رنگین شنیده ام
باشد سرشک بر مژه خونفشان من
بر روی خاک توده زند تیغ آفتاب
عاشق بچستیوی تو از راه اضطراب
ما در خمار و می بسرتاک، موج زن
باشد چگونه صحبت ما و فلک بهم
او بسکه دست بر سرم از غم گمان پری
لیکن مرا، چه غم بود از جور روزگار

رنگین، بسان گل شده گوشم، ازین خبر
چون نامه بسته بر پر مرغان نامه بر
از شرم تیغ آن مژه چون طفل بی هنر
نا زاده همچو طفل سرشک است در سفر
ما تشنه ایم و آب فرو رفته از گهر
سنگین دلیم ماه و سپهر است شیشه گر
دستم ز سر دیده چو مژگان ز چشم تر
از دولت حمایت آن شاه دادگر

شاه جهان عل نقی پیشوای دین
 جودش کند بپایه هر کس رعایتی
 از حلم اوست، پیکر آئینه را قرار
 ره نیست صبح پاک نفس را به عصمتش
 در حق منبر اوست که، گویند قد و جب
 گرسر و پا و عزم تو کردی تمام عمر
 شاخی است نیزه تو ز نخل ظفر که هست
 بیجوهری که، تیغ ترا گفت چون هلال
 گردون بجای بیضه بود زیر بال او
 از مدح آستان تو آب زبان دم
 کز عزم اوست بخت باقیال راهبر
 چون قسمت غذا که بر اعضاء کنه جگر
 وز عزم اوست، بر سر مو شانه را گذر
 کان پرده دار باشد و صبح است پرده در
 در باب کین اوست که، گویند قد کفر
 بودی چو گرد بساد کمر بسته در سفر
 روز تلاش از سر بدخواه بارور
 هرگز نکرد فرق سر سوزن از تبر
 عنقای همت تو بهر جا کشاده پر
 ز انسان که آب تیغ دهد مرد آبگر

دیگر

جهان را رنج و راحت دان ز دور آسمان بام
 که دارد نرمی و سختی چو مغز و استخوان بام
 دو ندادن را ز غمخواری غمگسار یکدگر بینی
 دو خرسافید از خارش چو روی و پست ران بام
 کسان را عیب کی باشد اسیر ناکسان بودن
 که ناچار اختلاط گوهر است و ریسمان بام
 بجز ابروی خوبان از وفا سر در سر آورده
 ندیده چشم پیوسته دو یار مسهربان بام
 لب خشک و زبان خشک، بینی سرفرازان را
 ز روی جبهل یکسر همچو بام و ناو دان بام
 اگر دنیا طلب داری کجا دینت بدست آید
 نبوده است و نباشد، آب و آتش بیگمان بام
 مگر از دست احسان شهنشاه جوانمردی
 که بخشد همت او اینچنین و آنچنان بام
 وصی احمد مرسل علی بن ابی طالب
 که آمد یا پیمبر چون دو پیکر تو امان بام

از مخالض اوست :

تحریک سر زلف تو بر صفحه رخسار
 آن تار سیه سازد و آن صفحه دل را
 ماند بر خامه من در دم تحریر
 این خط نجات آمد و آن سایه زنجیر

این چشم کند روشن و آن تیره کند بهشت آن سر نگار آمد و این منتبت میر
شیر خان در تذکره خود مینویسد که : شیدا در علم عروض و قوافی
ضرب المثل بود . مؤلف گوید : در دیوان شیدا غزل و نه بیت موجود است ،
که مطلعش این است :

بزم همین تنگ تو بشگفته باشد گر دل اثر شیر سخن یافته باشد
در باقی این غزل بعضی مصاریع وزن غیر وزن مطلع دارند و بعضی
مصاریع وزن را الوداع گفته اند . حسن مطلع غزل این است :

چون من کسی نگفت ز تیزی غری او کورا زبان چرخامه نه بشگفته باشد
مطلع غزل ، بحر هزج است ، تقطیعش — مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن —
و مصراع اول حسن مطلع ، بحر مجتث است ، تقطیعش — مفعول فاعلات مفاعیل
فاعلن — و مصراع ثانی حسن مطلع ناموزون است . باقی غزل خوش نیامد
که بر زبان قلم آرم .

گمان فقیر اینکه ، مزاج شیدا زمانه سازی نداشت . لهذا عالمی با او
در مقام مخالفت بود . غالباً کسی از راه استهزاء غزل کذائی بنام او گفته ،
الحاق کرده . و الا طفل دبستان ، که ادنی موزونی داشته باشد ، چنین خطا نمیکند .
شیدا که شاعر زبردستی بود و عمرها خدمت سخن کرده باشد ، این قسم
خطای فاحش ، چگونه ازو بوجود می آمد . و در دیوان شیدا غزلی است ، که
مطلعش باندک تغیر در مناظره مشهور شیخ فیروز واقع شده و آن این است :

گر کشاید مو بصحرا دست بر سنبل کند و بر بشوید رو بدریا خار مامی گل کند

و درین غزل این بیت آمده :

من بحسرت حرف آن خال و زنخدان سر کنم ساحری چون حرف هاروت و چه بابل کند (۱)

بابل را در اینجا، بضم با، استعمال کرده. مثل شیخ سعدی شیرازی که میگوید:

چه کند بنده که بر جور تحمل نکند دل اگر تنگ شود مهر تبدیل نکند
سحرگویند حرام است درین عهد، دل چشت آن کرد که هاروت ببایل نکند

و مثل ظهیری ترشیزی که میگوید:

بر زبانم داستان کامل است گر نفسها دست بندم سبیل است
در دکن چشم فسون ساز بتان باج غواه از ساحران بابل است

صاحب برهان قاطع مینویسد: بابل بر وزن قابل شهری است مشهور

عربی بر کنار فرات، بجانب مشرقی واقع شده. بضم ثالث هم آمده است. مؤلف گوید: بابل بضم با محل تأمل است. در قرآن مجید بکسر با آمده. و صاحب قاموس گوید: بابل که صاحب موضع بالعراق الیه ينسب السحر و الخمر و صاحب برهان قاطع خود میگوید که: لفظ عربی است. پس سند ضم با از کلام عرب ضرور. عرفی شیرازی بابل را بکسر با در اشعار خود مکرر آورده بینی ازو اینست:

دل ما را بفنون جادوی بابل نبرد هر که از بهر وفا جان ندهد دل نبرد (۱)

خان آرزو این دو بیت را — که می آید — در — مجمع النفائس — بنام شیدا

نوشته، حالانکه از محمد قلی سلیم طهرانی است و در دیوان او موجود:

حریر شعله ما را، باب میبافند کشتان ما، بشب ساهتاب میبافند
بشق خواب طلب میکنی، بروای دل بکارخانه محمل، که خواب میبافند

(۲۸۱ - ۲۸۰)

● گل رعنا: شیدا فتحپوری، از فحول شعرای هندوستان است و گرم

معركة این میدان . حکیم رکن کاشی که معاصر اوست میگوید (۱):

سپه را ، بشیدایان عالم ، الفتی باشد بجز (شیدا) نگوید شرگوکس در زمین من

مولد شیدا فتحپور از توابع اکبرآباد است . و آنچه تقی اوحدی نوشته

که : تولدش در قندهار است منافی قول شیدا . چه شیدا نثری دارد که در

تعریف کشمیر و نهضت ریایات شاهجهان پادشاه بسیر آن خطه ، در آنجا

مبطلرزد که : ایرانیان . . . (۱)

و شریف خان در تذکره خود مینویسد که : شیدا از شیخ زادهای فتحپور

است که در حوالی اکبرآباد واقع شده . و میرزا طاهر نصرآبادی ، شیدا

را در فصل شعرای هندی آورده و ابتداء فصل بنام او کرده . اگر از قندهار

میبود ، او را در فصل شعراء ولایت ایران می آورد ، نه در فصل شعراء هند .

حاصل کلام ، شیدا هندی نژاد است از طائفه تکلو . پدرش از مشهد

بهند افتاد . ابتدا حال در سلک احدیان جهانگیر پادشاه منتظم بود و بعوفه

و اقطاعی معاش بسر میبرد . بعد از آن رفاقت خانخانان اختیار کرد ، و ایامی

بملازمت شهریار بن جهانگیر پادشاه منخرط گردید ، و در عهد صاحبقران

ثانی شاهجهان در ذیل بندگان پادشاهی درآمد . آخر مستعفی شده در

کشمیر گوشه گیر گشت . و بمواجبی از سرکار شاهی موظف شد . و در

عشره ثامن بعد الف همانجا درگذشت .

میگویند : شیدا بسیار فحاش و بد خلق بود ، و اکثر مردم را هجو کرد

چنانچه در حق میر الهی میگوید . ای میر من ... الخ

میر مذکور ، چند رباعی در جواب پرداخت ، هیچ یکی تلافی آن نکرد

و ایضاً در هجو طالب آملی این قطعه نظم کرده: شب و روز... الخ
و در باب بخل حکیم حاذق زبان دراز کرده: بر کبر... الخ
و در هجو میرزا امرالله گوید: نه تنها... الخ

چون شیوه هجا شعار خود ساخته بود، خود هم هدف ناوک حریفان
میشد. چنانچه منیر لاهوری در هجو او گوید:

شیدا گوید که: شعر من لک بیت است هر نقطه من بصفحه بیشک بیت است
یک بیت درست نیست در دیوانش از جفت برت صاحب یک بیت است

صاحب — تاریخ صبح صادق — روایت میکند که عدد اشعارش بصد هزار
رسیده. وقتی که قصیده خمیره گفت که مطلعش این است: چیست دانی...

این قصیده شهرت گرفت و بسمع شاهجهان رسید. پادشاه نظر بر پاس
شرع که، ام‌الخبث را در لباسی نباید وصف کرد، حکم فرمود: او را
از ممالک محروسه اخراج نمایند! شیدا عذری موزون کرد و قول عارف جامی
باستشهاد آورد که: از صراحی... الخ (۱)

این قطعه بوسیله یکی از باریابان از نظر پادشاهی گذرانده. حکم
موقوفی اخراج حاصل کرد.

شیدا بر قصیده مجد جان قدسی ایرادها کرده و قطعه طولانی در زمین
همان قصیده گفته بحثهای جا و بیجا آورده. و ملا منیر لاهوری محاکمه
در سلک نظم کشیده. در اینجا دو مبحث، یکی از دخل بیجا و دیگری از دخل
بیجا، از هر سه استاد نقل کرده میشود، تا کیفیت آن بر ناقدان در العیار چهره
وضوح بر افروزد. قدسی در مدح گوید:

هست شمشیر تو برنده تر از تیغ اجل قاف این قبضه نزون یک نقطه از قاف فناست

اعتراض شیدا :

قاف این قبضه بتخصیص چه می افزاید
قاف چون عام بیک نقطه فزونتر ز فناست
حاکمه منیر :

ناخن کلک تو در معنی این بیت بلند
گر شود بند باندازه یک نقطه بجا است
قدسی ایضاً در مدح گوید :

نیست ناکام بعهده تو کسی حیرانم
که برای چه زبان قلم از کام جداست

اعتراض شیدا :

چون قلم هست زبانی که ندارد کامی
کام چون نیست بگو تا بچه از کام جداست
باز آن کام که ناکامی ازو میخواهی
هم بکامی که زبان راست نمی آید راست

حاکمه منیر :

کام ناکام نشاید بسخن پیچیدن
چه شد از طبع تو در سلک سخن کام رواست
حسن این معنی نازک که نه ای آگه زو
بادا سنجی ایهام شده جلوه نهاست

نقل است که، اظهاری اعمی، در هر مجلسی که شیدا میبود، شعر خود نمی خواند. وقتی جمعی از موزونان در مجمعی اظهاری را تکلیف نمودند که، اشعار خود بخواند. گفت: یاران زرد گوشی خود اینجا حاضر نیست! گفتند: همه مخلصان شما اند. این غزل را که تازه گفته بود خواند: دیده را... الخ. و چون بمقطع رسید: خواه با اظهاری... الخ.

شیدا حاضر بود گفت: مخدوم خوب گفته اید! مثل هندی است که:

— زن نایینا را خدا نگهبان —

شیخ فیروز منشی سعدالله خان وزیر اعظم شاهجهان پادشاه، نوشته که: در سنه اربع و عشرين و الف هجری (۱۰۲۴هـ) که اردوی گیهان پوی جهانگیری، در بلدة طيبة اجمیر علم اقامت افراخته بود — اکثر فضلاي امصار و شعرای هر دیار در آن ایام خجسته آغاز فرخنده انجام — که نو بهار روزگار و نو عروس

اعصار توان گفت — بمو کب همایون جمع شده، هر روز در هر کاشانه جشنی
ازین طائفه، و در هر خانه صحنی ازین جماعه، رو میداد. روزی بحسب
اتفاق اعزه مثل ملا منیر لاهوری صاحب این شعر:

درین حدیقه، بهار و خزان هم آغوش است زمانه جام بدست و جنازه بر دوش است

و ملا عطاری جونپوری قائل این ابیات:

مرگ آمد و بی هیچ بدر رفت ز کاعم چون غارنی از خانه ارباب توکل
هر لحظه غطش در نظرم خوبتر آید همچون خط استاد که بینی به قائل

و ملا مخترع صاحب این شعر:

در شکستم چند کوشی، ای بت نا مهربان من پریشان خاطرم زلف پریشان نیستم

و ملا طفلی فتحپوری مصنف — شاه نامه — و فضیای دیگر، در خانه آشنائی
گرم صحبت بودند که ناگاه ملا شیدا از دور پیدا شده. اعزه از لاف و گزاف او
دل پری داشتند و میدانستند که، اکثر مضامین متقدمین را، مانند متبنی بلباس و بیا
آراسته، در نظر مردم جلوه میدهد. هر کدام قرار دادند که استدعاء اشعار
ازو نمایند. و بنده که — اکثر اشعار شعرای حال و قدمای صاحب قال بخاطر
دارد — مقرر داشتند که با شیدا هم زبانی کند. وقتی که قریب بزمگاه
— که در حقیقت رزمگاه قرار یافته بود — رسید، اعزه به بشاشت تمام چند قدم
از جای خود انتقال نموده استقبال نمودند، و او را باعزاز و اکرام تمام آورده
بالا دست نشاندند، و هر کدام ازین یاران سحر بیان شروع در تعریف
ذهن وقاد ایشان نموده، التماس کردند که: چند شعر تازه و برجسته، از
واردات طبع خود، بخواند! او برخواند: چیست دانی... الخ (۱)

حضرت آزاد مدظله العالی در — خزانه عامره — میفرماید که: سرخوش

گوید: روزی در مجلس سخنوران ذکر این مطلع شیدا در میان آمد، همه از یازان خوش کردند: بسکه بنگاشته... الخ (۱).

فقیر گفت پیش مصراع خوب نرسیده بدیهه مطلع گفته برخواندم:
بسکه میریزد... الخ (۲).

خان آرزو گوید: این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد، بلکه فیما بین هیچ نسبت نیست. زیرا که در زمین چنین، مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس. و در مطلع سرخوش مصراع ثانی نمیتواند شد (فتأ مل) مؤلف گوید: مصراع ثانی مطلع شیدا میخواهد که، در مصراع اول مدعا همین قدر باشد که: چشم من از بسکه خون ریخت! این مدعا، بعبارتی که بیان کرده، بر نقاد سخن ظاهر و لفظ بنگاشته بر بیگانه افتاده، که سامان نگاشتن هیچ ندارد. کاش چنین میگفت:

اشک در دیده من نا شده رامی از خون

از اینجا واضح شد که، تزییف سرخوش مصراع اول شیدا را، بجاست. و نیز مطلع سرخوش صاف و شیرین واقع شده. و قول آرزو که: مصراع اول علت مصراع ثانی نمیتواند شد، محل قال: زیرا که مصراع اول او، لفظ بسکه و لفظ خون — که علت بستگی مژگان است — دارد. ظاهراً برای همین، آرزو فتأمل گفته. و در کلام آرزو دلیل علت مدعا نمیتواند شد. مدعای او این که این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد، این مدعا دلیل چنین مطلع میخواهد، که حسن تعبیری که سابق دارد، لاحق ندارد. و دلیلی که گفته، یعنی زیرا که در زمین چنین، مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس! بکار مدعای مذکور نمی آید: و انحصار گفتن مطلع در قدرت شیدا غیر مسلم. فقیر در وقت تحریر این غزل دو مطلعین گفتم (۱).

و میر اولاد محمد خان ذکاء (طال عمره) هم این غزل انشاء کرد (۱) .

میر عبدالقادر مهربان اورنگ آبادی نیز این دو بیت بنظم آورد (۱) .

و نیز حضرت آزاد مدظله العالی میطرازند : شیر خان در تذکره خود
مینویسد که : شیدا در علم عروض و قوافی ضرب المثل بودا مؤلف گوید :
در دیوان شیدا غزل نه بیت موجود است که مطلعش این است :

زمر دهن تنگ تو بشکافه باشد گر دل اثری غیر سخن یافته باشد (۱)

خان آرزو این دو بیت را — که می آید — در مجمع النفائس بنام شیدا
نوشته حالانکه از محمد قلی سلیم طهرانی است و در دیوان او موجود :

حریر شعله ما را ... الخ

تا اینجا عبارت — خزانه عامره — است که از دور شروع شد . آزاد مدظله
العالی را در وقت تصنیف — خزانه عامره — دیوانی از شیدا بدست آمد و
از آن انتخاب زده داخل — خزانه عامره — ساختند و در عین تحریر — خزانه
عامره — دیوانی دیگر از کتاب فروشی خریدند . در — خزانه عامره — میفرمایند :
یکقلم این نسخه غیر نسخه اولی است ، اما مزاج آرام طلب از مشقت انتخاب
رمید ! مؤلف گوید : گویا حضرت نسخه ثانی را ، برای بنده خریدند که
انتخاب ازین نسخه ، برداشته در تألیف خود ثبت میکم :

روی تو تازه کرد دل مستمند را	آتش اگرچه سبز نسازد سهند را
تا چند وصف قامت و زلفش کند کسی	نتوان شنید این همه پست و بلند را
باشد بدرد زنده ، دل دردناک ما	جوید دوی ما که بجوید هلاک ما
درازی مژه بین آن دو چشم جادو را	که میکند بچه انداز شانه ابرو را
بچشم جور مفرما ، که میتراد جهل	ز آزمائش بیسمار زور بسازو را

بسکه بردند ز صر هوش بیکبار مرا
کم ز خوانده نیم هر چه بگویم بکنم
چون شمع، چشم بینا بودی اگر زبان را
خوش دار عمر خود را، کاین عمر میهمان است
مائیم و جام پاده نتوان ز دست دادن
چشم توام بمژگان خون کرد دل که گوید
چون چشم مانده بر سر دستم ز روی حیرت
تا کشته تیغ تو شود زنده جاوید
ز چهره پرده بر انداز گر تماشا نیست
گل بنگرم بز سر زده آن دلبر طناز را
تا مطرب بزم ما، بر نی لب خود، دارد
ساقی من! بر فروز آن آتش بی دود را
گرمی صحبت خوش است با دل و دلبر بهم
می زدگان را کجا چشم بصاف است و درد
هر نفس در موج خون بسپرد چشم من مرا
ز کم مو ابروش دل دزد چشمنش را حمایتها
بر ناله ام، فلک را آید چنان ترحم
تا دل بکف نباشد نتوان رسید جایی
از بسکه تنگ میگذرد بی تو روزگار
چه تعجب که دو دستم همه یک دست شود
دل من شانه صفت صد شاخ است
یاری که طرف بست بمهر پری رخان
چو شانه، دست ما محتاج دست دیگران، تاکی
از سپه بختی ما، گر خبرت نیست، بجاست
چرا بیگانه از ما، دل نباشد
گرچه خضر وقت خویشم جوش استغنائی من
بوصف طره مشکین او، لب را چه بکشایم
بعشق ره نزنند عشق بوالفضول مرا
بآفتاب نیارست ذره پیوستن

همچو گل هر دو یکی شد سر و دستار مرا
کسه در آمیخته گفتار بسکردار مرا
چندین کجا ستودی نادیده آن دهان را
خوش نیست رنجه کردن از خویش میهمان را
در روزگار پیری این دولت جوان را
در پنجه، زور نبود بیمار ناتوان را
تا کسره ام تماشا رخسار دلستان را
از چشمه خضر آب دهی تیغ اجل را
که روزگار بصیرت برسد بصارت ما
یا در سرش از سرکشی گل کرده بینم ناز را
گردیده نیستانها یک سر شکرستانها
تا چو گل آتش زخم دلق می آلود را
هست بهم سوختن خوش شکر و عود را
تشنه بر غبت خورد آب گل آلود را
همچو شمع از گرم غوفی خورد چشم من مرا
حمایتهای دزدان میکند ویران ولایتها
کر از که وام خواهد، گوش سخن شنو را
بی توشه راه رفتن صعب است راه رو را
یک چشم گردش تو بود روز و شب مرا
بهوای خم گیسوی تو چون شانه مرا
که چو آئینه بدست می همه را
(شیدا) بصحبت تو نکردیم بارها
چه بودی گر بدست خویش بودی اختیار ما
آفتابی، چه خبر از شب دیجور ترا
که چون تو آشنائی، باشد او را
تشنه لب بر چشمه آب بقا دارد مرا
که چون ابروی او گردد زبان یکسر سیه ما را
که هست تفرقه در سرش و غول مرا
بود چه گونه بوصلت ره وصول مرا

جهان چو زلف نگار است و من چو شانه درو
بسحر معجز من ار تو متهم گشتی
بخود همیشه فرو رفته میزنم جوشی
کسی نصیحت (شیدا) برو کند تا صبح
دارم از دست تو امید اعانت ، چون قلم
در ره همت نباید بود (شیدا) کم ز شمع
گفتن نیسارم با کسی راز دل غمناک را
صحبت ما و عزیزان چو گل و شبنم بود
چو آن طفل که ، خاتم دزد از کس
بی لب و چشم او را خواب و غوری نموده است
از خیال پری رویان امروز نمی بینم
تا بهمه نیک و بد صاف کنی سینه را
زاهد خشک از نه ناله مشک ارنه
انگشتهای من مژه چشم ساغر است
از چشم شوخ او نبود چشم مردمی
خوش بر آمد صحبت من ، با ملامت کوشی
آه بقتل عاشقان بسته میان چرا چرا
بر فوت وقت خویش نداری تاسفی
بین بر عارض او حلقه زلف پریشان را
قرص مهر و ماه ای آسمان! تا کی بود نازت
میکشان! دور فلک گردان، مبادا بی شما
خنده گل نیست خوش بی ناله مرغ چمن
جان و دل کردن فدای دوستان سهل است سهل
دلبران، روز صف ، تنها برون آیت در میدان
دور گردون سر بکام ما نگرود گو: مگرد
بادل بی آرزو چند خجالت بریم
بیاد چشم مست دوست دارم گردش ساغر
ساقیا در ده پایپی جام مالا مال را
در هوایش گردو دستم و شود بی وجه نیست
ای که از کنج نشان در دل ویرانه دهی

گاهی عروج بسود گه بود نزول مرا
اگر بسوی تو کردی خدا رسول مرا
خوش است چون می غم گوشه غموم مرا
دگر مساز ازین بیشتر ملول مرا
احتیاج دستگیری هست ، پای ریش را
کز برای دیگران سوزد سراپا خویش را
چون گل مگر بر سر زخم روزی دل صد چاک را
به نسیمی همه گشتند بیکبار جدا
ز بیم بوسه میدزد دهن را
لب نپیشد خنده را دیده ندید خواب را
شمعی که بدل گرمی پروانه کند مارا
نیک بسود داشتن مشرب آینه را
بسا دل تیره مدار ، خرقة پشمینه را
دارم تمام عمر بهنگل پیاله را
کز مردمی نصیب نباشد غزاله را
من پیاپی میزد می ، او دمام لاف را
دشمن دوستان شده از دل و جان چرا چرا
مشکل که از حیات ندانی مات را
که شب از چشمه غورشید دارد چشم احسان را
بنان خشک نتوان برد آب روی مہمان را
مایه جان بد ، تن بیجان مبادا بی شما
عندلیبان گلشنی خندان مبادا بی شما
میخورم سوگند حق ایمان مبادا بی شما
اگر داری دل هر جا که میخواهی برس تنها
دور ساغر هست چون سر بر خط فرمان مرا
عشق بخوان تسبی آمده مہمان مرا
وگر نه بهتر از من کس ندارد پارسائیها
میتوان دادن سر افزای ز غم پامال را
مرغ در پرواز از هم میکشاید بال را
کنج ما یافته ویرانه نسازی ما را

حلقه حلقه بسکه در کوی تو مردم جا کنند
 با چنین روسر مکن هر سو که طفلان بیخبر
 شانه یکسر دست شد کاورد زلف او بدست
 آسمان مشت خسمان را حربه میدان کنند
 از سرو و غنچه بوس و کناری کسی نخواست
 ز من پی بومه بخشیدن ز لب چشم وفاداری
 کسی گوینده باشد خانه و سامان چرا خواهد
 مشرب چشم سخن گوی ترا خوش کرده ام
 تهمت آلودگی بر من منه کز همچو صبح
 ماه من هرگاه بکشد نقاب خویش را
 اختلاط ماست زیبا رشته و گوهر مسگر
 بوصف خط تو، چون رو دهد سخن مارا
 اگر ز راه کرم، در کنار من آئی
 چو حرف، در شکن نامه از سیه بختی
 آه دل از کف من برد بهازی طفل
 نتوان چو در دعا اثر باده یافتن
 چنین که راحت خلق است رنج من چه عجب
 بخلق بی غرضم آشنا چو آنها
 ز آفتاب بود پیش شهرتم (شیدا)
 می دم و چو سرکشی شاد شوم که، باغبان
 باد صبا را هست با فریاد بلبل دشمنی
 از بهر دستگیری مسا ای صنم بیا
 هر چند من ز قافله دور افتاده ام
 فردا اگر خدا به بهشتم برد، چه سود
 آب جویم که باغبان بچمن
 شادم ز دشمنان که ز من بیخبر نیند
 مرا زمانه عجب زیر دست خود دارد
 بر افشان زلف تا حال گرفتاران شود پیدا
 برا بخت سیه بهتر بود از طالع روشن
 گفتگوی ما نظر بازان، بخاموشی بود

آسمان چیده است در کویت ز مردم دامها
 خویش را چون اشک از چشم افکنند از بامها
 مطلب مشکل که یابد طالبی مطلوب را
 فضله کش، چون تیغ بندد، بر کمر جاروب را
 کی از تو چشم بوس و کناری بود مرا
 کی بی حق نمک بندد کمر در حق گذاریها
 خدا را میسزد از کعبه رسم خانه دارها
 لذت صد گفتگو باشد ز خاموشی مرا
 هست در پیرانه سر ذوق قند نوشی مرا
 آسمان بیرون نیارد آفتاب خویش را
 بر من و تو وقف کردند آب و تاب خویش را
 زبان، چو پسته شود سبز، در دهن مارا
 شود چو پوست بتن زنده پیرهن مارا
 سهر زنده به پیچید در کفن مارا
 گر توانید ازو دل بستانید مرا
 در دمت جام به ز دعای سحر مرا
 که باده پیش ز مستی دهد شمار مرا
 ز روی کسی نتوان یافت شرمسار مرا
 دل ز ذره بسود گستر اعتبار مرا
 محض برای سرکشی آب دهد نهال را
 ریزد ز شبنم هر سحر در گوش گل سیاه را
 تا سر نهیم در قدمت یکقدم بیا
 باشد هنوز گوش بیانگ جرس مرا
 امروز کاشکی بشناسا بسرد مرا
 بسته هر سر روانه داشت مرا
 از دوستان اگر نرسد یک مدد مرا
 چو چشم را مژه با شانه تار گیسو را
 که قدر کار یکدیگر ز همکاران شود پیدا
 که وقت شب فروغ کار عیاران شود پیدا
 جز بخاموشی نباشد گفتگو آینه را

خاکساری میدهد روشن دلان را آبرو
 نیست بی باعث که چون گرداب گردد گرد خود
 منت رزق محال است که از دایه کشم
 بر طمع وصال او رنج فراق میبرم
 چون بیاد دوستداران، دل بدرد آید مرا
 کی دهد بر بساد یاس مدعا ننگ مرا
 باشد بگوش تیره دلان پنبه از سخن
 بی داغ سینه دعوی عشق از چه رو گشتی
 بر چهره آن شوخ خط و خصال نباشد
 در طره مشکین خود، بستی دل بیتاب را
 در حلقه زلفش بود (شیدا) دلم آرام جو
 هلاک صنعت مشاطه ام که داد نشان
 در کعبه گر خدا بنماید چو بت بدیر
 چه غنچه چاک زند صبحدم گریبان را
 چه میدی چو من زار را بدست جفا
 دل ز من بر کنیدی و بر سینه زحمت ظاهر است
 کار عالم را بنا کردند بر بست و کشاد
 ابروی هر صنم نه چو ابروی یار ماست
 کشاد کار من از همنفس چو غنچه بود
 بر دل کس نیست، از دستم خراش ناخنی
 تیر قدا! ز هجر خود، همچو کمان مکن مرا
 بر خوان دهر دست میالای که کرده اند
 مشکل که، سوز سینه پروانه، کم شود
 شانه از بس سرزنشها میکنند
 بی نمکیهای دهر بسکه چشیدیم
 چند جنبانی سر زنجیر زلف
 بهوای ابروی او، که به تیغ تیز ماند
 شریک بود مرا کردمش فدای رخت
 اگر گوئی بسر رفتن توان رفت
 چو آب رونداری سر براه خاکساری نه
 هردم ز خون دیده زمین تر شود مرا

جز بغا کستر نباشد شست و شو آئینه را
 گردش چشم تو باشد آرزو آئینه را
 طفل اشکم نبود بر درش از شیر مرا
 زود که آورد بدست دولت دیر پای را
 از درون گرم، بیرون آه سرد آید مرا
 اضطراب نا امیدی نشکنند رنگ مرا
 نوعی که در دوات گذارند لایقه را
 بی مهر کس درست ندارد وثیقه را
 بر شمع رخسار سوخته پروانه دلها
 جز تو که در زنجیر کرد از ساحری سیلاب را
 چون بخت گردد آشنا کشتی کند گرداب را
 ز کار آئنه و شانه صلح و جنگ ترا
 از دیر رو بکعبه کند بت پرست ما
 مده ز دست دگر دامن گلستان را
 کسی بشانه نیما زرد موی مژگان را
 بر زمین باشد نشانی فونهای کننده را
 بشکر از جراح بر بستن رگ بکشاده را
 فرق است تیغ غازی و تیغ خطیب را
 چو شمع و آئنه از دم مگیر تیره مرا
 کرد همچون شانه بی ناخن فلک چنگ مرا
 نوش بابا! بیوسه برنجه بجان مکن مرا
 چون غنچه پر ز خون جگر این نواله را
 ریزید گر تمام ز کافور شمع را
 زلف میدانند زبان شانه را
 شور قیامت سزد نمک چش ما را
 تا بشور آری دل دیوانه را
 نکند چو اشک مژگان بیدن قرار سرها
 دل طپیده دهد درد سر هنوز مرا
 بسر بردن دمی فتوانم ایسن جا
 شریعت وقت بسی آبی روا دارد قییم را
 تا آبرو بخاک برابر شود مرا

بی روی و موی دوست چه حاصل اگر چو چشم
 سر برهت نهادم و دادم ز دست دل
 ای باغبان چه کم شود از بوستان تو
 ساقی فگن بورطه پیمانه هوش را
 بر مست کی ستم رود از چرخ نیلگون
 (شیدا) بگفتگو نتوان غصم را شکست
 همچو گل شبنم زده تا چند بحسرت
 هر چند کشایند بسوزن گره مر
 فتاد کار بدیدار آن پری مسارا
 مهر گر با ما نورزی میتوان کردن ستم
 هر چه گویم بجناب تو مگو یعنی چه
 تا سیه بختی معجون نبود در نظرش
 گرچه از فاخته بر سر، کله کج دارد
 شیوه نیست که آن عشق ندارد بسکمال
 حال می دارد بسرو از تنگ چشمیا نظر
 آید بسان ناخن انگشت در نظر
 پشادی اگر کنم ز مروت خجل شوم
 ساقیا بر دست من نه، ساغر لبریز را
 دستگاه کشتن آمد شانه گیسوی یار
 ای کاشکی زیان شود انگشت پای من
 بریز خون میندیش بیگناهی را
 بآن رخی که تو داری ز بیدلان مستیز
 فلک بسکام دل عاشقان بود (شیدا)
 گریه بی ناله دارم نباشد دور اگر
 گویا نیم ولی چو گل شمع روشن است
 چون مردمک، پناه نجویم از کسی
 در چشم ما ز مردم بیگانه به بود
 با قد راستر از سرو چنین کج غرام
 مهر زلف و عارض او از دلم بیرون نرفت
 راز ترا برون دهم از دل خود بچشم تر

روز و شب زمانه مسخر شود مرا
 زین دست کار عشق مگر سر شود مرا
 گسر یک نفس دماغ معطر شود مرا
 مطرب بنفشه کشتی می ساز گوش را
 در بزم باده ره نبود خرقه پوش را
 از تیر وام گیر زبان خموش را
 دندان بجگر از لب و دندان تو مارا
 نکشاد دل از جنبش مژگان تو مارا
 پری چگو نه کند آدمی گری مارا
 نیست چون مرهم نمک باید زدن بر ریش ما
 یا بیان کن که چه معنی بود این یعنی را
 سرمه در چشم سیه تنگ بسود لیل را
 با قدش سرو نه بندد کمر دعوی را
 میوه نیست که آن گل نکند طوبی را
 چه مه نو گر لب نائی بود در خوان مرا
 از قطره اشک بر مژه از بی نمی را
 با چرخ صحبت است چو با ماتی مرا
 تا چوگل آتش زخم این خرقه پرهیز را
 دست را باید تماشا کرد و دستاويز را
 گسر گشتگو برد بره جستجو مرا
 که آبروست ز خون ریختن سپاهی را
 عذاب خلق مسکن رحمت الهی را
 ولی چنانکه بکام است شست ماهی را
 در هوای ناله از ناخن بروید نی مرا
 بر اهل بزم بوز دل از رنگ و بوی ما
 دست تپی است چون مژه دائم حصار ما
 سوگند کسوی دوست سگ کوی آشنا
 راست گو شیوه کج از تو خطا نیست چرا
 چون کنم از خانه بیرون آفتاب و سایه را
 ز آنکه در آب افگند گوهر تازه سفته را

من کنم اندرین چمن بال شکسته بلبل
 گره از غنچه گل ای صبا تاچند بکشایی
 چنان ز اشک شماری حسابدان شده ام
 ما نمیخواهیم رنج حاسد، اما چون کنیم
 رسیده است بجائی ز حسن پایه ترا
 بنوش باده، که در خنده، آن نمک داری
 یکی بمصحف رخسار خود مطالعه کن
 نیستم سبیل که باشم تازه رو از آب جو
 غط سبز او برد پی، بدهان نوشخندش
 چه غم ز آتش دوزخ شبید تیغ مرا
 ز قید سبیل شاداب او، رهسای کو
 باز گل بشگفت و رنگین شد نوای عندهلیب
 بیم عدل نوبهاران بین، که گل دارد بکف
 لاف عشق و این همه فریاد از بی طاقتی
 گلشن گیتی شود ایمن ز تاراج خزان
 دل به بند زلف او (شیدا) ست خیل مضطرب
 چون سرو که بار سر دستار نیسازد
 تا لذت درد تو جز من نبرد غیری
 یا چهره خوبان را، زمین گونه مده رنگی
 هرکس که دل دارد شاد است بدلداری
 در هوای آن دو زلف عنبر آلودم کباب
 چون سایه سر همیشه بپای تو بسته ایم
 شب، با که گرم صحبت می بودی، که نیست
 نرود ز دست شمشیر اگرش کسی براند
 ترا چو پیر خرابات جام لطف کند
 سپهر برهنه بر تن کشیده خاکستر
 واعظ مگس ز خانه دل میدهد نشان
 روح قلب زانودود اختران پیداست
 همین میاش چوکاری بمدعای تو نیست
 بهر چه میگذری او ترا بجای است
 چو مهر و ماه چه بیگانه آشنا روی

نی بمرادم آشیان نی قفسی بمدع
 ترا گر هست دستی، عقدی از کار ما بکشای
 که قطره قطره توأم شمرد از دریا
 آنچه میبیند، ز خوی خویش میداند مرا
 که آفتاب دمد در قدم چو سایه ترا
 که می حلال کند همچو شیر دایه ترا
 که منزل است بخونریز خلق آیه ترا
 نخل دودم جز در آتش ریشم نبود مرا
 که خضر نکو شناسد ره چشمه بقا را
 ز بسکه از نم قیفش کفن بود سیراب
 که بند سخت شود چون رسن شود سیراب
 رو همین روی گل است و رای رائی عندهلیب
 خورده زر از برای خونبهای عندهلیب
 گل از آن رو خنده دارد بر خطای عندهلیب
 گر بجای گل تو باشی من بجای عندهلیب
 بست طفل نورسی از رشته پای عندهلیب
 بار سر آزادان دستار مکن یا رب
 غیر از دل من یکدل افکار مکن یا رب
 یا چشم نظر بازان، خونبار مکن یا رب
 این یار پرستان را بی یار مکن یارب
 هرکس از آتش کباب است و من از دودم کباب
 از ما بهمهری مکش آزار بی سبب
 امروز کج نهادن دستار، بی سبب
 بکجا روم ز دست چو مرا برانی امشب
 سخن ز مسئله جبر و اختیار طلب
 اگر روم بطریق قلندری چه عجب
 کاندل ارم ز گوهر یکدانه خانه ایست
 فلک بنقد شناسی مگو که صراف است
 که هر چه نیست برای تو آن سزای تو نیست
 بهر چه مینگرم، او مرا بجای نیست
 که جز تو هیچ کسی با تو آشنائی نیست

ساقیا امشب مرا رنج خبری بوده است
 گر نه تو خورشید عالمتابی و من سایه ام
 قدر ما نشناخت گردون زآنکه پیش پیرزال
 خاص را نشو و نما از مدد عام بود
 چو سرو من بگذارد کلاه کسج بر سر
 کجاست مهر پرستی که از سر سودا
 بزلف او نرسد دست ما چو شاخ چنار
 نه رویی که او دارد، که دارد
 جهان سوز است طبع آتش می
 سخن را خون کند دل لعل خاموشی که او دارد
 از جنبش زبان چه کشاید دل حزین
 گریخان چون گره از بند قبا بکشایند
 چشم خوبان، بتمشای تو بادام شود
 چون ماه نو همه تن گر مرا جبین باشد
 پپوش ساعد سیمین مگر نمیخواهی
 اگرچه گردش چشمت بروز شب ماند
 به ابرو و دهن رام گشت کشور حسن
 من تنگم اگر زآن دهن تنگ، مخور غم
 ابروش سخنگو است و لیکن چه توان کرد
 بادی تنگ عجب نیست درین باغ و بهار
 بگرد عارضش تا خط سحر انگیز پیدا شد
 چومه از چشم زخم خویشتن بنشست کس درخون
 ندانم حالت آغاز و انجام، این قدر دانم
 بتجرید از حجاب نه فلک، بیرون توان رفتن
 دولت، کتون بسایه دیوار عزت است
 در زیر چرخ لاف بزرگی زدن خطاست

گر کنی در کار من یک جرعه کاری بوده است
 پس نمیدانم چرا انجام من آغاز تست
 دور ساغر کی چو دور آسیا دارد رواج
 شعله بی یاری خاشاک کجا گیرد اوج
 برنگ فاخته از شوق بر برآرد تاج
 چو ماه، داغ وفا بر جبین تواند بود
 ز دوش سر زند از دست دست چه سود
 غم سوی که او دارد، که دارد
 دل خوی که او دارد که دارد
 گذارد جان و دل را یاد آغوشی که او دارد
 قفل از درون، کلید ز بیرون چه میکند
 چه گره ها ز دل بسته ما بکشایند
 نتواند که چشمی ز حیا بکشایند
 چو نقش پا بره دوست بر زمین باشد
 که دست فتنه زمانی در آستین باشد
 کجا فلک چو تو بی مهر و بیش کین باشد
 قرار مملکت از تیغ و از نگین باشد
 خواهم که ترا بند قبا تنگ ندارد
 گویا بزبانی است که فرهنگ ندارد
 چون گی شمع اگر سایه ما غنچه شود
 خط خورشید در چشم سیه چون خط ترسا شد
 ز روی مهربانی دشمن من چشم بینا شد
 که از شور محبت قطره شوریده در باشد
 نبی معراج را دریافت چون از سایه تنها شد
 اقبال چون بسایه بال هما نماند
 یکدانه خورد نشده در آسیا نماند

شیدا در اشعار خود زمینهای سنگلاخ و قوافی صعب اختیار میکند،
 و مع هذا قصیده و غزل طولانی در سلاک نظام میکشد، اما بیشتر لفظ و معنی
 سهل دارد. مثلاً، غزلی گفته بازده بیت که، این جا پنج بیت آورده میشود:

داند که جهان جمله بیک طرز نباشد
پیدا اثر مرد بهر مرز نباشد
افسانه سهراب و فرامرز نباشد
اینجا سخن از مهنه و باخسرز نباشد
با نقد وصال تو گران ارز نباشد

بر عیب کسی چشم هنرور ز نباشد
چون مهر گیا سر نژد از همه صحرا
در دفتر ما جز سخن مهر و وفا نیست
از مرد هنر، خواه زهر خاک که خیزد
جان گرچه عزیز است به پیش همه عالم

باقی قوافی که آورده لرز و اندرز و کشاورز و ارز بمعنی ارزنده و گران ارز که در بیت گذشت بمعنی گران قیمت است و قافیه طرز را مکرر بسته . از قصائد اوست :

ز کوه سرگرائیها نگاهی جانب ما کن
به نیروی تبسم رخنه در عقد ثریا کن
تو هم طوفان پیدای بیا در چشم من جا کن
سرانگشتی بخون ترساز و اورا قش زخم وا کن
دو رنگی را همان در دامن گلهای رعنا کن
سر این خاکساران را بپا بوسی فلک سا کن
بتکرار تکلم درس عشقم را تماها کن
گرم دینی بگردن هست از تیغ مودا کن
تو هم گلهای بیدادم پداسان تمنا کن
گریبان شقائق بخیه از لولوی لالا کن
بمرغان ملائک، دافه خال آشکارا کن
بخود ای شمع بسی پرواره پروانه پیدا کن
خبر این است آید هر چه از دست تو یفا کن
چو دود آه مظلومان گذر بر جمع بالا کن
ورت در دیده نوری هست صرف روی زیبا کن
متاعی کز خرامی باز ماند خرج تمنا کن
تو هم آئینه خود را بآه ما محلا کن
دومشت گل بقالب زن لقب مجنون و لیلیا کن
تو این تصویر را از صور اسرافیل احیا کن
قیاس لذت خرما ز نیش خار خرما کن
محیط از ناله هامون ساز دشت از گریه دریا کن

چون رگس گشتگان را بهره مند از چشم شهلا کن
بر یحان مطرا شمله در جان ریاحین زن
بهر جای که طوفان است جا در چشم من دارد
رموز دفتر گل نیست جز راز دل بلبل
گل سرخ بهشتی قدر یکرنگی ترا شاید
بیک زخم، این گروه نیم بسل را تسل ده
بیک گفتن چه آموزم طریق جان سپاری را
چو بر سجاده خاک درت روی نیاز آرم
بهار لاله زار از لخت دل کردم گریبان را
ز چشم من بر آور قطره های اشک سیلابی
اگر خواهی، که هاروت از چه بابل برون آری
ز دست چند چون فانوس پوشم کاغذین جامه
سخن از حسن صورت گو، دم از لطف معانی زن
گر از بیبایی گردون، تظلم گونه داری
گرت در سینه جانی هست داغ عشق را جا ده
ز ایمان هر چه شد پسباندۀ غفلت بشیطان ده
سپهرا چند افتد آفتاب در کسوف غم
خوش است از عاشق و معشوق با هم ربط دل و رنه
چه لذت، زنده دل مرده را، از لحن داودی
هوس شیرین بود اما ندامت بیشتر دارد
ز غواصی چه میخوای ز سیاحی چه میجویی

غم فرماندهی داری دل خود را بفرمان ده
 نه چون کوته زبانان زیر دست بحث اقران شو
 چو حرف دوستی داری سخن نازک ترازگی شو
 بروز دولت دشمن، گران جانی غنیمت دان
 گرت دستی بود، در دامن اولاد یاسین زن
 امیرالمؤمنین حیدرا وصی و نفس پیغمبر
 چو داری طاعت مهوش مترس از شورش گردون
 نقوشی را که از توصیف او بر لوح دل داری
 به ذکر داستانت سرمه در چشم کوکب کش
 ز خطر دامن پاکت هوا را ساز ده شاها
 ز نور معجز مهرت دل منکر بدست آور
 جهان را از ثنایت ضامن فیض، مسیحایم
 مرا هر دم چو بلبل بر مینگیز از سر شاخی
 بچشم انتظام اشک را از شوق پا بوست
 این قصیده بسیار طولانی است

سر آسودگی داری سر خود را ز سر واکن
 نه چون دیوانه طبعان با در و دیوار غوغا کن
 چو بحث از دشمنی خیزد زبان را تیغ برا کن
 چو وقت انتقام آید سبکدستی مبیان کن
 وگر عمری بود، صرف ثنای آل طاهان کن
 ز غیر او میرا شو، ز خصم او قبران کن
 درین دریای طوفان بجیز کشتی از مصلان کن
 بجان تعویذ جان و دل کفیل دین و دنیا کن
 سپهر بی بصر را با هزاران دیده بینا کن
 نفس در جسم پیچان نه بصر در چشم اعمی کن
 غبار تربتم را توتیای چشم اعدا کن
 پس از صد قرن از احیای من احیای موتی کن
 سرودم را بگلشن روکش مرغان شیدا کن
 چو گوهر در کف دست کریمان نا شکبا کن
 این قدر ابیات بر آورده در این جا ثبت

افتاد. این رباعی هم از شیدا بنظر آمد:

جز نرگس او، فتنه در خواب، که دید
 جز نرگس او، که چشم زخمش مرصاد
 جز لعل لبش، اخگر سیراب، که دید
 شمشیر هلال را سیاه تاب، که دید
 (۵۹۱ - ۶۲۱)

● مرآة آفتاب نا: شیدا، اصلش از مشهد مقدس مولدش قندهار. بعد
 جهانگیر در زمره فرقه احدیان ملازم گردیده. و در زمان شاهجهان بملک الشعراء
 قدسی و کلم و غیره مباحثه و محاربات نموده. بد وضع، بد اخلاق و در اخذ
 مضامین دیگران استاد بود. ازوست:

ساده لوحی که، بیک غمزه دلم (شیدا) کرد
 آن قدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد
 و سرخوش نوشته که در هجو طالب آملی که
 از امرای پادشاهی بود چنین
 گفته (۱).
 (۱۸۴ ب - ۱۸۵ الف)

● **شمع النجم :** شیدا ، دیوانه گرفتار زنجیر سخن و شیفته رنگ و بو این چمن است . حکیم رکنا کاشی که معاصر اوست ، یادش باخلاص کرده . شیدا از طائفه نکلو بود ، پدرش از مشهد بهند افتاد . مولد و منشأ شیدا فتح پور از توابع آگره است . ابتدای حال در سلک احدیان جهانگیر پادشاه بود و مدح خانخانان پرداخته و صله‌ها گرفته . و در عهد شاهجهان در ذیل ملازمان شاهی در آمد ، و آخر مستعفی شده در کشمیر گوشه گیر شد . و بمواجبی موظف گردید . و در عشره ثامن بعد الف همانجا شربت ممات چشید .

شیدا صاحب ذهن رسا و فکر آسمان پیما ست . شعر را بسرعت تمام میگفت و بچشم زدن جواهر فراوان میسفت . طبعش ، در مساک سخن طرازی ، اگرچه راست میرفت ، اما از جاده حسن خلق انحراف داشت . طالب آملی و مبر الهی و دیگر مردم را هجو کرد . و چون شیوه هجا شعار خود ساخته بود ، خود نیز هدف ناوک حریفان میشد . مناظره شیخ فیروز با شیدا مشهور است . چون این مطلع بسمع همایون شاهجهان پادشاه رسید :

چیت دانی الخ

در غضب آمد ، بجهت آنکه - ام الخبائث را در لباسی که نباید وصف کرد . حکم شد که : او را از ممالک محروسه اخراج نمایند !

میر آزاد گفته : الحق در عهد اکبر پادشاه و جهانگیر پادشاه وهنی در بنیاد اسلام راه یافته بود ، صاحبقران ثانی از سر نو مؤسس قوانین شریعت شد و سلطان اورنگزیب عالمگیر متمم . و این هر دو پادشاه حق عظیمی بر اسلامیان هند ثابت کرده اند .

صاحب تاریخ — صبح صادق — گفته: اشعار شیدا بصد هزار رسیده ،
 اما خدا داند که دیوان مرتب کرده او کجا باشد . و در قصائد زمینه‌های مشکل
 میبیموده و باوصفش قصائد را بسرحد اطباب رسانیده : و در غزلیات هم راه
 دشوار گذار پی سپر میکند . اما نزد اختیار زمین سخت هیچ چیز نیست ،
 زیرا که ، سنگلاخ معانی تازه کمتر میروید . و هرچند در تنگنای لفظ معنی را
 بزور فکر گنجانیدن ، هنری است . اما در زمین شگفته ایجاد مضامین تازه و
 رنگین کردن عالم دیگر دارد . شیدا سکه سخن باین خوش عیاری زواج
 میدهد :

درین چمن ، نه گل و لاله شبنم اندود است	که ، خنده گل این باغ ، گریه آلود است
بیک دل ، کی توان اندیشه دنیا و دین کردن	که نتوان هردو دست خویش را درآستین کردن
گفتن دعا ، بزلت تو تحصیل حاصل است	با خضر کس نگفت که عمرت دراز باد

(۱۹ بیت دیگر دارد ۲۲۰-۲۲۱)

— پایان بخش اول —

کراچی

۲۸ اکتبر ۱۹۶۷ میلادی

earlier phase of geographical nationalism to the broad and humanistic concept of an Islamic Community. Secondly, this is the most outstanding and most successful attempt at a re-identification of the values of Islam in the light of modern philosophical thought. And last but by no means the least, he is the man who first saw the impracticability of the idea of Indian Nationhood, the inevitability of Partition. He is the man who put forward the idea of Pakistan and gave its inner content to the Pakistan movement.

MUMTAZ HASAN

Karachi

6th October, 1967

Iqbal goes on to call on the cup-bearer to arouse the Kashmiri's courage and inspire him to action :

سرت گردم اے ساقی ماہ سیا
یار از نیاگان ما یادگاری
از آن جرعه‌ای برفشان برکشیری
که خاکسترش آفریند شراری

*O moon-faced Sagi ! may I be thy sacrifice !
Bring me the heady wine of our ancestors,
And sprinkle some of it on the Kashmiri,
That sparks of fire may arise from his lowly dust !*

Some time after this poem was written, the Kashmir agitation began. To Iqbal's own surprise, it started with a labour revolt in the silk factory to which he had referred.

He was deeply concerned about the future of Kashmir. In the *Javid Nameh*, he meets the spirit of Syed Ali Hamadani and asks him what will happen to the Kashmiri people. The saint answers :

در نگاهش جان چو باد ارزان شود
پیش او زندان او لرزان شود
تیشه او خار را بر می درد
تا نصیب خود زگیتی می برد

*When he (the Kashmiri) comes to hold his life as cheap as the wind,
The very walls of his prison-house will shake before him;
Then his axe will split granite asunder
And he will grab his rightful share from Destiny itself.*

This being *tadhkira* of Kashmiri poets, Iqbal's special relationship to Kashmir has been mentioned here. But it would be wrong to suggest that Iqbal is only a poet of Kashmir. He is far too great to be confined within any such limitations. He lives and moves in a much bigger world, and combines the wisdom of the East and West in a way that has seldom been vouchsafed to an Eastern mortal. In the first place, he represents the transition of Muslim consciousness in this Sub-continent from its

had been converted to Islam long before their migration to the Punjab. One of Iqbal's ancestors was Sufi Akbar, a Muslim saint of Kashmir. Another was known as "Lol Haaaj" or lover of the pilgrimage to Makkah, which he is said to have performed a number of times. An uncharitable version of his frequent journeys to the holy shrines is that he had a shrewish wife and the Haaaj helped him to escape from the society of his incompardonable spouse. Be that as it may, the family was well known in Kashmir.

Iqbal was conscious of his Kashmir origin and has referred to it more than once in his poems. His most famous couplet on the subject is:

تَم گلی ز خیابانِ جنتِ کشمیر
دل از حرمِ حجاز و نوا ز شیراز است

*I am a rose from the garden of Kashmir, that earthly paradise,
My heart is from the sacred shrine of the Hijaz and the melody
of my song is from Shiraz.*

He was also closely associated with the welfare of Kashmir Conference during 1908-1909. When the Kashmir agitation started in 1942 he was a keen and close observer of events, and became President of the Kashmir Committee in 1932.

He had a clear vision of the Kashmir struggle, and a sensitive appreciation of its background. Recalling the deal which the British East India Company did with Maharaja Gulab Singh, whereby that beautiful land was sold for a mere seventy five lakhs of rupees, Iqbal could not help exclaiming :

دِهقان و کشت و جوی و خیابان فروختند
قومی فروختند و چه ارزان فروختند

*Fields, streams and gardens, and peasants too, they sold away,
They sold away a whole people and how cheaply did they sell!*

Before there was any sign of agitation in Kashmir, he saw the gathering storm on the horizon. In a poem written in Nishat Bagh in Kashmir which is included in the *Payam-i-Mashriq* he referred to the plight of the common Kashmiri :

بریشم قبا خواجه از معنت او
نصیب تنش جامهٔ تار تار

*While his master wears the silken robe woven by his
labour,*

He himself is condemned to be in tatters.

رخت به کاشمر کشا کوه و تل و دمن نکر
سبزه جهان جهان بین لاله چمن چمن نکر

*Come and unpack in Kashmir, behold the hills and valleys and
high mountains !*

And world on world of greenery, and gardens full of tulips.

An idea of the wealth of poetic talent in Kashmir, can be gathered from the present Tadhkira. The fame of some of these poets, like Ghani and Juya, has travelled far beyond the borders of Kashmir. Ghani, who is buried near Srinagar, is famous both as a man and as a poet. There is a story, on which Iqbal has written a poem, about Ghani's habit of leaving his house open and unprotected whenever he went out and locking it strongly after him as soon as he came in. Some one asked him why he did so. "I am the most valuable object in the house. When I am not in, there is nothing to protect; but when I am in, every protection is necessary."

One of Ghani's verses has become famous :

حسن سبزی به خط سبز مرا کرد اسیر
دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

The youthful beauty entrapped me with her downy loveliness,

The snare was of the same hue as the ground, and I was caught.

It is said—although it is no more than a legend—that Saib of Ispahan admired this verse so much that he was prepared to give his own Diwan for it! Iqbal has immortalised another of Ghani's verses, which he has used for a *tazmin* in one of his most moving poems :

غنی روز سیاه پیر کنعان را تماشا کن
که نور دیده اش روشن کند چشم زلیخا را

O Ghani ! Behold the sad plight of the Old Man of Canaan,

Whose darling child hath become the light of Zuleika's eye.

The greatest poet of Kashmir origin, of course, is Muhammad Iqbal himself. His ancestors, who were Brahmins of the Sapru caste, came from village Chakko in Pargana Adoon near Srinagar. It was either Iqbal's grandfather, Shaikh Muhammad Rafiq, or great-grandfather, Shaikh Jamaluddin (probably the latter) who moved down to Sialkot in the Punjab near the Kashmir border at the beginning of the nineteenth century. The family

out a comprehensive edition of his Diwan. Hussamuddin's work, however, goes far beyond anything done before and, as already mentioned, has changed the whole character of Aslah's book itself.

Kashmir has strong links with Iran. Throughout the period of Muslim rule, the court language was Persian in Kashmir as in the rest of the Sub-continent. In the fifteenth century after Christ, in the reign of Sultan Zainul Abedein, the great patron of art and culture, Iranian arts and crafts flourished. Silver filigree work, wood-carving, papiermache, calligraphy, book-binding and illumination, silks, carpets, shawls and a number of other arts and crafts flowered under the impact of Iranian influence. Syed Ali Hamdani, the great scholar-saint of Kashmir, came from Iran in the fourteenth century of the Christian era and brought with him over seven hundred skilled artisans and workers. That is how modern arts and crafts began in Kashmir. The native genius of the Kashmir population, working on the original Iranian models, in many cases changed them out of shape. It was on account of its patronage of Persian language and literature and the profound cultural influence of Iran on it that Kashmir came to be known as "Iran-i-Saghir" or Little Iran.

In Kashmir, poetry is almost a growth of the soil. In that atmosphere of charm and beauty, inspiration comes even to ordinary mortals, leave alone poets. Hafiz of Shiraz longed for that land of heart's desire, and since he could not visit it, he contented himself by imagining the black-eyed bellies of Kashmir singing his verses and dancing to the tune:

ز شعر حافظ شیراز می گویند و می رقصند
سیه چشان کشمیری و ترکان سمرقندی

*The black-eyed beauties of Kashmir and the sweethearts of
Samarkand*

Sing the verses of Hafiz, and dance to their tune.

Urfi, a compatriot of Hafiz, wrote a whole Qasida on Kashmir which begins with the verse:

هر سوخته جانی که به کشمیر درآید
گر مرغ کباب است با بال و پر آید

Every afflicted soul that comes to Kashmir, finds solace,

Here, even a roasted bird would grow wings.

But nothing can equal the ecstatic joy of Iqbal:

FOREWORD

The Iqbal Academy is doing itself the honour of bringing out Tadhkira Shura-i-Kashmir by Muhammad Aslah "Mirza", edited with an introduction, additions and notes by Sayyid Hussamuddin Rashidi which is before us.

It is a collection of brief biographies of poets of Kashmiri origin who wrote in Persian. The original Tadhkira of Muhammad Aslah, written in the reign of the Mughul Emperor Mohammad Shah, included biographies of over three hundred poets. Hussamuddin had brought it up to date and, as a result of his work, the total number has now grown to over six hundred. This is the largest compilation relating to the life and work of Kashmiri poets of Persian language that has appeared anywhere so far. Hussamuddin has not only added considerable information on the poets mentioned by Aslah, but has provided, as a result of personal research, a supplementary list of his own which is bigger than that of Aslah and constitutes the second volume of the publication. Hussamuddin has, however, stopped at Iqbal and has not included later poets of Kashmir origin.

The Tadhkira of Muhammad Aslah was at one time believed to have been lost. Mahmud Shairani, the great Pakistani scholar, referred to it, but had not seen it. We are now fortunate enough to have two copies of the manuscript in Pakistan, one in the Liaquat National Library and the other in the private library of the late Agha Badruddin Khan of Garhi Yasin. Hussamuddin Rashidi has made use of both copies, and the present work is based on a textual comparison of both.

So far, the work done on Kashmiri poets of Persian has been of a somewhat brief and preliminary character. The man who can be said to have been a pioneer in the field is Muhammad Din Fauq, who wrote a short but readable biography of Ghani. G.M.D. Sufi referred to the Persian poets of Kashmir in his *Kashir*, and Abdul Hamid Irfani wrote a brief but interesting account of a number of Persian poets of Kashmir under the title of *Shoara -i-Parsi-Gu-i-Kashmir*. More recently, Professor Muhammad Baqir of the Punjab University has worked on Juyā Tabrizi and has brought

All Rights Reserved

Publisher

**Prof. Muhammad Munawwar
Director
Iqbal Academy Pakistan, Lahore**

***Supervised by*
Farrukh Danial**

BAKHTYAR PRINTERS

1st Edition

1968

Second Edition

1983

Copies Printed

1000

Price

Rs. 51.00

TADHKIRAI SHU'RAI KASHMIR

Compiled by

SAYYID HUSSAMUDDIN RASHIDI

Vol. I

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
116 McLEOD ROAD - LAHORE
